تفسیر عالمانہ ﴿۱۶﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ ۔ اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے کوئی شئی عاجز نہیں کر سکتی اور وہ سب پر غالب ہے۔ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۔ وَهُوَ الْحَكِيْمُ ۔ اپنے بندوں پر غلبہ رکھتا ہے اور وہ حکیم ہے کہ اپنی حکمت سے جس طرح کرتا اور حکم فرماتا ہے۔ اَلْخَبِيْرُ ۝ اور اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور اُن کے پوشیدہ سے پوشیدہ امور کو جانتا ہے۔

سوال : اللہ تعالیٰ کے قہر اور علوشان کو فوقیت سے تعبیر فرمایا جو ایک حسّی امر ہے، حالانکہ نہ اس کا قہر حسی ہے اور نہ علوِ شان۔

جواب : یہ استعارہ تمثیلیہ ہے جسے اہلِ علم جانتے ہیں اور ایسے مواقع پر اسے استعمال کرنا نہایت درجہ کی بلاغت سمجھی جاتی ہے۔

فائدہ : وَهُوَ الْقَاهِرُ فوق عبادہٖ سے کمال قدرت کا اظہار مطلوب ہے جیسے وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ سے کمال علم کا اظہار مقصود ہے۔

فائدہ : قناری رحمہ اللہ الباری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں فوقیت سے قدرت کی حیثیت مطلوب ہے نہ کہ فوقیت مکان کی حیثیت مُراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو مکان کی نسبت سے مُنزّہ ماننا ضروری ہے[۱]۔ اس لئے کہ اس کو تمام ممکنات پر غلبہ ہے وہ معدوم ہوں یا موجودہ اس لئے کہ اُن کے ہر فرد پر اسے قہر و قدر کی قدرت ہے مثلاً معدومات کو موجود کر سکتا ہے اور موجودات کو معدوم۔

تفسیر صُوفیانہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قہر تمام بندوں کو حاوی ہے کفار پر قہر کا یہ معنٰے ہے کہ اُن کے قلوب پر موت طاری کر دی اور اُن کے نفوس کو حیات بخشی۔ جبکہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے ایک نُور کا چھینٹا ارواح پر مارا۔ اس وقت کفار کی رُوحیں ظُلمات طبیعت میں بھٹکتی رہیں اور نُور کے چھینٹے سے محروم ہوگئیں جنہیں نُورِ شریعت سے یکسر دُور رکھا گیا اور مومنین کے ارواح پر انوارِ شریعت سے اسے غلبہ ہے کہ قیام طاعت کی وجہ سے انہیں ظلماتِ طبعیہ سے نکال لیا اور محبین یعنی عُشاق پر غلبہ کا یہ معنٰے ہے کہ اُن کے قلوب پر اشتیاقِ دیدار کی چنگاری ڈال دی اور پھر انہیں اپنے مشاہدہ کے لُطف سے مانوس فرمایا اور صدیقین کے ارواح پر غلبہ کا یہ معنٰے ہے کہ اُن پر صفات جلالیہ کے تجلیات ڈالے اس وجہ سے صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوائے ذاتِ حق کے اور کسی کو نہ دیکھے اور اس کے عزت کے جھنڈوں کے تلے نہایت عجز و انکسار سے مغلوبیت کا مظاہرہ کرے بلکہ اس کی صمدیت کے میدانوں میں اپنے آپ کو ذرّہ بیقدار بنا دے۔

---

[۱] لیکن غیر مقلدین وہابیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہُوا ماننا واجب ہے اور اس کے برعکس عقیدہ کو بدعت سیئہ سے تعبیر کرتے ہیں (ایضاح اسماعیل الدہلوی و فتاویٰ ستاریہ وغیرہ)

marfat.ocm
Marfat.com

سبق : سالک پر لازم ہے کہ وہ اپنے مولا کو پہچانے اور صرف اس کی عبودیت میں مشغولیت رکھے اس لئے کہ اُس کا مولیٰ وہ ہے جس نے ہر شئ کو عدم سے وجود بخشا اور سب پر اُسی کا غلبہ ہے۔

حکایت : حضرت شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرہ نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں بحری جہاز پر سوار تھا کہ باد مخالف نے ہمیں ایک جزیرے میں پھینک مارا۔ وہاں ایک بُت پرست بُت کے سامنے عبادت کر رہا ہے ہم نے اس سے پُوچھا اے بھائی کس کی عبادت کر رہے ہو۔ اُس نے بُت کی طرف اشارہ کیا ہم نے کہا یہ تیرا معبود مصنوعی ہے۔ ہم میں ہر ایک کو قدرت حاصل ہے کہ اس جیسا اور تیار کر لے وہ بھی کوئی معبود ہے کہ جس کا وجود مخلوق کے رحم و کرم پر ہو اُس نے ہم سے سوال کیا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔ ہم نے جواب دیا ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کا تخت آسمان پر اور اس کی گرفت زمین پر ہے۔ اُس کا حکم تمام زندوں اور مُردوں پر برابر چلتا ہے اس کے اسمار تقدس اور عظمت و کبریائی بہت بلند ہے۔ اُس نے پوچھا اس کی تمہیں کس نے خبر دی۔ ہم نے کہا اُس نے ہمارے ہاں ایک رسُول کریم علیہ السلام بھیجا جس نے ہمیں اس کی خبر دی ہے۔ پھر اُس نے پُوچھا تمہارے رسُول علیہ السلام پر کیسی گزری۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ نے موت کا فرشتہ بھیج کر انہیں اپنے ہاں واپس بُلا کر بہت بڑے انعامات سے نوازا اُس نے پوچھا تمہارے رسُول علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد تمہارے ہاں اُن کی کوئی نشانی بھی ہے۔ ہم نے کہا ہاں وہ ہمارے رب کی دی ہوئی کتاب چھوڑ گئے ہیں۔ اُس نے کہا تو مجھے وہ کتاب دکھاؤ (جو تمہارے رب تعالیٰ نے تمہارے نبی علیہ السلام کو دی اور وہ تمہارے ہاں چھوڑ گئے کیونکہ بادشاہوں کی کتابیں نہایت ہی برتر ہوتی ہیں) ہم نے اُس کے سامنے کتابِ الٰہی کی ایک سُورۃ پڑھی۔ وہ ختم سورۃ تک اُسے غور سے سُنتا رہا۔ اختتام پر کہنے لگا کہ ایسے صاحب کے کلام کی نافرمانی نامناسب ہے۔ یہ کہہ کر اسلام قبول کر لیا اور بحمدہ تعالیٰ تادمِ زیست اسلام پہ قائم رہا اور اسلام پر اُس کی موت واقع ہوئی اور اُس کا خاتمہ نہایت ہی احسن طریق سے ہوا۔

تفسیر عالمانہ ۱۹: قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (شانِ نزول) مروی ہے کہ مکہ کے قریشیوں نے آپ سے کہا کہ ہم نے آپ کے یہود و نصاریٰ سے پُوچھا تو اُن کا خیال ہے کہ اُن کے ہاں آپ کے متعلق کوئی معلومات نہیں۔ اور نہ ہی آپ کے متعلق اُن کی کتابوں میں کسی قسم کے علامات ہیں۔ اب آپ سے سوال ہے کہ ہمیں اپنی رسالت پر کوئی ایسی شہادت پیش کریں جس سے ہمیں یقین ہو کہ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں ورنہ اُنھوں نے تو آپ کے متعلق انکار کیا ہے۔ اُس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے کہ باعتبار شہادت کے کس کی گواہی بڑی ہے۔

قُلِ اللّٰہ ،، فرمائیے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی سب سے بڑی ہے اور مخلوق میں سے کوئی گواہی اُس کی گواہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے کہ مخلوق کی شہادت اور اُن کے علوم حقائق اشیاء کا احاطہ

marfat.ocm
Marfat.com

نہیں کر سکتے اور حق سبحانہ تعالیٰ کا علم جمیع اشیاء کے حقائق کو محیط ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سوال مذکور کے جواب میں اپنے محبوب علیہ السلام کو جواب کے لئے منتخب فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ اس سوال کے جواب کی نہ قدرت انہیں ہے اور نہ وہ اس کے جواب کے اہل ہیں بلکہ اس کے جواب کی صلاحیت صرف محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ **شَهِيدٌ** وہی گواہ ہے۔ **بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ** میرے اور تمہارے مابین **وَاُوْحِيَ اِلَيَّ** ، اور اُس کی طرف سے میرے ہاں وحی آئی ہے۔ **هٰذَا الْقُرْاٰنُ** یہی قرآن میری رسالت کی صحت پر شاہد ہے۔ **لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ** ، تاکہ میں اسی کے ذریعے تمہیں ڈراؤں یعنی اُس کے اندر جو وعیدیں ہیں تمہیں اے موجودہ کافرو ڈراؤں۔ **وَمَنْۢ بَلَغَ** اس کا عطف (کُمْ) ضمیر پر ہے یعنی اسے ڈراؤں جس انسان کو قیامت تک جن کے ہاں یہ قرآن پہنچے۔ (فائدہ) حضرت محمد بن کعب القرظی نے فرمایا مَنْۢ بَلَغَ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے ہاں قرآن پہنچا گویا اُس نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور اُن سے گویا براہ راست قرآن سُنا۔ **اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ** ، اس سے اُن سے اعتراف کرانا مطلوب ہے کہ واقعی وہ مشرک ہیں اس لئے کہ انہیں اس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں جبکہ وہ اس عمل میں بہت بڑی شہرت رکھتے ہیں اور یہ استفہام انکاری اور توبیخی ہے۔ اس کا ترجمہ ہے کیا تم وہی ہو جو گواہی دیتے ہو۔ **اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى** ، بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے اور معبود ہیں۔ **قُلْ** ، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمائیے **لَّآ اَشْهَدُ** ، میں تو گواہی نہیں دیتا (اگرچہ تم اس کی گواہی دے رہے ہو لیکن وہ باطل محض ہے)

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فرمائیے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ بے شک صرف وہی ایک معبود ہے) لفظ قُلْ کا بار بار لانا محض تاکید کے لئے ہے یعنی تم شرک کی گواہی دیتے رہو لیکن میں تمہارا ساتھ نہیں دیتا بلکہ میرا تو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی متفرد بالالوہیت ہے۔

وَاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اور جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں **اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ** ، وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی۔ اُن کے سابق سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ کافروں نے کہا کہ ہم نے اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بارے میں یہود و نصاریٰ سے پوچھا ہے تو ایسے ویسے کہتے ہیں۔ اب اُن کے سوال کا تفصیلی جواب ہے۔ **اَلَّذِيْنَ** سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں اور الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے جس میں توراۃ و انجیل بھی شامل ہے۔ **يَعْرِفُوْنَهٗ** ، وہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ اور آپ کے جملہ صفات سمیت اپنی کتاب سے جانتے ہیں۔ **كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ** ، جیسے وہ اپنے بیٹے کو حلیے سمیت جانتے ہیں۔

حدیث شریف : جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف

بقیہ صفحہ ۴۷۰

marfat.ocm
Marfat.com

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بے شک
يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ
ظالم فلاح نہ پائیں گے اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے
شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ
وہ شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب
رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا
اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے اوپر اور گم ہوئیں ان سے جو باتیں
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ
بناتے تھے اور ان میں کوئی وہ ہے جو تمہاری طرف کان لگاتا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر
يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ حَتّٰٓى اِذَا
دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کان میں ٹینٹ اور اگر ساری نشانیاں دیکھیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے یہاں
جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾
تک کہ جب تمہارے حضور تم سے جھگڑتے حاضر ہوں تو کافر کہیں یہ تو نہیں مگر اگلوں کی داستانیں
وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
اور وہ اس سے روکتے اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور ہلاک نہیں کرتے مگر اپنی جانیں اور انہیں شعور نہیں
وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا
اور کبھی تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کاش کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی
وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ
آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں بلکہ ان پر کھل گیا جو پہلے چھپاتے تھے اور
رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا
اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں اور بولے وہ تو یہی ہماری
الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ
دنیا کی زندگی ہے اور ہمیں اٹھنا نہیں اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے فرمائے گا
هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
کیا یہ حق نہیں کہیں گے کیوں نہیں ہمیں اپنے رب کی قسم فرمائے گا تو اب عذاب چکھو بدلہ اپنے

marfat.ocm
Marfat.com

یَکْفُرُوْنَ ۝

کفر کرتے

بقیہ حدیث ۴۶۱ ۔۔۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی آیت نازل فرمائی۔ بتائیں کہ آپ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا جانتے ہیں۔ حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ میں نے جب سے انہیں دیکھا ہے تو مجھے ان پر اتنا یقین ہے جیسے اپنے بیٹے پر بلکہ اس سے بھی زائد اس لئے کہ مجھے عورتوں پر بھروسہ نہیں کہ نامعلوم میری عدم موجودگی میں کیا کیا ہو لیکن مجھے حضور علیہ السلام پر پختہ عقیدہ ہے کہ یقینی طور وہ نبی برحق ہیں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کی توفیق بخشے)۔

اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ، اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں کو گھاٹے میں ڈالا۔ (اس سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین مراد ہیں) یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی فطرت کو ضائع کیا اور وہ آیات بینات (جو ایمان کا موجب ہیں) سے روگردانی کی۔ یہ اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا اور اس کی خبر **فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ** ۝ (وہ ایمان نہیں لائیں گے) ہے۔ اس لئے کہ ان کے دلوں پر مہر ثبت ہو چکی ہے فاء سببیہ ان کے فطرت سلیمہ کو ضائع کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ (ف) اس سے ثابت ہوا کہ عقل سلیم بھی ان سے جاتا رہا۔ اسی لئے وہ ایمان قبول نہ کر سکے۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی بہشت میں ایک منزل اور ایک منزل جہنم میں متعین فرمائی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اہل نار کے تمام منازل اہل جنت پر تقسیم ہونگی یہی ان کے لئے سب سے بڑا خسارا ہے۔ (بغوی)

تفسیر عالمانہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا (اس سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء کرے) وہ لوگ دونوں کتابوں (تورات و انجیل) سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعریف کے خلاف غلط اوصاف عوام کو سناتے یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے اور یہ بھی کہتے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں اور یہ بھی بتاتے کہ یہی ملائکہ قیامت میں ہماری سفارش فرمائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ **اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ** (یا وہ اللہ تعالیٰ کے آیات کی تکذیب کرے) مثلاً انھوں نے قرآن مجید کو نہ مانا اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو جادو سے تعبیر کیا اور تورات کی تحریف کی اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارکہ غلط مسلط طریقے سے بتائے وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ ۔ افتراء و تکذیب کو لفظ اَوْ سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ ہر دونوں ایک ہیں۔ چونکہ وہ ظلم ہیں

marfat.ocm
Marfat.com

دیکھتا تھے اسی لئے اُسے افعل التفضیل سے تعبیر فرمایا جس کا اللہ تعالیٰ نے اثبات فرمایا اس کی اُنھوں نے نفی کی اور جس کی نفی اللہ تعالیٰ نے کی اس کا اُنھوں نے اثبات کیا۔ اِنَّهٗ بیشک شان یہ ہے لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ کہ ظالم تکالیف سے نجات اور مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ غور کیجئے کہ جب ظالم کا یہ حال ہے تو اظلم کا کیا حشر ہوگا۔

۲۰ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ،، یَوْمَ منصوب علی الظرفیہ اور فعل محذوف سے متعلق ہے اور اُسے محذوف اس لئے کیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ دن ہولناک ہے کہ اُس کے لئے شرح و بیان کی گنجائش نہیں۔ الحشر بمعنی لوگوں کو ایک جگہ معلوم پر جمع کرنا اور ضمیر ھُمْ تمام لوگوں کی طرف راجع ہے اور جمیعا ضمیر سے حال ہے اب معنیٰ یُوں ہوگا کہ قیامت کے میدان میں ہم تمام لوگوں کو جمع کریں گے۔ پھر برسرِ میدان عام مجمع میں مشرکوں کو زجر و توبیخ کرتے ہُوئے قیامت کی ہولناکیوں اور تباہیوں سے انہیں باخبر کرکے کہیں گے۔ ثُمَّ تراخی کے لئے ہے بایں معنی کہ میدان قیامت کو طے کرنے کے لئے چند مقامات[1] پر منقسم کیا جائے گا اور ہر مقام پر بہت بڑے عرصہ تک ٹھہرنا پڑے گا کہ ہر پہلے موقف کی طرح دوسرے موقف پر وقت بسر کرنا ہوگا۔

اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ ،، تمہارے معبود کہاں ہیں جنہیں تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا یہ اضافت بیانیہ ہے اس اعتبار سے کہ اُنھوں نے اپنے معبودوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ثابت کیا۔ اَلَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے کہ وُہی تمہارے معبود اور وہی بارگاہِ حق میں تمہارے شفیع ہوں گے۔ (ف) الزعم کا اکثر قول باطل اور کذب پر اطلاق ہوتا ہے[2] ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا ،، اُن کا فتنہ صرف یہی تھا کہ وہ کہیں گے فتنہ ،، لَمْ تَكُنْ کے اسم کی وجہ سے مرفوع اور خبر (اِلَّآ اَنْ قَالُوْا) اور اعم الاشیاء سے استثناء مفرغ ہے اور فتنہ سے کفر یعنی اس کا انجام مُراد ہے یعنی مدۃ العمر جو وہ کُفر میں ڈُوبے رہے اور اس پر انہیں فخر و ناز بھی تھا اُس کا انجام یہ ہوگا کہ قیامت میں اُلٹا اس سے انکار اور برأت کا اظہار کرتے ہُوئے کہیں گے۔ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ۝ بخدا ہم تو مشرک نہیں تھے اُن کے جواب کو فتنہ سے تعبیر کیا۔ اس لئے کہ ان کا وہ جواب کذب محض تھا اور یہ عمداً کہا ورنہ اُنہیں یقین تھا کہ وہ دُنیا میں شرک و کفر میں منہمک رہے یا حیرت یا مدہوشی میں کہیں گے۔ مثلاً دوزخ سے نکلنے کے لئے عرض کریں گے۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا ،، حالانکہ اُنہیں یقین تھا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ تک رہیں گے[3] اُنْظُرْ ،، اے پیارے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیے۔ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ،، دُنیا میں اپنے شرک کے صدور کا انکار کرکے جھوٹ بولیں گے۔ ایسے وقت میں اُن کا جھوٹ بولنا عجیب ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ اس کا عطف كَذَبُوْا پر ہے اور اُنْظُرْ کی خبر میں داخل ہے یعنی زائل اور باطل ہُوا۔ ان کا وہ اِفترا جو وہ بتوں کے بارے میں

---

[1] پچاس ہزار سال کا دن ہوگا ہر موقف ایک ہزار سال کا ہوگا ۱۲۔ (الواقح الانوار للشعرانی)

marfat.ocm
Marfat.com

رکھتے کہ وہ اُن کے ہمارے سفارشی ہیں[1]۔ اور اُن کا سفارشی ہونے کا گمان قیامت میں یکسر غلط ہو جائیگا

مسائل شرعیہ (مسئلہ) آیت سے ثابت ہوا کہ لفظ شئے کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے لیکن شئے بمعنی شائی ہونا ضروری ہے نہ بمعنی المشئی وجودہٗ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت الشائی والمرید ہے۔

مسئلہ : توحید کے اقرار کے بعد شرک سے بری ہونا بھی ضروری ہے۔

فائدہ : حضرت مولانا الشہیر ہاشمی چلپی مرحوم نے صدر الشریعۃ کے حواشی پر لکھا کہ یہود و نصاریٰ کے مسلمان ہونے میں شرط ہے کہ وہ یہودیت و نصرانیت سے بھی توبہ کریں۔ اگرچہ بظاہر کلمہ شہادت ہزار بار بھی پڑھ لیں اس لئے کہ وہ رسول اللہ کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ان لوگوں کے لئے ہیں جو مسلمان ہیں۔ جو یہود و نصاریٰ کے رسول نہیں)

مسئلہ : شرک سے بری ہونے کی شرط اُن کے لئے ہے جو دار الاسلام میں ہیں اور جو لوگ دار الحرب میں ہوں اور اُن پر کوئی مسلمان حملہ کرے اور وہ اس حملہ پر کلمہ شہادت پڑھ لیں اور کہیں ہم دینِ اسلام میں داخل ہوئے یا کہیں ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہیں تو ان سے ایسے الفاظ سُن کر بلا شرط دیگر اُس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

مسئلہ : الدر المختار میں ہے ایمان کے لئے اتنا کافی ہے کہ کوئی کہے جن اُمور کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے وہ سب کے سب مجھے منظور ہیں اور جن امور سے روکا ہے اُن سے بچتا رہوں گا جو شخص اِن دونوں باتوں کو دل سے مانے اور زبان سے اقرار کرے تو وہ یقیناً صحیح مومن ہے۔

مسئلہ : جو مومن مسلمانوں کے علاقوں میں زندگی بسر کرتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے مصنوعات دیکھ کر سبحان اللہ کہہ دیتا ہے تو وہ مقلد نہیں (بفضلہٖ تعالیٰ یہی بات ہمارے ہر مسلمان سُنی حنفی کو حاصل ہے)

مسئلہ صوفیانہ : جیسے آباء اپنے ابناء کے وجود کے سرچشمہ اور اصل ہیں ایسے ہی اہلِ معرفت سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے وجود کا مُبداء و مصدر ہے کہ اُس کے وجود سے ہی ان کا وجود ہے اگر وہ نہ ہوتا تو تمام معدوم ہی معدوم ہوتے۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

(۱) در مکتب حقائق و پیش ادیب عشق ۔۔۔ ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

---

[1] اُن کا عقیدہ بتوں کے سفارشی بنانے کا اس لحاظ سے غلط نہیں تھا کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنانا حرام ہے اس معنے میں غلط تھا کہ اُنھوں نے ایسی اشیاء کو خدا تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنایا جو سفارشی ہونے کے اہل نہیں بلکہ ..... مغضوب و معتوب تھے حالانکہ سفارشی محبوبوں کو بنایا جاتا ہے جیسے انبیاء و اولیاء ۱۲ اویسی غفرلہ

marfat.ocm
Marfat.com

(۲) خواب وخوارت زمرتبۂ خویش دُور کرد آنکہ رسی بخویش کہ بے خواب وخور شوی

ترجمہ : (۱) مکتب حقائق میں عشق ادب سکھانے والے کے سامنے جدوجہد کر ایک دن تو باپ ہوگا۔
(۲) تجھے خواب وخور خودی کے مرتبہ سے دور کر دیا جب تمہیں خودی کا مقام نصیب ہوگا تو خواب وخور کی تجھے ضرورت نہ ہوگی۔

نسخہ رُوحانی : مبدأ قدیم تک وصف حادث کے پُل کو عبور کرنے کے بعد پہنچا پڑتا ہے۔
(مسئلہ) قیامت میں صرف ایمان، توحید، صدق، اخلاص ہی فائدہ پہنچائیں گے اور شرک انسان کو ذلیل وخوار کرے گا۔

فائدہ : قیامت میں جب مشرکین دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ توحید کے گُناہ معاف فرما کر انہیں نجات کی خوشخبری سُنا رہا ہے تو کفار آپس میں مشورہ کریں گے۔ ہم بھی کُفر چھپا کر اللہ تعالیٰ سے نجات کی درخواست کریں۔ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوں گے تو عرض کریں گے۔ مَاكُنَّا مُشْرِكِينَ اے اللہ تعالیٰ ہم دُنیا میں مشرک نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مُنہ پر مہر ثابت فرما کر اُن کے اعضاء کو فرمائے گا کہ تم اُن کے متعلق کیا جانتے ہو ان کے تمام اعضاء اُن کے کُفر کی گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا لے جاؤ انہیں جہنم میں یہاں بناء پر وہ کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

اہل ریا کا انجام : اسی طرح اہلِ ریاء بھی اپنے ریاء کو چُھپا کر اہلِ توحید مخلصین کے ساتھ ملنے کی کوشش کریں گے تو اُن کے خلاف بھی اُن کے اعضاء گواہی دیں گے جس کی وجہ سے وہ بھی واصلِ جہنم ہوں گے۔

فائدہ : جہنم کی تخلیق اس لئے ہوئی کہ اس سے ڈر کر لوگ کفر سے بچیں۔ لیکن وہ کفر کر کے اس میں ہمیشہ تک رہیں گے (مسئلہ) اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اُس کی وحدانیت پر ہر شئے گواہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ معرفت اُس کی معرفت وتوحید کا ہر شئی سے مشاہدہ کرتے ہیں اور شئی کے آثار شئے کی کثرت پر دلالت نہیں کرتے بلکہ اُس کی وحدت کی گواہی دیتے ہیں۔ مثلاً گٹھلی ایک ہے لیکن اُس سے بے شمار درخت پیدا ہوئے اور وہی اُس کے آثار اور اُس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے

تا دم وحدت زدی حافظ شوریدہ حال ؛ خامۂ توحید کش بر ورق این وآن

ترجمہ : اے شوریدہ حال حافظ وحدت کا کب تک دم بھرے گا توحید کا قلم این وآن پر کھینچ۔

۲۳ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ،، جب آپ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اُن کے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔

شانِ نزول : مروی ہے کہ ابوسفیان ولید، نضر، عُتبہ، شیبہ، ابوجہل اور ان جیسے اور بڑے لیڈر (مشرکین) جمع ہوکر حضور پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سُنتے

marfat.ocm
Marfat.com

تھے۔ سب نے نضر سے کہا (اس لئے کہ وہ بہت بڑا تاریخ دان تھا) کہ بتایئے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا پڑھتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ بخدا میں تو کچھ نہیں سمجھا۔ صرف اتنا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی زبان ہلا رہے ہیں۔ اور باتیں تو وہی ہیں جو پہلے لوگوں کے بناوٹی قصے اور من گھڑت داستانیں مشہور ہیں۔ جیسے میں تمہیں گذشتہ لوگوں کے واقعات و حالات سُناتا ہوں۔ کچھ ایسے ہی وہ بھی پڑھتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھے تو اُن کی بعض باتیں حق معلوم ہوتی ہیں۔ ابوجہل نے کہا غلط کہتے ہو اُن کی کوئی بات حق ہو سکتی ہی نہیں (معاذ اللہ) اُن کی اِس گفتگو پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(ف) مِنْهُمْ کی ضمیر مشرکین کی طرف راجع ہے۔ وَجَعَلْنَا ،، اور ہم نے پیدا کر دیئے ہیں عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً ،، یعنی غلاف یعنی بڑے پردے کہ جن کی مقدار خارجی طور پر محسوس نہیں ہوتی کہ جسے لوگ معلوم کر سکیں۔

(ف) اکنۃ اکنان (بالکسر) کی جمع ہے ہر وہ شئے کہ جس سے کسی شئی کو چھپایا جائے

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ ،، یہ مفعول لہٗ ہے اس کا مضاف محذوف ہے۔ دراصل کراھۃ اَنْ یَفْقَھُوْا مَا یَسْمَعُوْنَ الخ ہے یعنی کراہت کی وجہ سے کہ وہ قرآن کے سُنے ہوئے کو سمجھ لیں۔

سوال : قرآن کا لفظ آیت میں نہیں۔ تم نے کہاں سے نکال لیا۔

جواب : یَسْتَمِعُ سے دلالۃً معلوم ہُوا

وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ،، اور اُن کے کانوں پر ٹینٹ اور بوجھ ہے یعنی اُن کے کانوں پر یہ بوجھ اس لئے ڈال دیا گیا تاکہ انہیں قبولیت کا استماع نصیب نہ ہو۔

فائدہ : یہ تمثیل ہے کہ وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس سے جاہل اور فہم قرآن کی دولت سے بہت دُور اور اُن کے کان قرآن مجید سُننے سے بالکل خالی ہیں۔

عقیدہ : آیت سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ ہی مقلب القلوب ہے۔ کسی کا سینہ ہدایت کے لئے کھول دیتا ہے تو کسی کے دل پر مہر ثبت کرتا ہے تاکہ وہ کچھ نہ سمجھے اور نہ ہی دولتِ اسلام سے بہرہ وَر ہو یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔

وہابیوں و دیوبندیوں کے لئے تازیانہ عبرت

کچھ یہی حال ہے ان کا جو کلامِ الٰہی اور کلام انبیاء اور ملفوظاتِ اولیاء کرام (علی نبینا وعلیہم السلام) کو انکار کے طور سُنتے اور اُن پر طعن تشنیع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ اس وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے اُن کے انوار و اسرار و رموز سے محروم رہتے ہیں بلکہ اُن کے ارشادات کی لذت پاتے ہی نہیں، اور نہ ہی اُن کے حقائق سمجھتے ہیں بلکہ یوں کہو اُلٹا مذاقیں اور ٹھٹھا مخول کرتے ہیں (جیسے ہم نے دیوبندیوں وہابیوں کا تجربہ کیا کہ وہ اولیاء کرام کے ملفوظات سے ٹھٹھا مذاق کرتے ہیں) اضافہ از اویسی غفرلہ

marfat.ocm
Marfat.com

وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ ،، اور اگر وہ آیاتِ قرآنیہ میں سے ساری نشانیاں دیکھ لیں اور اُن کے سُننے کے بعد اُنکا مشاہدہ کرلیں۔ لَا یُؤْمِنُوْا بِھَا ،، تو ایمان نہیں لائیں گے ان ہر ایک کو جادو سے تعبیر کر کے ٹھکرا دیں گے۔ بلکہ اپنے سخت عناد اور آباء و اجداد کی کفری تقلید میں منہمک ہونے کی وجہ سے اُسے افتراء اور بناوٹی باتوں پر محمول کریں گے۔ حَتّٰٓی ابتدائیہ ہے اور اس میں غایۃ کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے یعنی اُن کا فہم قرآن سے دُور ہونے کی نوبت یہاں تک ہے کہ اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ ،، جب آپ کے ہاں حاضر ہو کر جھگڑا کرتے ہیں یُجَادِلُوْنَكَ (جاؤ) کی ضمیر سے حال ہے۔ ای حال کونہم مجادلین لَكَ

یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ،، آیات قرآنیہ سُن کر صرف ایمان نہ لانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ نہیں ہے یہ قرآن مگر اگلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں اور بناوٹی باتیں۔ اساطیر اسطورۃ (بالضم) کی جمع ہے جیسے اضاحیک اضحوکہ اور اعجوبہ کی جمع ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) چوں کتاب اللہ بیامدم برآں ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں

(۲) کہ اساطیر است و افسانہ نژند نیست تعمیق و تحقیق بلند

(۳) تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں دیو آدم را نہ بینند جز کہ طیں

ترجمہ (۱) جب میں کتاب الٰہی لایا تو کافروں نے یوں طعنہ مارا

(۲) کہ بناوٹی اور پرانا افسانہ ہے اس میں کوئی تعمیق و تحقیق نہیں۔

(۳) اے عزیز تم قرآن کے ظاہر کو نہ دیکھو اس لئے کہ شیطان صرف آدم کی مٹی کو دیکھتا ہے

۲۵ وَھُمْ ۲۴ اور کافر یَنْھَوْنَ ،، لوگوں کو روکتے ہیں عَنْهُ قرآن اور اُس پر ایمان لانے سے وَیَنْوَوْنَ عَنْهُ اور اپنے نفسوں کو بھی اس سے دُور رکھتے ہیں۔ اس میں قرآن سے سخت نفرت کا اظہار ہے اور اس سے دوسروں کو روکنے کی تاکید کا بیان ہے اس لئے کہ کسی شئے سے دوسرے کو روکنا نہی کی تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ یہی راز ہے اس میں کہ یَنْئَوْنَ کو یَنْھَوْنَ کے بعد ذکر کیا گیا۔ (ف) النای ،، بمعنی البُعد ،، وَاِنْ یُّھْلِكُوْنَ نہیں ہلاک و برباد کرتے اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ مگر اپنے نفسوں کو۔ اس لئے کہ اس کا وبال اُن پر آئے گا۔

وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ یعنی اُن کا حال یہ ہے کہ نہ وہ اپنے نفسوں کو خود بخود ہلاک کرنے کو جانتے ہیں اور نہ ہی انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کارروائیوں سے نہ قرآن پاک کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کو۔

۲۵ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ ،، اور اگر تم دیکھو جب وہ آگ پر کھڑے کئے جائیں گے۔ یہ خطاب یا تو رسُولِ خُدا محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا ہر مشاہدہ اور معائنہ کرنے والے کو اور وقف

marfat.ocm
Marfat.com

ی سبب ہے اور لَوْ کا جواب اور تَرٰی کا مفعول محذوف ہے۔ دراصل عبارت یوں تھی وَلَوْ تَرٰی هُمْ
تَرَقُوْنَ عَلَى النَّارِ حَتّٰى يُعَايِنُوْهَا لَوْ اَيْتَ مَا لَا يُسَاعَدُ ۔ یعنی اگر تم انہیں آگ پر کھڑے ہوئے
ہ کرلو تو تم اُن کا ایسا سخت معاملہ دیکھو گے کہ اس کا بیان حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ فَقَالُوْا ، تو وہ کہیں گے
يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ ، کاش کہ کسی طرح ہم دُنیا کی طرف لوٹائے جائیں گے یا تنبیہ کے لئے ہے

وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں گے۔ اِن آیات سے آیاتِ قرآنیہ مُراد
یں۔ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور ہم مسلمان ہو جائیں گے یعنی اُن آیات کے تقاضوں پہ عمل کریں گے
ہاں تک کہ ہم یہ سخت موقف (جہنم) نہ دیکھیں گے۔

(ف) دونوں فعل منصوب ہیں۔ اس لئے کہ یہ لَو تمنائیہ اور واؤ کے بعد اَن مقدر ہے اور وُہی واؤ فار
کے قائم مقام ہے۔ خلاصہ یہ کہ وُہ اُس وقت آرزو کریں گے کہ کاش ہم دُنیا میں واپس چلے جائیں تو وہاں جا کر ہم
تکذیب نہ کریں گے بلکہ ہم مومن ہو جائیں گے۔

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ط بلکہ اُن پر کھل گیا جو پہلے چھپاتے تھے۔ اَب ایسے
یں ہوگا۔ جیسے وہ کہتے ہیں کہ کاش وہ دُنیا میں چلے جائیں اور جا کر مؤمن ہو جائیں اس لئے کہ قیامت میں ایمان
ی تمنا اس میں رغبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ جو کچھ وہ دُنیا میں چھپاتے تھے۔ یعنی یہی جہنم کی
گ جس پہ کھڑے کئے جائیں گے اور چھپانے سے تکذیب مُراد ہے اس لئے کہ کسی شئے کو چھپانا اُس سے کفر کرنے کا
سرا نام ہے وَلَوْ رُدُّوْا ، اگر بفرض محال انہیں دُنیا میں واپس بھیجا جائے۔ لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ
پھر وہی کریں گے جس سے انہیں روکا گیا ہے یعنی شرک کریں گے اور جو کچھ دیکھ کر آئے اُسے بھول جائیں گے
س لئے کہ اُن کی نظریں نقد سودے پر لگی رہتی ہیں۔ اُدھار اور غیبی سودے سے اُن کا جی نہیں لگتا۔ جیسے ابلیس
ے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے آیات کا معائنہ کیا، لیکن عناد و سرکشی کی لعنت میں مُبتلا ہُوا ویسے اللہ تعالیٰ تقدیر (مبرم)
کون ٹالے اور جو کچھ اُس نے ازل سے لکھ دیا اُسے کون موڑے۔ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اور بے شک
وہ ایسی قوم ہے جن کا طریقہ تکذیب ہے انہیں کسی امر کے لئے مامور کیا جائے یا روکا جائے تو اس کے برعکس عمل کریں گے۔

فقہاء کی بصیرت : اس آیت سے فقہاء کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ باغی اور فسادی کا سر قلم کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اب اُن سے اَمان اُٹھ گئی ہے۔ مثنوی شریف

(۱) آں ندامت از نتیجۂ رنج بُود — چونکہ رنج نبود ندامت نیست بُود
(۲) چونکہ شُد رنج آں ندامت شد عدم — مے نیرزد خاکِ آں توبہ عدم
(۳) مے کند او توبہ وپیہ خرد — بانگہ لَوْ رُدُّوا لَعَادُوْا مے زند

marfat.ocm
Marfat.com

(۱) ندامت رنج کا نتیجہ ہے جب رنج نہ ہو تو ندامت کیسی۔
(۲) جب رنج نہ ہو تو ندامت معدوم ہوتی ہے۔ ندامت نہ ہو تو توبہ کی کوئی قیمت نہیں۔

(۳) توبہ تو کرتا ہے لیکن کمزور عقل والوں کا فیصلہ ہے کہ اگر وہ دُنیا میں واپس لوٹائے جائیں تب بھی وغیرہ کو عود کریں گے۔

۲۷ وَقَالُوْا ،، اس کا عطف عادُوا پر ہے اور جواب کے مقام میں داخل ہے اور اُنھوں نے کہا کہ اِنْ ھِیَ نہیں ہے (زندگی)، ھِیَ کی ضمیر حیاۃ کی طرف راجع ہے۔

سوال : اس سے اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اس لئے کہ حیاۃ بعد کو مذکور ہے۔

جواب : بہت سے ضمائر کو مبہم بیان کیا جاتا ہے لیکن اُن کے مراجع معلوم نہیں ہوتے پھر مابعد اسی مبہم کی تفسیر بن جاتا ہے۔

اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۝ مگر ہماری دُنیا کی زندگی اور ہم اُٹھائے نہیں جائیں گے۔ یعنی دُنیا سے جُدا ہونے کے بعد ہمیں اُٹھنا ہی نہیں گویا اُنھوں نے مرنے کے بعد والے احوال یعنی بعثت و نشور کو کالعدم قرار دے دیا۔

۲۸ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ ،، اور اگر تم دیکھو جب اپنے رب تعالیٰ کے ہاں کھڑے کئے جائیں گے۔ جیسے مُجرم غلام اپنے آقا کے سامنے عتاب میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس کا جواب بھی محذوف ہے یعنی لرأیت أمرًا عظیمًا۔

قَالَ ،، یہ جُملہ مُستانفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ : ملائکہ کی زبان سے اُنہیں جھڑکتے ہوئے فرمائے گا۔

اَلَیْسَ ھٰذَا ،، کیا یہ حساب اور بعثت و نشور۔ بِالْحَقِّ ،، حق نہیں۔ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ،، کہیں گے بے شک بخدا حق ہے قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ ،، فرمائے گا تو چکھو یہی عذاب جسے تم دیکھ رہے ہو ،، بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ۝ اس وجہ سے کہ دُنیا میں تم کُفر کرتے تھے۔

نکتہ : عذاب کے درد کو ذوق سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ جس طرح چکھنے والا شئے کے ذائقہ کو ہر وقت زبان و حلق میں محسوس کرتا ہے۔ ایسے ہی وہ کُفار عذابِ الٰہی کو ہر وقت محسوس کریں گے بلکہ ہر دُوسرے لمحہ کا عذاب پہلے عذاب سے سخت تر محسوس ہوگا۔

marfat.ocm
Marfat.com

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ
بے شک ہار میں رہے وہ جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا یہاں تک کہ جب ان پر قیامت
بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى
اچانک آگئی بولے ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے
ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَ
ہوئے سن لو برا ہے کتنا برا بوجھ اٹھانے جو ہے یہ اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بے شک پچھلا
لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ
گھر بھلا ان کے لیے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج
لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے
يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا
ہیں اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں
وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ
پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس
مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ
رسولوں کی خبریں آ ہی چکی ہیں اور اگر ان کا منہ پھیرنا تم پر شاق گزرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے
اَنْ تَبْتَغِىَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ
تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ پھر ان کے لیے نشانی لے آؤ اور اللہ چاہتا
اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ
تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہرگز نادان نہ بن مانتے تو وہی ہیں جو سنتے
يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ
ہیں اور ان مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا پھر اس کی طرف پھیرے جائیں گے اور بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ
اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا
اتری ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ کوئی نشانی اتارے لیکن ان میں بہت نرے جاہل
يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ
ہیں اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم

marfat.ocm
Marfat.com

أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ
جیسی امتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے اور جنہوں نے
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ
ہماری آیتیں جھٹلائیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے
يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ
سیدھے راستہ ڈال دے تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا
أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ
قیامت قائم ہو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر سچے ہو بلکہ اسی کو پکارو گے
فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾
تو وہ اگر چاہے جس پر اُسے پکارتے ہو اسے اٹھالے اور شریکوں کو بھول جاؤ گے

تفسیر عالمانہ

۲۹ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ”بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے۔ جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کے ملنے کا انکار کیا۔ یعنی مرنے کے بعد اُٹھنے کے مُنکر ہوئے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ ”یہاں تک کہ جب اِن پر قیامت آگئی۔ یہ غایت اُن کی تکذیب کے لئے ہے نہ کہ اُن کے خُسران کے لئے اس لئے کہ اُن کے خُسران کی کوئی حد نہیں کیونکہ وہ ابدی دائمی ہے۔ بَغْتَةً (اچانک) یہ جاءتھم کے فاعل سے حال اور مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی باغتۃ مفاجئۃ اَلْبَغْتُ وَالْبَغْتَةُ مُفاجاۃ الشئ بسرعۃ من غیر اَنْ یُشْعَرَ بہ الانسان الخ یعنی شئے کا اچانک جلدی سے اس طرح واقع ہونا کہ اُس کا انسان کو شعور بھی نہ ہو۔ اگر اسے کچھ تھوڑا سا پہلے اس کے وقوع کا شعور ہو تو اُسے بَغْتَةً نہیں کہیں گے اور ہر وہ گھڑی کہ جس میں قیامت قائم ہوگی وہ ایسی ہوگی کہ وہ اچانک واقع ہوگی کہ جس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہ ہوگا (یعنی عام کو ورنہ انبیاء کرام اور بعض مخصوص اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم ہوگا) اسی لئے اُسے ساعۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ معمولی گھڑی کہ جس میں ایک بہت بڑا امر واقع ہو اور ویسے لُغت کے لحاظ سے ساعۃ سعی سے ہے اور وہ چونکہ اپنے وقوع کی جانب سعی کرتی ہے۔ بنا بریں اس نام سے موسوم ہوئی اور اُس کی مسافت مکانات کے بجائے انفاس (سانس) ہیں۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ اُنھوں نے تکذیب کی یہاں تک کہ اچانک اُن پر قیامت ظاہر ہوگئی۔

سوال : اُس کی تکذیب کا انتہا تو موت ہے اور قیامت کا وقوع اس کے بعد بہت دیر سے ہوگا۔

جواب : موت دُنیا کے زمانوں سے آخری اور آخرت کا پہلا زمانہ ہے۔ پھر جس کی تکذیب کا انتہا اسی وقت کو ہوا تو اب ہمارا کہنا صحیح ہوگیا کہ تکذیب کے انتہا کے بعد اس کے لئے قیامت ظاہر ہوگئی

marfat.ocm
Marfat.com

ے حضور علیہ السلام نے فرمایا مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ جو مرتا ہے تو اس کے لئے قیامت ہوگئی۔
قَالُوْا ۔۔۔ کا جواب ہے یعنی قیامت میں کہیں گے۔ یٰحَسْرَتَنَا ،، ہائے افسوس (الحسرۃ والندم والالم) یعنی سخت دکھ درد اور اسے ندا کرنا مجازاً ہے اس لئے کہ حسرت کو متوجہ کرنا مطلوب ہوتا ہے اُن کے تحسر (حسرت) کی شدت میں مبالغہ مقصود ہے گویا کہ وہ دُکھ اور درد کے وقت حسرت کو ے گے مثلاً اُن کی حسرت کو مرگذاشت پیش ہوتی ہے کہ اگر تجھے کوئی وقت فرصت دیتا ہے تو آجا ے گا اب تیرا آنے کا وقت ہے یہی تقریر یَا وَیْلَتَنَا میں کرنی ہوگی۔ اس عبارت سے ندا کرنے والے کی خطا مطلوب ہوتا ہے کہ وہ جس کا مستحق ہے اسے اُس نے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اسے ہرگز چھوڑنا نہیں چاہیئے تھا اگر اُس نے چھوڑا تھا تو اب حماقت سے حسرت و ندامت وغیرہ کو پکار رہا ہے۔

عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا اس پر کہ اُس کے ماننے میں ہم نے کوتاہی کی۔ یعنی قیامت کے ماننے میں کوتاہی کرنا اور کوتاہی یہی کہ اُس کے حقوق ادا نہ کئے اور اُس پر ایمان لاکر اس کے لئے تیاری نہ کی یعنی نیک اعمال نہ کئے۔

(ف) لفظ علیٰ حسرت کے متعلق اور ما مصدریہ ہے اور تفریط کسی فعل پر عمل کرنے کی قدرت کے باوجود اس میں کوتاہی کرنا۔ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ط (اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے) یہ قَالُوْا کی ضمیر سے حال ہے۔

حل لغات : اوزار وزر کی جمع ہے بھاری بوجھ اُٹھانے کو عربی میں وزر کہا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں:
وزرتہ ای حملتہ ثقیلاً یعنی میں نے اُسے بھاری بوجھ اُٹھوایا۔ وزیر کا لفظ اس سے مشتق ہے۔ اسے بھی وزیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اپنی رعایا اور لشکر وغیرہ کے امور اُس پر بطور بوجھ کے لاد دیئے ہیں اور گناہ کو بھی وزر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ گنہگار پر بوجھل ہیں اور الحمل کا اعیان کثیفہ پر اطلاق ہوتا ہے اور ظہورھم کا ذکر اسی طرح ہے جیسے فِیْمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْهِمْ میں ہاتھوں کا ذکر ہوا ہے۔ اس لئے کہ عموماً بوجھ پیٹھ پر اُٹھایا جاتا ہے اور کسب عموماً ہاتھ سے ہوتا ہے۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ قیامت میں نیک اعمال نہ کرنے سے حسرت کریں گے، حالانکہ اُس وقت مزید بُرائیوں کا بوجھ بھی اُٹھانا پڑے گا۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ،، خبردار دیکھنا کتنا بُرا بوجھ اُٹھائے ہونگے۔

فائدہ : حضرت سعدی (المفتی) نے فرمایا کہ جب بندہ محشر میدان کی حاضری کے لئے قبر سے نکلے گا تو ایک حسین وجمیل مرد اس کا استقبال کرے گا۔ جس کی خوشبو دماغ کو معطر کردے گی۔ وہ صاحب قبر سے پوچھیگا کہ کیا تم مجھے جانتے ہو وہ کہیگا نہیں۔ وہ فرمائے گا میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اب تو مجھ پہ سوار ہو جا۔ اس لئے کہ دُنیا میں تو نے مجھے اُٹھائے رکھا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دُوسرے مقام پہ فرمایا۔ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ

marfat.ocm
Marfat.com

اِلی الرحمٰن وفدا۔ یہاں پہ وفدا بمعنی رُکبانًا ہے۔ اور کافر کو قبر سے نکلتے ہی ایک بدشکل اور نہایت بدبودار شخص کے آئے آئے گا اور کہے گا تو مجھے جانتا ہے۔ وہ کہے گا نہیں وہ جواب دے گا کہ میں تیرا ہی بُرا عمل ہوں۔ دُنیا میں تو مجھ پہ سوار رہا۔ اب میں تجھ پہ سوار ہوتا ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ الخ اس معنے پہ علیٰ ظہورھم اپنے حقیقی معنی پہ ہوگا۔ اس لئے کہ اعمال کی بھی صورتیں اور اجسام ہیں۔

تفسیر صُوفیانہ : تمام گناہوں سے زیادہ بوجہل وجود کا گناہ ہے اس لئے کہ تمام گناہوں کا اصلی سبب یہی ہے اور سالک کو سلوک سے بھی روکتا ہے۔

(سبق) سالک کو ہر گناہ سے توبہ لازمی ہے بلکہ راہ حق میں فانی ہو جائے۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا : ؎ فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست ٭ کفرست دریں مذہب خود بینی و خودداری

ترجمہ : جہاں میں رند کو کوئی فکر نہیں بلکہ اسے خود اپنا بھی خیال نہیں کیونکہ اس مذہب میں خود بینی و خودداری کفر ہے۔

نسخہ رُوحانی : بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ نفس کی خرابیوں سے بچنا نفس کی طاقت سے مشکل ہے جب تک کہ تائید ایزدی نصیب نہ ہو۔

دیگر نسخہ : حضرت الشیخ ابوعبداللہ محمد بن علی الترمذی الحکیم قدس سرہ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی دل کو تروتازہ اور اُسے نرمی بخشتا ہے جب دل ذکر الٰہی سے فارغ ہو تو قلب پر نفس کی حرارت اور شہوات کی آگ کی گرمی پہنچتی ہے۔ اس سے قلب سخت اور خشک ہو جاتا ہے اسی وجہ سے پھر دیگر اعضاء طاعتِ الٰہی سے رُک جاتے ہیں۔ جب یہ بیماری طول پکڑے تو دل خشک ہو کر ٹوٹ جاتا ہے جیسے درخت کو پانی نہ ملے تو وہ خشک ہو جاتا ہے پھر اسے سوائے کاٹنے کے کوئی اور چارہ نہیں رہتا۔ یہی قلب کا حال ہے پھر جس طرح وہ درخت کٹا ہُوا سوائے جلانے کے اور کسی کام نہیں رہتا۔ ایسے ہی خشک اور سخت قلب وغیرہ سوائے جہنم کے ایندھن کے اور کسی کام کا نہیں ہوتا (اعاذنا اللہ عنہا)

خلاصہ یہ کہ ذکر توحید اور اہل اللہ کی اتباع سلوک طریقت کے اصل الاصول ہیں۔

حکایت : حضرت علی بن الموفق رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ میں ایک سال حج کے لئے سوار ہو کر بیت اللہ شریف کو جا رہا تھا۔ چند لوگوں کو پیدل چلتے دیکھ کر میرا جی چاہا کہ میں بھی اُن کے ساتھ پیدل چلوں؛ چنانچہ میں نے ان میں سے ایک کو سواری پہ سوار کیا اور خود اُن کے ساتھ چل پڑا۔ ہم چلتے چلتے راستہ بھول گئے اور ایک جنگل میں جا پہنچے۔ تھکے ہارے تھے۔ اس جنگل میں ہم سب سو گئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ چند خوبصورت لڑکیاں سونے کے تھال اور چاندی کے لوٹے لئے ہوئے حج کے لئے پیدل چلنے والوں کے پاؤں دھو رہی ہیں اور مجھے پوچھا تک بھی نہیں۔ اُن میں ایک نے بول کر اپنی ساتھیوں سے کہا کہ اس کے پاؤں کیوں نہیں دھوتی ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ سواری والا ہے۔ ہم صرف پیدل چلنے والوں کے پاؤں دھونے پر

marfat.ocm
Marfat.com

مامور ہیں انہیں ایک دوسری نے کہا کہ یہ بھی ان پیدل چلنے والوں میں سے ہے
اگرچہ اس کی سواری تھی لیکن اُس نے دوسرے کو دے کر پیدل چلنے والوں کے ساتھ پیدل چل رہا ہے۔ پھر میرے بھی پاؤں دھوئے گئے۔ اس سے میری تھکان اور دوسری تمام پریشانیاں دُور ہوگئیں۔

صُحبت اولیا کی شان :

اللہ والوں کی صحبت کی ایک معمولی شان یہ ہے کہ جو اعتقاد صحیح ہے ان کے ساتھ رفاقت اختیار کرتا ہے اسے بھی انہی کی طرح انعامات وکرامات نصیب ہوتے ہیں۔ یہ تو اولیاء کرام کی صحبت کی برکات ہیں نبوت کی صحبت سے کتنا درجات نصیب ہوں گے۔ اگر مشرکین عرب حضور تاجدارِ انبیاء علیہم السلام کا قرآنِ پاک سُن کر اُن کے ارشاد گرامی پر عمل کرتے تو انہیں نجات بھی نصیب ہوتی اور گناہوں کے بوجھ بھی اُتر جاتے ہیں اور جنۃ الفردوس کی نعمتوں سے نوازے جاتے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔

تفسیر عالمانہ

۳۲ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ ،، یہاں پر مضاف یعنی لفظ اعمال محذوف ہے یعنی دراصل (وَمَا اَعْمَالُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) تھا۔ وہ اعمال جو صرف دُنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ وہ دُنیا کے متعلق کچھ نہیں ہیں۔

اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط مگر کھیل کود جو لوگوں کو غافل کرتے اور اُنہیں کھیل کے منافع کی لالچ میں ایمان سے دُور رکھتے ہیں۔ البتہ اعمال صالحہ دائمی لذات تک پہنچاتے ہیں۔ لعب ،، ہر وہ عمل جو نفس کو غیر مفید باتوں میں مشغول کر کے مفید باتوں سے نفرت پیدا کر دے اور لہو ہر وہ فعل جو نفس کو منافع کی جدوجہد سے پھیر کر کمزوری پیدا کر دے۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ ،، البتہ دار آخرت یعنی وہ مقام جہاں اُخروی زندگی بسر ہوگی خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط متقیوں کے لئے بہتر ہے۔ یہاں پر متقین سے وہ لوگ مُراد ہیں جو کفر و معاصی سے بچتے ہیں اس لئے کہ آخرت کے منافع ہر ضرر سے پاک اور اُن کی لذات ہر آلام اور صدمے سے محفوظ اور پھر دائمی اور غیر منقطع ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ یہ فاء عاطفہ ہے۔ معطوف علیہ فعل مقدر ہے۔ دراصل عبارت یوں تھی ہے ای اَتَفْعَلُوْنَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ ای الامرین خیر۔ یعنی کیا تم غفلت کے نشہ میں ہو۔ اسی لئے نہیں سمجھتے ہو کہ دو امروں سے کونسا امر اچھا ہے۔ حیات دُنیا یا آخرت۔

(ف) دُنیا کو اس لئے دُنیا کہتے ہیں کہ وہ بہ نسبت آخرت کے انسان کو قریب تر ہے۔ یا دنأت سے مشتق ہے یعنی خسیس ترین اور آخرت کہا جاتا ہے کہ وہ دُنیا سے مؤخر ہے۔

سوال : آخرت کو غائب کیوں رکھا گیا۔

جواب : اگر وہ غائب نہ ہوتی تو کفار انکار کیوں کرتے ؛ حالانکہ یہ دُنیا صرف امتحان کے لئے بنائی گئی ہے تاکہ اس میں آخرت و دیگر باتوں سے انسان کی آزمائش کی جائے۔ اگر آخرت آنکھوں سے اُوجھل

marfat.ocm
Marfat.com

نہ ہوتی تو امتحان کا مقصد حاصل نہ ہوتا اسی لئے دُنیا کی زینت کو آزمائش قرار دیا گیا۔

صُوفی کی دُنیا : صُوفیہ کرام کے نزدیک دُنیا سے وہ امر مُراد ہے جو اللہ تعالیٰ سے روگرداں کردے۔

(دُنیا کا دائرہ) اہلِ تحقیق فرماتے ہیں کہ تمام آسمان اور تمام زمینیں اور جو کچھ اُن کے اندر ہے (یعنی عالمِ کون وفساد) سب کے سب دُنیا کے دائرہ میں ہیں۔

آخرت کا دائرہ : عرش وکرسی اور اُن کے جمیع متعلقات لوح اعمال صالحہ اور ارواح طیبہ اور جنت اور جو کچھ اُس کے اندر ہے آخرت کے دائرہ میں ہیں۔

حدیث قدسی : جب اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو پیدا فرمایا تو اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا اے دُنیا اُس کی خدمت کرنا جو میری اطاعت و فرمانبرداری کرے اور جو تیری خدمت کرے اُسے خوب لتاڑنا۔

دُنیا اَولیاءِ کرام کے قدموں میں : بعض اولیاء کرام کے ہاں دُنیا بوڑھی عورت کے لباس میں حاضر ہو کر اُن کے آستانوں کو جھاڑو دیتی ہے اور بعض حضرات کے ہاں روزانہ روٹی پیش کرنے کے لئے حاضری دیتی ہے۔

سوال : جب اللہ تعالیٰ نے یہ دُنیا مومن کے لئے پیدا فرمائی تو پھر اُنہیں زُہد کا حکم کیوں۔

جواب : لو نثرالسکر علیٰ رأس الختن لا یلتطہ لعلو ھمتہ ولو التقطہ کان عیبًا

ترجمہ : اگر اللہ والے کے سر پہ دُنیا نچھاور کی گئی تو وہ اپنی بلند ہمتی سے اُسے اُٹھانا اپنا عیب سمجھتے ہیں۔

حدیث شریف : اپنے نفوس کو جنۃ الفردوس کے ولیمہ کے لئے بھوکا رکھو۔

فائدہ : مہمان اگر سمجھدار ہوتا ہے تو سیر ہو کر نہیں کھاتا اس اُمید پہ کہ شاید طعام کے بعد حلوا ملے۔

حکایت قاضی مع یہودی

: منقول ہے کہ بغداد کے ایک قاضی صاحب کل خاں یہودی کے گھر کے قریب وزیر اعظم کی طرح نہایت شان وشوکت اور خدام وحشم کے ساتھ گذارتا تھا۔ ایک دن یہودی گھر سے باہر نکلا۔ نہایت عاجز و ذلیل حالت میں اور شکل کا نہایت قبیح وسیاہ کہ اس سے تارکول کا تیل بھی بہتر لیکن قاضی صاحب آن بان سے گزرے تو یہودی نے اُن کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا کہ تمہارے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے، لیکن معاملہ برعکس ہے کہ تم نہایت شان وشوکت میں اور میں بقول شما کافر ذلت وخواری میں قاضی صاحب نے (اپنے زمانہ میں اکابر فضلا سے شمار ہوتے تھے) برجستہ جواب دیا کہ آخرت کی نعمتوں کی بہ نسبت ہم آج بھی قید خانہ میں ہیں اور دوزخ کے تکالیف اور عذاب کے مقابلہ میں اب تم بڑے آرام میں ہو۔

marfat.ocm
Marfat.com

دُنیا و آخرت کی ایک عجیب مثال

: دُنیا و آخرت مثال اس شخص کی ہے کہ جس کی دو عورتیں ہوں کہ اگر ایک کو راضی کرتا ہے تو دُوسری ناراض ہوتی ہے۔ بیک وقت دونوں کا راضی کرنا مشکل ہوتا ہے جب تک ان میں سے ایک کو طلاق نہ دے۔ ایسے ہی انسان دُنیا کو ترک کرے گا تو آخرت بہتر ورنہ پھر آخرت میں ذلت و خواری۔

حکایت : ایک بزرگ نزع کے وقت فرما رہے تھے کہ مجھے اس کا افسوس نہیں کہ میری آخرت نہ سنور سکی اور مجھے غم و الم گھیر گئے یا مجھ سے خطاؤ ذنوب سرزد ہوئے بلکہ مجھے افسوس اس کا ہے کہ میں زندگی میں ایک رات عبادت سے سو گیا اور مجھ سے عمر میں ایک روزہ قضاء ہو گیا اور مجھ پر زندگی میں ایک گھڑی ایسی گذری جس میں غفلت سے ذکرِ الٰہی نہ ہو سکا۔ ؎

نہ عمرِ خضر ہماند نہ مُلکِ اسکندر نزاع بر سرِ دُنیائے دوں مکن درویش

ترجمہ: نہ خضر کی عمر رہیگی نہ سکندر کا مالک اسی لئے اے درویش دُنیا کمینی کے متعلق جھگڑا نہ کر "

فائدہ : دُنیا فانی ہے اور آخرت باقی اور بہتر ہے۔

حکایت : حضرت جعفر بن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں گئے۔ ہم نے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ اچانک ہمارا ایک بہترین محل سے گذر ہُوا (جس کی نئی تعمیر ہو رہی تھی) اسے ایک نہایت حسین و جمیل نوجوان تعمیر کرا رہا تھا اور اپنی نگرانی میں کاریگروں کو حکم دے رہا تھا۔ ہم نے اُس کو السلام علیکم کہا۔ اُس نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: بیٹے اس پر کتنا روپیہ خرچ کرنے کا ارادہ ہے۔ اُس نے عرض کی: اس پر ایک لاکھ درہم کا تخمینہ ہے۔ آپ نے فرمایا دہی لاکھ درہم مجھے دیدے۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے آخرت میں بہترین محل دلوا دوں گا۔ جس میں خدمت کے لئے نوخیز لڑکے اور لاتعداد خدام ہوں گے اور اس محل کے سونے کے بہترین قبہ جات اور خیمے (جو جواہرات سے مرصع ہوں گے) اس کی مٹی زعفران کی ہوگی جس پر مشک و عطر کا چھڑکاؤ ہوگا) اس میں نہ پہلے کوئی ٹھہرا ہوگا اور نہ کسی کی ملکیت ہوگا۔ (گویا مالک بن دینار کو اللہ تعالیٰ نے یُوں فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرما رہے ہیں) چنانچہ آپ کی بات اس نوجوان کے دِل پر اثر کر گئی اور فوراً حکم دیا کہ لاؤ قلم دوات اور کاغذ تاکہ میں ان سے یہ تحریر لکھا لوں؛

چنانچہ کاغذ قلم لایا گیا جس پر حضرت مالک بن دینار نے لکھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "، یہ وہ تحریر ہے کہ مالک بن دینار اس نوجوان کو لکھ کر دے رہا ہے کہ میں اس نوجوان کو اللہ تعالیٰ سے اس محل کے عوض مذکورہ صفات کا محل دلوا دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کمی نہیں کہ وہ اس سے زائد عطا فرما دے۔ پھر نوجوان نے فرمایا: جاؤ میں نے تیرے سے محل مذکورۃ الصفات کے عوض یہی محل خرید لیا ہے اور جنت میں

marfat.ocm
Marfat.com

تجھے اس محل سے کئی گنا زائد محل ملے گا جس کا سایہ طویل ہوگا اور تو اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہوگا۔ تحریر مذکور لپیٹ کر مالک بن دینار نے اس شخص کے حوالے کر دی اور نوجوان سے لاکھ دراہم لے کر فقراء و مساکین پر بانٹ دیئے۔ اس نوجوان کو ابھی چالیس دن نہ گزرے تھے کہ اس پر موت آگئی اور اس نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ تحریر مذکور کفن کے اندر رکھ دینا۔ اسی رات حضرت مالک بن دینار نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کے محراب میں ایک مکتوب رکھا ہے جسے انھوں نے کھولا تو اس پر سیاہی کے بغیر لکھا ہوا تھا: هٰذَا بَرَاءَةٌ مِنَ اللهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ الخ یعنی وہ برأت نامہ ہے جو مالک بن دینار نے نوجوان سے وعدہ کیا تھا اسے ہم نے پورا کر دیا کہ اسے بہترین محل بھی ہم نے عنایت فرما دیئے اور ستر گنا زائد للعاماً وکرامات مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) ہر کہ پایاں بیں ترا و مسعود تر — جد ترا و کارد کہ افزوں دید بر
(۲) زانکہ داند زیں جہان کاشتن — ہست بہر محشر و برداشتن
(۳) آخرت قطار اشتر ران بملک — در تبع دُنیاش ہچوں پشم پشک
(۴) پشم بگزینی شتر نبود ترا — در بُودِ اشتر چہ قیمت پشم را

ترجمہ (۱): جو انجام کو دیکھتا ہے وہی مسعود ترین جو جتنا کوشش سے کھیتی کاشت کریگا اتنا ہی بہت زیادہ پھل حاصل کریگا۔
(۲) اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ جو اس جہان میں کاشت ہے وہی محشر میں پھل اُٹھائے گا۔
(۳) آخرت میں اس کے لئے اونٹوں کی قطار نصیب ہوگی۔ پشم وغیرہ اس کی تبع میں ہوگی۔
(۴) اون تو ہو لیکن اونٹ نہ ہو کیا فائدہ؛ کیونکہ اُونٹ سے ہی اُون قیمت پاتی ہے۔

یعنی اگر تو دُنیا کو چاہتا ہے (جو بمنزلہ اُونٹ کی اُون کے ہے) اور آخرت کو تو نہیں چاہتا (جو بمنزلہ اُونٹ کے ہے) تو تُو آخرت سے محروم ہو جائے گا بخلاف اس شخص کے کہ جس کا اُونٹ اپنا ہو تو اُسے نہ اُون خریدنی پڑے گی اور نہ ہی کسی سے اُونٹ مانگنے کی ضرورت ہوگی۔ حضرت مولانا رُوم قدس سرہ دوسرے مقام پہ فرماتے ہیں ؎

(۱) باز گو نہ اے اسیرانِ جہاں — تا رخ دگر دید امیران جہاں
(۲) اے تو بندی ایں جہاں محبوس جان — چند گوئی خویش را خواجہ جہاں
(۳) تختہ بند است آنکہ تختش خواندہ — صدر بنداری و بر در ماندہ
(۴) پادشاہی نیستت بر ریش خود — پادشاہی چوں کنی با نیک و بد
(۵) بے مراد تو شود ریشت سفید — شرم دار از ریش خواری کش اُمید
(۶) افتخار از رنگ و بُو و از مکان — ہست شادی و فریبِ کودکان
(۷) کون بیگو بہ بیا من خوش پے ام — واں فسادش گفتہ او من لاشیٔ ام
(۸) اے زخوبی ہمہ ان لب گزاں — بنگراں سردی و زردی خزاں

marfat.ocm
Marfat.com

(۹) روز دیدی طلعتِ خورشید خوب — مرگ اورا یاد کن وقت غروب
(۱۰) بدر را دیدی بریں خوش چار طاق — حسرتش را ہم ببین وقت محاق
(۱۱) کودکے از حسن شد مولائے خلق — بعد فردا شد خزف رسوائے خلق
(۱۲) اے بدیدہ لونہا چرب و چیز — فضلۂ آنرا ببین در آبریز
(۱۳) مرغبث را گو کہ آں خوبیت کو — بر طبق آں ذوق و آں نغزی و بُو

(۱۴) پس اُنامل رشکِ استاداں شدہ — در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
(۱۵) نرگس چشم خمار بچوں جان — آخر اعمش بیں و آب از وے چکاں
(۱۶) حیدرے کاندر صف شیراں رود — آخر او مغلوب موشے مے شود
(۱۷) زلف جعد مشکبارِ عقل بر — آخر آن چوں دنب زشت خنک و خر
(۱۸) خوش ببیں کونش ز اول باکشاد — و آخراں رُسوا ببیں و فساد

ترجمہ: (۱) اسیران جہان کو خبر دو کہ امیزان جہان کی آگ ان کی اپنی پیدا کردہ ہے۔
(۲) تو اسی جہان کا قیدی ہے پھر تجھے جہان کا سردار کہنے کا کیا فائدہ۔
(۳) یہ تو قید کا تختہ ہے جسے تو تخت کہہ رہا ہے خود کو صدر سمجھتا ہے حالانکہ تو تو عاجز ترین بندہ ہے
(۴) جب تجھے داڑھی پر قبضہ نہیں تو پھر نیک و بد پر کیسے شاہی کر رہا ہے۔
(۵) مُراد کے بغیر تیری داڑھی سفید ہوگئی اے ٹیڑھی اُمیدوار اپنی داڑھی کی لاج رکھ۔
(۶) رنگ و بو اور مکان پر نازاں ہے یہ تو صرف ظاہری خوشی اور بچوں کا کھیل ہے۔
(۷) دُنیا تو کہتی ہے کہ آجا میں خوش قدم ہوں لیکن اس کا فساد کہتا ہے کہ میں ناچیز ہوں۔
(۸) بہار کی خوبی سے لب بند کرلے اس کی سردی اور خزاں کی زردی کو دیکھ۔
(۹) دن کو تو سورج کو نور سے چمکتا دمکتا دیکھتا ہے لیکن بوقت غروب اس کی موت کو یاد کر۔
(۱۰) چودھویں کے چاند کی اس دُنیا میں چاندنی دیکھتا ہے کیسی ہے لیکن گرہن کے وقت بھی اسکی حسرت دیکھ۔
(۱۱) بے ریش لڑکا حسن سے مخلوق کا مولیٰ بنا پھرتا ہے لیکن چند روز بعد بیکار اور رسوائے خلق نظر آتا ہے۔
(۱۲) کھانے کے رنگ و چرب لبھانے والا منظر دیکھتا ہے لیکن فضلہ دیکھ لیا کر کہ پاخانہ میں اسکا کیا انجام ہے۔
(۱۳) پلیدی کو کہو تمہیں خوبی کیسی طبق پر کہاں تیرا ذوق اور بدمنظری اور بدبُو۔
(۱۴) ہنرمندوں کے ہاتھ میں بعد کو رشک بنا پہلے تو تیار کرتے وقت اس کا بُرا حال تھا۔
(۱۵) نرگس کی آنکھ کا خمار جان کی طرح پیارا ہوتا ہے لیکن بعد کو وہ اندھی اور خون کے آنسو بہاتی ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

(۱۶) ایک وقت شیر شیروں میں غراتا ہُوا نظر آتا ہے لیکن بعد مرگ اس سے چوہے کھیلتے ہیں۔
(۱۷) چھڑکالی کی زلفیں ایسی خوشبودار کہ عقل کو ہوش نہیں رہتا۔ بالآخر وہ نہایت قبیح اور گدھے کے دم کی طرح بیکار ہو جاتی ہے۔
(۱۸) دُنیا کا ابتداء تو نہایت خوش منظر اور کشادہ ہے لیکن انجام اس کا رسوائی و فساد ہے۔

تفسیر صُوفیانہ : آیت میں اشارہ ہے کہ جو زندگی دنیوی اور نفسانی ناز و نعم اور عیش و عشرت میں بسر ہو وہ بچوں والی زندگی ہے جیسے بچوں کو صرف کھیل کود سے کام ہوتا ہے یا اس کی زندگی نافرمانوں والی ہے کہ وہ بھی سوائے لغویات کے اور کچھ نہیں جانتا۔ ایسے شخص کو حجابات میں اضافہ ہوگا اور بشریت سے رُوحانیت کی سیر ترک شہوات اور اعراض عن غیر الحق اور توجہ الی اللہ سے نصیب ہوتی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دیگر سے تعلق نہیں جوڑتے اُن کی آخرت کی زندگی بہتر و برتر ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ،، کیا تم نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیسی شان سے پیدا فرمایا اور صرف اپنے لئے نہ کہ غیر کے لئے چنانچہ فرمایا : وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (میں نے تمہیں صرف اپنے لئے جوڑا ہے) اے اللہ ہمیں توضیع عمر سے بچا اور ہماری حقیقۃ الامر کی رہبری فرما۔ اس لئے کہ تو وہاب اور ہادی ہے۔

تفسیر عالمانہ ۲۱ قَدْ نَعْلَمُ ،، قد تکثیر یہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی وُسعت علمی کی طرف اشارہ ہے بوجہ متعلقات کی کثرت کے یعنی ہم جانتے ہیں کہ اِنَّهٗ بے شک شان یہ ہے لَيَحْزُنُكَ ،، آپ کو رنج دیتی ہے۔ اَلَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ ،، یہ یحزنک کا فاعل اور عائد محذوف ہے دراصل الذی یقولونہ تھا (وہ بات جو کفار مکہ کہتے ہیں) اُن کی گفتگو پہلے گذری ہے (وہ حضور علیہ السلام کے قرآن پڑھنے پر کہتے) اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (اسی طرح اور اُن کی وہ باتیں جو قرآنِ پاک میں مذکور ہیں)

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ ،، آپ ان کی باتوں کو خیال میں نہ لائیں بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کیجئے۔ اس لئے کہ یہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب کر رہے ہیں۔ بنابریں حقیقت میں وہ آپ کی تکذیب ہی نہیں۔ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ لیکن وہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتے بلکہ اُن کا صریح انکار کرتے ہیں یعنی وہ آپ کو تو کچھ نہیں کہتے اگر بظاہر کچھ کہتے ہیں تو وہ درحقیقت مجھے کہتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ فانی فی اللہ ہیں۔ اب میں ہی اُن سے سخت تر انتقام لوں گا۔

(ف) ظلم سے یہاں انکار مُراد ہے۔

(ف) جحود جان بُوجھ کر انکار کرنے کو کہتے ہیں اور بایات اللہ کی باء فعل سے متعلق ہے اور اُس کی تقدیم صرف قصر کی وجہ سے ہے۔ جحد متعدی بنفسہٖ بھی ہوتا ہے اور متعدی بالباء بھی۔ مثلاً کہا جاتا ہے جحدتہ

marfat.ocm
Marfat.com

جد بحقہ ،، یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کے حق کا انکار کرے۔
وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ،، اس میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ مجھ سے پہلے رُسل کرام علیہم السلام بھی جھٹلائے گئے۔ حالانکہ وہ بھی آپ کی طرح بہت بڑے ہی شان تھے اور تعداد بھی اُن کی بہت زیادہ تھی۔ جب وَبا پھیلتی ہے تو وہ عام ہوتی ہے۔ یعنی کفار کی تکذیب کی وبا ہر نبی علیہ السلام کو پہنچی اور آپ کو بھی۔ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا، تو انہوں نے اُن کے جھٹلانے اور اُن کی ایذاؤں پر صبر فرمایا۔ حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ،، یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری مدد آئی۔ یعنی اُن کے صبر کی غایت ہماری مدد تھی۔ آپ بھی اُن کی اقتداء کیجئے اور وہ ان سے جو تکلیفیں پہنچ رہی ہیں اُن پر صبر کیجئے۔

(ف) صابرین کو صبر کے وعدہ کا ایقاء یا بطریق اظہارِ دلائل و براہین کے ہوتا ہے یا ان کو دشمنوں پر قہر و غلبہ نصیب ہوتا ہے یا اُن کے دشمنوں کو تباہی و بربادی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

اے دِل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت ٭ ایں شام صبح گردد و ایں شب سحر شود

اور فرمایا

گرت چو نوح نبی صبر ہست بر غم طوفاں ٭ بلا گردد و کام ہزار سالہ برآید

ترجمہ : (۱) اے دل صابر ہو اور غم نہ کھا اس لئے کہ بالآخر اس شام کی صبح ہوگی اور رات کی سحر۔
(۲) اگر تجھے نوح علیہ السلام کی طرح طوفان و غم پر صبر ہے تو تیری کئی سالوں کی مراد ضرور پوری ہوگی۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ،، اور اللہ تعالیٰ کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ کلمات سے نصر و غلبہ کے وعدے مراد ہیں ؛ چنانچہ دُوسرے مقام پر فرمایا وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اَنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اور آپ کے ہاں حضرات رُسل کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی خبریں آ ہی چکی ہیں۔ یعنی اُنہیں جو منجانب اللہ فتح و نصرت نصیب ہوئی اُس کی خبریں آپ کو معلوم ہیں جن سے آپ کی تسلی و تسکین ہوگی۔

۳۵ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ ،، اور اُن کا مُنہ پھیرنا آپ پر شاق گزرا ہے یعنی ان کا ایمان اور آپ کے لائے ہوئے قرآن سے انکار و رُوگرداں ہونا آپ کو شاق گزرا اور آپ اسے ایک عظیم حادثہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ وہ بار بار تکذیب کرتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے آیات سے نہیں اور آپ کا خیال ہے کہ آپ

marfat.ocm
Marfat.com

ان کا مطالبہ پورا کریں۔ اِس لئے کہ آپ کو حرص ہے کہ وہ سارے کے سارے مُسلمان ہو جائیں۔ جب وہ نہیں مانتے آپ کو دُکھ ہوتا ہے **فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ** ،، پس اگر تمہیں استطاعت ہے تو تم زمین میں کوئی سُرنگ تلاش کرلو۔

(ف) نفقًا بمعنے سَرَبٌ و مَنْفَذٌ بمعنے سرنگ۔

اَوْ سُلَّمًا یا سیڑھی **فِی السَّمَآءِ** ،، آسمان پر تاکہ اُوپر چڑھ جاؤ **فَتَاْتِیَهُمْ** ،، پس آسمان سے اُن کے لئے **بِاٰیَةٍ** کوئی نشانی جیسے ان کا مطالبہ ہے۔

فائدہ : ابن الشیخ نے فرمایا "نفق" ہر وہ سرنگ جو زمین میں ایک جگہ سے دوسری جگہ نکل جائے تاکہ وہاں سکون و آرام ملے اسی لئے چوہے کی بل کو نافقاء کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ چوہا زمین کو چیرتا ہُوا اس کے اندر ایک گڑھا کھود کر دُوسرے حصّہ سے نکل جاتا ہے تاکہ اس کے ایک سرے سے اگر اسے تکلیف پہنچے تو دُوسرے سرے سے نکل جائے **وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْكَ** الخ جملہ شرطیہ **فَاِنِ اسْتَطَعْتَ** کی جزاء ہے اور اس کی اپنی جزاء محذوف ہے۔ وہ ہے فاعل یعنی اگر اُن کے مطالبہ کو پُورا کرنا ہو تو مذکورہ بالا افعال کے ذریعہ سے پُورا کرو۔ اس سے ظاہر کرنا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی قوم کے لئے اسلام کا کتنا حرص تھا اس لئے کہ اگر آپ کو ان کے اسلام کی خاطر زمین یا آسمان سے بہ تکلف کوئی چیز لانی پڑتی تو بھی اُن کی خاطر کر گزرتے تاکہ وہ ایمان قبول کریں لیکن آپ چونکہ مامور مِن اللہ تھے اس لئے صرف تبلیغ تک یہ بات محدُود رہی[1]۔

سوال : **تَتَّخِذُ** ،، کے بجائے **تَبْتَغِی** کیوں کہاں گیا

جواب : اس میں اشارہ ہے کہ جب زمین میں سُرنگ لگانا آسمان پہ چڑھ کر کوئی شئی تلاش کرنے کی نفی نفی ہے تو پھر اتخاذ کا کیا معنیٰ (ویسے یہ خطاب عمومی ہے جس میں حضور علیہ السّلام کو مُراد میں شامل کر کے عدم اختیار کا ثبوت پہنچانا کسی احمق کا کام ہو سکتا ہے، ورنہ بحیثیت تفسیر معنیٰ دیگر است) **وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ** اور اگر اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت دینا چاہتا۔ **لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی** ،، تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا لیکن وہ انہیں ہدایت دینا ہی نہیں چاہتا اس لئے کہ وہ اپنے اختیار ہدایت سے رُوگرداں ہو گئے ہیں باوجودیکہ اُنہیں ہدایت پانے کی

---

[1] ورنہ یہ بات نہ تھی کہ آپ کو آسمان یا زمین سے کسی شئی کو لانے کا اختیار بھی نہ تھا۔ وہ ایک علیحدہ موضوع ہے جسے اس سے کسی قسم کا تعلق نہیں جو لوگ یہ آیت حضور علیہ السلام کے عدم اختیار پر پیش کرتے ہیں وہ ذرا سوچیں ۱۲۔ اویسی

[2] ایسے خطابات عمومی کہلاتے ہیں جن میں حضور علیہ السلام کو شامل کرنا گمراہی ہے۔ تفصیل فقیر اویسی غفرلہ کی تفسیر اور اصُول تفسیر احسن البیان میں دیکھئے۔ اویسی غفرلہٗ

marfat.ocm
Marfat.com

دت حاصل ہے اور بہت بڑے دلائل و براہین آنکھوں سے مشاہدہ و معائنہ کر رہے ہیں لیکن ایمان قبول کرنے کا
ال تک بھی نہ کیا۔ اس لئے کہ آپ ان کی ہدایت کے لئے جد و جہد نہ فرمائیے۔
لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ پس اے مخاطب جاہل و ناداں نہ ہو کہ انہونی بات پر تو ہو جانے کے حرص
ں ہے۔ اور جہاں صبر کرنا ہے وہاں جزع فزع کرنا جاہلوں اور نادانوں کا کام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شانیں
ے ہیں۔ اس کی مرضی ہے کہ ایمان سے نوازے چاہے اس کو کو رار کھے۔
ائدہ : آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت خود فرماتا ہے حضور نبی کریم
سلام نے فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ وَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ " میرے رب کریم نے میری بہترین تربیت فرمائی۔ تاکہ محبوب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف الرحیم ہو کر کسی ایسے پر شفقت نہ فرمائیں جو اس کی اہلیت و صلاحیت نہیں رکھتا۔
۳۴ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ " بے شک آپ کی دعوتِ اسلامی وہ قبول کریں گے۔ "اَلَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ" جو سنتے ہیں
ی جنہیں سماع قبول اور فہم و تدبر نصیب ہوا۔ نہ مُردے جن میں ہی کفارِ مکہ بھی شامل ہیں۔
حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض ـــــ ورنہ ہم سنگ و گلے لولو و مرجان نشود

ترجمہ :۔ گوہرِ پاک ہو کو ہی فیض کے قابل ہے پتھر اور مٹی لولو و مرجان برابر تو نہیں ہو سکتے۔
اَلْمَوْتٰى " اس سے کفار مراد ہیں عدم قبولِ سماع کی وجہ سے انہیں موتیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے۔
يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ " اللہ تعالیٰ انہیں قبروں سے اٹھائیگا۔ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ پھر وہ اسی کیطرف لوٹیں گے
ں کے غیر کیطرف نہیں یا اس کی سزا و جزا کیطرف لوٹیں گے پھر اسوقت مجبور ہو کر مانیں گے لیکن اسوقت کا ماننا کوئی فائدہ
ے گا۔ ۳۵ وَقَالُوْا اور قریشِ مکہ کے لیڈروں نے کہا لَوْلَا یہ حرفِ تخصیص بمعنی هَلَّا ہے یعنی کیوں نہ نُزِّلَ
لَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ " اتاری گئی ان پر کوئی نشانی ان کے رب کیطرف سے جیسے ناقہ صالح علیہ السلام کے لیے
عصا موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور مائدہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے۔ وغیرہ وغیرہ تاکہ وہ نشانیاں ہمیں ایمان پر مجبور کر دیتیں
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً لے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیے کہ بے شک
اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان کی طلب کے مطابق کوئی نشانی اتار دے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
لیکن ان کے اکثر نرے جاہل ہیں۔ اگر آیات نازل ہوتیں تو وہ ان کے لئے آزمائش ہوتیں۔ اگر نہ مانتے تو ان پر فوراً"
عذاب نازل ہو جاتا۔

اہل ادیان کی تقسیم

لوگ دینی معاملات میں چار قسم ہیں۔ (۱) سعادت کے رنگ میں نفس و روح کے اعتبار سے سراپا سعادت مند یہ حضرات انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم السلام ہیں اور

marfat.ocm
Marfat.com

اُن کے طفیل اہل طاعت اولیاء کرام۔

(۲) بدبختی کے لباس میں نفس و رُوح کے لحاظ سے سراپا بدبخت یہ کفار اور وہ گنہگار جو کبائر (یعنی کبیرہ گناہوں) کا بار بار ارتکاب کرتے ہیں

(۳) سعادت کے رنگ میں ازلی بدبخت جیسے بلعم باعورا۔ برصیصا اور اُن کا امام ابلیس۔

(۴) شقاوت کے (چند روز) لباس میں ازلی سعادت مند جیسے حضرت بلال۔ صہیب رُومی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہم یہ زندگی کے اوائل میں شقاوت میں تھے بعد کو چوٹی کے متقی و پرہیزگار ہُوئے۔

سوال : سعادتمند اور بدبخت پیدا ہی کیوں ہُوئے؛ حالانکہ اسے طاقت تھی کہ سب کو ہدایت یافتہ فرماتا چنانچہ خود فرماتا ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى اور فرمایا وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

جواب : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں دیکھا کہ فلاں نافرمانی کریگا بوجہ اس کی اس استعداد کے جو سعادت سے رُوگردانی کر کے شقاوت کو اختیار کرے گا تو اُسے اعیانِ ثابتہ میں بھی شقی بنایا (کیونکہ اُس کی اپنی استعداد کا یہی تقاضا تھا) اور بندوں میں استعداد کا ظہور صفت جلال الٰہی کے مختلف شانوں کے مظہر ہونے کی وجہ ہے گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے خود ہی شقی ہونے کی استعداد مانگی کیونکہ آسمان و زمین والے اللہ تعالیٰ سے زبانِ قال و حال سے اپنی استعدادات کا سوال کیا کرتے ہیں اور استعداد کی ہر آن نئی شان ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں استعدادات کے مطابق سعادت و شقاوت دیتا ہے یعنی وہی ازل اعیان ثابت غیبیہ علمیہ کے مطابق جس بندے کے متعلق ازلی علم متعلق ہُوا کہ وہ اطاعت کرے گا تو اسے سعادت مند بناتا ہے۔ یعنی اس سعادت بمالہ اس قابلیت کے مقتضیٰ پر جو اس کی نشأۃ ثانیہ میں امانت رکھی گئی ہے؛ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ تو سعادت مند انسان نے فوراً جواب میں بلیٰ کہا۔ اُس کا یہی جواب دینا دلالت کرتا ہے کہ اُس کی سعادت ازلی ہے۔ اگر استعداد کی سنت اس میں نہ ہو تو پھر اُسے مُکلف بنانا اور احکام کا مخاطب کرنا لایعنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے جملہ افعال خالی از حکمت یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اس سے ثابت ہُوا کہ سعادت مند کو اقوال پسندیدہ اور افعال حسنہ اور اخلاق حمیدہ نصیب ہوتے ہیں۔ انہی سے اسے انبساط ہوتا ہے اور شقی کو وہ امور نصیب ہوتے ہیں جو انقباض پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشقیاء کی اذیتوں اور پریشان کُن باتوں پر صبر و تحمل کا حکم دیا ہے کہ دُنیا کا صبر و تحمل آخرت میں غفران اور ترقی درجات کا سبب ہے اس لئے کہ بہشت کے درجات و کمالات کا حصُول انہی امور سے ہوگا۔

حدیث شریف : میں ہے کہ بہشت میں چند ایسے مقامات ہیں جو ہوا میں معلق ہیں جنہیں صرف مصائب و تکالیف میں گھرے ہُوئے انسان حاصل کریں گے اوروں کو وہ مراتب و مقامات نصیب نہیں ہوں گے۔

marfat.ocm
Marfat.com

قاعدہ : انسان کو دین کے مرتبہ کے مطابق تکالیف و مصائب میں مُبتلا کیا جاتا ہے۔ جتنا وہ دین میں صلب ہوگا اتنا وہ مصائب میں گھرا ہُوا ہوگا۔ اگر اُس کو دین میں تصلب نہیں ہوگا تو وہ مصائب و تکالیف سے محفوظ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مومن اکثر مصائب و تکالیف میں گھرا رہتا ہے یہاں تک کہ موت کے وقت تمام گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر جاتا ہے۔

قاعدہ : دراصل مصائب و تکالیف اللہ تعالیٰ کا ڈنڈا ہے جو بندوں کو اس لئے مارتا ہے کہ وہ دُنیا میں نہ گھر جائیں نہ اس میں بہت زیادہ مشغول ہوں بلکہ ربانی سزا کھا کر اپنے مالک و مولا کی طرف ایسے بھاگیں جیسے گھوڑا کھاتے وقت اپنے اصطبل کی طرف دوڑتا ہے اور صرف آخرت ہی دار القرار ہے۔

ما بلا را بکس عطا نکنیم ؛ تاکہ نامش ز اولیاء نکنیم

ترجمہ : ہم اپنی بلا کسی کو نہیں دیں گے تاکہ اس کا نام اولیاء میں ہو اور ہم محروم رہیں ایسا نہیں کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ جسے مصائب و تکالیف میں مُبتلا کیا جاتا ہے اُس کی عافیت و سلامتی صبر میں ہے اور صبر سے حقیقی اُمتی کہلانے کا مستحق بنتا ہے اور اسے حقیقی اتباع اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ آپ نے بھی مصائب و تکالیف میں صبر سے کام لیا۔

۳۶ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ ،، مِنْ زائدہ استغراق کی تاکید کے لئے ہے اور فِي کا تعلق محذوف اور دابۃ کی صفت ہے گویا عبارت یُوں ہے : وَمَا فرد مِنْ افراد الدواب يَسْتَقِرُّ فِي قطر مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ یعنی دواب کا کوئی فرد زمین کے کسی بھی ٹکڑے پہ ٹھہرتا۔ وَلَا طَائِرٍ ،، اور نہ ہی کوئی پرندہ (جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں) يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ ،، اپنے دو پروں پہ اڑتا ہے۔ جیسا کہ عادتہً وہ دو پروں پر اُڑتا ہے۔

(ف) طَيَرَان کے بعد (پروں) کی قید محض تاکیدی ہے۔ جیسے نظرت بعینی اور اخذت بیدی" میں عین اور ہاتھ محض تاکید کے لئے یا مجازی معنے کے وہم کا ازالہ کیا گیا ہے اس لئے کہ طیران سرعتہ سیر کے لئے مجازاً مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے طار فُلانٌ فی الْأَرْضِ۔ اے اسرع (تیز اُڑا)

إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ،، مگر وہ تمہاری جیسی اُمتیں ہیں یعنی تمہاری طرح اُن کے احوال محفوظ اور اُن کے رزق اور اجل مقدر ہیں۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ،، ہم نے اِس کتاب میں کسی شئ کو نہیں چھوڑا۔ فرط فی الشئ یعنی ضیّعہ و ترکہ ہے۔ یعنی اس شئ کو فلاں نے ضائع کیا اور چھوڑ دیا۔ اَب آیت کا معنیٰ یہ ہُوا کہ ہم نے قرآن میں کسی ایک شئ کو بھی نہیں چھوڑا یعنی ہر چھوٹی بڑی کو اس میں بیان کر دیا۔ [1]

---

[1] اہلسنت کا استدلال اس آیت سے یُوں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علوم کلی عطا فرمائے تفصیل فقیر کی تفسیر اویسی میں دیکھئے۔

marfat.ocm
Marfat.com

مسئلہ :۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام قرآن مجید میں جمیع مخلوقات کی ہر شے کے مصالح قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں تفصیلاً بھی اجمالاً بھی تفصیلاً جیسے اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ اور اجمالاً جیسے وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

حکایاتِ امام شافعی اور علوم قرآن

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ نے اعلان فرمایا لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَجَبْتُکُمْ فِیْہِ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ مجھ سے جو سوال کرو میں اسکا قرآن پاک سے جواب دوں گا۔

ایک شخص نے عرض کی کہ جو شخص احرام کی حالت میں بھڑ کو مارے اسکا حکم قرآن مجید میں کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ (الآیۃ) پھر آپ نے سند صحیح کے ساتھ حدیث شریف پڑھی کہ وَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ "اس کے بعد آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک صحیح سے روایت فرمائی کہ لِلْمُحْرِمِ قَتْلُ الزُّنْبُوْرِ محرم کو بھڑ کا مارنا جائز ہے۔

۳۷ ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ یُحْشَرُوْنَ ۝ پھر یہ تمام امم رب تعالےٰ کے ہاں جمع کئے جائیں گے یعنی جب قیامت میں جمع ہوں گے تو پھر ان کا فیصلہ فرمائے گا۔ "وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا" اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔

ف :۔ آیات سے یہاں قرآن مجید مراد ہے۔

صُمٌّ وہ بہرے ہیں کہ وہ قرآن کو تدبر و فہم سے نہیں سنتے بلکہ وہ اس حیثیت سے سنتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی بناوٹی باتیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ انہیں آیاتِ الٰہی سے شمار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے غیر کا مطالبہ کرتے ہیں صم اصم کی جمع ہے اس سے کفار کو بہروں سے تشبیہ دینا مطلوب ہے۔ اس سے صرف تشبیہ حذف کر دیا گیا ہے۔

وَبُکْمٌ اور وہ گونگے ہیں کہ حق کو بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے یہ اَبکم کی جمع ہے۔ **فِی الظُّلُمٰتِ** "تاریکیوں میں ہیں" یہ مبتداء کی تیسری خبر ہے۔ **مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ** اور جس کے لئے ہدایت چاہتا ہے۔ **یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ** اسے سیدھا راستہ پر چلاتا ہے پھر نہ اسے گمراہ کر سکتا ہے نہ اس کی ثابت قدمی کو پھسلا سکتا ہے۔

مسئلہ: انسان کے علاوہ بھی امتیں ہیں۔

حدیث شریف :۔ میں ہے کہ اگر کتے ایک امت نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنیکا حکم فرماتا۔ بعض ان میں سیاہ کالے ہیں اور کتا سیاہ کالا شیطان ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ دوسروں کے کتوں کی نسبت زیادہ کاٹنے والا اور خبیث ترین ہوتا ہے۔ اور اس سے فائدہ بھی بہت کم ہوتا ہے۔ اور زبان کو بھی زیادہ کھینچتا ہے اس لئے امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سیاہ کالے کتے سے شکار نا جائز ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ : اس آیت میں اشارہ ہے کہ انسان جانور ہیں کان آنکھ زبان اسی طرح تمام اعضاء اور نفس بجمیع الصفات انسان میں بمنزلہ جانوروں کے ہیں۔ اور اسی میں پرندے بھی ہیں جن کے شریعت وطریقت کے دو پر ہیں۔ جیسے قلب وروح بجمیع الصفات بمنزلہ پرندوں کے ہیں یہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔ ان سے قیامت میں احوال وافعال کا سوال ہوگا چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ عَنْهُ مَسْؤُلًا"

مسئلہ : حشر عام ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ تمام کو جمع فرمائے گا۔ جانوروں اور پرندوں کو سب کو یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگی قصاص لے گی۔ دوسری حدیث شریف میں ہے ہر صاحب حقوق کو حقوق دئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ سینگ والی بکری بے سینگی کو بدلہ دے گی۔

مسئلہ: ابن الملک نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ وحشی جانور بھی محشر میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ" لیکن ان کا یہ قصاص مقابلہ کا ہوگا۔ قصاصِ تکلیفی صرف انسان وجن سے مخصوص ہے اسکے بعد حیوانات اور پرندوں کو حکم ہوگا کہ مٹی ہو جاؤ اسکے بعد وہ مٹی سے مل کر مٹی ہو جائیں گے۔ اسوقت کفار کہیں گے "یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا"

مسئلہ: (ف) حدادی نے فرمایا کہ اس سے جانوروں کا فنا ہونا مراد ہے اس لئے کہ انہیں زندہ کر کے فنا کر دیا جائیگا۔ اس لئے انہیں درد والم نہیں ہوگا۔

مسئلہ : جن پر اللہ تعالےٰ نے مہر لگائی ہے وہ حقیقی بہرے گونگے ہو جائیں گے اور جو گونگا ہو لازمی ہے کہ وہ بہرہ بھی ہو مثنوی میں ہے

(۱) دائما ہر گنگ اصلی کر بود — ناطق آنکس شد کہ از مادر شود

(۲) چوں سلیماں سوئے مرغانِ سبا — یک صفیری کرد بست آں جملہ را

(۳) جز مگر مرغے کہ بُد بے بال و پر — یا چوں ماہی گنگ بد از صل کمر

(۴) بے غلط گفتم کہ کر کر سر نہد — پیش وحی کبریا سمعش دہد

ترجمہ : (۱) ہمیشہ ہر گونگا دراصل بہرہ ہوتا ہے وہ بولتا ہے جو ماں سے اصلی ناطق ہو۔

(۲) جب سلیمان علیہ السلام نے سبا کے پرندوں کو صرف ایک آواز دی تو سب کو قید کر لیا۔

(۳) سوائے اس کے جس کے بال وپر نہ تھے۔ یا گونگی مچھلی جو مادرزاد گونگی بہری تھی۔

(۴) میں نے غلط کہا اس لئے کہ یہ بہری مچھلی بھی تابع فرمان تھی۔ اس لئے کہ وحی کبریا نے اسے سننے کی طاقت بخشی۔

خلاصہ یہ کہ مخلوق کے قلوب اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں اور وہ انہیں اپنی مشیت سے جسطرح چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

مُعجزہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ابُوجہل کا بُت

مروی ہے کہ کفارِ مکّہ نے ایک میٹنگ بُلائی جس میں تمام مُشرکین جمع ہُوئے اور منصُوبہ تیار کیا کہ حضُور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو شہید کیا جائے۔ اُدھر ابلیس بھی آدھمکا اُس نے اُن کے اجتماع کا سبب پُوچھا تو کہا گیا کہ حضُور علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ ہے تو شیطان نے ابوجہل سے کہا کہ اے ابوالحکم اگر تم اپنے بُت کو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے آگے رکھ کر اس کو سجدہ کرو۔ وہ بولے گا جسے (حضرت محمد (مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم) سُنیں گے۔ (ابوجہل کا بُت جواہر اور موتیوں سے جڑا ہُوا تھا) اُس نے اپنے بُت کو اُٹھا کر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے آگے رکھ کر اس کو سجدہ کیا اور اُسے کہا ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور ہم تیرے قُرب کے خواہشمند رہتے ہیں یہ (حضرت) محمد (مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم) تیری وجہ سے ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں کہ تم بھی (حضرت) محمد (مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم) کو گالی دیدو۔ ابوجہل کی عاجزی و انکساری پر بُت حرکت میں آگیا اور وہ بدبخت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو گالی دینے لگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم غمگین اور ملول ہوکر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لائے ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ آپ کا دروازہ کھٹکا۔ آپ باہر تشریف لائے دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور حضور کو دیکھتے ہی سلام عرض کیا اور التجا کی کہ آپ مجھے حکم فرمائیے تاکہ میں اس کی تعمیل کروں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو۔ اُس نے عرض کی میں جن ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے کتنی طاقت حاصل ہے۔ عرض کی اکیلا دو پہاڑ (جبل حرا و ابُوقبیس) کو دریا میں ڈال سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ابھی کہاں سے آئے ہو۔ اُس نے عرض کی میں اس وقت ساتویں جزیرے میں تھا کہ میرے ہاں حضرت جبریل علیہ السّلام تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ فلاں شیطان نے ابوجہل کے بُت میں داخل ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو گالی دی ہیں۔ فلہٰذا تم جلد تر اس تلوار سے اُس کا سر قلم کردو میں نے اُسے زمین کے چوتھے طبقے میں جاتے ہُوئے بھاگتا پاکر اُسے قتل کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تیری امداد کی ضرورت نہیں۔ مجھے میرا اللہ کافی ہے۔ اُس نے عرض کی میری استدعا ہے کہ آپ کل والے مقام پہ دوبارہ تشریف لے جائیں۔ کافر بھی آپ کو اپنے بُت سے گالی دلوائیں گے۔ آپ اپنے یارِ غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے گئے تو ابوجہل اپنے بُت کو لایا اور کل کی طرح اُسے سجدہ کرکے عرض کی حضرت (محمد) مُصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم کو گالی دیجئے۔ ابوجہل کا بُت کل کی طرح حرکت میں آگیا اور بآواز بلند پڑھتا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ،، اور کہتا تھا کہ میں بُت ہوں نہ نفع دیتا ہوں نہ نقصان اور اُس کے لئے بہت بڑی خرابی ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری پرستش کرتا ہے۔ جب کفار نے بُت کی یہ تقریر سُنی تو ابوجہل کو غصہ آگیا۔ اُس نے بُت کو اُٹھا کر

marfat.ocm
Marfat.com

مجھے بتلا کر دیا ان کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے بتوں کی طرح تیرے اوپر بھی جادو کر دیا ہے۔ (سبق) اس معجزہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مظاہر کی زبان سے گفتگو فرماتا ہے، لیکن اسے نہ معلق سنتا ہے نہ کاٹنے۔

قُلْ ۔ اے پیارے محمد (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کو فرمائیے **اَرَءَيْتَكُمْ** (خبر دو مجھے) کاف خطاب کا ہے اسناد کی تاکید کے لئے فاعل کی ضمیر مخاطب کو مؤکد کیا گیا ہے اور اس کے اعراب کا (ایاک کے کاف کی طرح) کوئی محل نہیں اور یہ کلمات مخاطب کے احوال پر دلالت کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسے مراد کے مطابق لایا جاتا ہے اور تاء مخاطبہ ایک حالت پر یعنی مفرد اور مفتوحہ رہتی ہے۔ جیسے رأیتک رأیتکما اور ترکیب میں مبنی ہیں۔ اگرچہ اس سے خبر دینا مطلوب نہیں بلکہ قلب یا بصر کے ذریعہ اس کے متعلق کی خبر مطلوب ہوتی ہے۔

(ف) علم و ابصار کو اخبار کا مجازاً سبب بنایا گیا ہے اسی طرح اس کا استفہام تبکیت کو امر بجامع الطلب کا مجاز بنایا گیا ہے۔

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ ۔ اگر تمہارے ہاں عذاب الٰہی آجائے جیسے دنیا میں دوسری قومیں عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ **اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ** ۔ یا تم پر قیامت ہو جائے یعنی قیامت جو عذاب پر مشتمل ہے ہے اور عذاب سے آخروی عذاب مراد ہے۔

(ف) ساعۃ سے وہ وقت مراد ہے جس میں قیامت قائم ہوگی اور اسے ساعت اس لئے کہتے ہیں کہ اس معمولی سی گھڑی میں بہت بڑا حادثہ ہوگا۔

اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ (کیا غیر اللہ کو پکارو گے) استخبار کا دارومدار اور تبکیت کا اصلی منشاء یہی ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ اس شرط کا جواب (فَاَخْبِرُوْنِيْ) محذوف ہے۔ یعنی اگر تم اس معروف دعویٰ میں سچے ہو کہ تمہارے بت عبادت کے مستحق ہیں تو مجھے خبر دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے (اگر تمہارے ہاں عذاب الٰہی آجائے) اس لئے کہ اس معنی پر ان کا صدق غیروں کو پکارنے کے اخبار کے موجبات سے ہے۔ **بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ** ۔ بلکہ صرف اسی کو پکارو گے۔ اس کا عطف جملہ منفیہ پر ہے۔ گویا انہیں کہا گیا کہ قیامت میں غیروں کو نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو گے۔ **فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ** ۔ پس وہ کھولے گا اسے جسے تم پکارتے ہو اِلَيْهِ کی ضمیر کشف کی طرف لوٹتی ہے اور اس کا عطف بھی تَدْعُوْنَ پر ہے۔ یعنی پس تمہارے پکارنے کے بعد کھولے۔ **اِنْ شَآءَ** ۔ اگرچہ اس کا کھولنا یعنی دعاء قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی اپنی مشیت پر ہے۔ کبھی وہ اسے قبول کر لیتا ہے جیسے

marfat.ocm
Marfat.com

کافروں کی بعض دعائیں (جو دنیا کے عذاب پر مبتلا ہونے پر اس کے رفع ہونے کیلئے مانگتے تھے) قبول ہو جاتی تھیں اور کبھی ان کی دعا قبول نہیں ہوتیں (جیسے دنیا میں ان کی بعض دعائیں جو عذاب کے رفع کے متعلق ہوتی تھیں) ہاں آخرت کے عذاب کے رفع کے متعلق (منجملہ اس کے ساعۃ کا وقوع بھی ہے) ان کی دعائیں ہرگز قبول نہ ہونگی اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ "مشرک کو ہرگز نہیں بخشا جائیگا۔ (وہ آخرت میں انکی دعا کی قبولیت چاہتا ہی نہیں) وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ "، اس کا عطف بھی مدعون پر ہے یعنی اور شریکوں کو بھول جائیں گے۔ یعنی جن بتوں کی پرستش کر کے تم انہیں خدا کا شریک مانتے تھے قیامت کے دن تم انہیں بالکل چھوڑ دو گے۔ اس لئے کہ اس وقت تمہارے دل پر یہ عقیدہ مذکور ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور عذاب نہیں اٹھا سکتا۔

ف :۔ نسیان یہاں پر بمعنی ترک ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَا إِذْ
اور بیشک ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو انہیں سختی اور تکلیف سے پکڑا کہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں تو کیوں نہ ہوا کہ
جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا
جب ان پر ہمارا عذاب آیا گڑگڑائے ہوتے لیکن ان کے تو دل تو سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کام ان کی نگاہ
يَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا
میں بھلے کر دکھائے پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے
بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا
یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اب وہ آس توڑے رہ گئے تو جڑ کاٹ دی گئی ظالموں کی
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٥﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ
اور سب خوبیوں سراہا اللہ رب سارے جہان کا تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں
عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ
پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ یہ چیزیں لا دے دیکھو ہم کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ
يَصْدِفُونَ ﴿٤٦﴾ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ
منہ پھیرتے ہیں تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے اچانک یا کھلم کھلا تو کون تباہ ہوگا
إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۖ فَمَنْ
سوا ظالموں کے اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے تو جو ایمان
آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا
لائے اور سنورے ان کو نہ کچھ اندیشہ نہ کچھ غم اور جنہوں نے ہماری آیتیں
بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤٩﴾ قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي
جھٹلائیں انہیں عذاب پہنچے گا بدلہ ان کی بے حکمی کا تم فرما دو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس
خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ
اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو
إِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾
مجھے وحی آتی ہے تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے اندھے اور آنکھیارے تو کیا تم غور نہیں کرتے ۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ

﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ،، (اور بیشک ہم نے بہت سے رسول کرام بھیجے ہیں) اِلٰی اُمَمٍ ،، (بہت سی اُمتوں کی طرف) مِنْ قَبْلِكَ (جو آپ کے زمانہ اقدس سے پہلے گزرے ہیں) مِنْ ابتدائیہ اور زمانہ کی غایت کے لئے ہے (یہ کوفیوں کا مذہب ہے) جیسے نُتُّ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَصُمْتُ مِنْ اَوَّلِ الشَّہْرِ ،، میں۔

(ف) سنان چلپی محشی فرماتے ہیں کہ مِنْ زائدہ ہے۔ یہ اس نحوی کے مذہب پر جو کلام میں من زائد کا قائل ہے۔ ایک اور مذہب میں یہ مِنْ بمعنی فِیْ ہے جیسے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ میں۔

فَاَخَذْنٰھُمْ ،، فاء فصیحہ ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ کلام مبنی پر حذف ہے کہ دراصل فکذبوا رسلھم فاخذنا تھا (اُنھوں نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں پکڑا) بِالْبَاْسَآءِ ،، سختی اور فقر وفاقہ سے۔ وَالضَّرَّآءِ آفات ونقصانات سے یہ دونوں مؤنث کے صیغے ہیں۔ اُن کا کوئی مذکر نہیں۔

لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ ،، تاکہ دُکھ دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائیں اور عاجزی کرکے کفر ومعاصی سے توبہ کریں ﴿۴۱﴾ فَلَوْلَآ (تو کیوں نہ ہو)

اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَا ،، جب اُن پر ہمارا عذاب آیا یہاں پر بأس بمعنے عذاب ہے۔ تَضَرَّعُوْا تو گڑگڑائے ہوتے یعنی باوجودیکہ انہیں گڑگڑانے پر بعض اُمور مجبور کرتے، لیکن عجز وانکسار اور توبہ واستغفار اور تضرع وزاری نہ کی۔

(ف) لَوْلَا کا لفظ ملامت وندامت کا فائدہ دیتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جب وجود فعل کے اسباب موجود اور ترک کے عذر معدوم ہوں۔

وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ ،، لیکن اُن کے دل سخت ہوگئے یعنی اُنھوں نے عجز ونیاز نہ کیا بلکہ اُن کے دل خشک اور سخت ہوگئے اگر اُن کے دِلوں میں رقت اور نرمی ہوتی تو عجز ونیاز ضرور کرتے۔

وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ،، اور شیطان نے اُن کے کام یعنی کفر ومعاصی بہتر کر دکھائے بایں طور کہ انہیں گمراہ کر دیا اور لذات وشہوات اور خوشی وراحت کی طرف بُلایا اور انہیں فکر وتدبر سے دُور رکھا۔ اُن کو خیال تک نہ آنے دیا کہ یہ دُکھ درد اور فقر وفاقہ کیوں ہیں؛ حالانکہ اس سے وہ متنبہ ہوتے کہ یہ مصائب اس لئے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں ﴿۴۲﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ (جب اُنھوں نے بھلا دیا جو وُہ انہیں نصیحتیں کی گئی تھیں) اس کا عطف فعل مقدر پر ہے جو کہ فانہمکوا ہے یعنی پس وہ منہمک ہوکر بھولے جب انہیں نعمت بِاْسَآءَ وَضَرَّآءَ سے کی گئی۔ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ

marfat.com
Marfat.com

شَیْءٍ ،، تو ہم نے اُن پر ہر ایک چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی مُہلت کے طور انہیں ہر قسم کی نعمتیں دی گئیں۔
حَتّٰی ،، ابتدائیہ اور غایت کے لئے غایت ہے۔ اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا ،، جب اپنے دُنیوی عروج کو دیکھ کر اِترانے لگے اور تکبر میں آگئے۔ یہاں پر فرح بمعنی اِترانا مُراد ہے جیسے قارون کو دُنیا و دولت ملی تو تکبر میں آگیا تو اس کے لئے بھی فرمایا لاتفرح (وہاں بھی فرح سے تکبر مُراد ہے) اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً ،، ہم نے انہیں عذاب کے لئے اچانک پکڑ لیا اس لئے کہ اچانک کا عذاب شدید ترین ہوتا ہے بلکہ زیادہ ہولناک۔ جیسا کہ اہلِ معانی نے فرمایا۔ (سوال) اُن کی راحت و فرحت اور نعمت سے مالا مال ہونے کے وقت اچانک کو فت کیوں ہوئی۔
جواب : تاکہ انہیں سلامتی و عافیت کے بعد زیادہ سخت حسرت ہو۔
فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ،، اب وہ نا اُمید ہو جائیں گے (حسرت کرنے والے) جتنے امیدوار تھے اتنا ہر بھلائی سے نا اُمید ہوتے۔ یہ اِذَا مفاجاتیہ ہے اور اِبلاس بمعنی نجات سے نا اُمیدی جبکہ ہلاکت سر پر آجائے اس سے اُن کی حسرت و حُزن کا اظہار ہے ۴۲ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ،، تو ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ یعنی اُن کے چھوٹے بڑے سب ختم کر دیئے گئے۔ گویا ان کا ایک بھی باقی نہ رہا۔ دابر اُس تابع کو کہتے ہیں جو شئی کے پیچھے بطور نیابت کے ہو۔ جیسے والد کا تابع ولد۔ اہلِ عرب کہتے ہیں : دبر فلان القوم یدبر دبُورا ،، یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی قوم کو بالکل تباہ و برباد کر دے۔
(ف) بغوی نے فرمایا کہ عذاب سے اُن کی وہ تباہی و بربادی مُراد ہے کہ ان کا ایک بھی باقی نہ رہا۔
سوال : عبارت کا تقاضا تھا کہ یہاں هُمْ (ضمیر) ہو۔ اَلْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا الخ اتنی طویل عبارت کا کیا فائدہ۔ (جواب) تاکہ حکم کی علت کا اظہار ہو کہ انہیں یہ سزا صرف اس لئے ملی کہ اُنہوں نے نعمتوں پر شکر کی بجائے ناشکری کی اور نعمتوں کی خوشی میں طاعات الٰہی بجالانے کے بجائے گناہ کئے۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ،، اور تمام تعریفیں تمام جہانوں کے لئے ہیں کہ اس نے کفار و مشرکین کو تباہ و برباد کیا۔
سوال : کفار کی تباہی و بربادی پر حمد و شکر کیسی۔
جواب : اس لئے کہ کفار اور گنہگاروں کی تباہی و بربادی سے اہل دنیا کو چھٹکارا نصیب ہوتا ہے کہ وہ اُن کی نحوستِ عقائد و اعمال سے پریشان ہوتے ہیں۔ اُن کے تباہی و برباد ہونے پر انہیں نجات ملتی ہے تو اُن کے لئے وہ ایک نعمت ہے اور ہر نعمت پر شکر واجب۔ بالخصوص وہ نعمت کہ جس سے دین کا جھنڈا بلند ہو اور اُس کی تمام رُسل کرام علیہم السلام نے تعریف کی۔

marfat.ocm
Marfat.com

مسائل :۔ آیت سے چند مسائل ثابت ہوئے (۱) ہر حال میں اللہ تعالےٰ کو مرجع و ماویٰ سمجھنا چاہیئے یہی وجہ ہے کہ سمجھدار صرف اللہ تعالیٰ سے ہر وقت رجوع کرتا ہے اس لئے کہ ماسویٰ اللہ یا اسباب ہیں یا آلات اور مؤثر حقیقی اللہ تعالےٰ ہے یہی وجہ ہے کہ مومن کی شان ہے کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے دروازے کا سائل اور اسی کی درگاہ کا گداگر بنا رہتا ہے۔ دکھ کی گھڑیوں میں بھی اور آرام و آسائش کے وقت بھی بخلاف کافر کے وہ اپنے آقا کو دکھ اور نزولِ شدت کے وقت پکارتا ہے۔ حالانکہ مقبول بارگاہِ حق وہ ہے جو اپنے اختیار سے ہی اپنے آقا کیطرف رجوع رکھے اور مطیع و فرمانبردار بھی وہی انسان ہے جو ہر حال میں اپنے آقا کے دروازے پر پڑا رہے۔
(۲) اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو تکالیف و مصائب سے راحت و فرحت اور مختلف نعمتوں سے نوازتا ہے کبھی اس کے برعکس کرتا ہے۔ جیسے شفیق باپ کبھی اپنی اولاد سے سختی کرتا ہے اور کبھی نرمی صرف اس ارادہ پر کہ اس کی اصلاح و تربیت ہو۔ اس لئے کہ ایسے طریق سے بندے کی بہتر تربیت اور اچھی اصلاح ہوتی ہے۔ اور اس میں اس کا دینی و دنیوی فائدہ بھی ہے۔ حضرت صائب نے فرمایا۔ ؎

نہاد سخت تو سوہان بخرد نخے کند　　وگرنہ پست و بلند زمان سوہانست

ترجمہ :۔ تیری سخت طبیعت کو سوہان درست نہیں کر سکتا یہی زمانے کا گرم و سرد تیرا سوہان ہے
(۳) جتنی مہلت دی جاتی ہے اسی قدر سزا سخت تر ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ)

حدیث شریف :۔ جب دیکھو کہ کسی بندے پر اس کے گناہوں کے باوجود نعمتوں کی فراوانی ہے جیسے وہ چاہتا ہے ویسے ہی ملتا ہے تو سمجھو کہ اسے مہلت دیجا رہی ہے۔ پھر اسے سخت سے سخت سزا ملے گی۔ یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ (الآیہ)

تفسیر صوفیانہ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ اَرْبَابِ ظاہر کو دکھ کے بعد قسم قسم کی نعمتوں سے ہم نوازتے ہیں۔ کہ ہر طرح کا مال عزت و شان مقبولیت اور صحت و عافیت وغیرہ وغیرہ انہیں عطا ہوا۔ اور ارباب باطن کو فتوحاتِ غیب اور آیات اور آراۃ آیات اور ظاہری کرامات اور رویت انوار و کشف اسرار قلوب کے بھید کا علم اور اوقات کی صفائی اور مشاہدۂ روحانیہ و دیگر عجائبات سے نوازتے ہیں جیسے بچوں کیطرح ان کی تربیت کیجاتی ہے (اس لئے کہ بہت سے متوسط طبقہ کے سالکین کو اثناء سلوک میں ایسے واردات ہوتے ہیں) جب مجاہدہ کثیرہ کے وقت ان کے نفس کو ملال پیش آتا ہے اور کثرت ریاضات سے انہیں مذکورہ بالا انعامات نصیب ہوتے ہیں۔ تو شیطان انہیں وسوسہ ڈالتا اور نفسِ امارہ بھی ترغیب دیتا ہے کہ تم طریقت کے بادشاہ بن گئے ہو۔ لہٰذا اب کسی شیخ طریقت کی صحبت کی ضرورت نہیں پھر وہ طلب راہِ حق میں اکیلے چل پڑتے ہیں جس سے انجام بکار رسوائی اور ذلت و خواری کے گھاٹ اترتے ہیں۔ اور شیطان انہیں اپنے قابو میں لے لیتا ہے اور انہیں خوارق عادات دکھا

marfat.ocm
Marfat.com

جب سمجھتے ہیں کہ یہ ان کی عبادت کی برکت سے ہے [1]

حکایت : ایک سالک راہ کسی جنگل میں جارہا تھا اسے پیاس لگی تو کنویں پر گیا تو پانی خود بخود کنوئیں کے منہ پر آگیا یہ کیفیت دیکھ کر اس نے بارگاہِ حق میں التجا کی کاش اس وقت مجھے کوئی بادیہ نشین تھپڑ مار کر پانی پلاتا تو بہتر تھا اس کرامت کے میرے لئے وہی بہتر ہوتا اس لئے کہ یہ کرامت میرے لئے باعثِ عجب ہے۔ اور اس کا تھپڑ کھانا میرے لئے موجب بہتری ہوتا۔

فائدہ :۔ حضرت الشیخ ابو عبداللہ قرشی قدس سرہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے لئے کرامت و خرق عادت کو اس طرح عیب نہیں سمجھتا جیسے عام آدمی گناہوں کے ظاہر ہونے کو عیب سمجھتا ہے تو سمجھو وہ حجاب میں ہے عجب مذموم بلکہ مہلک ہے۔

حدیث شریف : مہلکات تین ہیں (۱) بخل (۲) ہوائے نفس (۳) عجب ؎

(۱) مرد معجب زاہل دیں نہ بود ❊ ہیچ خود بین خدا بین نہ بود

(۲) بیخبر از جہان و مست یکیست ❊ خویشتن بین و بت پرست یکیست

ترجمہ (۱) عجب والا کبھی اہل دین نہیں ہوتا کوئی خود بین خدا بین نہیں ہوتا۔

(۲) وہ جہان سے بے خبر ہو کر صرف ایک کے خیال میں مست ہوتا ہے اور بت پرست یا گل ہے۔

علاج روحانی :۔ عجب کا علاج یہ ہے کہ اپنی ہر ترقی کو توفیق ایزدی سمجھے۔

(۴) ہر نعمت پر حمد و شکر لازمی ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ سب سے پہلے بہشت میں حمد کرنے والوں کو بلایا جائیگا۔ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ " اسی وجہ سے انہیں سلامتی نصیب ہوئی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یٰنُوْحُ اِهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا اس سے ثابت ہوا کہ حمد کرنے پر سلامتی نصیب ہوتی ہے۔

مسئلہ :۔ نعمت دینی ہو یا دنیاوی ہر نعمت پر صبر و شکر ضروری ہے۔

حکایت :۔ حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ رات کو میرے گھر کا سامان چھنا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا شکر الٰہی بجالا اس لئے کہ اگر تیرے دل پر شیطان ڈاکہ ڈال کر تیرے دل سے توحید کا سامان لوٹ کر لے جاتا تو پھر تو کیا کرتا۔

حکایت صاحبِ روح البیان : صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے خواب میں سوال ہوا کہ حمد کسے کہتے ہیں میں نے جواب

---

[1] تاویلات نجمیہ ۱۲۔

marfat.ocm
Marfat.com

دیا کہ اسباب کی تیاری کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کمال کا اظہار پھر سائل نے فرمایا (اور وہ سائل بھی بہت بڑے مشائخ اولیاء میں تھے) کہ اسباب کی تیاری کا کیا مطلب۔ میں نے عرض کی ہاتھ آسمان کی جانب اُٹھا کر ملکوت کی طرف متوجہ ہونا اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء بجالانا جیسے اس ذات کے لائق ہے۔ جب میں بیدار ہُوا تو مجھے حمد کی تفسیر میں شکر کے مراتب معلوم ہُوئے۔ کسی بزرگ نے فرمایا ؎

الشکر قید النعم، مستلزم دفع النقم وھو علی ثلاثۃ۔ قلب یدفا علم وفہم

ترجمہ : یعنی شکر نعمتوں کو قید کرتا ہے۔ تکالیف کو دفع کرتا ہے اور وہ تین طرح ہے۔ دِل اور ہاتھ اور منہ سے۔

تفسیر عالمانہ

۴۴ قُلْ اَرَءَيْتُمْ ،، اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مکہ سے فرمائیے کہ مجھے خبر دو اے مشرکو!

(سوال) تم نے رؤیت کا اخبار معنے کیوں کیا۔

(جواب) رؤیت بصری ہو یا علمی اخبار کا سبب بنتی ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے پہلے عرض کر دی ہے۔ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ ،، اللہ تعالیٰ اگر تمہارے کان کی شنوائی چھین لے۔ یعنی تمہیں بہرہ بنا دے۔ وَاَبْصَارَكُمْ ،، اور تمہاری آنکھوں کی بینائی مٹا دے یعنی تمہیں بالکل اندھا بنا دے۔ وَخَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ (اور تمہارے قلوب پر مہر لگا دے) یعنی تمہارے دلوں پر ایسا پردہ ڈال دے کہ جس سے تمہارے عقول زائل کر دے اور تم میں سے سمجھنے کا مادہ ہی ختم ہو جائے یعنی تم پاگل ہو جاؤ۔

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ،، کونسا معبود ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہو۔ مَنْ مبتدا اور اِلٰہ اس کی خبر ہے اور غیر اللہ اِلٰہ کی صفت ہے۔ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ،، چھینی ہُوئی چیزوں کو تمہارے ہاں لائے گا۔ یہ الٰہ کی دوسری صفت ہے۔ یہ جملہ رؤیت کے متعلق اور استخبار کا انحصار اسی پر ہے یعنی مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اعلیٰ اعضاء سلب کر لے پھر کون ہے اُس کے سوا جو تمہیں وہی اعضاء واپس دے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اُس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ ایسی قدرت والا ہی مستحق عبادت ہے اور عبادت کے رنگ میں تعظیم کے لائق بھی صرف وہی ہے (یہ مشرکین پر دوسری حجت ہے) اُنْظُرْ ،، اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے کیف نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ ہم آیات کو کس طرح پھیرتے ہیں۔ یعنی بار بار انہیں اپنے آیات دکھاتے ہیں اور اُن افہام و تفہیم کے لئے نت نئے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ کبھی انہیں عقلیات کے مناظر کے دکھاتے ہیں کبھی ان کو ترغیب و ترہیب کے رنگ میں سمجھاتے ہیں کبھی انہیں اُن کے متقدمین کے حالات سُنا کر متنبہ کرتے ہیں۔

فائدہ : حدادی نے فرمایا تصریف قرآنی اصطلاح میں اُن اسباب کو کہا جاتا ہے کہ جنہیں بُرتنے کا راز کے مطلب کو واضح کیا جائے کہ جس میں کسی قسم کا خفا باقی نہ رہے۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ،، پھر وہ اِن آیات سے اعراض کر کے ایمان قبول نہیں کرتے۔

marfat.ocm
Marfat.com

(ف) ثُمَّ، اُن کے صدق کے استبعاد کی وجہ سے ہے یعنی ان کا اعراض ہمارے آیات کو ایسے عجیب و غریب طریق سے بیان کرنے کے بعد ہے باوجودیکہ آیات کی تعریف اُن کے ایمان کا موجب تھی لیکن انہوں نے ان سے اعراض کیا۔ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ، فرمایئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین کو کہ مجھے خبر دو۔ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً ،، اگر تمہارے ہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا آئے (یعنی رات کو یا دن کو)

سوال : تم نے بَغْتَةً کو رات اور جَهْرَةً کو دن سے کیوں تعبیر کیا۔

جواب : اکثر ایسے ہوتا ہے کہ اچانک کا عذاب رات کو آتا ہے۔ کھلم کھلا دن کو۔ سُورہ اعراف میں مضمون کی تفسیر کی گئی ہے، چنانچہ فرمایا : اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ اور قرآن کا ایک مضمون دوسرے مضمون کی تفسیر کرتا ہے۔

هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ،، (نہیں ہلاک و برباد کیا جاتا مگر قوم ظالم کو) یہ استفہام بمعنی نفی کے ہے اور استبعاد کا متعلق محذوف ہے یعنی اَخْبِرُوْنِیْ ،، الخ یعنی اگر تمہارے ہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب پہلے لوگوں کی طرح رات یا دن کو آئے تو مجھے بتاؤ تمہارا حال کیسا ہوگا۔ اس کے بعد یُهْلَكُ الخ میں اُن کے حال کی تفصیل بتائی گئی ہے۔ یعنی مذکورہ بالا عذاب اگر آجائے تو وہ صرف تمہیں ہلاک و برباد کرے گا۔

فائدہ : اسم ضمیر کے بجائے اسم ظاہر یعنی اَلْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ کو لانے میں اشارہ ہے کہ اُن کے عذاب کا موجب اُن کا ظلم ہے اور ان کا ظلم یہی تھا کہ ایمان لانے کے بجائے کفر کرتے رہے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ،، یہ دونوں اَلْمُرْسَلِيْنَ کے حال مقدرہ ہیں۔ دراصل عبارت یوں تھی وَمَا نُرْسِلُهُمْ اِلَّا مُقَدِّرًا تَبْشِيْرَهُمُ الخ یعنی ہم نے رُسل کرام علیہم السلام کو صرف اُس لئے بھیجا ہے کہ وہ قوم کو خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں بھی اس میں ان کے تشریف لانے کو علت غائی بھی بتائی گئی ہے یعنی ہم نے انہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ صرف قوم کے سامنے آیات ظاہر کریں یا اُن کی غفلت دُور کریں، بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اپنی قوم کو طاعت پر خوشخبری سنائیں اور گناہوں پر عذاب کا ڈر سنائیں۔

(ف) التبشیر بمعنی خوش کن خبر سنانا اور الانذار بمعنی ضرر رساں خبر سنانا۔ فَمَنْ اٰمَنَ ،، پس جو ایمان لائے گا وَاَصْلَحَ اور نیک عمل کریگا۔ یا اہل صلاح میں سے ہو جائے گا۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ،، پس جس عذاب سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔ اس سے وہ بے خوف ہوں گے نہ انہیں دُنیا میں کوئی عذاب ہوگا اور نہ آخرت میں۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ،، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یعنی جس خوشخبری سے انہیں خوش کیا گیا ہے۔ دُنیا کی خوشخبری

marfat.ocm
Marfat.com

یا آخرت کی ۔ اس کے فوت ہونیکا انہیں کوئی غم لاحق نہ ہوگا "وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا" اور جنہوں نے ہمارے آیات کی تکذیب کی **ف**: آیات سے وہ بیانات مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے خوشخبری دے کر اور ڈرا کر قوم کو بتائے اور انہوں نے اپنی قوم کو احکامات پہنچائے۔ "یَمَسُّھُمُ الْعَذَابُ" انہیں عذاب پہنچے گا

سوال : مس (پہنچنا) کا اسناد عذاب کیطرف صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس کا اسناد ذی حیات شے کیطرف ہوتا ہے جو کسی فعل کو اپنے قصد و اختیار سے کرے اور عذاب میں حیات اور قصد و اختیار کہاں۔

جواب : اس میں استعارہ بالکنایہ ہے کہ عذاب کو پہلے ذی حیات تصور کیا گیا ہے پھر اس کے قصد و اختیار ثابت کر کے کفار کے لئے دکھ درد پہنچانے کا معنے کیا گیا ہے "بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ" بسبب ان کے دائمی فسق کے یعنی تصدیق و طاعت سے نکل جانے کی وجہ سے ہے۔

مسئلہ : آیات میں ترغیب و ترہیب ہے ان کلمات قدسیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اے آدم علیہ السلام میرے عذاب سے پلصرات سے گزر جانے تک خوف میں رہنا۔

فائدہ : مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اے پیارے خلیل ہر وقت مغموم کیوں رہتے ہو عرض کی یا اللہ تیری بے نیازی کا ڈر ہے کہ میرے باپ آدم علیہ السلام کو باوجودیکہ آپ سے قرب تھا۔ انہیں تو نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور روح ان کے اندر پھونکی اور ملائکہ سے ان کو سجدہ کرایا لیکن صرف ایک خطا (ظاہری) سے اپنے سے انہیں تو نے دور فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ محبوب کی چھوٹی سی غلطی بھی محبت پر سخت گراں ہوتی ہے۔

حکایت :۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ بصرہ میں گیا تو میرا حضرت سحنون مجنون رحمۃ اللہ علیہ سے گذر ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا حضرت کیا حال ہے انہوں نے فرمایا اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو صبح و شام سفر میں ہو اور اسکے ہاں زاد راہ بھی کچھ نہ ہو اور اسے حاکم عادل کے سامنے حاضر ہونا ہو اس کے بعد سخت روئے میں نے پوچھا حضرت آپ روئے کیوں ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا رونا دنیا پر حرص کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی مجھے موت سے ڈر ہے اور نہ ہی خطرہ ہے کہ مرنے کے بعد مٹی سے مٹی ہو جاؤں گا بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ زندگی ضائع گئی۔ اور نیک عمل نہ کر سکا۔ ؎

کارے کنیم ورنہ خجالت آورد ؛ روزیکہ زخت جاں بجہان دگر کشیم

ترجمہ:۔ کوئی کام کریں ورنہ شرمساری ہوگی کہ اس دن جبکہ ہم اس جہان سے دوسرے جہان کو کوچ کرینگے۔

سحنون مجنون نے فرمایا میں اپنی قلت زاد راہ کیوجہ سے روتا ہوں اس لئے کہ سفر پُر کٹھن اور طویل ہے اور راستہ میں طرح طرح کے خطرات ہیں۔ اسکے بعد نا معلوم میرا انجام کار بہشت ہے یا دوزخ میں نے اُن سے

marfat.ocm
Marfat.com

کلام سنا تو عرض کی کہ آپ کو تو لوگ مجنون کہتے ہیں۔ فرمایا مجھے جنون نہیں لیکن مجھے محبوب حقیقی نے ایسے بنا دیا ہے کہ اب دل اپنے قابو میں نہیں رہا۔ آنتیاں گل سڑ گئی ہیں اور گوشت اور خون خراب اور ہڈیاں چکنا چور ہو چکی ہیں۔

(۱) در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست درو ❊ شرطِ اول قدم آنست کہ مجنون باشی
(۲) کاروان رفت و تو در خواب و بیاباں در پیش ❊ کے روی رہ زکہ پرسی چہ کنی چوں باشی

ترجمہ : (۱) رہ لیلیٰ میں بہت بڑے خطرے ہیں، شرط اوّل یہ ہے کہ اس راہ میں مجنون ہو جا
(۲) قافلہ گیا اور تو نیند میں ہے اور آگے جنگل ہے اس پر تو کب چل سکتا ہے کس سے پوچھے گا۔ کیا کر سکے گا تیرا کیا حال ہوگا (جب تیرا ہمسفر نہ ہو)

سبق : انسان سے جب غلطی ہو جائے تو عقلمند وہ ہے جو توبہ و استغفار میں جلدی کرے تاکہ ملک قہار کے عذاب سے بچ سکے۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ الخ (جو ایمان لائے اور اصلاح کرے)

اعجوبہ : ملائکہ جب کسی بندے کا برائیوں کا اعمالنامہ آسمان پر لے کر جاتے ہیں تو جب لوحِ محفوظ پر دیکھتے ہیں تو اس کے لئے بجائے برائیوں کے نیکیاں لکھی ہوتی ہیں۔ وہ یہ کیفیت دیکھ کر بیہوش ہو کر گر جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا اللہ تو جانتا ہے کہ ہم نے اس کے برے عمل کی وجہ سے اس کی برائیاں لکھی ہیں، لیکن تو اس کی نیکیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک اے فرشتو تم تو سچ کہتے ہو لیکن میرے اس بندے نے برائیوں کے بعد ندامت ظاہر کی ہے اور توبہ و استغفار میں خوب رویا ہے مجھے اس کے حال پر رحم آگیا ہے۔ اس لئے میں نے اس کے گناہ بخش دیئے ہیں۔ یہ میرا کرم ہے اور میں اکرم الاکرمین ہوں۔

سبق : ایمان اور نیک عمل اور غلطیوں پر ندامت کا اظہار دنیا و آخرت میں نجات کا سبب ہے۔

مسئلہ : بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ اگرچہ ایمان اسلام ایک شئے ہیں، لیکن ان میں ایک باریک فرق بھی ہے وہ یہ کہ مجاز عرفی کے اعتبار سے جس میں تصدیق قلبی ہو وہ ایمان ہے (اس لئے کہ اس میں اصل معنے موجود ہے) اور جس میں تصدیق قلبی نہ ہو اور صرف زبان سے تصدیق کی جائے وہ اسلام ہے۔

قُلْ "فرما دیجئے اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے جو آپ سے کبھی نزول آیات کا سوال کرتے ہیں اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ[1] "میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے

---

[1] اس آیت سے مخالفین رسول خدا جیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کی تنقیص میں بڑا زور لگاتے ہیں۔ فقیر نے "احسن التحریر فی دورۃ التقریر" میں اس کے متعلق ایک جامع تقریر لکھائی تھی وہ تا حال غیر مطبوعہ ہے۔ اس کی طباعت

marfat.ocm
Marfat.com

ہیں یعنی میں اپنے لئے بالاستقلال اور دعویٰ کے طور نہیں کہتا کہ میرے ہاں اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں کہ ان میں جس طرح چاہوں تصرف کروں۔ جس کی وجہ سے تم مجھ سے کبھی تنزیل آیات کا مطالبہ کرتے ہو اور کبھی انزال عذاب کا کہتے ہو اور کبھی سوال کرتے ہو کہ پہاڑ کو سونا بنا دو۔ اس طرح کے اور وہ سوالات جو میرے شان کے لائق نہیں۔

(ف) خزائن خزینہ کی جمع ہے بمعنے مخزونہ حدادی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے بندوں کے خزانوں کی طرح نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے اس کے مقدورات ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی تکوین کے بغیر نہیں ملتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خزانہ کی جمع ہو اس مکان کو کہتے ہیں جہاں کوئی شئے پوشیدہ رکھی جائے اور اہل عرب کہتے ہیں خزن الشئی بمعنے احرازہ یعنی شئے کو سمیٹنا۔ اس حیثیت سے کہ وہ کسی کی دستبرد سے محفوظ ہو۔

سے پہلے اس کے چند جوابات یہاں لکھ دیتا ہوں تاکہ روح البیان کے مطالعہ کرنے والوں کو فائدہ اور فقیر کو اجر ثواب ملے"

تفسیر : کفار کا طریقہ تھا کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے سوال کیا کرتے تھے کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سی دولت لا کر عطا فرمائیے کہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں۔ ہمارے لئے پہاڑوں کو سونا کر دیجئے کبھی کہتے کہ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں سنائیے اور ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کیا کیا پیش آئے گا تاکہ ہم منافع حاصل کریں اور نقصانوں سے بچنے کے پہلے سے انتظام کر لیں کبھی کہتے ہمیں قیامت کا وقت بتائیے کب آئے گی کبھی کہتے کہ آپ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے بھی ہیں نکاح بھی کرتے ہیں۔ ان کی ان تمام باتوں کا اس آیت میں جواب دیا گیا کہ یہ کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے کیونکہ جو شخص کسی امر کا مدعی ہو اس سے وہی باتیں دریافت کی جا سکتی ہیں جو اس کے دعویٰ سے تعلق رکھتی ہوں غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور اس دعویٰ کے خلاف حجت بنانا انتہا درجہ کا جہل ہے اس لئے ارشاد ہوا کہ آپ فرما دیجئے کہ میرا دعویٰ یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور میں اس کی طرف التفات نہ کروں تو رسالت سے منکر ہو جاؤ نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں عذر کر سکو نہ میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ کھانا پینا نکاح کرنا قابل اعتراض ہو تو جن چیزوں کا دعویٰ ہی نہیں کیا ان کا سوال بے محل ہے اور اس کی اجابت مجھ پر لازم نہیں میرا دعویٰ نبوت و رسالت کا ہے اور جب اس پر زبردست دلیلیں اور قوی برہانیں قائم ہو چکیں تو غیر متعلق باتیں پیش کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے (خزائن العرفان)

مذکورہ بالا تقریر مندرج ذیل تفسیر معتبرہ اہلسنت کے اکابر علماء و مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے عین مطابق ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔ (۱) تفسیر مظہری ص ۲۳۸ ج ۳ : تحت آیت ھذا میں لکھا ہے کہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ای مقدوراتہ اور خزائن رزقہ ولا اعلم الغیب عطف علیٰ عندی خزائن اللہ ولا زائدۃ یعنی

marfat.ocm
Marfat.com

شانِ نزول : اہلِ مکہ حضور علیہ السلام سے کہا کرتے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں تو ہمارے لئے دُنیا کے منافع اور اُس کی خیرات میں وسعت فرمائیے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بتایا کہ آپ فرمائیں کہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں کہ میرے ہاتھ میں رزق کی کنجیاں ہیں کہ کسی کا رزق بڑھاؤں اور گھٹاؤں۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ[1] اس کا عطف عندی کے محل پر ہے اور لا زائدہ ہے جو نفی

---

[1] اقول لکم اعلم الغیب مالم یوح الیّ ولا اقول لکم انی ملک من الملائکۃ حتی ینافی دعوی الاکل والشرب والنکاح یعنی لا اقول لکم شیئا یجب انکارہ عقلا او یتدعی اقتراح الآیات ان الیّ فی تعلیم العلوم وتبلیغ الاحکام شیئا الا ما یوحی الیّ یعنی ادعی النبوۃ واتصدی بما یتصدی لہ الانبیاء ولا استحالۃ فیہ بل ھو جائز عقلا واقع تواتر بہ الاخبار عن الانبیاء الماضین فیہ ردّ علی استبعادھم دعواہ وجزمھم علی فساد مدعاہ وقال البغوی ھذہ الآیات نزلت حین اقترحوا الآیات یعنی قل لھم لا اقول لکم عندی خزائن اللہ حتی اجعل لکم الصفا ذھبا واُعطیکم ما تریدون ولا اعلم الغیب حتی اخبرکم بما معنی فیما سیکون من غیر وحی من اللہ ولا اقول لکم انی ملک حتی لا احتاج الی الاکل والشرب والنکاح ان اتبع الا ما یوحی الیّ۔

(۱۲) یہ عربی عبارت کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو ہم نے اُوپر لکھا ہے۔

---

(۳) تفسیر صاوی تحت آیۃ ھٰذا کے تحت لکھا ہے: ھٰذا امر مترتب علی قولہ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ کانہ قال لیس علی الرسول الا البشارۃ والنذارۃ ولیس من وظیفتہ اجابتھم عما سالوہ عنہ من الفعل ما طلبوہ منہ لانہ لیس عندہ خزائن اللہ الخ (قولہ خزائن اللہ) ای لا ادعی ان مقدرات اللہ من ارتاق وغیرھا مفوضۃ الیّ حتی اتطلبوا منی قلب الجبال ذھبًا وغیر ذالک (قولہ ولا اعلم الغیب) ای ما غاب عنی من افعال اللہ حتی تسألونی عن وقت الساعۃ او وقت نزول العذاب (قولہ ولا اقول لکم انی ملک) ای حتی تکلفونی لصفات الملائکۃ کالصعود للسماء وعدم المشی فی الاسواق وعدم الاکل والشرب وھذہ الآیۃ نزلت حین قالوا لہ، اِن کنت رسولا فاطلب منہ ان یوسع علینا ویغنی فقرنا فاخبران ذالک بید اللہ لا بیدہ بقولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ وقالوا لہ ایضًا اخبرنا بمصالحنا ومضارنا فی المستقبل حتی نھیا لذالک فتحصل المصالح وندفع المضار فقال لھم ولا اعلم الغیب فاخبرکم بما تریدون وقالوا لہ لھٰذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق فتزوج النساء فقال لھم ولا اقول لکم انی ملک "

تقریباً مذکورہ ترجمہ اس عبارت کا مفہوم بھی ادا کرتا ہے۔ اسی لئے مزید لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ ان عبارات و

marfat.ocm
Marfat.com

مذکور کی یاد دہانی کراتا ہے۔ یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے غیب جانتا ہوں کہ جس سے تم مجھ سے سوال کرتے ہو۔ مثلاً پوچھتے ہو کہ قیامت کب قائم ہوگی اور سوال کرتے ہو کہ عذاب کس وقت نازل ہوگا۔ وغیرہ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اور میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں فرشتہ ہوں تاکہ تم مجھے اِن امور کے اظہار کی تکلیف دیتے ہو (جو خرقاً لعادۃ) ظاہر ہوتے ہیں اور وہ انسانی حیثیت سے ممکن نہیں۔ مثلاً آسمان پر چڑھ جانے کے متعلق کہتے ہو یا اگر میں تمہارے سوالات پورے نہ کروں تو کہو کہ میں جس مقصد کو لے کر آیا ہوں۔ اس پر پورا نہ اُتر سکا۔ چنانچہ اُن کے اقوال دوسرے مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ[1] ،، خلاصہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے کفار سے فرمایا کہ میں ان تینوں امور کا مدعی نہیں۔ تاکہ مجھ

مندرجہ ذیل تفاسیر کے حوالہ جات کا خلاصہ فقیر اویسی غفرلہ کی تحقیق کے باب میں آجائیگا اور وہ تحقیق اپنی اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔ (تفسیر نیشاپوری میں ہے) (دیگر تفاسیر کے حوالہ جات)

(۳) (قل لا اقول لکم) لم یقل لیس عندی خزائن اللہ لیعلم ان خزائن اللہ وھی العلم بحقائق الاشیاء وماھیاتھا عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قولہ ارنا الاشیاء کما ھی ولکنہ یکلم الناس علی عقولھم (ولا اعلم الغیب) ای لا اقول لکم ھذا مع انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم علمت ما کان وما یکون او مختصرا

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں (مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں بیان فرماتے ہیں) اور وہ خزانے کیا ہیں؟ تمام اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا علم ،، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ملنے کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا ،، اور میں غیب نہیں جانتا ،، یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے؛ ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں کہ مجھے ما کان وما یکون کا علم ملا۔ یعنی جو کچھ گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔

(۴) اسی تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ یحتمل ان یکون ولا اعلم عطفاً علی ان لا اقول لکم ای قل لا اعلم الغیب فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ ،، یعنی اس آیت میں احتمال ہے کہ لا اعلم کا عطف لا اقول پر ہو اب معنی یہ ہوا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے کہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں اس میں دلیل ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

(۵) اسی تفسیر نیشاپوری میں ہے اَیْ لَا اَدَّعِی الْقُدْرَۃَ عَلٰی کُلِّ الْمَقْدُوْرَاتِ وَالْعِلْمَ بِکُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ

---

[1] اس رسول کو کیا ہے کہ طعام کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے

marfat.com
Marfat.com

ان کا مطالبہ کرو یا اُن کے آثار و احکام کے سوالات کرو اور جب میں انہیں نہ پورا کروں تو تم اسے دلیل کے طور پیش کر کے میری دعوت کا انکار کر دو یا کہو کہ ان امور پر عدم قدرت سے میری رسالت و نبوت بھی غلط ہے حالانکہ ان امور کی رسالت و نبوت کے دعوے سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ سے پیغام پہنچانے یا اس سے پیام کے حصول اور پھر اس کے مطابق عمل پیرا ہونے کا نام ہے؛ چنانچہ فرمایا: اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ "میں نہیں اتباع کرتا مگر اُس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اس میں میرا ذاتی طور کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔ نہ میں وحی کی استعانت کر کے اپنی طرف سے کسی قسم کا دخل دے سکتا ہوں اور نہ ہی اور کوئی سلسلہ اس میں جاری ہو سکتا ہے۔ (قاعدہ) وحی تین طرح ہوتی ہے (۱) فرشتہ کی زبان سے حکم ربانی پہنچے۔

یعنی میں تمام مقدورات پر رکھتے اور تمام معلومات کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ ای لا ادعی کونی موصوفا بعلم اللہ والمجموع ھذین الکلامین حصل انہ لا ادعی الالوھیۃ یعنی میں اللہ کے علم سے موصوف کا ہونے کا مدعی نہیں ہوا اور ان دونوں باتوں کے مجموعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا ہونے کا دعویٰ نہیں فرماتے۔

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ مَا لَمْ یُوْحَ اِلَیَّ اَوْ لَمْ یَنْتَصِبْ عَلَیْہِ دَلِیْلٌ میں غیب نہیں جانتا جب تک اس کی مجھ پر وحی نہ کی جاوے یا کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔ یا اس سے مراد کل علم کی نفی ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ قَوْلُہٗ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ یَدُلُّ عَلٰی اِعْتِرَافِہٖ بِاَنَّہٗ غَیْرُ عَالِمٍ بِکُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ "یہ فرمان کہ میں غیب نہیں جانتا حضور علیہ السلام کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سارے معلومات نہیں جانتے۔ یا یہ کلام بطور تواضع و انکسار فرمایا گیا۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ وَاِنَّمَا نَفٰی عَنْ نَفْسِہِ الشَّرِیْفَۃِ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءَ تَوَاضُعًا لِلّٰہِ تَعَالٰی وَاعْتِرَافًا بِالْعُبُوْدِیَّۃِ فَلَسْتُ اَقُوْلُ شَیْئًا مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَدَّعِیْہِ حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی۔ رب کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے یعنی میں اس میں سے کچھ نہیں کہتا اور کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے وَتَوَاضُعًا حِیْنَ اَقَامَ نَفْسَہٗ مَقَامَ الْاِنْسَانِیَّۃِ بَعْدَ اَنْ کَانَ اَشْرَفَ خَلْقِ اللّٰہِ مِنَ الْعَرْشِ اِلَی الثَّرٰی وَاَطْھَرَ مِنَ الْکَرُوْبِیِّیْنَ وَالرُّوْحَانِیِّیْنَ خُضُوْعًا لِلْجَبَرُوْتِیَّۃِ وَخُشُوْعًا لِلْمَلَکُوْتِیَّۃِ "حضور علیہ السلام نے انکسار فرمایا کہ اپنی ذات کو انسانیت کی جگہ میں رکھا ورنہ آپ از عرش تا فرش ساری مخلوق میں اشرف ہیں اور ملائکہ اور روحانیین سے زیادہ ستھرے ہیں۔ حق تعالیٰ کی شان جباری کے سامنے عاجزی کے طور پر اس کی سطوت کے سامنے پستی کے اظہار کے طریق پر فرمایا یعنی دعوائے علم غیب کی نفی ہے کہ میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔

marfat.ocm
Marfat.com

قرآن پاک کے آیات اسی قبیل سے ہیں۔

(۲) فرشتہ صرف اشارہ کنایہ سے کچھ کہے یعنی زبان سے کچھ نہ کہے اسی طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اِنَّ رُوحَ القُدس نَفَثَ فِیْ رَوعِی اِنَّ نفسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَستَکْمِلَ رِزقَھَا۔" رُوح القدس نے میرے دِل پر القاء کیا ہے کہ کوئی نفس نہیں مرتا یہاں تک کہ وہ اپنا رزق مکمل کرلے۔

(۳) براہِ راست نبی علیہ السّلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اپنے نُور سے اپنے نبی علیہ السلام کو کوئی بات ظاہر فرمائے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰاکَ "تاکہ تم فیصلہ کرو اس اشارہ پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے۔

مدارک میں ہے کہ محل الغَیْبُ النَّصْبُ عطفًا عَلٰی مَحَلِّ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ لِاَنَّہٗ مِنْ جُمْلَۃِ الْمَقُوْلِ کَاَنَّہٗ قَالَ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ ھٰذَا الْقَوْلَ وَلَا ھٰذَا الْقَوْلَ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ کا اعراب زبر ہے عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ کے محل پر عطف کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی کہی ہوئی بات میں سے ہے گویا آپ نے یوں فرمایا کہ میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں اور نہ یہ،،

رُوح البیان میں تحت آیۃ ہذا میں ہے ہم عربی عبارت کے بجائے اردو ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں: "نہ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ،، میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں یعنی میں اپنے لئے بالاستقلال اور دعویٰ کے طور نہیں کہتا کہ میرے ہاں اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں کہ ان میں جس طرح چاہوں تصرف کروں جس کی وجہ سے تم مجھ سے بھی تنزیل آیات کا مقابلہ کرتے ہو اور کبھی انزال عذاب کا کہتے ہو اور کبھی سوال کرتے ہو کہ پہاڑ کو سونا بنا دو اس طرح کے اور وہ سوالات جو میرے شان کے لائق نہیں (شانِ نزول) اہل مکہ حضور علیہ السلام سے کہا کرتے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں تو ہمارے لئے دُنیا کے منافع اور اس کی خیرات میں وسعت فرمائیے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ انہیں کا جواب بتایا آپ فرمائیں کہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں کہ میرے ہاتھ میں رزق کی کنجیاں ہیں کہ کسی کا رزق بڑھاؤں اور گھٹاؤں وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ اس کا عطف عِنْدِیْ کے محل پر ہے اور لا زائدہ ہے جو نفی مذکور کی یاددہانی کرتا ہے۔ یعنی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے غیب جانتا ہوں کہ جیسے تم مجھ سے سوال کرتے ہو مثلاً پوچھتے ہو کہ قیامت کب ہوگی اور سوال کرتے ہو کہ عذاب کس وقت نازل ہوگا وغیرہ۔ وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ،، میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں فرشتہ ہوں تاکہ مجھے ان امور کے اظہار کی تکلیف دیتے ہو جو خرقًا لِعَادَۃٍ)

ہم نے آیات و احادیث کے بعد اسلاف صالحین کے اقوال لکھ دیئے تاکہ مخالفین اپنی غلط توجیہ سے عوام کو دھوکہ نہ دیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ : اشعریہ اور اکثر متکلمین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے منکر ہیں۔ جیسا کہ آیت مذکورہ کے آخری جملہ سے واضح ہوتا ہے؛ لیکن حق یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد ثابت ہے اور آپ کے اجتہاد کو بھی وحی کا مرتبہ حاصل ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ وحی از اوّل تا آخر وحی ہے اور اجتہاد ابتداء میں تو اجتہاد اور اُس کا مآل وحی ہوگا اور اُسے وہی مرتبہ حاصل ہے کہ گویا وہ ابتداءً ہی وحی ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ،، فرمائیے محبوب (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کیا نابینا اور بینا

تطبیق : ہماری پیش کردہ روایات سے ثابت ہُوا کہ ہمارا موقف حق ہے کہ ہم نے مخالفین کی پیش کردہ آیت کو حق مان کر اس کا اصلی منشا ثابت کر دیا اور مخالفین کا صرف یکطرفہ پروگرام ہے جو سراسر غلط اور باطل ہے خلاصہ یہ کہ آیت مذکورہ مکیہ ہے اور اس وقت بالمقابل کفار و مشرکین تھے انہیں اسی طرح جواب دینا موزوں تھا اور مدینہ طیبہ میں ماننے والوں کی کثرت تھی اور مقابلہ میں یہود تھے اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و مناقب معلوم تھے اسی لئے مدینہ طیبہ تشریف لاکر علوم غیبیہ و اختیار و تصرفات کا اظہار فرمایا

تقریر ۶ : مخالفین کی عادت ہے کہ ہمیشہ اپنے مطلب براری کے لئے پوری آیۃ نہیں پڑھتے اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ اگر وہ پوری آیۃ پڑھیں گے تو پردہ کھل جائے گا ورنہ مخالفین کا جواب اسی آیۃ کے آخر میں ہے وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے سے علم غیب و اختیار کی نفی کی تاکہ کفار مکہ کو معلوم ہو کہ علم غیب و اختیار اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے پھر آخر میں اپنے لئے بعطائے الٰہی انہی امور کا اثبات فرمایا کما قال ،، ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ ،، یعنی اے کافرو! میں نے تمہارے سامنے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نبی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا وہ جو کچھ کہتا ہے وحی ربانی سے کہتا ہے میں نے جو

(بقیہ حاشیہ) تمہارے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس میں میری صداقت اور سچائی کی دلیل وحی ربانی ہے اور وحی ربانی سے مجھے علم غیب بھی حاصل ہے اور اختیار بھی لیکن چونکہ تم ان باتوں کے حامل نہیں جو لوگ ان کے اہل ہیں ان کے سامنے ظاہر کروں گا۔

تقریر ۷ : سابقہ امم میں اللہ تعالیٰ نے دستور رکھا کہ کفار جس طرح کا مطالبہ کرتے اللہ تعالیٰ انہیں پورا فرماتا پھر بھی اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا۔

انہیں یہاں بھی اس قانون کا اعلان فرمایا کما قَالَ وَقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون ،، یعنی کافروں نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوتا۔ اگر ان کے مطالبہ پر ہماری طرف سے فرشتہ نازل بھی ہو جائے اور پھر بھی وہ

marfat.ocm
Marfat.com

یعنی گمراہ اور ہدایت یافتہ برابر ہوسکتے ہیں ۔

ربط : جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کریمہ کو وحی کی اتباع سے موصوف فرمایا تو اس سے لازماً ثابت ہُوا کہ آپ اپنے کو ہدایت یافتہ اور اپنے معاند کو گمراہ اور اس کے دعویٰ کو گمراہی سے تعبیر فرمائیں ۔ اس لئے ہر وہ عمل جو وحی کے بغیر ہو وہ نابینا کے مشابہ ہے اور وہ عمل جو بمقتضائے وحی ہو وہ بینا کے عمل کی طرح ہے ۔

۵۰ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ،، کیا تفکر نہیں کرتے ۔ یعنی وہ کلام حق کو سُن کر پھر تفکر کیوں نہیں کرتے تاکہ اُس کی اتباع کرکے ہدائت پاجائیں اور وحی کے مقتضا پر چلنے والے ہوجائیں ۔

(ف) توبیخ کا دارومدار دو امروں کے نہ ہونے پر ہے (۱) کلام حق کا نہ سُننا (۲) اُس میں تفکر نہ کرنا ۔

ایمان نہ لائے تو ان کا کام تمام ہوجائے گا اور انہیں مہلت بھی نہیں ملے گی ۔

فائدہ غور کیجئے کہ آیۃ قل اقول لکم الخ میں کفار کا مطالبہ پُورا کرتے تو یقیناً ایمان نہ لاتے جیسا کہ ان کی عادت تھی تو لازماً وہ عذاب میں مبتلا ہوتے جیسا کہ اُوپر کے قاعدہ وضابطہ سے معلوم ہُوا اور ان کا عذاب میں مبتلا ہونا قیامت تک غیر ممکن تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ السلام سے وعدہ فرما چکا کہ ما کان اللہ لیعذبہم وأنت فیہم ،، بفرض محال اگر ان پر عذاب نازل ہوتا تو خلاف وعدۂ الٰہی لازم آتا اور وہ محال ہے ۔ کما قال : ان اللہ لا یخلف المیعاد ،، اور فرمایا ان اللہ لا یخلف وعدہ ،، وغیرہ وغیرہ ہماری اس تقریر سے ثابت ہُوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ قل لا اقول لکم الخ میں علم غیب واختیار کے اظہار نہ کرنا ضروری اور لازمی تھا ورنہ اللہ تعالیٰ پر خلاف وعدہ کا الزام آتا اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کے لئے مبعوث ہُوئے نہ کہ اس کی توہین وتنقیص کیلئے

(مزید تفصیل وتفسیر احسن التحریر میں ملاحظہ ہو)

marfat.ocm
Marfat.com

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا
اور اس قرآن سے انہیں ڈراؤ جنہیں خوف ہو کہ اپنے رب کی طرف یوں اٹھائے جائیں کہ اللہ کے سوا نہ انکا کوئی حمایتی ہو اور نہ سفارشی
شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ
اس امید پر کہ وہ پرہیزگار ہو جائیں اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ
چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر
مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
انہیں تم دور کرو تو تم کام انصاف سے بعید ہے اور یوں ہی ہم نے ان میں ایک کو دوسرے کے لیے
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾
فتنہ بنایا کہ مالدار کافر محتاج مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے
وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ
والوں کو اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم
الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ
پر رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں جو کوئی نادانی سے کچھ برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بے شک اللہ بخشنے
فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع ۶
والا مہربان ہے اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لیے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے

تفسیر عالمانہ

۴۹ وَاَنْذِرْ بِهِ اور اس عذاب سے خوف دلائیے جو وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ،، انہیں جو خوف رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں اُٹھائے جائیں گے۔ یعنی ایسے مقام پہ انہیں اُٹھا کر جمع کیا جائے گا کہ وہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکے گا نہ نقصان۔

(ف) بعض کے نزدیک يَخَافُوْنَ بمعنی يَعْلَمُوْنَ ہے اس لئے کہ اُن کا خوف بوجہ علم کے تھا۔ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ ،، اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا قریبی تعلق دار نہیں ہوگا جو قیامت میں انہیں فائدہ پہنچا سکے۔ وَّلَا شَفِيْعٌ ،، اور نہ ہی کوئی سفارشی جو اُن کی سفارش کرے اور یہ بھی جملہ نافیہ ہے اور يُحْشَرُوْن کی ضمیر سے محلاً حال نہیں۔ اس لئے کہ ڈرائے ہوئے لوگوں کا یہی حال ہوگا نہ کہ اُٹھائے ہوؤں کا۔ اور مِنْ دُوْنِهٖ لیس کی ضمیر سے حال ہے اور اَلَّذِيْن سے مومن عاصی مراد ہیں (کذا فی اکثر التفاسیر)

marfat.ocm
Marfat.com

رَدِ نجدیہ وہابیہ : یہاں پر شفاعت کی نفی غیر اللہ یعنی اصنام باطلہ سے ہے۔ اہلسنت وجماعت کا مذہب یہی ہے کہ تمام انبیاء عظام و اولیاء کرام علی نبینا وعلیہم السلام مجرموں کی شفاعت کریں گے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اذن وعطا سے اس معنی پر حقیقی قبضہ وقدرت اللہ تعالیٰ کو ہے اس معنی پر شفاعت اللہ تعالیٰ کی ہے اور مجازاً اللہ والوں کے لئے۔ یہی نفی بحیثیت حقیقت کے ہے نہ بوجہ مجاز کے۔

فائدہ : مولانا ابوالسعود (مفسر) رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الذین سے کافروں کا وہ گروہ مراد ہے جو حشر ونشر کے قائل ہیں، بلکہ بعض اصل حشر ونشر کے عقیدے میں پختہ کار ہیں جیسے یہود و نصاریٰ اور بعض وہ مشرکین جو بعثت ونشر کے قائل ہو کر اس گمان میں ہیں کہ وہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں اس لئے وہ ہماری سفارش کریں گے یا اس غلط خیالی میں مبتلا تھے کہ اُن کے بُت اُن کی سفارش کریں گے۔ اُن کے ساتھ وہ دُوسرے بعثت ونشر کے مُنکر ہو کر خوفزدہ ہو جاتے کہ ممکن ہے کہ بعثت ونشر کا بالکل انکار تھا یا اس کا انہیں اقرار تو تھا لیکن وہ اپنے آباء یعنی انبیاء علیہم السلام اور اپنے معبودانِ باطل کی شفاعت کے قائل تھے۔ ان سب کو انذار کا حکم ہے۔ خلاصہ یہ کہ آیت سے واضح ہو گیا کہ قیامت میں اُن کا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ ہی اُن کا ایسا سفارشی کہ جس کی سفارش اُن کے حق میں قبول ہو۔ **لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ** ،، یہ وانذر کی علت ہے یعنی انہیں ڈرائیے تاکہ جن بُرے عقائد پر زندگی بسر کر رہے ہیں اُن سے باز آجائیں اور اللہ تعالیٰ کا دل میں خوف پیدا کر کے اس کی اطاعت کریں۔ یا اس سے مُراد یہ ہے کہ انہیں ڈرائیں تاکہ وہ کفر و معاصی سے بچیں۔

تفسیر صُوفیانہ : آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ کفار سے اُن کے عقول وفہوم کے مطابق کلام کریں اسی لئے فرمایا **قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ** ،، اے کافرو اگرچہ میرے ہاں اللہ تعالیٰ کے بے شمار خزانے ہیں لیکن میں تمہیں نہیں کہتا۔ اور خزائن اللہ سے حقائق الاشیاء کا علم اور اُن کی ماہیات مُراد ہیں اور حضور علیہ السلام کو یہ خزائن حاصل تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ** اور اس عموم میں حضور علیہ السلام کو خصوصیت حاصل تھی اور محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا **اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِیَ** ،، ضرور مستجاب ہُوئی، چنانچہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا **اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ** اور غور سے دیکھا جائے تو آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قُلْ کا حکم فرمایا ہے کہ **قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ**۔ وہ بھی اس لئے کہ وہ اُس کے اہل نہیں تھے چنانچہ حضرت شیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر نے فرمایا **وَلَا تُبْذِلُ الْاَسْرَارَ** انہیں حقائق الاشیاء کے اسرار سے مطلع نہ فرمائیے اس لئے کہ یہ اشیاء قلب وروح کی غذا ہیں جیسے گندم جسم کی۔ **فِی الْاَرْضِ عُمْيَانٌ** ،، اندھوں کی زمین میں بیج مت ڈالئے۔ اس لئے کہ وہ نہ حق کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی جملہ اشیاء میں حق کا مشاہدہ کرتے

marfat.ocm
Marfat.com

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

دریغست با سفلہ گفت از علوم ٭ کہ ضائع شود تخم در شورہ بوم

ترجمہ : کمینے کو علم پڑھانا افسوس کا سبب ہے کہ شور زمین میں بیج ضائع ہو جاتا ہے۔

رد وہابیہ دیوبندیہ

: وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ (اور میں ذاتی طور غیب نہیں جانتا) ورنہ دلائل سے ثابت ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام حالات کی خبریں دیتے اور اللہ تعالیٰ کے عطائی علم سے آئندہ کے واقعات سناتے اور خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شبِ معراج ایک قطرہ میرے حلق میں اُتارا گیا جس سے میں نے مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کے علوم کو جان لیا۔ اس بنا پر جو لوگ (مثلاً وہابی، دیوبندی، مودودی، نیچری وغیرہ) کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہیں جانتے وہ سراسر غلط کہتے ہیں۔ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ ،، اور میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ اگرچہ ملائکہ کے مقام سے بھی میرا مقام بلند ہے، چنانچہ میں نے کہا اے جبریل کچھ آگے چلئے تو اُس نے جواب دیا۔ اگر میں تھوڑا سا اُوپر پرواز کروں تو راکھ ہو جاؤں۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

(۱) شبے برنشست از فلک برگذشت ٭ بتمکیں و جاہ از ملک درگزشت

(۲) چناں گرم در تیہ قربت براند ٭ کہ در سدرہ جبریل ازو باز ماند

ترجمہ : (۱) ایک رات میں بُراق پر بیٹھ کر آسمانوں سے گزر گئے مرتبہ و مقام میں فرشتوں سے بلند ہوئے۔

(۲) قربت کے جنگل میں ایسے قریب ہوئے کہ جبریل علیہ السلام بھی سدرہ پر رہ گئے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ط میں اپنے اُن مقامات و احوال (جو مجھے اللہ تعالیٰ سے نصیب ہوئے ہیں کہ جہاں نہ ملائکہ مقربین کو گنجائش ہے اور نہ ہی نبی مرسل کو) سے نہیں خبر دیتا مگر اتنا قدر کہ جتنا مجھے حکم ہوا کہ میں تمہیں اپنے حالات و مقامات سے خبر دوں اور ان مقامات و احوال کی تمہیں کیسے خبر دوں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ حالانکہ میں اُن مقامات و حالات کا مشاہدہ فرماتا ہوں۔ اس معنے پر نابینا اور بینا کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا وَاَنْذِرْ بِہٖ اور ان حقائق و معانی سے انہیں خبر دیجئے جو خوف رکھتے ہیں یعنی اُنہیں اُمید ہے کہ وہ جذبات عنایت سے اپنے ربِ کریم کی طرف جمع کئے جائیں اور وہ انہیں وہ مقامات اور احوال تحقق ہو جائیں لَیْسَ لَھُمْ ،، اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے میں اُن کے لئے کوئی نہیں۔ مِنْ دُوْنِہٖ وَلِیٌّ ،، اس کے سوا کوئی ولی وَلَا شَفِیْعٌ اور نہ ہی کوئی شفیع اس لئے کہ وہ تو صرف جذبات عنایت حق سے نصیب ہوتا ہے۔ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ،، تاکہ طلب وصول میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ماسوی اللہ سے بچ جائیں۔

؎ یہ عربی عبارت خط کشیدہ فصوص الحکم شریف کی ہے

؎ اضافہ اویسی غفرلہ

marfat.ocm
Marfat.com

حکایت : حضرت سری سقطی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن گورستان میں حضرت بہلول رحمہ اللہ تعالیٰ کو بیٹھے دیکھ کر عرض کیا کہ یہاں آپ کا کیا کام۔ فرمایا میں یہاں ان لوگوں کے ہاں قیام پذیر ہوں جو مجھے ایذاء نہیں دیتے۔ اگر چلا جاؤں تو غیب نہیں کرتے۔ میں نے کہا آپ بھوکے ہوں گے انھوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ؎

تجوع فان الجوع من عمل التقی ❊ وان طویل الجوع یومًا سیشبع

ترجمہ : بھوکا رہئے اس لئے کہ بھوکا رہنا تقویٰ ہے اور طویل بھوک سے ایک دن پیٹ بھر کر کھانا ملے گا۔

مثال عجیب : بزرگوں نے لکھا کہ نیک لوگوں کی زیب و زینت کی بہ نسبت غیروں کی مثال یوں ہے کہ ایک لشکر کو بادشاہ فرمائے کہ تم میرے ہاں حاضر ہونے کے لئے زیب و زینت کر لو۔ کل تمہیں میری ملاقات ہوگی جو تم میں زیادہ سنگار کر کے آئے گا وہی میرے نزدیک بلند قدر سمجھا جائیگا پھر خفیہ طور اپنے مخصوص لشکر کے ہاں زیب و زینت کے ایسے آزمائشی سامان بھیجے جو دوسروں کو کہیں سے حاصل نہ ہوں تو جب یہ تمام حاضر ہوں گے تو ترقی انہیں نصیب ہوگی جنہیں بادشاہ نے خصوصیت سے سامان آرائش عطا فرمایا ہوگا۔ بعینہٖ یہی حال اُن حضرات اولیاء کرام کا ہے جو اعمال صالحہ اور احوال زکیہ (پاکیزہ) سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ انہیں عوام سے صفائی اور ستھرائی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اور جو کچھ حاصل ہے وہ قیامت میں ظاہر ہوگا جبکہ ہر ایک پریشانی کے عالم میں حیران و سرگردان ہوگا۔ اس لئے کہ وہ مخصوص اور برگزیدہ بندے ہیں اور ہم گندے بندے۔

تفسیر عالمانہ ﴿۵۲﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (اور ان لوگوں کو نہ ہٹائیے جو صبح و شام اللہ کو پکارتے ہیں) **شانِ نزول** مروی ہے کہ قریش مکہ کے لیڈروں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ اپنی مجلس شریف سے فقراء (صہیب و عمار و خباب و بلال و سلمان وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو ہٹا دیں اس لئے کہ معمولی لوگوں کے ساتھ ہمارا بیٹھنا نامناسب ہے۔ علاوہ ازیں اُن کے کپڑوں سے بدبو آتی ہے (اس لئے کہ انھوں نے اُونی کپڑے پہنے ہوئے تھے) جبتک یہ لوگ آپکے ہاں ہیں ہم نہ آپ کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں اور نہ باتیں کر سکتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اہلِ ایمان کو لمحہ بھر کے لئے بھی اپنی مجلس سے دُور نہیں کر سکتا۔ انھوں نے کہا کم از کم اتنی مہربانی تو فرمائیں کہ جب ہم آپ کے ہاں حاضری دیں تو ان کو اُٹھا دیں تاکہ اہلِ عرب کو ہماری شان و شوکت معلوم ہو۔ عرب کے مختلف مقامات سے آپ کے ہاں بڑے بڑے وفود حاضری دیتے ہیں۔ ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھا دیکھیں۔ پھر جب ہم اُٹھ جائیں تو آپ انہیں بے شک اپنے ساتھ بٹھالیں۔ حضور علیہ السلام اُن کی یہ شرط قبول کرنے کو تھے۔ اس ارادہ پر کہ شاید یہ بدبخت ایمان لائیں! لیکن اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ ہُوا فوراً یہی آیت نازل فرما کر حکم دیا کہ آپ ان لوگوں کو اپنے سے نہ ہٹائیں جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں۔ (**مسئلہ**) اس سے ثابت ہُوا کہ اسلام میں غنی کو فقیر پر اور اُونچے گھرانے والوں کو غریبوں پر کوئی

marfat.ocm
Marfat.com

فضیلت نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی احوال کے لئے نہیں بھیجا اور طرد (بمعنی ابعاد و دُور کرنا) اور صبح و شام کے ذکر سے دائمی ذکر مُراد ہے اور یہ قاعدہ ہے جو ذکر میں ہر وقت مصروف رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمنشیں ہوتا ہے؛ چنانچہ قدسی حدیث میں ہے اَنَا جلیس من ذکرنی "میں اُس کا ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ "اپنی عبادت و ذکر سے ارادہ کرتے ہیں۔ وَجْهَهٗ (اُس کی ذات کا) یعنی صرف اسی کی رضا چاہتے ہیں ذکر و عبادت سے انہیں کوئی دُنیوی غرض نہیں ہوتی۔ یُرِیْدُوْن وجهه، یہ سالم جملہ یَدْعُون کی ضمیر سے حال ہے یعنی یدعونہ تعالیٰ مُخْلِصِین لہ، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو مخلص ہو کر پکارتے ہیں اور دُعاء کو خلوص کی قید سے اس لئے مقید کیا گیا ہے کہ اخلاص پر تمام اعمال کا انحصار ہے ؎

عبادت با اخلاص نیت نکوست ٭ وگرنہ چہ آید ز بے مغز و پوست

ترجمہ : عبادت خلوص نیت سے بہتر ہے ورنہ بے مغز پوست سے کیا حاصل ہوگا۔

اور دُوسری وجہ یہ بھی کہ ابعاد کے مقابلہ میں انہیں مکرم تر صرف خلوص پر بنایا گیا ہے۔

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (نہ آپ کا اُن پر کوئی حساب ہے نہ اُن کے حساب میں کوئی شئے آپ پر ہے)

شانِ نزول : مشرکین مکہ نے نہ صرف اہلِ اسلام فقراء و مساکین سے اظہارِ نفرت کیا بلکہ اُنھوں نے اُن کے ایمان پر طعن و تشنیع کی کہ وہ فقراء و مساکین دینِ اسلام کو صرف اس لئے قبول کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانا پینا اور لباس وغیرہ مُفت مل جاتا ہے۔ انہیں دینِ اسلام اور ایمان سے دُور کا واسطہ بھی نہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کو وضع فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے تو اُن کے ظاہری حال پر اعتبار ضروری ہے کہ وہ متقین کا طریقہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ بقول مشرکین ان کا باطنی حال خراب ہو اس لئے کہ اُن کے ایمان کا حساب اور اُس کا ضرر اُنہیں پہنچے گا۔ آپ کو اس سے کسی قسم کا حساب نہ ہوگا اس لئے کہ ہر ایک کا حساب اسی کی طرف لوٹتا ہے کسی دُوسرے کو اُس سے کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا۔

فائدہ : آیت میں کفار کے طعن و تشنیع کا ردّ اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے طریقۂ کار پر ثابت قدمی کی تلقین ہے کہ آپ فقراء و مساکین کی جس طرح تربیت فرما رہے ہیں فرماتے جائیے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اپنے قریب لائیے۔

ترکیب : حسابہم و علیہم کی ضمیریں۔ الذین یدعون ربّہم الخ کی طرف عائد ہیں اور من شئ کا مِنْ زائدہ ہے اور مِنْ شئ علیک و علیہم کا فاعل ہے۔ اس لئے کہ اسے نفی پر اعتماد ہے اور من حسابہم و من حسابک من شئ کی صفت ہیں۔ پھر مقدم ہو کر حال بنا ہے۔

فائدہ : مولانا ابُو السعُود (مفسر) رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ کفار کے سوال کا جواب ہے اگرچہ یہ پہلے جملوں میں بیان ہو گیا ہے لیکن اس کو دوبارہ ذکر کرنے میں مبالغہ ہے کہ حضور

marfat.ocm
Marfat.com

پر اُن کے کردار کا کوئی حساب و کتاب نہیں۔ جبکہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے متعلق بھی اُن سے سوال نہ ہوگا

فائدہ ہے کہ ذوجہتین میں کسی ایک جہت کی نفی ہو جائے تو دُوسری جہت کی نفی لازمی ہوتی ہے۔ لیکن دوبارہ اس کے ذکر سے مبالغہ مطلوب ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ الخ نہ وہ گھڑی بھر پیچھے ہٹیں گے نہ آگے۔ فَتَطْرُدَھُمْ ،، یہ نفی کا جواب ہے جیسے اہلِ عرب کہتے ہیں ،، مَا تَاْتِیْنَا فَتُحَدِّثَنَا ،، اس فتحدثنا کو منصوب پڑھا جائے گا اس لئے کہ انتفاء تحدیث (کلام نہ کرنا) اپنے سبب یعنی اتیان کی نفی کی وجہ سے ہے یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے یعنی اگر اُن کے حساب کی مضرت مخاطب پر ثابت ہے تو وہ سبب ہے اس کے ابعاد کا جس کے ایمان میں کمزوری کا وہم ہے۔ جس کا حکم یہ ہوگا کہ یہ سبب غیر واقع ہے تو اس کا مسبب بھی غیر واقع ہے۔ یعنی طرد۔ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ،، پس تم ظالمین سے ہو جاؤ گے۔ یہ (لَا نَطْرُدُ الَّذِیْنَ) نہی کا جواب ہے ۵۱ وَکَذٰلِکَ فَتَنَّا ،، اور اسی طرح ہم نے آزمایا۔ ذٰلِکَ کا اشارہ اس کے مابعد والے مصدر کی طرف ہے جو فعل میں مقدر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا فقراء مسلمانوں کو کفار لیڈروں پر فضیلت دینا اس لئے کہ دینی اعتبار سے وہ فقراء مسلمین کفار مشرکین سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ انہیں ایمان کی تقویت نصیب ہوئی ہے اگر وہ دنیوی اعتبار سے کمزور ہیں تو کوئی حرج نہیں اور کذلک کا کاف زائدہ ہے۔ ذلک کے معنی میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے تاکہ تنبیہ ہو جائے کہ ذٰلِکَ کا جس طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ امر مہتم بالشان ہے۔ یعنی وہ کامل آزمائش جو نہایت عجیب و غریب ہے ہم نے آزمایا۔ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ ،، بعض لوگوں کو بعض کے لحاظ سے نہ غیروں سے کہ ان میں بعض امر دُنیا میں ہر اعتبار سے انہیں کامل بنایا ہے جو دُوسرے اُن کی بہ نسبت لاشے ہیں۔ لِیَقُوْلُوْٓا ،، یہ لام عاقبت کی ہے تاکہ بالآخر وہ کہیں یعنی اُن کے کہنے انجام بکار یہ ہو کہ وہ دُنیا دار اہلِ اسلام فقراء کی طرف بنظرِ حقارت سے یہ تصور کر کے اُن میں اور ہم میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ہم اُونچے درجہ کے دُنیا و دولت کے مالک ہیں۔ یہ صرف اس لئے کہ انہیں فضیلت کے اصلی سبب کی حقیقت سے بے خبری ہے۔ اَھٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ،، کیا یہ وہی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہ نسبت ہمارے منت جتلا کر ان کو ہم پر فضیلت دی ہے یعنی یہ احسان ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی توفیق بخشی اور فرمایا ہے کہ وہ حق پر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سادتمند ہیں اور ہم باطل پر اور بدبخت حالانکہ ہم ہر طرح سے ان سے آگے اور اہلِ عرب کے سردار ہیں اور وہ دُوسرے کے غلام اور نہایت تنگدست۔ اس سے اُن کی غرض و غایت یہی تھی کہ انہیں ہم پر کسی طرح بھی فوقیت حاصل ہو سکتی ہی نہیں۔ جیسے دوسرے مقام پر کفار کا مقولہ بیان فرمایا کہ وہ کہتے لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ ،، اس میں اُن کی حقارت مطلوب نہیں اگرچہ انہیں خود اقرار تھا کہ وہ اس طرح کے انکار سے باری تعالیٰ پر اعتراض کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اعجوبہ : کلبی نے کہا کہ اگر اُونچے گھرانے والے سے کوئی غریب گھرانے والا پہلے اسلام قبول کر لیتا تو کہتا کہ اگر یہ میرے سے پہلے اسلام قبول نہ کرتا تو میں مسلمان ہو جاتا، لیکن چونکہ اب مجھ سے پہلے مسلمان ہو چکا ہے فلہٰذا میں اسلام

marfat.ocm
Marfat.com

ل نہیں کرتا۔ اس حقارت و نفرت کی نحوست سے وہ دولتِ اسلام سے رہتا۔

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ کو شکر گزاروں کا علم نہیں) یہ بھی اُن کے قول کا رد اور ابطال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اُن کی نعمت کا شکر کرنے والا کون ہے لیکن تم اسے بعید سمجھتے ہو کہ اُس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہو یہ نہیں یہ تمہاری غلطی ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہُوا کہ وہ فقراء مسلمین اللہ تعالیٰ کی نعمت کے حقوق سے عارف تھے اور انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک کو نازل فرمانا اور انہیں ایمان کی توفیق بخشنا ایک عظیم نعمت ہے۔ جس پر اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتوں کا شکر کیا۔ آیت میں یہ بھی بتایا گیا کہ کفار ایسی نعمتوں سے محروم ہو کر کفر کے گڑھے میں پھنسے۔

تفسیر صُوفیانہ : تاویلات نجمیہ میں ہے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ،، یعنی ہم نے فاضل کو مفضول سے اور مفضول کو فاضل سے آزمایا۔ فاضل پر لازم ہے کہ وہ شکر کرے اور مفضول پر ضروری ہے کہ وہ صبر کرے اس لئے کہ اگر فاضل شکر نہ کریگا تو اس سے نعمت چھین لی جائیں گی اگر مفضول صبر کرتا تو وہ فضل کے حصول میں گویا جدوجہد کرتا ہے۔

مسئلہ : مفضول صابر اور فاضل شاکر مرتبہ میں برابر ہیں جیسے سلیمان علیہ السلام نے نعمتوں پر شکر کرتے ہیں اور ایوب علیہ السلام تکالیف پر صبر کرنے میں دونوں برابر ہیں اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ظاہری نعمتوں سے مالا مال ہو کر شکر کر کے حقِ عبودیت کا ادا کرتے رہے اور حضرت ایوب علیہ السلام مصائب و تکالیف پر صبر کر کے حق عبودیت کا ادا کرتے رہے۔ اس اعتبار میں عبدیت کے نعمتوں کے مقام پر برابر ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دونوں کے لئے فرمایا نِعْمَ الْعَبْدُ (وہ اچھے بندے ہیں)

فائدہ : فاضل کا مفضول سے آزمائش کا یہ معنے ہے کہ فاضل مفضول کو دیکھ کر اپنی گھمنڈ اور اس کی حقارت میں ڈوب جائے اور مفضول اس سے کچھ چاہے تو نہ دے اور مفضول کا فاضل سے امتحان یہ ہے کہ مفضول فاضل کی نعمت پر حسد کرے اور اس سے بغض و عداوت رکھے اُسے یہ خیال ہے کہ اسے یہ نعمت مخلوق سے ملی ہے۔ فاضل مفضول کو کچھ نہ دے تو اس گھمنڈ میں ہے کہ وہی سب کو دینے یا نہ دینے والا ہے، حالانکہ دونوں کا خیال غلط ہے **(سبق)** عاقل کے لئے ضروری ہے کہ وہی چاہے جو اللہ چاہتا ہے اور اسی پر راضی رہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے **(فائدہ)** تفسیر کاشفی میں لکھتے ہیں کہ نشف الاسرار میں ہے کہ ارادہ تین قسم ہے: (۱) محض دُنیا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ،، اس کی دو نشانیاں ہیں د۱، دنیا کی زیادتی کے لئے دین کے نقصان پر راضی ہونا د۲، درویشوں، اللہ والوں اور مسلمانوں سے اعراض کرنا (۲) محض آخرت: اللہ نے فرمایا : وَمَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا ،، اس کی بھی علامتیں ہیں : د۱، دین کی خاطر دُنیا کے نقصان پر راضی ہونا د۲، اُلفت و محبت سے درویشوں فقیروں کے لئے اپنا دروازہ ہر وقت کھُلا رکھنا د۳، صرف ذاتِ حق کا ارادہ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ،، اس کی بھی نشانیاں ہیں د۱، دونوں جہاں کے مقاصد کو پاؤں تلے

marfat.ocm
Marfat.com

روندنا(۲) جمیع مخلوق بلکہ خود اپنی ہستی سے بھی آزاد ہوجانا ؎

مارا خواہی خطے بعالم درکش ÷ در بحر فنا غرق شود در درکش

ترجمہ : ہمیں اگر چاہتا ہے تو جملہ عالم پر لکیر کھینچ دریائے فنا میں غرق ہوکر سانس بند کرلے

ایسے لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ عوام اس سے مُرادیں مانگتے لیکن اُن کی مُراد صرف وُہی ہے اور وہ اس سے اُس کے سوا اور کچھ نہیں مانگتے ؎

وہ لہ مسئول و دین و مذہب ÷ و وصلکو سئولی و دینی رَضاکمُو

ترجمہ : اور لوگوں کا کوئی مقصد اور دین و مذہب ہوتا ہے لیکن میرا مقصد تیرا وصال اور میرا دین تمہاری رضا ہے۔

فائدہ : ارادہ دراصل قلب کے ایک جوش کو کہتے ہیں جس سے بندہ کا قرار وسکون اڑجاتا ہے جب تک اسے وصال الٰہی کی دولت نصیب نہیں ہوتی اس کی یہی کیفیت رہتی ہے۔ ایسے انسان کو نہ رات کو آرام ہوتا ہے نہ دن کو قرار وسکون وہ اُس وقت سکون کا سانس لیتا ہے جب اُسے وصالِ الٰہی نصیب ہوتا ہے (التاویلاتِ النجمیہ)

فقرا کے فضائل

: آئت کریمہ میں فقراء کی فضیلت کا بیان ہے۔ (**حدیث شریف**) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مہاجرین کے درویشوں میں بیٹھا تھا (ان میں بعض ایسے بھی تھے جو ایک دُوسرے کے کپڑوں سے تن کو ڈھانپے ہوئے تھے) ہم ایک قاری کی قرأت سُن رہے تھے کہ حضور سرورِ عالم آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہماری مجلس کے قریب آکر کھڑے ہوگئے جب قاری قرأت سے فارغ ہُوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے السلام علیکم کے بعد فرمایا تم کیا کر رہے تھے عرض کی قاری سے کلام الٰہی سُن رہے تھے اور ہم لُطف اندوز ہو رہے تھے۔ حضور رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مِنْ امری اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ (جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے افراد بھی پیدا فرمائے جن کے متعلق مجھے حکم ہُوا کہ میں اُن کے ساتھ رہوں) یہ فرماکر ہماری جماعت کے درمیان بیٹھ گئے تاکہ ثابت ہو کہ آپ بھی منجملہ اُن سے ہیں اس کے بعد اپنے ہاتھ مبارک کے اشارے سے ہمیں حلقہ بندی کا حکم فرمایا تاکہ آپ سب کے چہرے دیکھ سکیں (میرا اندازہ یہ ہے کہ آپ کو سوائے میرے اور کسی سے آپ کا ظاہری تعارف نہیں تھا) آپ نے فرمایا اے مہاجر فقیرو تمہیں بڑی کامیابی پر مبارک ہو کہ قیامت کے دن تم دینداروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوگے جس کی مقدار پانچسو سال ہے (**حدیث شریف**) فقیر تنگدست کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے کریمانہ شفقت فرمائے گا (جیسے ہم ایک دوسرے سے کسی خامی پر معذرت کرتے ہیں) پھر فرمائے گا۔ اے میرے بندے مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں نے تیرے سے دُنیا کی کمی اس لئے نہیں کی تھی کہ مجھ پر کوئی بارگراں تھا لیکن میرا ارادہ تھا کہ تمہیں دُنیوی تکالیف کے عوض آخرت کی کرامات وفضیلتوں سے نوازوں۔ اب پہلے یوں کرو کہ میدان محشر کی ان صفوں میں گھس کر اُن لوگوں کو لاؤ جنہوں نے تجھے دُنیا میں طعام کھلایا

marfat.ocm
Marfat.com

اور کپڑے پہنائے جن کا یہ عمل صرف میری رضا پر تھا اور تیرے اُوپر اُس نے کسی قسم کا احسان نہیں جتلایا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ لوگوں کو عذاب آخرت کے پسینے نے منہ میں لگام چڑھائی ہوگی وہ فقیر درویش صفوں میں گھس کر ان لوگوں کو تلاش کر کے لائے گا جنہوں نے اس کے ساتھ احسان و مروت کی ہوگی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہشت میں لے جائے گا ؎

(۱) تو نگرا دل درویش خود بدست آور کہ مخزن زر و گنج و درم نخواہد ماند [1]
(۲) بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

حدیث شریف : ہر شئی کی کنجی ہوتی ہے اور بہشت کی کنجی فقراء و مساکین کی محبت ہے وہی قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنے والے ہوں گے۔ حضرت شیخ عطار قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

حُب درویشاں کلید جنت است دشمن ایشاں سزائے لعنت است

ترجمہ : اے اللہ کریم ہمیں اپنے محبوبوں سے بنا اور اپنے دروازۂ رحمت سے نہ ہٹا

تفسیر عالمانہ ﴿وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا (شان نزول) مروی ہے کہ ایک جماعت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہم بہت بڑے گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اب کوئی استغفار اور توبہ کے ایسے کلمات بتائیے کہ جس سے ہمارے گناہ بخشے جائیں۔ آپ اُن کی بات سُن کر خاموش ہو گئے نہ کچھ بتایا نہ کچھ فرمایا۔ وہ بیچارے مایوس ہو کر واپس لوٹے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جب آپ کے ہاں وہ لوگ حاضر ہوں جو ہمارے آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

مسئلہ : حضرت امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ ہر مومن اس حکم میں داخل ہے یعنی یہ آیت صرف صحابہ کرام سے مخصوص نہیں بلکہ ہر اہل ایمان کے لئے ہے۔

فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ، پس میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمائیے کہ خدا کرے تمہیں ہر دُکھ تکلیف اور ہر آفت و مصیبت سے سلامتی و عافیت ہو۔

(ف) السلام بمعنے تسلیم یعنی کسی کے لئے سلامتی و عافیت کی دُعا کرنا۔ اب سلام علیکم کا معنیٰ یہ ہُوا کہ ہم نے تمہارے لئے سلامتی کی دُعا کی ہے۔ یعنی ہم تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ مولیٰ کریم تمہارے دین اور تمہارے نفوس میں سلامتی بخشے۔

سوال : حضور علیہ السلام کو ان پر السلام علیکم کہنے کا حکم کیوں ہُوا، حالانکہ عموماً طریقہ یہ ہے کہ باہر سے

---

[1] ترجمہ (۱) اے دو سمند پہلے درویش کا دل ہاتھ میں لے اس لئے کہ یہ زر و دولت کے خزانے ہمیشہ نہ رہیں گے۔
(۲) اسی لاجوردی آسمان میں آب زر سے لکھا گیا ہے کہ اہل کرم کی نیکی کے کچھ نہ رہے گا۔

marfat.ocm
Marfat.com

آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کہے۔

جواب : حضور علیہ السلام کی وجاہت سے آنے والوں پر ہیبت چھا جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام میں سبقت کا حکم فرمایا تاکہ ان لوگوں پر ہیبت نہ ہو اور آپ سے پورے طور مستفید و مستفیض ہو سکیں۔ **(فائدہ)** یہ دنیوی حکم ہے اور آخرت میں ملائکہ کرام سلام عرض کریں گے۔ جب اہلِ ایمان بہشت میں داخل ہوں گے؛ چنانچہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح فرمائی کہ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ،، اور اللہ تعالیٰ بھی قیامت میں اہلِ ایمان پر سبقت کر کے فرمائے گا۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝

(فائدہ) فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سے وہ سلام مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج اپنے حبیب کرام صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،، اس کے جواب میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔

مسئلہ : جو شخص گناہوں سے مخلصانہ طور تائب ہو جائے تو وہ بھی اہلِ صلاح کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اس لئے کہ یہ آیت کا شانِ نزول آیت کو اس معنے سے مخصوص نہیں کر دیتا **كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ** ،، (لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر رحمت) یعنی محض اپنے فضل و احسان سے اپنی ذاتِ اقدس پہ واجب فرمایا۔ **(فاعدہ)** حضرت الشیخ نے فرمایا کہ کلمہ عَلٰی ایجاب کا فائدہ دیتا ہے جب ایجاب و عَلٰی جمع ہوں تو اس سے ایجاب کی تاکید مطلوب ہوتی ہے۔

سوال : اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مالک و مختار نہیں، ورنہ اس پر وجوب کا کیا معنیٰ۔

جواب : یہ اس کا محض فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو بتایا کہ وہ اتنا رحیم و کریم ہے کہ بندوں پر فضل و احسان کرنے میں کوئی کمی نہیں فرماتا جیسے کسی پر کوئی شئے واجب ہو تو اس کی ادائیگی میں کمی نہیں کرتا۔

حدیث قدسی شریف

: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشت سے فرماتا ہے کہ تو میری رحمت ہے میں جس کے لئے رحمت کرنا چاہتا ہوں تو تیرے سبب سے رحمت کرتا ہوں جو میرا بندہ کسی دوسروں پر رحمت کرتا ہے تو اسے بہشت نصیب ہوتی ہے۔ میں اپنے خاص بندے پہ رحمت کرتا ہوں تو اپنی ذات سے ہی رحمت کرتا ہوں

۔ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا ،، الرحمۃ سے بدل ہے اس لئے کہ اس مضمون کا مفہوم بھی رحمت ہے۔ سُوْٓءًا بمعنی کار بد (بجہالۃ) عمل کے فاعل کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ جو برے عمل کا ارتکاب کرتا ہے درانحالیکہ وہ متلبس ہوتا ہے جہالت سے یعنی اسے حقیقی جہالت ہوتی ہے کہ اسے یہ معلوم نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور اس گناہ سے اُسے کتنی سزا ملے گی یا اسے حکمی جہالت ہوتی ہے باوجودیکہ جانتا ہے کہ اُسے اس بُرے عمل پر اتنی سزا ملے گی لیکن بُرائی کرتا ہے تو یہ حکمی جاہل ہے اور جو شخص صرف گمان میں مبتلا ہو کر بُرائی کرتا ہے کہ نامعلوم اس کی سزا ہوگی یا نہ

marfat.ocm
Marfat.com

ایسا شخص حقیقی جاہل کے حکم میں ہے اس متنی پر یہ حال مؤکدہ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا کے مضمون کی تاکید کرتا ہے۔ اس لئے بُرائی کا ارتکاب جہالت حقیقی یا حکمی سے ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ : آیت میں اشارہ ہے کہ بُرائی کے ارتکاب کرنے والے دو قسم ہیں (۱) اہل ایمان (۲) اہلِ کفر ایسے ہی جہالت بھی دو قسم (۱) جہالۃ الضلالہ یعنی ہر وہ گمراہی جو عالمِ ارواح میں نُور کے چینٹوں سے چوک جانے سے کسی کو نصیب ہوئی (۲) جہالۃ الجہولیۃ یعنی ہر وہ غلطی جو انسان سے فطری طور پر سرزد ہوتی ہے۔ اس سے تقریر کے بعد واضح ہوگیا کہ کفار کی جہالت اس ازلی گمراہی کا نتیجہ ہے جس کی توبہ ہے نہیں اور اہلِ ایمان کی غلطی اس فطرت سے ہے جس کی توبہ بھی ہے اور معافی بھی؛ چنانچہ فرمایا ثُمَّ تَابَ پھر توبہ کرے یعنی بُرے عمل سے رجوع کرلے مِنْۢ بَعْدِهٖ بُرے عمل کرنے کے بعد وَاَصْلَحَ ”جسے فاسد کیا اس کی اصلاح کرے یعنی نیک عمل کرے۔ باالاصلاح بمعنے کسی بُرے عمل کی طرف لوٹنا۔ فَاَنَّهٗ ”یہ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے۔ دراصل عبارت تھی ہے۔ فَاَمْرُهٗٓ اَنَّ اللّٰهَ ”پس اس کا امر یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ ”وہ غفور ہے، رَّحِيْمٌ ”وہ رحیم ہے۔

فائدہ : کاشفی نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی کے لئے فرشتہ سیئات وخواری لکھے لیکن اگر اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رحمت لکھی ہے تو اُسے فرشتے کی عارضی خواری لکھی ہوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ جب اُسے ازل سے رحمت نصیب ہوچکی ہے۔

رُوحانی نسخہ : یہ آیت گناہ کے بیماروں کے لئے شفا ہے۔ بشرطیکہ وہ توبہ واستغفار کے ذریعے پرہیز رکھیں ؎

(۱) دردمنداں گُنہ را رُوز و شب ❊ شربتے بہتر از استغفار نیست

(۲) آرزومنداں وصال یار را ❊ چارہ غیر از نالہا و زار نیست

ترجمہ : (۱) شب و روز کے گنہ کے درد کا علاج سوائے استغفار کی شربت کے اور کوئی نہیں۔

(۲) وصال یار کے آرزو مند کو آہ وزاری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

۵۳ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ”کاف زائدہ اسم اشارہ کے معنی کی تاکید کے لئے ہے یعنی اس کی تفخیم کی تاکید کرتا ہے اور ذٰلِكَ کا اشارہ اس مصدر کی طرف ہے جو فعل بعد کو آئے گا۔ دراصل عبارت یُوں تھی هٰذا تفصیل بدیع نُفَصِّلُ الخ یہ عجیب تفصیل ہے جسے قرآنی آیات میں بیان کرتے ہیں کہ اہلِ طاعت کون ہیں اور معصیت پر اصرار کرنے والے کون تاکہ حق واضح ہوجائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ”تاکہ مجرموں کا طریقہ واضح ہوجائے اور اُن سے اجتناب کیا جاسکے۔ **ترکیب** : سبیل مرفوع اور فاعل ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

سوال : سبیل صیغہ مذکر ہے اس کا فعل مؤنث۔

جواب : یہ بنی تمیم کے ہاں مذکر ہے لیکن اہلِ حجاز کے نزدیک مؤنث ہے۔ قرآن پاک کی ترتیب و تنزیل لغتِ حجاز پر ہے۔

فائدہ : حق کا راستہ واضح اور کھلا اس لئے ہے کہ جس نے برباد ہونا ہے وہ برباد ہوا اور جس نے نجات پائی ہو وہ نجات پائے۔

سبق : سالک پر لازم ہے کہ وہ اس راستہ کو اختیار کرے جس میں اس کی کامیابی اور نجات ہو اور سوچ کر قدم رکھے کہ اس راستہ پر کئی تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ اللہ والوں کے نقشِ قدم پر چلے تو منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ راہِ سلوک کی پہلی منزل توبہ استغفار ہے۔

راہِ سلوک کی سڑک : سالک کی منزل کا پہلا مرحلہ گناہوں کی قباحت اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت کا تصور دل میں لائے۔ جب یہ سبق حاصل ہو جائے پھر دیکھے کہ بندہ کتنا ضعیف و نحیف اور سفر بڑا دُور دراز اور زادِ راہ بالکل باطل قلیل ہے۔ بندے کے ضعف کا حال تو یہ ہے کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے چیختا ہے اور سورج کی گرمی سے روتا ہے۔ پھر وہ جہنم کی آگ اور اژدھاؤں کے ڈس کس طرح برداشت کر سکتا ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔ کسی کو ستایا ہے یا کسی کا مال کھایا ہے تمام بخشوائے۔ اسی طرح حقوق اللہ میں کوتاہی کی ہے مثلاً نمازیں قضا دیں اور روزے ترک کئے اور زکوٰۃ نہ ادا کی تو مرنے سے پہلے سب کے سب ادا کرے۔ بطور کفارہ یا توبہ و استغفار اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی مثلاً شراب پی، ناجائز گانے بلا جے سُنے اور سُود کھایا۔ ان سب سے توبہ کرے اور دل کو مضبوط رکھے تاکہ آئندہ اُس سے ایسے گناہوں کا صدور نہ ہو۔ جب حسبِ امکان حقوق العباد کی ادائیگی ہو جائے اور حقوق اللہ قضا معاف کرا چکے تو آئندہ کے لئے دل پر گناہوں کے خیالات تک نہ آنے دے۔ اُس کے بعد بارگاہِ حق میں عجز و انکسار سے رہے تاکہ رحمت اور فضل و کرم اُس کی طرف متوجہ ہو۔

توبہ کا طریقہ : یہ ہے کہ اچھے کپڑے پہنے اور نیا غسل کرے اور دو گانہ پڑھ کر بارگاہِ حق میں عجز و انکسار سے تمام گناہوں سے صدق دل سے تائب ہو۔

حدیث شریف : صحیح حدیث میں ہے کہ کسی بندہ سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو تو اسے چاہیئے کہ وضو کر کے کھڑے ہو کر ایک دو گانہ پڑھے اور پھر اللہ سے گناہوں کی بخشش چاہے تو اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حدیث شریف : مرد یا عورت سے کوئی نماز بے خبری سے قضاء ہو جائے تو توبہ کریں اور عزم کریں کہ آئندہ نماز قضا نہ ہوگی اس کے کفارہ کی نیت پر جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھے جس کی

marfat.com
Marfat.com

...ت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور اخلاص اور معوذتین ایک بار پڑھے تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اس سے ...ب نہ لے گا (بشرطیکہ قضاء شدہ نماز بھی ادا کرے اور قیامت میں اپنے اعمالنامے میں بجائے برائیوں کے نیکیاں ...ا (کذا فی مختصر الاحیاء)

ازالہ وہم : صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ بتقدیر صحۃ ہذا الحدیث اس سے ثابت ہُوا کہ ان بارہ رکعتوں کے پڑھنے سے زندگی کی تمام قضاشدہ نمازیں معاف ہو جاتی ہیں ؛ ...ہ حدیث مذکور کے اوّل میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ ہر قضاء شُدہ لگائی ہے کہ ہر قضاء شُدہ نماز سے توبہ کرے ...ن بارہ رکعتوں کا حکم فرمایا ہے اور ویسے شرعی فیصلہ بھی یہی ہے کہ ہر قضاء شدہ نماز کی علیحدہ علیحدہ قضا ہے اس کا ...مفہوم یہ ہے کہ ان بارہ رکعتوں کی برکت یہ ہوگی کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے اس کا سوال نہیں ...ے گا کہ ان بارہ رکعتوں سے تو توبہ کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔

عوام کی ایک غلط رسم کا ردّ : ہمارے ہاں عوام کا خیال ہے کہ رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع پر بارہ رکعت نوافل یا صلوٰۃ التسبیح پڑھ لینے سے زندگی بھر کی ...ں معاف ہو جاتی۔ یہ غلط اور سراسر غلط طریقہ ہے اس لئے کہ شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ ترک نماز کا بھی حساب ...ہے اسی طرح نماز کو بے وقت ادا کرنے کا بھی لیکن ان بارہ رکعتوں کی برکت سے کوتاہی کی معافی ہوگی نہ یہ کہ زندگی ...ر نماز نہ پڑھے اور پھر رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع میں ظہر و عصر کے مابین بارہ رکعتیں صرف اس نیت پر ...ں کہ نمازوں کی تاخیر اور کوتاہی وغیرہ کی معافی ہو جائے تو جائز ہے لیکن جماعت کے عوام کا ان رکعتوں کا پڑھنا ...ہوا لیکن اُن کی کیفیت و حقیقت میں غلطی کرتے ہیں۔

حدیث شریف : ترغیب و ترہیب میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہُوا اور عرض کی کہ ہائے میں گناہوں میں مارا گیا یہ دو یا تین بار کہا : ...علیہ السلام نے اُسے فرمایا کہ تم کہو : اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ ارجی ...ی مِنْ عَمَلِیْ " اے اللہ تعالیٰ تیری مغفرت میرے گناہوں سے وسیع اور مجھے تیری رحمت پر بھروسہ ہے ...اپنے عملوں پر کوئی سہارا نہیں۔ اُس نے ایک بار کہا آپ نے فرمایا پھر کہو۔ اُس نے دوبارہ کہا تو آپ نے ...پھر کہو۔ اُس نے پھر کہا تو آپ نے فرمایا اُٹھ کھڑا ہو وہ اُٹھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ بخش دیئے۔

نسخہ عجیبہ : جو شخص اہلِ ایمان کے لئے ہر روز استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہر مومن مرد اور عورت کے عوض اس کے اعمالنامے میں نیکی لکھتا ہے۔

ایصال ثواب اور ردّ وہابیہ : حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر میت قبر میں اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو دریا میں ڈوبا ہُوا ہو وہ

marfat.ocm
Marfat.com

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ
تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انہیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تم فرماؤ میں تمہاری
اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ
خواہش پر نہیں چلتا یوں ہو تو میں بہک جاؤں اور راہ پر نہ رہوں تم فرماؤ میں تو اپنے رب کی طرف سے
مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ
روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے پاس نہیں جس کی تم جلدی مچا رہے ہو حکم نہیں مگر اللہ کا وہ
یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ
حق فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا تم فرماؤ اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو
بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ
تو مجھ میں تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا اور اللہ خوب جانتا ہے ستمگاروں کو اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں
الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ
غیب کی انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتا
اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ
ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب
مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ
میں لکھا نہ ہو اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا
فِیْهِ لِیُقْضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾
ہے کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو پھر اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے پھر وہ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے

تتمہ تفسیر از صفحہ : ۵۲۷

اپنے اقارب (اب۔ام۔اخ۔صدیق) کی دعاؤں کا منتظر ہوتا ہے جب اُسے کسی کی دُعا و استغفار (وغیرہ صدقات خیرات) پہنچتی ہے تو اسے وہ دُنیا و مافیہا سے محبوب ترین محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل قبور کی قبور میں زندہ لوگوں کی دُعا (صدقات وخیرات وغیرہ) پہاڑوں کی طرح داخل فرماتا ہے۔

فائدہ : زندہ لوگوں کے اہلِ قبور (عوام ہوں یا اولیاء یا انبیاء علیہم السلام) کو ہدایا و تحائف یہی ہیں کہ اُن کے لئے استغفار دُعا (صدقات وخیرات وغیرہ زیادہ سے زیادہ) کریں۔ اے اللہ مجھے اور میرے والدین اور تمام اہلِ ایمان کو بخش دے جبکہ ہم سب قیامت کے دن حساب کے لئے اُٹھیں اس لئے کہ تو ہر ثواب و آداب کا مرجع ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ ﴿ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ (شانِ نزول) قریش مکہ یعنی کفار حضور علیہ السلام کو اپنے اباؤ اجداد کے دین کی دعوت دیتے تو یہی آیت نازل ہوئی کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمادیجیے کہ میں روکا گیا ہوں اس لئے کہ میرے ہاں توحید پر بہت بڑے مضبوط دلائل ہیں اور اس بارہ میں متعدد قرآنی آیات میرے اوپر نازل ہوئی ہیں کہ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ میں عبادت کروں اُن کی جنہیں تم معبود بنا کر عبادت کے طور پکارتے ہو۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ،، اللہ تعالیٰ کے ماسوا قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ،، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمائیں کہ میں تمہاری خواہشات کی تابعداری نہیں کرتا۔ گویا یہ سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ گویا کفار نے حضور علیہ السلام کو کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیوں نہیں کرتے تو آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ تم جس امر پر ہو وہ تمہاری اپنی خواہشات ہیں اور میں جس امر پر ہوں وہ یقینی ہے۔ فلہٰذا میں تمہاری خواہشات کی کیسے اتباع کروں جبکہ میں ہدایت پر ہوں پھر میں اللہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا ،، (بفرض محال) اگر میں تمہاری اتباع کروں تو میں اُس وقت گمراہ ہو جاؤں گا۔ یعنی راہِ ہدایت کو چھوڑ دوں گا وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ اور میں ہدایت یافتہ لوگوں سے نہیں ہوں گا۔ یعنی اُن لوگوں سے نہیں ہوں گا کہ جو راہِ ہدایت پر ہیں۔ ماقبل پر عطف کر کے فرمایا ۝ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ ،، فرمائیے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک واضح دلیل پر ہوں جو ہونے والی ہے۔ مِنْ رَّبِّیْ ،، میرے رب کی طرف سے۔ (فائدہ) بَیِّنَةٍ ،، اس واضح حجت کو کہتے ہیں جو حق و باطل کا امتیاز کرے۔ مثلاً کہا جاتا ہے: اَنَا عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ هٰذَا الْاَمْرِ ،، میں اس امر کے بارے میں واضح دلیل پر ہوں اور میری بات نہایت یقینی ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کسی کے ہاں واضح دلیل اور اُس کی سچائی پر بُرہان موجود ہو اس سے قرآنِ کریم اور وحیٔ ربانی مُراد ہے۔ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ،، اور تم اُسے جھٹلا چکے ہو۔ یہ جملہ مُستانفہ اُن کے غلط ارادوں کے اظہار کے لئے لایا گیا ہے اور بہ کی ضمیر مجرور تنبیہ کے لئے اور اُس کا مذکر ہونا بیان و بُرہان کی وجہ سے ہے معنیٰ یہ ہُوا کہ میں ایسی واضح حجت پر ہوں جسے تم نے جھٹلا دیا ہے اور اس کے جتنے احکام ہیں اِن سب کو تم نے پس پُشت ڈال دیا۔ منجملہ اُن کے عذاب کے آنے کی وعید بھی ہے جسے تم کچھ نہیں سمجھتے۔

مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ،، (

شانِ نزول: مروی ہے کہ قریش مکہ کے لیڈر عذاب طلبی میں عجلت کرتے۔ مثلاً کہتے: مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اللہ کا وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو؟ یہ بطورِ استہزاء کے کہتے یا بطور الزام؛ چنانچہ نضر بن حارث حطیم میں کھڑے ہو کر کہنے لگا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ

marfat.ocm
Marfat.com

کہ اے اللہ اگر یہ وعدہ حق ہے تو ہمارے اُوپر آسمان سے پتھر برسا یا ہمارے اُوپر عذاب دردناک نازل فرما۔

فائدہ : آیت کا معنیٰ یہ ہے وہ عذاب کہ جس کا قرآن مجید میں وعدہ دیا گیا ہے۔ آہ تم مطالبہ کرتے ہو کہ وہ جلد آجائے اور اس کے نہ آنے کو میری تکذیب کا ذریعہ بنا کر کہتے ہو کہ وہ میرے حکم اور قدرت میں ہے اور اسے میں بچا کر کے دکھاؤں۔ یہ میں نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ یہ امر میرے سپرد نہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ ،، جلدی یا بدیر کا کوئی حکم نہیں۔ اِلَّا لِلّٰهِ ،، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مجھے اس میں ذاتی طور کسی طرح کا بھی دخل نہیں۔ يَقُصُّ الْحَقَّ ،، حق بیان کرتا ہے اور جمیع احکام کے بیان کرنے میں حق کی اتباع کرتا اور حق کا ہی حکم فرماتا ہے۔ بنابریں عذاب کی تاخیر بھی حق اور ثابت ہے اور حکمت بلیغہ جاری ہے اور حکم کا اصل ہے منع کرنا۔ گویا کہ وہ باطل کو معارضۂ حق سے یا خصم کو اپنے بالمقابل کی تعدی سے روکتا ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ اور اللہ تعالیٰ بہتر فیصلہ کرتا ہے۔ جملہ معترضہ ہے اپنے ماقبل کے مضمون کی تقریر کرتا ہے يَقُصُّ الْحَقَّ ایک ایک خصوصی معنی کو متضمن ہے (یعنی فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ہے) قُلْ لَوْ اَنَّ عِنْدِيْ ،، فرمایئے محبوب علیہ السلام اگر میری قدرت و امکان میں ہو۔ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ ،، جس کی تم عجلت کرتے ہو۔ یعنی وہ عذاب کہ جس کے لئے وعیدیں وارد ہیں اگر میری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد ہوتا لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ،، تو میرے اور تمہارے مابین فیصلہ ہو جاتا۔ یعنی وہ عذاب تمہاری طلب کے بعد فوراً تمہارے اُوپر نازل ہو جاتا جبکہ تم عجلت کرتے ہوئے کہتے ہو: مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ ،، وغیرہ وغیرہ۔

سوال : لَقُضِيَ فعل مجہول کیوں؟

جواب : اس بنا پر کہ اس کا فاعل متعین ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔

فائدہ : اس میں امر کی ہولناکی اور حُسن ادب کی مراعات واضح اور ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے حالات خوب جانتا ہے اور اس کے علم میں ہے کہ انہیں مہلت دینا استدراجاً ہے تاکہ انہیں سخت عذاب میں مُبتلا کیا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے میری طرف تمہارا معاملہ سپرد نہیں فرمایا اور نہ ہی جلد تر عذاب دینے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

مسئلہ : بُت پرست کو مہلت ملے یا نہ عذاب ضرور پائے گا اسے بالکل ہی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ اسی طرح دُنیا اور نفس و شیطان کا تابعدار بھی عذاب چکھے گا۔ صرف فرق یہ ہے کہ کافر جہنم کے عذاب میں اور دُنیا وغیرہ کا عاشق یارِ حقیقی کے فراق کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

سبق : عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنی خواہش کی اتباع نہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ،،

marfat.ocm
Marfat.com

کرامت ولی : اللہ کا ایک بندہ کہتا ہے کہ میں مختلف بلاد کی سیاحت کرتا ہوا ایک جگہ پہنچا ایک شیخ کو ہوا پر اڑتا ہوا دیکھ کر کہا میں نے کہا "السلام علیکم" اُنہوں نے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ مرتبہ کس عمل سے پایا۔ فرمایا میں نے اپنی خواہشات کے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا میرے تابع کر دی ہے۔

حکایت : یمن کے قطب شیخ ابوالغیث قدس سرہ کے ہاں امتحان کے لئے حاضر ہوئے اُنھوں نے فرمایا جی آئیے میرے غلام کے بندے۔ اُنھوں نے ان کا یہ کلمہ کفریہ سمجھا اس لئے کہ شیخ موصوف نے اللہ تعالیٰ کے بندے کو اپنا غلام کہہ دیا۔ یہ حکایت لے کر شیخ الطریقین امام الفریقین عالم عارف ابوالذبیح بن محمد الحضرمی قدس سرہ کے ہاں پہنچے اور شیخ ابوالغیث رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ سنایا۔ حضرت الشیخ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا کہ اُنھوں نے سچ فرمایا۔ اس لئے کہ تم خدا تعالیٰ کے بندے ہو لیکن خواہش نفسانی کے غلام ہو جسے شیخ مذکور نے اپنے تابع کیا ہوا ہے۔

فائدہ : خواہش نفسانی کا علاج تقویٰ ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) چونکہ تقویٰ بست دو دستِ ہوا ❊ حق گشاید ہر دو دست عقل را

(۲) پس حواس پیرہ محکوم تو شد ❊ چوں خرد سالار و مخدوم تو شد

ترجمہ : (۱) جب تقویٰ نے خواہشات نفسانی کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے عقل کے دونوں ہاتھ کھول دیئے۔ جملہ حواس تیرے تابع ہو گئے۔ تیرا عقل سردار اور مخدوم ہو گیا۔

تفسیر صوفیانہ : خواہش نفس کے اوصاف سے ہے اور آیات مذکورہ نفس کی اصلاح کے لئے وارد ہوئی ہے اور جو شخص ایک واضح دلیل پر قائم ہوتا ہے (واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہے کہ جس سے انشراح صدر ہوتا ہے) وہی ہدایت پر ہوتا ہے اسے خواہش نفسانی سے واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے علامات سب کو معلوم ہوتے ہیں۔

کرامت : ایک بزرگ عوام کو بہترین وعظ و نصیحت فرماتا۔ ایک دن اُن کے ہاں سے ایک یہودی کا گزر ہوا۔ بزرگ نے پڑھا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا وَكَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (اور تم میں سے سب کا پُلصراط پر گذر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی فیصلہ ہے) یہودی نے کہا پُلصراط پر گزرنے میں ہم اور تم سب برابر ہوئے، حالانکہ تم اپنے آپ کو ہم پر فضیلت کے قائل ہو۔ بزرگ نے فرمایا تو غلط کہتا ہے اس لئے کہ ہم پلصراط کو عبور کر جائیں گے اور تم گر جاؤ گے، کیونکہ ہم تقویٰ کی وجہ سے پُلصراط کے عذاب سے نجات پا جائیں گے اور تم اپنے ظلم و گناہ کے خطا اور کفر کی وجہ سے گھٹنوں کے بل جہنم میں گر پڑو گے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا، یعنی متقیوں کو ہم نجات

marfat.ocm
Marfat.com

دیں گے اور ظالم کو گھٹنے کے بل جہنم میں گر پڑیں گے۔ یہودی نے کہا کہ ہم بھی تو متقی ہیں۔ شیخ مذکور نے فرمایا تو غلط کہتا ہے اس لئے کہ صفت تقویٰ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مخصوص فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ الیٰ ان قَرَاَ اِنْ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ، یہودی نے کہا اس کے علاوہ اور کوئی دلیل پیش کیجئے جس سے سب کو معلوم ہو جائے کہ آپ لوگ جہنم سے نجات پا جائیں گے بزرگ نے فرمایا میں آپ کو ایسی دلیل پیش کر سکتا ہوں جسے ہر چھوٹا بڑا آنکھوں سے دیکھ کر تصدیق کرے وہ یہ کہ میرے اور تیرے جسم کے کپڑے اُتار کر آگ میں ڈالے جائیں جس کے کپڑے صحیح وسالم بچ جائیں وہ جہنم سے نجات پائے گا اور جس کے جل جائیں اس کے لئے یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ جہنمی ہے، چنانچہ یہ بات سب نے منظور کر لی اور ہر دونوں مسلمان اور یہودی نے اپنے اپنے کپڑے اُتار دیئے۔ مسلمان بزرگ نے یہودی کے کپڑے لپیٹے اور اپنے کپڑے یہودی کے لپیٹے ہوئے کپڑوں کے اُوپر لپیٹ دیئے۔ اس طرح یہودی کے کپڑے مسلمان بزرگ کے کپڑوں کے اندر چھپا دیئے گئے۔ پھر اس گٹھڑی کو آگ میں ڈال کر مسلمان بزرگ نے خود بھی آگ میں چھلانگ لگا دی اور آگ کے ایک کونہ میں غوطہ لگا کر دُوسرے کونے سے نکل آئے اور وہی گٹھڑی ہاتھ میں لئے باہر آئے اور گٹھڑی کو کھولا گیا تو مسلمان بزرگ کے کپڑے آگ سے محفوظ اور صاف ستھرے گویا دُھل کر باہر آئے اور یہودی کے کپڑے جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ یہودی نے جب مسلمان بزرگ کی کرامت دیکھی تو اُس نے اسلام قبول کر لیا۔

فائدہ: یہ کرامت آیات مذکورہ سے مناسبت رکھتی ہے اس لئے کہ کفار یعنی قریش مکہ اہلِ ظلم اور تھے اسی لئے انہیں ان کا دعویٰ سُود مند نہ ہُوا اسی لئے عذاب کے مستحق ہُوئے اور اہلِ ایمان بفضلہٖ تعالیٰ اہل عدل واہل تقویٰ تھے۔ اسی لئے وہ تقویٰ سے موصوف ہو کر بہشت کے مستحق ہُوئے۔ اور اُن کے لئے بہشت کے دروازے کھول دیئے گئے اور جو بھی اُن کے طریقہ پر چلے گا وہ اُن کی برکت سے اُس کا وجود جہنم سے بچ جائے گا، بلکہ یوں کہو کہ (کپڑا) سے مُراد یہی وجود ظاہری ہے اور اس میں روح باطنی پوشیدہ ہے اسی لئے ضروری ہے کہ ظاہری وجود (کپڑے) کو صاف رکھا جائے تاکہ باطن کی صفائی نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ باطنی صفائی کے لئے آسانی بھی پیدا فرمائے گا۔

تفسیر عالمانہ ۵۸: وَعِنْدَهٗ[1]، اور اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں۔ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ، (غیب کے خزانوں کی کُنجیاں۔ (حل لغات) مفاتح مفتح (بفتح المیم) کی جمع ہے بمعنی کنز۔ اس معنے پر یہ اضافت لجین الماء کے قبیل سے ہے اور یہی مقام ہذا کے مناسب ہے (کذا فی حواشی سعدی چلپی المفتی) اور یہ بھی جائز ہے کہ مفاتیح مِفتح (بکسر المیم) کی جمع ہو بمعنی مفتاح یعنی شئی کے کھولنے کا آلہ یعنی کنجی اب معنیٰ یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہیں وہ اسباب جو غیب تک پہنچائیں۔

---

[1] یہ جملہ پڑھ کر دیوبندی وہابی اہلِ اسلام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح کا بھی علم غیب

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ : غیب کو اس سامان سے تشبیہ دی ہے جسے تالوں سے مضبوط کر کے غیروں کے دستبرد سے محفوظ رکھا جائے۔ پھر اس کے لئے علی سبیل التخییل مفاتیح ثابت فرمائے چونکہ مفاتیح (جو غیب کے خزانوں کے لئے ہیں) تک پہنچانا صرف اسی سے مخصوص ہے اس لئے کہ غیر کو ان سے کوئی تعلق نہیں (کذا فی حاشی ابن الشیخ) اسی لئے فرمایا لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (انہیں سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا) ماقبل کے مضمون کی تاکید کے لئے ہے تفسیر جلالین میں ہے کہ اس سے وہ مغیبات خمس مراد ہیں جنہیں آیت

حاصل نہ تھا فقیر نے اس کے جوابات تفسیر ادلیسی اردو میں تفصیل سے لکھے ہیں یہاں مفسرین کے عبارات اور چند مختصر جوابات پر اکتفاء کرتا ہے۔ یاد رہے کہ :

مفسرین نے فرمایا ہے کہ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ (غیب کی کنجیوں) سے مُراد یا تو غیب کے خزانے ہیں۔ یعنی سارے معلوماتِ الٰہیہ کا جاننا یا اس سے مراد ہے غیب کو حاضر کرنے یعنی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونا، کیونکہ کنجی کا کام یہی ہوتا ہے کہ اس سے قفل کھولا اور اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر کر دی۔ اسی طرح حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر کرنا یعنی پیدا کرنے اور موت دینے کی قدرت پروردگار ہی کو ہے۔

(۱) تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے فَکَذٰلِكَ هٰهُنَا لَمَّا كَانَ عَالِمًا بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ عَبَّرَ هٰذَا الْمَعْنٰى بِالْعِبَادَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَعَلَى التَّقْدِيْرِ الثَّانِيْ الْمُرَادُ مِنْهُ الْقُدْرَةُ عَلٰى كُلِّ الْمُمْكِنَاتِ جبکہ پروردگار تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس مطلب کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔ تفسیر روح البیان کے علاوہ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا كَانَ عَالِمًا بِجَمِيْعِ الْمَعْلُوْمَاتِ عَبَّرَ هٰذَا الْمَعْنٰى بِهٰذِهِ الْعِبَارَةِ وَعَلَى التَّفْسِيْرِ الثَّانِيْ يَكُوْنُ الْمَعْنٰى وَعِنْدَهٗ خَزَائِنُ الْغَيْبِ وَالْمُرَادُ مِنْهُ الْقُدْرَةُ الْكَامِلَةُ عَلٰى كُلِّ الْمُمْكِنَاتِ کیونکہ رب تعالیٰ جب تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس معنی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری تفسیر پر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کے نزدیک غیب کے خزانے ہیں اور اس سے مراد ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ اور ظاہر ہے کہ یہ صفتِ خداوندی ہے اس کی اگر نبی علیہ السلام سے نفی ہو تو ہمارے مسلک کے خلاف نہیں کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالق نہیں مانتے بلکہ محبوب خالق مانتے ہیں۔ یا اس سے مراد ہے کہ غیب کی کنجیاں بغیر تعلیم الٰہی کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر عرائس البیان میں ہے قَالَ الْحَرِيْرِيُّ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَمَنْ يُطْلِعُهٗ عَلَيْهَا مِنْ خَلِيْلٍ وَحَبِيْبٍ اَیْ لَا يَعْلَمُهَا الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ قَبْلَ اِظْهَارِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكَ لَهُمْ "، حریری نے فرمایا کہ ان کنجیوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے اُن محبوبوں کے جن کو اللہ خبردار کرے کوئی نہیں جانتا یعنی اُن کو اگلے پچھلے اللہ کے ظاہر فرمانے سے پہلے نہیں جانتے۔

(۲) تفسیر عنایت القاضی یہی آیت وَجْهُ اخْتِصَاصِهَا بِهٖ تَعَالٰى اَنَّهٗ لَا يَعْلَمُهَا كَمَا هِيَ اِبْتِدَاءً اِلَّا هُوَ ان غیب کی کنجیوں کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسی وہ ہیں اس طرح ابتداءً خدا کے سوا

marfat.ocm
Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ (الآیۃ) میں ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث شریف : بخاری شریف میں ہے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کے خزانے پانچ ہیں۔ انہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

(۱) ارحام میں جو کچھ ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔
(۲) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو علم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔
(۳) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔
(۴) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کس زمین میں مرے گا۔
(۵) اور کسی کو معلوم نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی[۱]

کوئی نہیں جانتا۔ اس آیت کے اگر وہ مطلب نہ بیان کئے جاویں جو ہم نے بتائے تو یہ مخالفین کے بھی خلاف ہے، کیونکہ بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں اور اس میں علم غیب کی بالکل نفی ہے۔

علاوہ ازیں یہ آیت مکیہ ہے جو ہمارے لئے مخالف نہیں کیونکہ ہمارا دعویٰ آیاتِ مدنیہ سے ہے نیز آیات کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ یہ نفی کفار کے عقیدہ کو مٹانے کے لئے ہے کہ وہ غیوب اپنے بتوں کے لئے مانتے تھے اور قاعدہ ہے کہ جہاں نفی ہو اس سے کفار کے بُت مُراد ہے ورنہ آیت ھٰذا خود ثابت فرما رہی ہے کہ جملہ علوم ماکان ومایکون لوح محفوظ میں ہیں مخالفین نے صرف ایک جملہ پڑھنا ہوتا ہے چاہیئے یہ کہ مکمل آیت پڑھی جائے تاکہ اختلاف دُور ہو۔

[۱] صاحب رُوح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہاں مفاتیح الغیب سے غیوب خمس مراد لینا حق ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں جانتے ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبری کی دلیل ہے ورنہ متقدمین تو صاف لکھ گئے ہیں۔ علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں: وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ وَاتَّفَقَتْ مَعَانِیْھَا عَلٰی اِطْلَاعِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَی الْغَیْبِ وَلَا یُنَافِی الْاٰیٰتِ الدَّالَّۃَ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ لِاَنَّ الْمَنْفِیَّ عِلْمُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنْ غَیْرِ وَاسِطَۃٍ اَمَّا اِطْلَاعُہٗ عَلَیْہِ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ فَمُحَقَّقٌ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ، احادیث اس پر متواتر ہیں اور اُن کے معانی اِس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ مسئلہ اِن آیتوں کے خلاف نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خُدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، کیونکہ جس کی نفی ہے وہ علم بغیر واسطہ ہے (ذاتی) لیکن حضور علیہ السلام کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے وہ ثابت ہے۔ رب کے اس قول سے کہ سوائے پسندیدہ رسُول کے۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط" جو موجودات جنگلوں اور دریاؤں میں ہیں اُن سب کو اللہ تعالیٰ تفصیلی طور اور اُن کے اجناس و انواع اور اُن کے افراد کی کثرت کو جانتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم کے تعلق کا بیان ہے کہ جس طرح اس کا علم مغیبات سے متعلق ہے اسی طرح مشاہدات سے بھی مغیبات کے بعد مشاہدات کا ذکر تکملۃً ہے تاکہ تنبیہ ہو کہ اُس کے علم محیط کے آگے ہر شئے واضح اور روشن ہے۔

مخالفین پر حیرانی ہے کہ وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم خمس میں سے بہت سے جزئیات کا علم مانتے ہیں جب جزئیات کو مانتے ہیں تو پھر خاصہ خدا بھی گردانتے ہیں؛ حالانکہ خاصہ کا تو کسی دوسرے کے لئے ایک جزء ثابت کرنا بھی شرک ہے لیکن ان کی ضد کا علاج کون کرے جزئیات میں صرف علم ساعۃ پر اڑ جاتے ہیں ہم اور حدیث بخاری شریف بھی پیش کرتے ہیں اور آیت بھی ممکن ہے رُوح البیان کا ہی حوالہ بھی پیش کر دیں تو عرض کریں گے کہ صاحب روح البیان کی عادت ہے کہ تحقیق المقام پر تفصیل لکھتے ہیں ورنہ اجمال لکھتے چلے جاتے ہیں؛ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ إِلَىٰ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَةِ بِإِعْلَامِ اللّٰهِ وَهُوَ لَا يُنَافِي الْحَصْرَ فِي الْآيَةِ كَمَا لَا يَخْفَىٰ"، بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت بھی جانتے تھے۔ اللہ کے بتانے سے اور ان کا یہ کلام اس آیت کے حصر کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ باقی رہے دیگر علوم وہ ایک کامل (جسے مخالفین نے بھی قطب وقت مانا) کے قلم کا شاہکار ملاحظہ ہو وہ ہیں حضرت شیخ علامہ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ۔ آپ الابریز صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں: وَأَقْوَى الْأَرْوَاحِ فِي ذٰلِكَ رُوحُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهَا لَمْ يَجُبْ عَنْهَا شَيْءٌ مِنَ الْعَالَمِ فَهِيَ مُطَّلِعَةٌ عَلَىٰ عَرْشِهِ وَعُلُوِّهِ وَسِفْلِهِ وَدُنْيَاهُ وَأُخْرَاهُ وَنَارِهِ وَجَنَّتِهِ لِأَنَّ جَمِيعَ ذٰلِكَ خُلِقَ لِأَجْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمْيِيزُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَارِقٌ لِهٰذِهِ الْعَوَالِمِ بِأَسْرِهَا فَعِنْدَهُ تَمْيِيزٌ فِي أَجْرَامِ السَّمٰوَاتِ مِنْ أَيْنَ خُلِقَتْ وَمَتَىٰ خُلِقَتْ وَإِلَىٰ أَيْنَ تَصِيرُ فِي جِرْمِ كُلِّ سَمَاءٍ وَعِنْدَهُ تَمْيِيزُ اخْتِلَافِ مَرَاتِبِهِمْ وَمُنْتَهَىٰ دَرَجَاتِهِمْ وَعِنْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَمْيِيزٌ فِي أَجْرَامِ النَّيِّرَةِ الَّتِي فِي الْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ مِثْلَ النُّجُومِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْبُرْزَخِ وَالْأَرْوَاحِ الَّتِي فِيهِ عَلَى الْوَصْفِ السَّابِقِ وَكَذَا عِنْدَهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَمْيِيزٌ فِي الْجِنَانِ وَدَرَجَاتِهَا فِي عَدَدِ سُكَّانِهَا وَمَقَامَاتِهِمْ فِيهَا وَكَذَا مَا بَقِيَ مِنَ الْعَوَالِمِ وَلَيْسَ فِي هٰذَا مُزَاحَمَةٌ لِلْعِلْمِ الْقَدِيمِ الْأَزَلِيِّ الَّذِي لَا نِهَايَةَ لِمَعْلُومَاتِهِ وَذٰلِكَ لِأَنَّ مَا فِي الْعِلْمِ الْقَدِيمِ يَنْحَصِرُ فِي هٰذِهِ الْعَوَالِمِ فَإِنَّ أَسْرَارَ الرَّبُوبِيَّةِ وَأَوْصَافَ الْأُلُوهِيَّةِ الَّتِي لَا نِهَايَةَ لَهَا لَيْسَتْ

marfat.ocm
Marfat.com

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ" یہ مِنْ زائد ہے۔ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اسے بھی جانتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو درختوں کے پتے گرنے اور باقی رہنے والوں کا علم ہے۔ اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بھی جانتا ہے۔ وَلَا حَبَّةٍ "، اس کا عطف وَرَقَةٌ پر ہے۔ فارسی اور اردو میں بمعنے دانہ۔

فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ "، (زمین کی تاریکیوں میں)

فائدہ : کاشفی نے فرمایا کہ اس سے وہ بیج مراد ہے جو زمین کے اندر ہوتا ہے وَلَا رَطْبٍ " اس کا بھی ورقہ پر عطف ہے فارسی اور اردو میں بمعنی تر وَلَا يَابِسٍ اور اردو میں بمعنی خشک یعنی اِن اشیاء میں سے ہر شئے کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

فائدہ : حدادی نے فرمایا رطب و یابس سے وہ تمام اشیاء مراد ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اس لئے کہ ان دونوں کی تمام اشیاء یا خشک ہیں یا تر لیکن ان کا صرف جسمانیات سے تعلق ہے۔ اس لئے کہ خشکی و تری جسمانیات کے اوصاف ہیں۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ مگر وہ کتابِ مبین میں ہے۔

فائدہ : اس سے لوحِ محفوظ مراد ہے۔ یہ استثناء اوّل سے بدل الاشتمال کے طور ہے یا اس سے اللہ تعالیٰ کا علم مراد ہے تو یہ بدل الکل ہوگا۔

فائدہ : وَلَا رطب ولا یابس کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ دونوں بسبب حرف عطف مبتداء اور اِلَّا فی کتاب مبین " اس کی خبر ہوگی۔ مقام کی مناسبت سے یہی زیادہ موزوں ہے

مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ فِيْ شَيْءٍ "، یعنی اس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شئے پردہ میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور اس کی بلند، پستی دنیا و آخرت جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے، کیونکہ یہ سب اسی ذات مجمع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلم۔ آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے۔ آپ کے پاس اجرام سماوات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے کیوں پیدا کئے گئے کیا ہو جائیں گے اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب سے پیدا کئے گئے اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب اور منتہاء درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے۔ عالم علوی کے اجرام نیرہ ستاروں سمیت چاند لوح و قلم برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہے۔ اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں

marfat.ocm
Marfat.com

اس لئے کہ کتاب میں مطلب و مالیس کا سقوط نہیں کتابت ہوتی ہے۔

سوال : حدادی نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ سے کوئی شئے مخفی نہیں تو پھر لوحِ محفوظ کا ذکر کیوں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان اشیاء کی تخلیق سے بھی پہلے جانتا تھا۔ اور اس پر وہ اشیاء مکتوب نہ تھیں یا ہوئیں تو بھی اُس کے علم میں برابر فرق نہیں۔

جواب : تاکہ وہ لوح میں محفوظ ہو کر انہیں پڑھا جا سکے۔ یعنی اُس کی مخلوق اس سے پڑھ سکے۔

جواب : تاکہ ملائکہ اس سے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے صفات میں معلومات کے اضافہ سے علم الیقین میں ترقی کر سکیں۔ لیکن حوادث کے حدوث کے وقت انہیں لوحِ محفوظ کے مکتوب کے مطابق پائیں گے لیکن یہ جواب صحیح نہیں اس لئے کہ ملائکہ کرام میں ترقی و تنزل کا مادہ نہیں پھر اُن کے لئے لوحِ محفوظ کی تخلیق کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

جواب صوفیانہ : لوحِ محفوظ اس تین کا قلب (دل) ہے یعنی انسان میں ایک دل بنایا گیا کہ اس میں ماکان و مایکون درج فرما دیا۔

فائدہ صوفیانہ : لوحِ محفوظ بھی مراتب تنزلات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مقدرات کونیہ کو اس میں رکھا جو بندوں کی طرف فوائد عائد ہوں گے اسے صرف عارفِ باللہ یعنی اولیاء اللہ جانتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا۔

کی گنتی اور مقالات کے علم قدیم کے معلومات اس علم میں منحصر نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے دیوبندی اصاغر جو خود کتابیں اس علم کی لکھتے ہیں۔

دیکھئے صاحب کتاب الابریز کیسے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت کی فتوحات میں سے علم کی کوئی چیز خرچی ہوئی فرقی دنیا کی ہو یا آخرت کی پردہ اور حجاب میں نہیں۔ حضرت کے علم میں ہفتہ قدسیہ و شیخ سے حضرت کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں دیکھئے کہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور حضرت کا علم خزانہ کتابی بیس ہوتا ہے حضرت کا علم خزانہ کتابی دس ہے متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت ہی کیا۔

از الدوم : حاشیہ جو حضرات علیہ الرحمۃ والرضوان کے علم کی وسعت علم کے ساتھ نہیں دیتے ہیں کہ علم کی خلق کیا جائیں۔ جب حضرت کے علم کی وسعت سنتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور یہ جواب کرتے ہیں کہ اللہ پاک کا علم کیا اس سے زیادہ نہیں ہے حضرات کو برابر کر دیتے ہیں ان کی تعالیٰ شانہ علم الٰہی کو علم میں منحصر خیال کر دیا ہے ان کی خدمت ہے کہ فرمائیں علم حق تعالیٰ کا کتنا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

؎ معرفت نیست دریں قوم خدایا مددے ٭ تا برم گوہر خود را بخریدار دگر

اس قوم میں معرفت نہیں اے اللہ میری مدد کر تاکہ میں اپنا موتی کسی دوسرے خریدار کے پاس لے جاؤں۔

تفسیر صوفیانہ

: اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کے مناسب عالم شہادت میں ایک دیگر مناسب عالم پیدا فرمایا اور ایک عالم غیب میں پھر غیب کے لئے ایک کنجی بنائی کہ اس سے اس شئی کے غیب و شہادت کا تالہ کھولا جاسکے۔ پھر وہ شئے اسی طرح ہوتی ہے جیسے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ازل میں ارادہ فرمایا تھا: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ،، اُس کے غیب کے خزانوں کو اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ اس لئے کہ اس کے سوا اور کوئی خالق نہیں۔ بنابریں اِس کے اِن خزانوں میں نہ کسی نبی کریم علیہ السلام کو دخل ہے نہ کسی ولی کو اور نہ ہی کوئی انہیں استعمال کرسکتا ہے اس لئے کہ یہ صرف خالق سے مخصوص ہیں (اور نبی و ولی خالق نہیں) اس مسئلہ کو ایک مثال سے سمجھئے وہ یہ کہ فوٹوگرافر (نقش کھینچنے والا) جس شئے کی تصویر کھینچے گا تو اُس کے ہاں اس کی تصویر کی ایک صورت عالم شہادت میں ہے اور ایک صورت عالمِ غیب میں ہے (جسے فوٹوگرافر کا علم و فن کہا جاتا ہے) اُس صورت کے لئے ایک کنجی ہے کہ جس سے باب علم تصویر کو وہ مصور کھولے گا۔ اس صورت کے مطابق جو عالم شہادت میں ظاہر ہوگی اور وہ مصور کے ذہن میں ہے جسے قلم ظاہر کرے گی اور قلم نقاش کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں سوائے اس نقاش کے اور کسی تیسرے شخص کا دخل نہیں۔ اب سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نقاش و مصور ہے اور صورتیں کائنات میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور یہ صورتیں جس طرح عالمِ شہادت میں ہیں۔ اِسی طرح عالمِ غیب میں بھی ہیں۔ اُن کی تخلیق و تکوین اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور اُن کی مفتاح اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اس کا علم عالمِ ملکوت سے متعلق ہے۔ ملکوت کے قلم سے ہر شئی کا ظہور ہے اور وہ قلم صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ،، اسی کے ہاتھ میں ہے ہر شئی کے ملکوت ہے پھر جیسے اشیاء مختلف ہیں اسی طرح ملکوتیات بھی مختلف۔ اور ہر شئی کے ملکوت جمادات ہوں یا نباتات، حیوانات ہوں یا انسان یا فرشتے اُن ہر ایک کے مناسب حال صورت ہے۔ اس لئے مفاتح کو جمع اور غیب کو واحد لایا گیا کما قال " وَعِنْدَهٗ مفاتح الغیب ،، اس لئے کہ غیب تکوین کا علم ہے اور وہ جمیع اشیاء میں ایک ہے اور ملکوت میں کثرت ہے۔ جیسے مصور کی اقلام بکثرت ہوتی ہیں۔

(ف) اللہ تعالیٰ تکوین بَر و بحر کو جانتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے ہی سب کا ظہور ہوا اور ہر عالم شہادت ہے ہیں اور بحر عالم غیب اور عالم ملکوت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن ہر دونوں کو جانتا ہے۔ كَمَا قَالَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ،، اس علم کی وجہ سے ہر درخت کے گرنے والے پتے کو جانتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اُن کا خالق بھی ہے اور مُثبت بھی وہی اور مُنقط بھی وُہی۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ "، اور حبہ سے مُراد حبۃ الروح اور ظلمات الارض سے ظُلمات ارض نفس مُراد ہیں، یعنی ہر رُوح کے بیج جو نفس کی زمین کی تاریکیوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے بھی جانتا ہے اور وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ سے ظلماتِ کمالات بشریہ بھی مُراد ہو سکتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کمالات بشریت کو بھی جانتا ہے اور اُس کے نقصانات کو بھی اور ولا رطب ولا یابس میں رطب سے موجود فی الحال اور یابس سے معدوم فی الحال اور موجود بالقوہ مراد ہے یعنی وہ اس وقت معدوم تھا جب یہ آیت نازل ہوئی اور پھر بعد کو وہ موجود ہوگا اور یہ بھی ہے کہ رطب سے روحانیات اور یابس سے جمادیات اور یہ بھی ہے کہ رطب سے مومن اور یابس سے کافر اور یہ بھی کہ رطب سے عالم اور یابس سے جاہل۔ یا یہ کہ رطب سے عارف اور یابس سے زاہد یا یہ کہ رطب سے اہلِ محبت اور یابس سے اہلِ بغض یا یہ کہ رطب سے صاحب شہود اور یابس سے صاحب وجود یا یہ کہ رطب سے باقی باللہ اور یابس سے باقی بنفسہ اور کتابٍ مُبین سے ام الکتاب مُراد ہے۔ (کذا فی التاویلات النجمیہ)

تفسیر عالمانہ

" وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ "، اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تمہیں رات میں مارتا ہے) یہ خطاب ہر مومن اور کافر کو عام ہے یعنی تمہیں رات کے وقت نیند لاتا ہے یعنی تمیز اور حواس زائل کر کے تمہیں مردہ کی طرح بنا دیتا ہے۔ اس لئے وارد ہے کہ النوم اخ الموت نیند موت کی مانند ہے۔

(ف) التوفی بمعنے قبض الشئ بتمامہ یعنی شئ کو مکمل طور قبض کرنا۔ (فائدہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیند کے وقت رُوح تو نکل جاتی ہے، لیکن اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے۔ اس وجہ سے نیند میں خواب دکھائی جاتی ہے۔ پھر جب وہ جاگتا ہے تو روح آنکھ جھپکنے سے پہلے واپس لوٹ آتی ہے۔ یعنی خواب میں دیکھنے والی رُوح انسانی ہوتی ہے۔ عالم برزخ میں رُوحِ حیوانی اس سے جو کچھ حسن و قبح ظاہر ہوتا ہے اسے رُوحِ انسانی ملاحظہ کرتی ہے اور رُوح حیوانی اُس رُوحِ انسانی کا ظل اور عکس ہے لیکن یاد رہے کہ رُوحِ انسانی و حیوانی حکماء کی اصطلاحیں ہیں۔ اہلِ سلوک ہر دو کو مطلقاً روح اور اس کے تنزلات سے تعبیر کرتے ہیں۔

" وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ "، اور جو کچھ تم دن میں عمل کرتے ہو انھیں بھی وہ جانتا ہے۔

فائدہ : جوارح الانسان یعنی انسان کے وہ اعضاء کہ جن سے اعمال کا صدور ہوتا ہے اور اللیل و النہار کی تخصیص صرف عادت کی بنا پر ہے کہ عادۃً انسان رات کو سوتا ہے اور دِن کو کاروبار میں رہتا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ
اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے
الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ
ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے سچے مولیٰ اللہ کی طرف
اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ
سنتا ہے اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا تم فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا
وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
کی آفتوں سے جسے پکارتے ہو گڑگڑا کر اور آہستہ کہ اگر وہ ہمیں اس سے بچادے تو ہم ضرور احسان مانیں گے
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾
تم فرماؤ اللہ تمہیں نجات دیتا ہے اس سے اور ہر بے چینی سے پھر تم شریک ٹھہراتے
قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ
ہو تم فرماؤ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے
اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ
تلے سے یا تمہیں بھڑادے مختلف گروہ کرکے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے دیکھو ہم کیوں کر
نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ
طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں کہ کہیں ان کو سمجھ ہو اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی حق ہے تم فرماؤ میں
لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ
تم پر کچھ کڑوڑا نہیں ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان جاؤ گے اور اے سننے والے
الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ
جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں
وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا
اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ اور
عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾
پرہیزگاروں پر ان کے حساب سے کچھ نہیں ہاں نصیحت دینا شاید وہ باز آئیں
وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ
اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین ہنسی کھیل بنا لیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور قرآن سے

marfat.ocm
Marfat.com

نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۛ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ
کسی جان کو کہیں کوئی جان اپنے کیے پر پکڑی نہ جائے اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر
تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ
اپنے کو ہر ممکن بدلے دے تو اس سے نہ لیے جائیں یہ ہیں وہ جو اپنے کیے پر پکڑے گئے انہیں پینے کو کھولتا پانی
مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝
اور دردناک عذاب بدلہ ان کے کفر کا

بقیہ صفحہ: ۵۳۹

ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ ،، (پھر تمہیں اس میں بیدار کرتا ہے) اس کا عطف یتوفاکم پر ہے۔

نکتہ: لیل و نہار کے درمیان یَنَامُ کے صیغہ کو لانے میں نکتہ ہے وہ یہ کہ انسان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ رات کو نیند جیسی نعمت عطا فرما کر دن کو پھر بیدار فرما دیتا ہے۔ باوجودیکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ نیند سے اُٹھ کر برائیوں میں مصروف ہو جائے گا۔ وَاِنْ قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ، حالانکہ وہ قادر ہے کہ نیند میں ہی انسان کو موت دے اور اسے حیاۃ دے کر جگاتا ہی نہیں تاکہ اُٹھ کر گناہ نہ کرے، لیکن باوجود ان ہمہ اُس نے خواب سے جگایا اور حیات بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ ثُمَّ تراخی لایا گیا وہ بھی اسی طرح اشارہ کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنس لیل میں نیند دیتا ہے اور جنس نہار میں بیداری بخشتا ہے۔ باوجودیکہ اسے معلوم ہے کہ تم اُٹھ کر گناہ کرو گے۔ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ تاکہ تمہارا اجل پورا ہو یعنی نیند سے اُٹھنے والا۔ موت تک اپنی میعاد زندگی پوری کر سکے۔

(فائدہ) اجل بمعنی زندگی کی آخری مدت

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ،، پھر تمہارا موت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے۔ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وہ اعمال جو تم زندگی کے شب و روز میں کرتے رہے اُن کی تمہیں جزا و سزا دے گا

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ ۶ وَهُوَ الْقَاهِرُ : اور وہی غالب ہے۔ فَوْقَ عِبَادِهٖ اپنے بندوں پر یعنی اس کے سوا بندوں کے جملہ امور کا ہر طرح سے اور کوئی متصرف نہیں جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔

فائدہ : یہ بھی جائز ہے کہ فوق دوسری خبر ہو اور فوق میں مکانیت کا معنیٰ نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مکانیت کی اضافت محال ہے۔ یہاں پر غلبہ یا قدرت یا اسی طرح کا کوئی اور معنےٰ ہوگا۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ فلان فوق فلان فِی العلم "یعنی وہ فلاں سے علم میں فوقیت رکھتا ہے۔ یعنی اس سے علم میں زائد ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) دست بر بالائے دست ایں تا کجا — تا بیزدان کہ الیہ المنتہیٰ
(۲) کان یکے دریاست بے غور و کراں — جملہ دریاہا چو سیلے پیش آں
(۳) حیلہا و چارہ ہا گر اژدہاست — پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست

ترجمہ : (۱) ہاتھ کو ہاتھ پر غلبہ ہے یہاں تک کہ اللہ تک سب کا انتہا ہے۔
(۲) وہ ایسا بیکراں و بے کنار دریا ہے کہ تمام دریا اس کے سامنے چھوٹی نالی ہے۔
(۳) جملہ حیلے مکر و فریب اگرچہ بڑے اژدھا ہیں لیکن الا اللہ کے آگے تو لاہیں یعنی کچھ نہیں۔

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً "، اس کا عطف جملہ اسمیہ "اور تمہارے اوپر ایسے نگران فرشتے بھیجتا ہے جو تمہارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس سے کراماً کاتبین مراد ہیں۔

نکتہ : کراماً کاتبین کو مقرر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جب بندے کو معلوم ہوگا کہ میرے اعمال لکھے جا رہے ہیں (جو قیامت میں برسر میدان عوام کے سامنے ظاہر ہوں گے) تو برائیوں سے رُک جائے گا۔ اور جسے یقین ہو کہ اسے بالآخر معاف فرمائے گا تو اُسے اپنے آقا سے اتنا خوف نہیں ہوتا۔ حضرت کاشفی نے کہا ؎

(۱) نہ اندیشی ازاں روزے کہ در دے — جگرہا خون و دلہا ریش بینی
(۲) دہندت نامہ اعمال و گویند — بخواں تا کردہائے خویش بینی
(۳) مکن در میکنی نارے دراں گوش — کہ اندر نامۂ نیکی پیش بینی

ترجمہ : (۱) تجھے اس دن کا کوئی فکر بھی نہیں جہاں جگر خون ہوں گے اور دل زخمی
(۲) تجھے اعمالنامہ دے کر کہیں گے اسے پڑھ یہ تیرے اپنے کام ہیں۔
(۳) گناہ نہ کر اگر کرتا ہے تو سُن لے کہ آگے تیرے لئے جہنم ہے جب تیرے عملنامہ میں نیکی نہ ہوگی۔

marfat.ocm
Marfat.com

کراماً کاتبین : مروی ہے کہ کراماً کاتبین رات اور دن کے لئے علیحدہ علیحدہ جوڑا ہے۔ ایک نیکیاں لکھتا ہے تو دوسرا برائیاں۔ دایاں بائیں کا امیر ہے۔ جب بندہ نیکی کرتا ہے تو وہ ایک کے بجائے دس نیکیاں لکھتا ہے اور جب بندہ برائی کرتا ہے تو بائیں جانب والا فرشتہ لکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دائیں جانب والا فرشتہ کہتا ہے رک جا۔ وہ چھ سات ساعات رکا رہتا ہے پھر اگر وہ برائی پر استغفار کرتا ہے تو اس کی برائی نہیں لکھی جاتی۔ اگر استغفار نہیں پڑھتا تو اس کے نامۂ اعمال میں صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے۔

سوال : وہ فرشتے جیسے ظاہر عمل کو جانتے ہیں کیا اسی طرح انسان کے دل کے ارادہ کو بھی جانتے ہیں۔

جواب : ہاں[1] وہ دل کے باطنی عزم کو بھی جانتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ کراماً کاتبین ان فرشتوں سے نقل کر لیتے ہیں جو لوح محفوظ کے کاتبین ہیں اور لوحِ محفوظ پر تمام حالات لفظ بلفظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں انہیں ظواہر سے تعلق ہو یا بواطن سے لوح محفوظ سے حالات معلوم کرنے کے بعد وہ بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ رات والے فرشتے رات کو اور دن والے دن کو جس طرح بندوں سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے۔ ویسے ہی وہ لکھتے جاتے ہیں وہ اس سے قبل بھی ان کے اعمال کو جانتے ہیں۔

جواب : بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے منہ سے خوشبو مہکتی ہے۔ اس علامت کے مطابق نیکی کا فرشتہ لکھتا ہے تو وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے منہ سے بدبو اٹھتی ہے۔ اس علامت سے برائی لکھنے والا فرشتہ برائی لکھتا ہے۔

سوال : جو جوڑا آج اعمال لکھنے کے لئے آیا وہی کل آئے گا یا کل کے لئے اور پرسوں کے دیگر وغیرہ وغیرہ

جواب : بعض مشائخ کا فرمان ہے کہ جو جوڑا ایک انسان کے لئے مقرر ہو جاتا ہے وہ اس کی زندگی تک اس کے لئے مقرر رہتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ جو ایک دفعہ حاضر ہوا اسے پھر اس بندے کی زندگی میں دوبارہ آنا نہیں ہوگا بلکہ ان کے بجائے کوئی اور آئیں گے۔ اسی طرح پھر تیسرے روز وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ : کراماً کاتبین انسان کے اعمال لکھتے وقت کہاں بیٹھتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ حدیث نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے منہ کو خلال سے صاف رکھو (اس لئے کہ کراماً کاتبین فرشتوں کی نشستگاہ یہی ہے) اور ان کی سیاہی انسان کی تھوک ہے۔ اور ان کا قلم انسان کی زبان ہے اور ان کے نزدیک دانتوں میں جو طعام پھنس جاتا ہے اس سے اور کوئی شئی زیادہ

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علیمؔ بذاتِ الصدور ہے، لیکن اس کی دین سے بندوں کی یہ صفت حاصل ہے۔ یہی قاعدہ تا حال دیوبندیوں، وہابیوں وغیرہم کو سمجھ نہیں آیا۔ اگر آیا ہے تو ضد سے نہیں مانتے۔ ۱۲۔ اویسی غفرلہ

marfat.ocm
Marfat.com

بد بُودار نہیں

مسئلہ : ممکن ہے کہ انسان کے ساتھ ان دو فرشتوں کے علاوہ اور بھی فرشتے ہوں جو اُسے ایذاؤں سے بچائیں جیسا کہ روایات میں ہے۔ **حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ** (یہاں تک کہ تمہارے ایک کے ہاں موت آجائے)

فائدہ : یہ وہ حتّٰی ہے جس سے کلام کا ابتداء کیا جاتا ہے اور اپنے مابعد والے جملہ شرطیہ کو اپنے ماقبل کے لئے غایت بناتا ہے گویا بندوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے اُوپر نگران فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو تمہاری زندگی بھر تمہارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کی مدت حیات ختم ہو جاتی ہے تو ہم پھر اُس کے لئے اسباب و مبادی آجاتے ہیں۔ **تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا** (تو اسے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے مارتے ہیں) یہ اِن کراماً کاتبین کے غیر ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ جن کی طرف بندوں کی موت سپرد کی گئی ہے۔ یعنی حضرت ملک الموت اور اُن کے خُدام یہاں محافظین اعمال فرشتوں کی ڈیوٹی ختم ہوتی ہے۔ **وَهُمْ** (اور وہ رُوح قبض کرنے والے فرشتے) **لَا يُفَرِّطُوْنَ** ۝ کوتاہی نہیں کرتے اُن امور میں جن کے متعلق اُن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ ان میں نہ وہ سُستی کرتے ہیں اور نہ کوتاہی۔ آنکھ جھپکنے کی دیر بھی ان سے ڈیوٹی میں کمی اور سُستی نہیں ہوتی۔

مسئلہ : تمام مخلوق کی ارواح کو قبض کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے اور ملک الموت اور اُن کے خدام کو مجازاً رُوح کا قبض کرنے والا کہا جاتا ہے (اس لئے کہ وہ قبض ارواح کے وسائط ہیں)

اعجوبہ : ملک الموت کے واسطہ کے بغیر بھی رُوح قبض کی جاتی ہے۔ جیسے بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ ان کی رُوح مبارکہ ملک الموت کے واسطہ سے قبض نہیں ہوئی۔

فائدہ : ملک الموت کے مُعین ملائکہ چودہ ہیں۔ سات رحمت کے (قبض ارواح کے بعد اُن کی طرف مومن کی رُوحیں سپرد ہوتی ہیں) اور سات عذاب کے (کافروں کی روحیں اُن کے سپرد ہوتی ہیں)

ملک الموت اور مسئلہ حاضر و ناظر : ملک الموت کے لئے تمام دُنیا ایسے ہے جیسے تھال میں چند دانے کہ وہ اُس سے جس کی رُوح چاہتے ہیں اُٹھا لیتے ہیں[1] (اقوال مجاہد صاحب رُوح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ ملک الموت کو ارواح قبض کرنے میں کسی قسم کی تکالیف نہیں ہوتی۔ اگرچہ کتنی ہی بے شمار رُوحیں قبض کرنی پڑیں۔ اور کتنے ہی دُور دُور کے مختلف مقامات پہ ہوں۔ اس کی کیفیت عقل جُزی کے فہم و ادراک کے حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ جیسے

marfat.ocm
Marfat.com

شیطان کے وسوسہ کے متعلق سمجھنا مشکل ہے کہ وہ ایک آن میں تمام اہلِ دُنیا کے دلوں میں کس طرح وسوسہ ڈالتا ہے [1]

حدیث شریف : مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی مزاج پُرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ملک الموت کو اس مریض کے سرہانے دیکھ فرمایا اے ملک الموت نرمی کرنا یہ مومن ہے۔ اس نے عرض کی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو خوشی ہونی چاہیئے کہ میں ہر اہلِ ایمان کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔ بلکہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ جب میں کسی اہلِ ایمان کی روح قبض کرتا ہوں تو اُس کے گھر والے روتے ہیں تو میں اُن سے علیحدہ ہو کر کہتا ہوں کہ میں نے کونسا گناہ کیا ہے مامور من اللہ ہوں اور میں یہاں بار بار آؤں گا انہیں ایسی غلطی سے پرہیز لازمی ہے اور کوئی گھر ایسا نہیں جہاں میں دِن میں پانچ بار نہ آؤں۔ وہ پہاڑوں میں ہوں یا جنگلوں میں۔ دریاؤں میں یا کسی اور جگہ پر۔ مجھے اُن کے ہر چھوٹے بڑے سے تعارف ہے بلکہ جتنا میں انہیں جانتا ہوں وہ اتنا اپنے اعزہ و اقارب کو نہیں جانتے۔ بخدا میں مچھر کی جان نکالنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔

ردِّ وہابیہ : علماء اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ موت محض عدم اور صرف فنا کا نام نہیں بلکہ موت جسم سے رُوح کی جُدائی کا نام ہے۔ یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف یا ایک دار سے دوسری دار کی طرف منتقل ہونے کو موت کہا جاتا ہے۔

موت کی اصلی صُورت : مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موت کو ملیح مینڈھے کی شکل میں پیدا فرمایا تو اُسے حکم ہُوا کہ وہ اس ہیئت میں ملائکہ کرام کے ہاں جائے۔ جب فرشتوں نے موت کو دیکھا تو دو ہزار سال بیہوش رہے۔ جب ہوش میں آئے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یہ کیا شئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ موت ہے۔ اُنھوں نے عرض کی یہ کن پر وارد ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر ذی رُوح پر عرض کی۔ دُنیا کیوں پیدا ہُوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تاکہ بنو آدم بھٹکیں۔ عرض کی عورتوں کو کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ فرمایا تاکہ آدم زادے پیدا ہوں۔ عرض کی جن لوگوں پہ موت وارد ہوگی کیا وہ دُنیا اور عورتوں سے مشغول ہو سکتے ہیں۔ فرمایا انہیں طویل آرزوئیں موت بھلا دیں گی۔

---

[1] اسی طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر کا مسئلہ ہے کہ ہمارے عقل و فہم و ادراک میں اگر نہیں آسکتا تو نہ آئے لیکن ہے تو حق مگر افسوس کہ دیوبندیوں و وہابیوں نے ملک الموت اور ابلیس کے لئے تو مان لیا لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی عقیدہ اہلسنت نے منوانا چاہا تو شرک کا فتویٰ جڑ دیا بلکہ ابلیٹھوی گنگوہی، دیوبندیوں کے مرشد نے گستاخانہ لہجہ میں لکھ مارا کہ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کا علم زیادہ ہے (معاذ اللہ) (اویسی)۔

marfat.ocm
Marfat.com

یہاں تک کہ ان سے دُنیا اور عورتیں چھین لی جائیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے تمام مصائب سے بڑی مصیبت موت ہے لیکن غفلت اس سے بڑی ہے۔

ثُمَّ رُدُّوْٓا ۔ اس کا عطف توفیہ پر ہے اور ضمیر کی طرف راجع ہے جو احد کم سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی قیامت میں اُٹھنے کے بعد انہیں ملائکہ لوٹائیں گے۔ اِلَی اللّٰہ ،، (اللہ کی طرف، یعنی اُس کے حکم و جزا کی طرف حساب کے موقف میں۔

سوال : تم نے حکم و جزاء کا معنی کہاں سے نکالا۔

جواب : اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا مکان اور جہت کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ مکان و جہت سے پاک ہے یا یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کے لئے مطیع کر کے لائیں گے کہ ایسے مالک کے حکم کی طرف انہیں لایا جاتا ہے کہ اب اس کے سوا ان کا کوئی مالک نہیں نہ اس کے سوا کوئی حاکم ہے۔

مَوْلٰىهُمُ (اُن کے مالک کی طرف) یعنی ایسے مالک کی طرف جو علی الاطلاق جملہ اُمور کا مالک ہے۔

سوال : یہ تقریر آیت ،، وَاِنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ کے خلاف ہے۔

جواب : آیت میں مولیٰ بمعنی ناصر یعنی حامی و مددگار ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں۔ اسی لئے آیت ہماری تقریر کے منافی نہیں۔

اَلَا (خبردار) لَهُ الْحُكْمُ اس کے لئے جمیع حکم ہیں۔ یعنی اُس دن اپنے بندوں کے صرف وہی فیصلے فرمائے گا۔ وہاں صرف اسی کا فیصلہ چلے گا اور کسی کا حکم نہ ہوگا۔

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ،، اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے کہ اُس دِن تھوڑے سے وقت میں اپنی تمام مخلوق کا حساب لے گا اور یہ بھی ہے کہ اُس کے لئے ایک کا حساب دُوسرے سے مانع نہ ہوگا اور نہ ہی ایک شان دُوسری کو حاجب ہو سکے گی۔ اس کا کلام کسی آلہ (عضو) سے نہ ہوگا اور نہ فکر و رؤیت کا محتاج ہوگا۔

فائدہ : حساب کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ثواب و عذاب سے اُن کے اتحقاق کے مطابق تعارف کرائے گا۔ بعض کے نزدیک حساب کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے تاکہ ان کی مقدار بندوں پر ظاہر ہو یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے حساب مؤمن کا ہوگا۔

مسئلہ : ہر اُس شخص کے لئے کوئی میزان نہ ہوگا جسے بہشت میں بلا حساب داخل کیا جائیگا۔

مسئلہ : حشر و حساب اس زمین کے اُوپر نہیں بلکہ زمین کے اندر ہوگا لیکن اسے بدل کر نہایت سفید چاندی کی طرح بنا دیا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حکم نہ چلے گا۔ اور نہ ہی کسی پر ظلم ہوگا۔

سبق : جب لازماً حساب و کتاب ہونا ہے اور حساب لینے والا بھی وہی احکم الحاکمین ہے تو پھر

marfat.com
Marfat.com

لازم ہے کہ حساب قائم ہونے سے پہلے ہی ہم اپنا حساب صاف رکھیں اس لئے کہ یہ ہے آخرت کے بازار کے
جر ہیں۔ راس المال عمر ہے اور نفع عمر کو طاعت و عبادات میں صرف کرنے میں ہے اور گناہوں و برائیوں میں
عمر صرف کرنے میں گھاٹا ہے لیکن یاد رہے کہ نفس اس تجارت میں اُس کا شریک ہے۔ اگرچہ نفس میں خیر و شر
دونوں کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ لیکن یہ برائیوں اور گناہوں کا عاشق ہے اسی لئے ضروری ہے کہ اُس پر
وی نگرانی رکھی جائے اور پُورا پُورا حساب لیا جائے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

تو غافل در اندیشۂ سُود و مال کہ سرمایۂ عمر شُد پائمال

ترجمہ : تو سُود و مال کے فکر میں غافل ہے اسی طرح سے تیری عمر کا سرمایہ ضائع ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

قُلْ ،، اے پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مکہ کو فرمائیے
مَنْ .. (استفہامیہ ہے) **يُنَجِّيكُمْ** (تمہیں کون نجات دیتا
مِنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ،، جنگلوں اور دریاؤں کی تاریکیوں سے یعنی سفروں میں ان کی
یتناکیوں اور تکالیف سے۔

: اُن کی مشقتوں کا ظلمات سے استعارہ کیا گیا ہے اس لئے کہ ہر دونوں ابطال الابصار
اور ہولناکیوں میں مشابہت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو دن سخت تکالیف و شدائد
سے بسر ہوا اُسے یومِ مظلم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اُسے یومِ ذو کواکب بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ دن ایسا
سخت ہو گیا ہے گویا تاریکی چھا گئی ہے اور ستارے ظاہر ہو گئے ہیں اس لئے کہ جب رات کو تاریکی زیادہ
تو ستارے زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس رات کو چاند نہ ہو تو اس میں ہر چھوٹا بڑا ستارہ
نظر آتا ہے۔ پھر جسقدر تاریکی زیادہ ہو اتنے ہی ستارے زیادہ چمکدار نظر آتے ہیں۔

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ،، اُسے پکارو گے گڑگڑا کر اور چُپکے چُپکے۔ یعنی اُس وقت
ارا یہ حال ہوتا ہے کہ اسے پکارتے ہو دھاڑیں مار کر اور دِل میں نہایت ہی عجز و انکسار سے۔ یہ دونوں
صدر ہیں لیکن چونکہ حال واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ان میں اسم فاعل کا معنے کیا گیا ہے۔

(ف) التضرع بمعنے اظہار الضراعۃ اِلیٰ شیٔ اور ضراعۃ بمعنی شدۃ الفقر و الحاجۃ۔

لَئِنْ اَنْجٰىنَا ،، یہ بھی تَدْعُوْنَہ کی ضمیر مخاطب سے حال ہے لیکن بارادۂ قول یعنی اُسے پکارتے
اور انحالیکہ تم کہنے والے ہوتے ہو کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے نجات بخشی **مِنْ هٰذِهٖ** ،، انہی شدائد و مصائب
سے **لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ** ،، البتہ ہم ہوں گے پکے شکر گزاروں میں سے اور اس پر مداومت کرنے
والوں سے اس نعمت کی وجہ سے۔

(ف) شکر بمعنے اعتراف النعمۃ یعنی نعمت کے اعتراف کرنے کو شکر کہا جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس نعمت

marfat.ocm
Marfat.com

کے حقوق بھی قائم رکھے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے حقوق یہ ہیں کہ منعم حقیقی کی اطاعت میں زندگی بسر کرے اور بُرائیوں سے بچے نہ یہ کہ اُلٹا اُس کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک بنائے جنہیں کسی شئ کی بھی قُدرت نہیں۔

۶۳ **قُلِ** ،، اے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم انہیں فرمایئے **اَللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ** اللہ تعالیٰ تمہیں ظلمات البر والبحر اور اُن کے ماسوا دوسرے غم سے بھی نجات دے گا۔

(ف) کرب انتہا درجہ کے غم کو کہا جاتا ہے کہ جس سے نفس کو سخت گرانی ہو۔

ثُمَّ اَنْتُمْ ،، پھر اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں کا مشاہدہ کر چکے ہو تو بھی **تُشْرِكُوْنَ** اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دُوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو۔ یہاں پر مناسب تھا کہ **لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ** کے بعد **ثُمَّ اَنْتُمْ لَا تَشْكُرُوْنَ** ،، ای لَا تَعْبُدُوْنَ ،، ہوتا۔ لیکن تشرکُوْن کے بجائے لاتشکرون کہا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اشراک بھی ترک شکر ہے ۶۴ **قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا** ،، فرمایئے اے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ شرک کی وجہ سے تمہارے اُوپر عذاب بھیجے ،،

مِنْ فَوْقِكُمْ ،، تمہاری اُوپر کی جانب سے جیسے حضرت نُوح علیہ السّلام کی قوم سے ہُوا کہ انہیں طوفان، صاعقہ (آندھی) سے اور قوم حضرت لُوط علیہ السّلام اور اصحاب فیل پر پتھر برسا کر تباہ و برباد کیا۔

اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ،، یا نیچے سے عذاب بھیجے۔ جیسے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ (ف) بعض نے کہا **مِنْ فَوْقِكُمْ** سے ملوک، رؤسا، اکابر اَوْ **مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ** ،، سے بدکار غلام اور اُن کے ماتحت عوام اور اُن کے بیوقوف لوگ مُراد ہیں اور لفظ اَوْ منع الجمع کے لئے نہیں بلکہ منع الخلو کے لئے ہے۔ یعنی دونوں جہت کا عذاب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے نُوح علیہ السّلام کی قوم سے ہُوا کہ انہیں اُوپر نیچے کے عذاب میں مُبتلا کیا گیا۔ **اَوْ يَلْبِسَكُمْ** ،، یہ لَبَسْتُ علیہ الامر سے ہے۔ ای خَلَّطْتُہٗ (باب ضرب یَضْرِبُ) یا لَبِسْتُ الثَّوْبَ (علم یَعْلَمُ) سے ہے۔ پہلے کا مصدر اللبس بالفتح اور دُوسرے کا بالضم ہے یعنی یا تمہیں خلط ملط کر دے۔ **شِيَعًا** ،، منصوب ہے اس لئے کہ **يَلْبِسَكُمْ** کے کم مخاطب سے حال ہے۔

(ف) شیعہ کی جمع ہے جیسے سِدْرٌ سِدْرَۃ کی جمع ہے اور شیعہ ہر اُس گروہ کو کہا جاتا ہے جو کسی امر پر مجتمع ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں مختلف جماعتوں میں بانٹ دے کہ جن کے آراء و مذاہب مختلف ہوں جن کا ہر فرقہ اپنے علیحدہ مقتداء کا پیروکار ہو تمہارے مابین جنگ کھڑی کر کے ایک دُوسرے کی جنگ کے لئے ہر ایک لیڈر لڑائی پر برانگیختہ کرے۔

(ف) اس سے ثابت ہُوا یہاں پر خلط سے اضطراب مُراد ہے۔

وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط اور تمہارا بعض تمہارے بعض کو چکھائے۔ یعنی تم ایک دُوسرے سے جنگ کرو! چنانچہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ رہا ہے کہ کافروں کو اہلِ ایمان کی جنگ کا مزا چکھاتا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

اسی طرح بالعکس اور یہ بھی ہُوا کہ کافروں کو کافروں سے اور اہلِ ایمان کو اہل ایمان سے مزا چکھایا۔ جیسے اکثر ازمان و اعصار میں ہُوا (اسی طرح جمال و جلال کی صفت کی تربیت کا تقاضا ہے)

حدیث شریف : میں ہے میں نے اپنے ربِ کریم سے تین سوال کئے۔ دو مجھے عطاء ہوئے۔ ایک سے منع فرمایا۔ پہلا سوال یہ تھا کہ میری اُمت کو قحط سالی سے تباہ و برباد نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسے ہی ہوگا۔ دوسرا سوال تھا میری اُمت غرق نہ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسے ہی ہوگا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ میری اُمت خانہ جنگی سے محفوظ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب یہ دُعا مانگنے کے لائق نہیں۔

شرح الحدیث المذکور : قحط سالی سے مُراد عالمگیر قحط ہے جس میں اُمت کا ہر فرد مُبتلا ہو جائے۔ حدیث میں فرق (بالفتح) وارد ہُوا ہے۔ اس سے بھی علی سبیل العموم مُراد ہے۔ جیسے نُوح علیہ السّلام کی امت کے لئے ہُوا۔

فائدہ : حضرت الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی ابر وسوی نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کی تاثیر ہر تین سال کے بعد نمودار ہوتی ہے لیکن بطریق الخفۃ کہ کہیں زور دار بارش ہوگئی اور اس سے کئی دیہات زیر آب ہوگئے اور کئی گھر اور حدیث شریف میں "باس" وارد ہُوا ہے۔ اس سے فتنہ فساد اور جنگ مُراد ہے۔

حدیث شریف : حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری اُمت طعن وطاعون سے فنا ہوگی۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جب میری اُمت[1] میں تلوار آجائے گی تو پھر وہ قیامت تک نہ اُٹھے گی۔

سبق : یہ معجزہ ہے حضُور نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کہ جیسے فرمایا ویسے ہُوا اور البأس بمعنے الشدۃ فی الحرب "

فائدہ : بأس یعنی خانہ جنگی اُس وقت آئے گی جب آئمہ (سلاطین۔ حکّام) کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرنے چھوڑ دیں گے۔ اور دُشمن اہل اسلام پر اس وقت مسلّط ہوگا جب اہلِ اسلام اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معاہدہ توڑ دیں گے؛ چنانچہ بعض احادیث میں وارد ہے۔ **اُنْظُرْ** "، اے محبوب (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم دیکھئے۔ **کَیْفَ نُصَرِّفُ** ہم اُن کے لئے کیسے پھیرتے ہیں **الْاٰیٰتِ** "، قرآنی آیات کو ایک حال سے دُوسرے حال کی طرف کبھی وعدوں سے کبھی وعیدوں سے۔ یعنی کہیں وعید بیان کیا گیا تو ساتھ ہی وعدہ بھی۔ مختلف وجوہ سے آیات کو وارد کیا گیا۔

[1] امت میں تلوار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آئی اور آج تک آپس میں جاری ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

دس سورۃ سے لے کر آخر تک یہی اسلوب رہتا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۔۔ تاکہ وہ سمجھ جائیں اور اپنے جبلی امر سے واقفیت حاصل کر کے مکابرہ و عناد سے لوٹ کر ایمان و اسلام کی طرف رجوع کریں **وَكَذَّبَ بِهٖ** ،، (بہ) کی ضمیر عذاب و موعود یا قرآن کی طرف لوٹتی ہے جو عذاب کی خبر سناتا ہے۔ **قَوْمُكَ** ،، آپ کے قول کی تکذیب کی ۔ جو آپ سے عناد رکھتی ہے۔ **وَهُوَ الْحَقُّ** ،، حالانکہ وہ حق ہے یعنی لامحالہ عذاب واقع ہوگا یا یہ کہ جو کچھ کتاب اللہ نے بیان کیا ہے وہ حق ہے۔ **قُلْ** ،، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے **لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ** ،، میں تمہارے اوپر وکیل نہیں۔ یعنی میں تمہارا محافظ نہیں کہ میرے ہاں تمہارے امور سپرد کئے گئے ہوں تاکہ میں تمہیں تکذیب سے روکوں اور تمہیں تصدیق پہ مجبور کروں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ اور اب میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہوں اس لئے کہ میں تمہیں یہ تمام خبریں سنا چکا ہوں جنہیں تم دیکھو گے **لِكُلِّ نَبَإٍ** ،، قرآن کی تمام خبروں میں سے ہر ایک خبر کا **مُسْتَقَرٌّ** ،، وقت مقرر ہے۔ **وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ** ،، اور عنقریب تم جان لو گے یعنی تم عذاب کے وقوع کو دنیا یا آخرت یا ہر دونوں یعنی دنیا اور آخرت میں۔

سبق : دانا پہ لازم ہے کہ وہ دفع شدائد و ضرار میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں تضرع و انکسار کرے اور گناہوں پہ اصرار نہ کرے۔ اس لئے کہ گناہ ہر قسم کے مصائب میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔ اور ہر ظلمت نفس امارہ کی ظلمات سے ہوتی ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

ہر چہ بر تو آید از ظلمات غم　　آں ز بے شرمی و گستاخیت ہم

ترجمہ : جو کچھ تجھ پر غم کی آندھیاں چل رہی ہیں یہ تیری بے شرمی و گستاخی کی وجہ سے ہیں۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

چرا ز غیر شکایت کنم کہ ہمچو حباب　　ہمیشہ خانہ خراب ہوائے خویشتم

ترجمہ : میں کسی کی کیا شکایت کروں کہ حباب کی طرح ہمیشہ خواہشات نفسانی کی وجہ سے خراب ہوں۔

تفسیر صوفیانہ : آیت میں اشارہ ہے کہ بر سے اجسام اور بحر سے ارواح مراد ہیں۔ ارواح اگرچہ اجسام کے اعتبار سے نورانی لیکن بہ اعتبار حق اور نور الٰہیہ کے ظلمانی ہیں، چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت میں پیدا فرمایا پھر اس پر اپنے نور کے چھینٹے مارے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جب میں نے تمہیں ظلمت خلقیہ میں پیدا فرمایا پھر کون تمہیں ظلمات بر (بشریہ) اور ظلمات بحر (روحانیہ) سے نجات دے گا۔

marfat.ocm
Marfat.com

اوْ تَدْعُوْنَہ" جبکہ تم اسے پکارو تضرعاً جسم کے ساتھ و خفیۃ اور روح سے لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ پھر تم شرک کرتے ہو جبکہ تمہیں اس نے نوری صفات سے جلوہ دکھایا تو بعض شرک کرکے "انا الحق" کہنے رہے اور بعض سبحانی ما اعظم شانی کہتا ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ"، فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ تمہارے اوپر عذاب بھیجے جبکہ تم کہتے ہو انا الحق وَسُبْحَانِیْ کہ وہ اپنے اور تمہارے مابین حجابات قائم فرمادے يُعَذِّبْكُمْ تمہیں اپنی عزت و غیرت میں مبتلا کرے۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ "تمہارے لئے تمہاری بشریت کے حجاب کھڑے کر دے اور تمہارے اوپر تمہاری خواہشات کو مسلط کر دے۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا یا تمہارے ہی مختلف جماعتیں بنادے۔ بعض[1] ایسے صدیقین ہوجائیں اور ایک گروہ تم میں زندیقین ہوں۔ وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اور تمہارے بعض کو بعض کے خوف چکھائے۔ قتل سے یا سولی پر چڑھائے یا رگیں کٹوا دے جیسے حضرت منصور (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے کیا گیا۔

حضرت حلاجؒ کا قصہ

: آپ مقتدر کے وزیر حامد بن عباس کی مجلس میں چلے گئے۔ اس مجلس میں قاضی ابوعمر بھی موجود تھے۔ انھوں نے فتویٰ دیا کہ حلاج کو قتل کر دینا جائز ہے۔ اس تحریر پر دستخط بھی فرمائے اور ساتھ ہی ان فقہاء سے بھی تصدیق کرائی جو اس مجلس میں موجود تھے جب حلاج کو اس فتویٰ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا میرا خون بہانا حرام ہے اور نہ ہی جائز ہے کیونکہ میرے خون بہانے کے لئے مختلف تاویلیں کرو۔ جبکہ میرا عقیدہ اسلام اور میرا طریقہ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مجھے چاروں صحابہ و باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت کا اقرار ہے اور میرے کتب خانہ میں احادیث مبارکہ کی کتابیں موجود ہیں، لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے میرا خون بہانے کا فتویٰ کیوں دیا، لیکن مفتی صاحبان اس فتویٰ پہ دستخط کرتے رہے اور اس کی تکمیل کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور حلاج کو گرفتار کرکے قید خانہ میں پہنچایا گیا۔ مقتدر کو وزیر نے مفتیوں اور قاضیوں کے فتوی سے مطلع کر دیا۔ مقتدر نے کہا اب اس کے متعلق قاضیوں کا اتفاق ہوگیا۔ اس شخص کو سپاہیوں کے سپرد کر دو تاکہ اسے ایک ہزار کوڑے لگائے جائیں۔ اگر اس سے بچ جائے تو پھر اسے ایک ہزار کوڑے اور لگائے جائیں اگر اس سے بچ جائے تو اس کی گردن اڑا دو۔ یہ حکم سن کر حلاج کو سپاہی کے سپرد کر دیا مقتدر کے حکم پہ کچھ اپنا اضافہ بھی کیا کہ اگر دوسرے ایک ہزار کوڑوں سے بچ جائے تو اس کے ہاتھ پھر اس کے پاؤں کاٹے جائیں پھر اس کا سر کاٹا جائے۔ اس کے بعد ان کے جسم کو جلایا جائے پھر جلاد کو کہا کہ اگر تجھے کوئی

---

[1] یہ ان مخصوص بزرگوں (منصور و بایزید رحمہما اللہ تعالیٰ) کے لئے نہیں بلکہ عام جہان صوفیہ کے لئے ہے (اویسی غفرلہ)

marfat.ocm
Marfat.com

دھوکا دے کر کہے کہ حلاج کو چھوڑ دے۔ تجھے فرات و دجلہ کے پانی کے بجائے چاندی سونے سے بھر دیا جائے گا تب بھی کسی کی بات نہ ماننا بلکہ اُس کی سزا پُوری کرنا۔ جلاد نے ایک رات حضرت حلاج کو قید خانہ میں رکھا وہ منگل کی شب تھی۔ ۲۳ ذوالحجہ ۳۰۹ھ میں منگل کے دِن حضرت حلاج کو قید خانہ سے نکال کر اس کے صدر دروازہ پر لایا گیا تو وہ نہایت ہی فخر و ناز سے بیڑیوں میں چل رہے تھے۔

حضرت حلاج کا تماشا دیکھنے کے لئے بے شمار مخلوق جمع ہُوئی۔ جب حضرت حلاج کو میدان میں لاکر ایک ہزار کوڑا مارا تو انہوں نے اُف تک نہ کی۔ جب حسب ایماء وزیر جلاد کوڑوں سے فارغ ہُوا تو حضرت حلاج کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔ اس کے بعد ان کا سر قلم کیا۔ زاں بعد انہیں جلایا گیا تو آپ کی راکھ دریائے دجلہ میں ڈالی گئی اور اُن کا سر بغداد کے صدر دروازہ پر لٹکایا گیا لیکن بعض مریدین کا دعویٰ ہے کہ آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ آپ جیسی شکل کی شبیہ تھی جسے آپ کے دشمنوں نے قتل کیا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہُوا (اسی طرح ہونا ممکن بھی ہے اس لئے کہ اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں)۔

فائدہ : صاحب رُوح البیان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح کی تشبیہ و تخیل حکایات مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ میں ان کی سوانحعمریاں پڑھنے والوں کو اس طرح کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔

مسئلہ : یاد رہے کہ اس طرح کا وقوع جواز ماننا چاہیئے۔ اس پر اعتقاد نہ رکھا جائے۔ یعنی یہ کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں کہ اس کا منکر کافر ہو اور نہ ہی ماننے والوں کو گمراہ کہنا چاہیئے۔

سوال : تم کہتے ہو کہ حلاج ولی اللہ تھا۔ اگر واقعی وہ ولی اللہ تھے تو پھر انہیں آگ نہ جلاتی اور نہ ہی جل کر راکھ ہوتے۔

جواب : یہ کوئی ضروری نہیں کہ اولیائے کرام کے اجسام کو آگ نہ جلائے بلکہ وہ اجسام عوارض و آفات کو قبول کرتے رہتے ہیں۔ جیسے ایوب و یحییٰ علیہما السلام کے متعلق ہم مانتے ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام تھے اسی طرح دُوسرے انبیاء کا حال ہے۔ مروی ہے کہ اصحاب رس (ایک کنوئیں کا نام ہے) نے اپنی طرف بھیجے ہُوئے پیغمبران عظام علیہم السلام کو شہید کر کے اُن کے گوشت مُبارک بھُون کر کھائے۔ اُنھوں نے نہ صرف اس پر اکتفاء کیا بلکہ اُن کی ہڈیاں اپنے کنوئیں میں لٹکا دیں۔ (کذا قال اہل التفاسیر)

عقیدہ : کبھی خرق عادت کے طور بوجہ اظہار کرامت بعض انبیاء و اولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے اجساد مبارکہ آگ سے محفوظ رہے یا انہیں شہید کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔ **عقیدہ** : مزارات میں انبیاء و اولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے اجساد ظاہرہ کو مٹی نہیں کھاتی۔ یعنی اُن کے اجساد ظاہرہ مزارات میں محفوظ و مصئون ہوتے ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ،، اور جب تم اِن لوگوں کو دیکھو کہ وہ ہماری آیات میں غور وخوض کرنے لگتے ہیں۔

(ف) اِذَا جواب یعنی فَاَعْرِضْ کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ خطاب حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کو ہے وَخَوْضٌ بمعنی مُطلقاً کسی شئی میں شروع ہونا پھر اکثر شئے باطل اور آیات قرآنی میں شروع ہونے پر مستعمل ہوتا ہے۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تم دیکھو کہ قرآن پاک میں تکذیب اور استہزا اور طعن وتشنیع میں شروع ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ قریش مکہ (کافروں) کا طریقہ تھا۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ،، پس اُن سے اعراض کیجئے۔ یعنی اُن کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا چھوڑ دیجئے اگر ساتھ بیٹھے ہیں تو اُن سے اُٹھ جایئے۔ جبکہ وہ آیات قرآن میں استہزاء وتکذیب اور طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ یہاں تک کہ وہ شروع ہو جائیں۔ قرآنی آیات کے غیر میں یعنی تمہارا اُن سے علیحدگی اختیار کرنے کی حد وہاں ختم ہے۔ جب وہ قرآنی آیات سے استہزاء وغیرہ چھوڑ کر دوسری عام باتیں شروع کر دیں۔

فائدہ : غیر کی ضمیر آیات کی طرف لوٹتی ہے۔

سوال : آیات جمع اور مؤنث ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر۔

جواب : آیات بمعنی حدیث یا قرآن ہے۔

وَاِمَّا ،، یہ دراصل وَاِنْ مَّا تھا۔ ان شرطیہ کو مَا زائدہ میں اِدغام کیا گیا ہے يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ ،، اور اگر تمہیں شیطان یہ حکم بھلا دے کہ یہ آیات قرآنی سے وہ استہزاء کرتے رہے اور تم اُن کی مجلس میں بیٹھے رہے، حالانکہ وہاں سے اُٹھ جانے کا حکم تھا۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى تو اب یاد آجانے پر اُن کے ساتھ نہ بیٹھئے۔ (الذکریٰ) مصدر بمعنی ذکر ہے۔

(قاعدہ) کلام عرب میں فِعْلیٰ کے وزن پر مصدر صرف یہی الذکریٰ ہے۔ اُس کے سوا اِس وزن پر اور کوئی مصدر نہیں۔ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ظالم قوم کے ساتھ یعنی وہ جنہوں نے قرآنی آیات کی تصدیق وتعظیم کے بجائے اُن کی تکذیب واستہزاء کیا تو اب اُن کے ساتھ نہ بیٹھیں۔

ازالہ وہم اور ردّ وہابیہ وغیرہ

: یہاں کوئی خیال نہ کرے کہ معاذ اللہ شیطان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا دیتا ہوگا اس لئے کہ یہاں محض احتمال بیان کیا گیا ہے اور وہ بھی حرفِ شرط سے اور جو امر حرف شرط سے بیان کیا جائے اس سے وقوع لازم نہیں آتا۔ اگرچہ بعض عُلماء نے انبیاء علیہم السلام کے لئے سہو ونسیان کا جواز مانا ہے[1]

[1] اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ "التبیان فی السہو والنسیان" میں دیکھئے۔ اویسی غفرلہٗ

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ : یہاں الشیطان سے ابلیس اور اس کی جماعت کے بڑے بڑے شیطان مُراد ہیں اس لئے کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ جو شیطان تخلیق کیا گیا وہ تو مسلمان ہوگیا وہ آپ کو صرف خیر کا القاء کرتا تھا بخلاف اُمت کے کہ ان کا شیطان انہیں بُرائی کا القاء کرتا ہے۔

حدیث شریف : حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام پر دو وجہوں سے افضل ہوں۔

(۱) میرا شیطان کافر تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ مُسلمان ہوگیا۔

(۲) میری ازواج (مطہرات) دینی اُمور میں میری معاون رہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے شیطان اور آپ کی زوجہ نے آپ کو خطا (ظاہری) پر اکسایا

ربط : اہلِ اسلام پر گراں ہوتا تھا جبکہ انہیں مسجد حرام میں بھی جانا ہوتا۔ وہاں طواف بھی کرنا ہوتا اور وہاں پر کفار کا کام بھی یہی تھا کہ وہ قرآن کی آیات کی تکذیب اور اُن سے استہزاء اور اُن پر طعن و تشنیع کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِنی طبع کے پیشِ نظر اُن کو اجازت بخشی کہ وہ بیت حرام وغیرہ میں بطور وعظ و نصیحت کے اُن کے ساتھ بیٹھ اُٹھ سکتے ہیں۔

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ .. اور متقیوں پر ان کا کوئی حساب نہیں

(ف) : حِسَابِهِمْ کی ھم ضمیر خائضین کی طرف لوٹتی ہے اور مِنْ شَيْءٍ میں مِنْ زائدہ ہے اور مِنْ شَيْءٍ محلاً مرفوع اور مبتدا اور اس کی خبر عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مقدم ہے۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہُوا جو مؤمن خائضین کے قبیح اعمال و اقوال سے بچتے ہیں ان پر ان کے جرائم و معاصی کے متعلق کسی قسم کا حساب وغیرہ نہیں۔

وَلٰكِنْ ذِكْرٰى ،، لیکن ان مومنین پر لازم ہے کہ وہ اِن کافروں کو نصیحت کریں اور انہیں اپنی وُسعت کے مطابق سمجھائیں کہ قرآنی آیات پر طعن و تشنیع اور تکذیب نہ کریں بلکہ ان کے سامنے ایسی بُرائیوں پر کراہت کا اظہار کریں۔ ذِكْرٰى مفعول مطلق اور اُس کی واو عاطفہ اور لکن استدراکیہ ہے۔ اس سے معترض کا اعتراض دفع ہوگیا کہ واو اور لکن بہر دونوں حروف عاطفہ ہیں اور دونوں کا اجتماع مکروہ سمجھا جاتا ہے اور قرآن مجید کی اس آیت میں یہ اجتماع کیوں۔ ہم نے اُوپر عرض کر دیا کہ لکن عاطفہ نہیں بلکہ استدراکیہ ہے۔

سوال : ایسی نظیر قائم کرو جہاں دو حروف کے اجتماع سے تاویل کر کے خرابی لازم نہ آتی ہو

جواب : قرآن مجید کے علاوہ احادیث مبارکہ اور شعرائے عرب کے فُصحاء کے کلام میں لفظ

marfat.ocm
Marfat.com

پر لام داخل ہوتی ہے وہ دونوں حروف ہیں سَوف استقبالیہ ہے اور لام حالیہ اور ان کا اجتماع عندالنحاۃ مکروہ ہے، لیکن سب کا اتفاق ہے کہ یہ لام حالیہ نہیں بلکہ صرف تاکید یہ ہے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ تاکہ وہ کفار قرآنی آیات کی تکذیب اور استہزاء وغیرہ سے بچ جائیں۔ تمہارے حیاء سے یا اس خطرہ سے کہ کہیں اہلِ اسلام بُرا نہ مانیں ۝ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا، اَلَّذِيْنَ الخ سے وہی کُفار مراد ہیں جو قرآنی آیات سے استہزاء وغیرہ کرتے اور دِیْنَهُمْ سے دینِ اسلام مُراد ہے اس لئے کہ اس کے لئے انہیں مکلف بنایا گیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اس کے احکام پر عمل کرنے کے مامور ہوئے اِتَّخَذُوْا لَعِبًا وَّلَهْوًا سے مراد یہ ہے کہ وہ دینِ اسلام سے مذاق اور ٹھٹھہ مخول کرتے رہتے تھے۔ لعب اس عمل کو کہتے ہیں جو نفس کو مُفید امور سے پھیر دے اور لہو ایسا عمل جو نفس کو صحیح امر سے بیکار باتوں میں لگا دے۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہُوا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑیئے جنہوں نے دینِ اسلام کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور انہیں حیٰوۃ دُنیا نے دھوکے میں رکھا ہے اور اُن کے نقش و نگار سے مطمئن ہیں یہاں تک کہ اب انہیں یقین ہے کہ اس کے بعد اور کوئی زندگی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن سے بے پرواہ ہو جایئے اُن کے معاشرے اور ان کے میل جول سے یکلخت دُوری اختیار فرمایئے اُن کی تکذیب یا قرآنی آیات سے استہزاء کو خیال میں نہ لایئے اور نہ ہی ان کی طرف توجہ فرمائیں اس سے یہ وہم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کو تبلیغ سے بھی روک رہا ہے اس لئے کہ اس کے بعد فرمایا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اور جسے آپ نصیحت و وعظ کا اہل سمجھتے ہیں۔ آپ اُسے قرآن مجید کے متعلق نصیحت فرمایئے تُبْسَلَ نَفْسٌ تاکہ کوئی ہلاکت یا رُسوائی کی طرف نہ دھکیلا جائے۔

بِمَا كَسَبَتْ ،، اعمال قبیحہ کی وجہ سے۔

فائدہ : بَسْل وَاَبْسَال دراصل منع (روکنے) کو کہتے ہیں۔ اس وجہ سے اسے ہلاکت و بربادی کی طرف دھکیلنے کے لئے استعمال کیا جانا جائز سمجھا گیا ہے، کیونکہ ہلاکت و بربادی کی طرف دھکیلنا منع (روکنے) کے معنیٰ کو مستلزم ہے۔ اس لئے کہ جب کوئی ہلاکت و تباہی کی طرف دھکیلا گیا تو مسلّم الیہ یعنی ہلاکت نے مسلّم یعنی دھکیلنے والے کو تباہی و ہلاکت سے روکا اور دھکیلے ہُوئے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

(ف) تفسیر کاشفی نے فارسی میں اس کا یُوں ترجمہ کیا کہ تا تسلیم کردہ نہ شود بہلاک یا رُسوا نکردہ شود نفس بر کافرے بسبب آنچہ کردہ است از بدیہا،، یعنی تاکہ ہر کافر کا نفس برائیوں کی وجہ سے ہلاکت کی طرف دھکیلا نہ جائے اور ان کو رسوائی نہ ہو۔

marfat.ocm
Marfat.com

فَلَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ وَلَا شَفِيْعٌ ،، نہ اِس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سفارشی ہوگا اور نہ کوئی حمائتی ۔

(ف) یہ جُملہ مستانفہ ہے۔ قیامت میں اُن کے حالات کی خبر دینے کے لئے لایا گیا ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نفس کا حال ہے اس معنی پر نفس سے کافر مُراد ہے یا اُسے نفوس کثیرہ کے معنے سے تعبیر کر کے اس کے لئے مؤنث کی ضمیر لائی گئی ہے ۔ جیسے عُلِمَتْ نَفْسٌ مَّا الخ میں ہے۔

(ف) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ،، سے مُراد یہ ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اس نفس کا کوئی حمائتی نہیں ہوگا جو اس سے جہنم کا عذاب ہٹا سکے ۔

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ ،، اور اگرچہ وہ نفس بہت بڑا فدیہ بھی پیش کرے گا۔ مثلاً جہنم کے عذاب سے نجات پانے کے لئے زمین کی تمام دُنیا و دولت فدیہ کے طور دے تب بھی اسے جہنم سے نجات نصیب نہ ہوگی ۔ لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا ،، اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

(ف) كُلَّ عَدْلٍ ،، مفعول مطلق کی بنا پر منصوب ہے ۔ اس معنی پر اب عدل اس مال و دولت کا نام نہ ہوگا جو بطور فدیہ کے دیا جاتا ہے بلکہ مصدری معنے میں ہوگا۔

سوال : اخذ کا استعمال اعیان پر ہوتا ہے نہ معانی پر لیکن یہاں پر اس کا استعمال معانی پر ہو رہا ہے۔

جواب : امام رازی نے فرمایا اسے اکثر اعیان میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن کبھی بمعنے قبول کے بھی آتا ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت و یاخذ الصدقات میں یاخذ بمعنی یقبل ہے ۔ جب یوخذ بمعنی یقبل اس آیت میں مانا گیا تو اس کے مصدر کی طرف اسناد ماننا بلاخوف وخطر جائز ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ کافر کے چھٹکارے کے لئے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور اُس کی کسی طرح بھی نجات نہیں ہو سکے گی ۔

سبق : جب یہ حال ہے تو اس بیوقوف پر تعجب ہے کہ گناہ کرتے وقت خوف سے لرزتا کیوں نہیں ۔ اُولٰئِكَ ،، اس سے وہ لوگ مُراد ہیں جو دین سے مُنہ موڑ کر تے اور دنیاوی اسباب میں بہت زیادہ منہمک ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا ،، وہ لوگ کہ جنہوں نے اپنے آپ کو عذاب میں دھکیل دیا ۔

بِمَا كَسَبُوْا ،، بوجہ اُن کے اعمالِ قبیحہ اور عقائد فاسدہ کے ۔

(ف) فارسی تفسیر میں ہے ۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو عذاب کے فرشتوں کے سپرد کر دیا بوجہ ان اعمال قبیحہ کے جو اُن سے سرزد ہوئے ۔

(ف) تفسیر ابوالسعود میں ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے قبیح اعمال کا ارتکاب کیا۔ اس سے معلوم

marfat.ocm
Marfat.com

ہُوا کہ بِمَا کَسَبُوْا میں باء بمعنے اِلیٰ ہے جیسے مررت بزید میں باعتبار مفہوم کے باء بمعنے اِلیٰ ہے لَهُمْ شَرَابٌ ،، یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب انہیں عذاب کے لئے دھکیلا جائے گا پھر اُن کے ساتھ کیا ہوگا تو اس کے جواب میں فرمایا لَهُمْ شَرَابٌ۔ ان کے لئے پینے کا پانی ایسا ہوگا کہ مِنْ حَمِيْمٍ سخت گرم کہ جس کے پیتے ہی پیٹ میں گڑبڑ شروع ہو جائے اور اُس کی سخت گرمی سے آنتیں کٹ جائیں۔ وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اور عذاب دردناک ایسی آگ سے جو اُن کے اجسام کو جُھلس دے بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ بسبب اُن کے کُفر کے کہ جس میں وہ عالم دُنیا میں دائمی طور مُبتلا رہے۔

مسئلہ : قرآنی آیات کی تکذیب اور اُن سے استہزاء کُفر ہے اور کفر کا انجام عذابِ دردناک۔

مسئلہ : معاصی پر اصرار بھی بسا اوقات کفر پر خاتمہ کا سبب بن جاتا ہے (العیاذ باللہ)

حکایت پُر اسرار

: حضرت ابو اسحاق خزازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ہمارے ہاں نشست و برخاست رکھتا تھا لیکن وہ اپنے آدھے چہرے کا حصہ ڈھانپے رکھتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ ہمارے ہاں تیری نشست و برخاست بہت زیادہ ہے لیکن تا حال تیرے اس راز سے بیخبری ہے کہ تو اپنے چہرے کے آدھے حصّے کو کیوں ڈھانپے رکھتا ہے۔ اُس نے عرض کی کہ اگر آپ وعدہ فرمائیں کہ واقعہ سُننے کے بعد ناراض نہیں ہوں گے تو تفصیل عرض کروں۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تو کہنے لگا کہ میں چوٹی کا بناش (قبر کھود کر میت کا کفن چُرانے والا) تھا۔ ایک دفعہ ایک عورت مدفون ہُوئی تو میں نے حسبِ عادت اُس کی قبر کھودی اور اُس کے کفن اُتارنے شروع کر دیئے پہلے اُس کی باہر والی چادر کھینچی پھر اندر والی کفنی، لیکن میں نے جونہی اُس کی کفنی کو اُتارنا چاہا تو اُس نے ایک جھٹکے سے کفنی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ میں نے کہا میت ہو کر مجھ پر غالب ہو رہی ہے۔ میں نے کچھ ہوشیار ہو کر کفنی کھینچی تو اُس نے زور سے میرے چہرے پر طمانچہ مارا (چہرے سے کپڑا ہٹایا تو میں نے اس کے چہرے پر پانچ انگلیوں کے طمانچے نشان دیکھے) اس کے بعد میں نے اس کی کفنی چھوڑ دی اور چادر باہر والی جو پہلے کھینچ چکا تھا وہ بھی اس پر واپس ڈال دی اور اس کی قبر پر مٹی ڈال دی۔ اس وقت میں نے توبہ کی کہ آئندہ تا دمِ زیست کسی کی قبر کی چوری نہیں کروں گا۔

حضرت فزاری فرماتے ہیں میں نے یہ ماجرا حضرت اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو لکھا۔ انہوں نے جواب لکھا کہ اس سے پوچھو کہ تباؤ کہ قبر میں اہلسنت کے چہرے قبلہ رُخ تھے یا اس سے پھرے ہُوئے نظر آئے اُس نے جواب دیا کہ بعض کے چہرے قبلہ رُخ ہوتے اور بعض کے پھرے ہُوئے۔ حضرت اوزاعی نے یہ سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا۔

(ف) سُنت سے یہاں اُن کی دینِ اسلام مُراد تھی جن کے چہرے قبلہ سے پھر چکے تھے۔ معاذ اللہ! اُن کے خاتمے ایمان پہ نہ ہُوئے تھے۔

marfat.ocm
Marfat.com

ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و مغفرت اور اُس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ہے یا رب از ابر ہدایت برساں بارانے ٭ پیشتر ازانکہ چوں کردی زمیاں برخیزم ؎

تفسیر صوفیانہ

: آیات میں اشارہ ہے کہ طالب راہ حق کے لئے نہایت نامناسب ہے کہ وہ احوال عوام میں توجہ رکھنے والے لوگوں سے نشست و برخاست رکھے۔ اس لئے کہ اُن کے ساتھ صحبت رکھنے سے سنگار و آرائش کے اور کوئی خیالات نہیں رہیں گے کیونکہ وہ انہیں خیالات میں مبتلا ہوتے ہیں اور طبیعت کو طبیعت سے میلان ہوتا ہے اور اُس کی نقل اُتارنے کی خوگر ہوتی ہے ؎

(۱) نفس از ہم نفس بگیرد خوئے ٭ پرحذر باش از لقائے خبیث

(۲) باد چو بر فضا بد بگزرد ٭ بُوئے بدگیرد از ہوائے خبیث

ترجمہ (۱) نفس نفس سے عادت حاصل کرتا ہے فلہذا خبیث آدمی کی ملاقات سے پُرحذر ہو

(۲) جب ہوا گندی فضا سے گزرتی ہے تو گندی فضا کی وجہ سے اس سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

سبق

: اس سے ثابت ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنا ضروری اور لازمی ہے اور بزرگوں کے ملفوظات سے نصیحت حاصل کرنا واجب۔

حکایت

: حضرت عبداللہ بن الاحنف نے فرمایا کہ میں نے مصر سے رملہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں جاکر رودبادی قدس سرہ (ولی اللہ) کی زیارت کروں۔ مجھے راستہ میں حضرت عیسیٰ بن یُونس مصری ملے اور فرمایا میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ تم رملہ کے بجائے صور میں جاؤ۔ وہاں دو بزرگ (ایک بوڑھا دوسرا نوجوان) حالت مراقبہ میں بیٹھے ہیں اگر تجھے اُن کی زیارت نصیب ہوگئی تو سمجھو باقی زندگی سُدھر گئی۔

حضرت ابن الاحنف فرماتے ہیں کہ میں عیسیٰ بن یونس کا مشورہ قبول کر کے صور میں چلا گیا۔ واقعی وہاں دو بزرگ (ایک بوڑھا اور دوسرا نوجوان) قبلہ رخ مراقبہ میں بیٹھے تھے باوجودیکہ میں بھوکا اور پیاسہ تھا اور دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی کپڑا وغیرہ بھی نہیں تھا، لیکن اُن کی زیارت کرتے ہی تمام بھوک پیاس دور ہوگئی اور سُورج کی گرمی بھی ٹھنڈک سے بدل گئی۔ اُن کی خدمت میں پہنچ کر السلام علیکم عرض کیا لیکن اُنھوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ ہی میرے ساتھ کلام کیا۔ میں جتنی باتیں کرتا رہا وہ خاموش رہے۔ میں نے عرض کی تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میرے ساتھ کوئی بات تو کرو۔ میرے قسم دینے پر بوڑھے بزرگ

marfat.ocm
Marfat.com

نے مراقبہ سے سر اُٹھایا اور فرمایا اے ابن الاحنف تجھے کاروبار کی مشغولی
فراغت ہی نہیں یہ ہمارے ساتھ باتیں کیا کرو گے۔ یہ کہہ کر پھر وہ مراقبہ میں چلے گئے۔ میں وہاں بیٹھا رہا
تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے ظہر پھر عصر بھی اُن کے ساتھ پڑھی، لیکن اُن کی برکت سے میری بھوک
ایسی ختم ہی ہو گئی۔ میں نے پھر اس نوجوان سے عرض کی آپ ہی مجھے کوئی نصیحت فرمائیں جس سے
نفع پاؤں۔ اُس نے فرمایا میں اہل مصیبت ہوں۔ ہم کسی کو نصیحت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح میں اُن کے
ں شب و روز ٹھہرا۔ میں نے دل میں سوچا کہ انہیں عرض کروں کہ وہ مجھے نصیحت و وصیت فرمائیں تاکہ
زندگی بھر اس پر عمل کروں میرے اس وسوسہ پر وہ نوجوان مطلع ہوا اور فرمایا تمہیں چاہیئے کہ ایسے لوگوں
صحبت اختیار کرو کہ جن کی صحبت سے خدا تعالیٰ یاد رہے اور اُن کی نگاہ سے تمہارا کام بن جائے اور وہ
یحت کریں تو عمل طور نہ صرف زبانی یہ کہہ کر وہ دونوں میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ گویا میں لسانِ
ل سے کہہ رہا تھا ؎

شدوا الطایا قبیل الصبح وارتحلوا وخلفونی علی اللاطلال ابکیها

وہ صبح سے پہلے اپنی سواریوں کو لے کر چلے گئے اور مجھے ریت کے ٹیلوں پر چھوڑ گئے۔ اُن کی یاد میں
ں ہر وقت روتا رہتا ہوں۔

سبق : نصیحت کہنا سُننا تو آسان ہے لیکن اُسے قبول کر کے عمل کرنا سخت مشکل ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کی عنایت اسے کھینچ کر
ی ناصح کے دروازے پر لے جاتی ہے جو اُسے ظاہری و باطنی نصیحت سے نوازتا ہے اور اُس کی نصیحت
نور سے وہ بندہ ہدایت پا کر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے کی منازل طے کر لیتا ہے۔ یعنی نفس کی نشیب گھاٹیوں
نکل کر رُوح کی بلندیوں پر پرواز کر جاتا ہے جس سے اسے وقار و اطمینان نصیب ہوتا ہے اور یہی اس
ترقی اور بلندی ہے یہی آیات نفس کی بیماریاں اور اُن کے علاج بتاتی ہیں (اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی
صلاح پر فتح و نصرت نصیب فرمائے۔ آمین!

marfat.ocm
Marfat.com

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا
تم فرماؤ کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں جو ہمارا نہ بھلا کرے اور نہ برا
وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ
اور الٹے پاؤں پلٹا دیئے جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں راہ دکھائی اس کی طرح جسے شیطان نے
فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ
زمین میں راہ بھلا دی حیران ہے اس کے رفیق اسے راہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آ تم فرماؤ کہ اللہ ہی کی ہدایت
هُوَ الْهُدٰى ۭ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ
ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو رب ہے سارے جہان کا اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے
الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ
ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھنا ہے اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین ٹھیک بنائے
وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۙ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۭ
اور جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا ہو جا وہ فوراً ہو جائیگی اس کی بات سچی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ
ہر چھپے اور ظاہر کا جاننے والا اور وہی ہے حکمت والا خبردار اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر
اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ
سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں اور اسی طرح ہم ابراہیم
اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ
کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ ہیں ایقین والوں میں ہو جائے پھر جب ان پر
عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا
رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے
رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ
پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں
مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ
گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر

marfat.ocm
Marfat.com

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان
وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی
اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی کہا کیا اللہ کے بارے میں مجھ
اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ
سے جھگڑتے ہو تو وہ مجھے راہ بتا چکا اور میں ان کا ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو ہاں جو میرا ہی رب کوئی بات چاہے میرے رب
كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ
کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے
اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ
اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی تم پر اس نے کوئی سند نہ اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ
ہے اگر تم جانتے ہو وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے
الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾
امان ہے اور وہی راہ پر ہیں

تفسیر عالمانہ

: قُلْ اَنَدْعُوْا ،، فرمائیے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم عبادت کریں۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ،، اللہ تعالیٰ کی عبادت سے متجاوز ہو کر مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا ،، ان کی جو نہ ہمیں نفع پہنچا سکیں نہ نقصان یعنی جب ہم اُن کی عبادت کریں تو وہ ہمارے نفع کی قدرت نہ رکھیں۔ اگر ہم ترک کریں تو وہ ہمیں نقصان نہ پہنچائیں (اُن سے اصنام باطلہ مُراد ہیں) اور بہت بڑی قدرت والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا ،، اور اپنے گٹوں کی طرف لوٹائے جائیں۔ اعقاب عقب کی جمع ہے قدم کے پچھلے حصے کو کہا جاتا ہے یعنی اگر ہم غیر اللہ کی عبادت کریں تو ہم اسلام سے ہٹ کر گمراہی کی طرف لوٹ

marfat.ocm
Marfat.com

جائیں گے۔ **بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ** ،، بعد ازاں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت بخشی اور ہمیں شرک سے بچایا۔ **كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ** ،، تُرَدُّ کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی کیا ہم لوٹائے جائیں اپنے گٹوں کی طرف درانحالیکہ ہماری مشابہت اس سے ہوگی جسے سرکش جنات حیرانی و سراسیمگی کی طرف لے جاکر گمراہ کر ڈالیں۔ **فِي الْاَرْضِ** ،، یہ اِسْتَهْوَتْهُ کے متعلق ہے۔ **حَيْرَانَ** ،، اِسْتَهْوَتْهُ کی ہٗ ضمیر سے حال ہے۔ حیران صفت مشبہ ہے۔ اس کی مؤنث حیریٰ آتی ہے اور گردان حَارَ یَحَارُ حَیْرَۃً ہوتی ہے۔ حَیْرَان یعنے متحیر اور سیدھے راہ سے بٹا ہُوا **لَهٗ اَصْحٰبٌ** ،، یہ حیران کی صفت ہے یعنی اُس بھٹکے ہُوئے آدمی کے اور ساتھی ہوں۔ **يَدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى** ،، جو اسے سیدھے راہ کی طرف بلائیں۔ طریق مستقیم سیدھے راستے کو ہدی سے تعبیر کرنا مبالغہ کے طور ہے۔ جیسے عموماً مصادر کو مفاعیل کے معانی میں لایا جاتا ہے کہ وہ ایسا سیدھا ہے کہ گویا وہ راستہ کا عین ہے۔ **اِئْتِنَا** ،، یَدْعُوْنَہٗ سے بدل ہے بارادہ یَقُوْلُوْنَ یعنی اسے کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں آجا۔

ف : اللہ تعالیٰ نے مُشرک اور عابد اصنام (جو حق و باطل کے امتیاز کے باوجود اصنام پرستی کرتا ہے) کی ایسے شخص سے تشبیہ دی ہے جو تین اوصاف سے موصوف ہو :۔

(۱) سرکش جنون کے پھندے میں پھنس کر جنگلوں ویرانوں میں حیران و سرگرداں پھرنے والا۔

(۲) سیدھے راہ سے ہٹ کر ہر جگہ بھٹکنے والا کہ جسے علم تک نہ ہو کہ وہ کیا کر رہا ہے

(۳) اس کے اور ساتھی ہوں جو اسے کہیں کہ ہماری طرف آجا تو ویرانوں میں پھر رہا ہے اور سیدھے راہ سے بھٹک گیا ہے لیکن وہ نہ انہیں جواب دے سکے اور نہ ہی وہ شیاطین اور جنات کو چھوڑ سکے۔

فائدہ : جن اجسام[1] لطیفہ کا نام ہے جو مختلف اشکال میں متبدل ہو سکتے ہیں اور وہ یہ بھی قُدرت رکھتے ہیں کہ اجسام متخلخلہ میں ہوا کی طرح گھُس جائیں۔ **قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ** ،، فرمائیے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ کی وہ ھدایت جو اُس نے ہمیں عطاء فرمائی ہے یعنی اسلام **هُوَ الْهُدٰى** ،، صرف ہدایت وہی ہے اس کے ماسوا ضلالت محض اور غوایت خالص ہے **وَ** اور فرمائیے **اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** ۝ ہم مامور ہیں کہ ہم صرف ربُّ العالمین

---

[1] جن کی تعریف ہٰذا پر تمام اقوام کو تقریباً اتفاق ہے لیکن تعجب دیوبندیوں و وہابیوں پر ہے کہ مدعیان اسلام ہو کر جنات کے ان کو اوصاف پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن انبیاء و اولیاء کے لئے لطافت کے ماتحت اس طرح مانا جائے تو اُن کے نزدیک شرک ہے۔ اویسی غفرلہ

marfat.ocm
Marfat.com

کرمانیں۔ لِتَفْعَلَ کی لام بمعنی یا رہے۔ مثلاً اہلِ عرب کہتے ہیں امرتك لتفعل وان تفعل وبان تَفْعَل ،، ان تمام محاوروں کا ایک مطلب ہوگا وَ اَنْ اور یہ کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْہُ نماز قائم کرو اور اللہ سے ڈرو۔

فائدہ : اسلام رئیس الطاعات اور نماز اجسام سے متعلقات عبادت کی سردار عبادت ہے اور تقویٰ ان عبادات کا سرور جس میں معاصی کے ترک کرنے اور غیر مستحسنہ امور سے احتراز کرنے کا حکم ہے ۸۲ وَ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ،، اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائی۔ یعنی علوی اور سفلی عوالم اور جو اُن کے اندر ہے سب اُسی کا پیدا کردہ ہے بِالْحَقِّ ،، خلق کے فاعل سے حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ حق سے قائم ہے۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ ط قَوْلُہُ الْحَقُّ ط ،، اور اُس دن فرمائے گا کہ ہو جا تو ہو جائے گا۔ اور اُس کا قول حق ہے یوم تولہ الحق کا ظرف ہے اور معنی کے اعتبار سے قول الحق پر داخل ہے۔ اب معنی یوں ہوا کہ اس کا امر ان تمام اشیاء سے کہ جن کے پیدا کرنے کے لئے اس کا ارادہ متعلق ہوتا ہے حق ہے نہ اُن کے افراد احیان سے پہلے نہ بعد کو اور حق بایں معنی ہے کہ جن کی حقانیت مشہود لہ اور معروف ہے۔ وَلَہُ الْمُلْکُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ،، اور اُسی کا ملک ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی نفخ صور کے بعد صرف اسی کا ملک ہوگا۔ کسی دوسرے کا اگرچہ مجازاً کسی طرح کا ملک منسوب نہ ہوگا۔ جیسے دُنیا میں بطور مجاز غیر اللہ کی طرف ملک منسوب ہوتے تھے۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ط غیب و شہادت کا عالم ہے۔ یعنی جو ہم سے پوشیدہ ہیں یا جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اُن سب کا وہی عالم ہے وَھُوَ الْحَکِیْمُ ،، اور وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اس کی حکمتوں کو جانتا ہے الْخَبِیْرُ تمام جلی و خفی اُمور سے باخبر ہے۔

صُور اسرافیل کا بیان : حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے فارغ ہُوا تو صور پیدا کر کے اسرفیل علیہ السلام کو دے دیا اور وہ صور کو منہ میں رکھ کر اپنی آنکھ عرشِ معلّٰی پر لگائے ہُوئے ہیں کہ کب انہیں صور کے پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صُور کیا شئے ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے پھر میں نے عرض کی وہ کس طرح ہے آپ نے فرمایا۔ وہ بہت بڑا ہے مجھے اُس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ چودہ طبق (آسمانوں اور زمینوں) کو گھیرے ہُوئے ہے اور اس کے دائرہ میں ارواح مخلوق کے برابر سوراخ ہیں۔

(ف) منقول ہے کہ نفخ تین ہیں :۔ (۱) نفخ فزع کہ جب اُسے لوگ سُنیں گے تو انہیں یقین ہو جائیگا

marfat.ocm
Marfat.com

کہ اب وہ یقیناً مرجائیں گے۔ اس نفخ کے بعد تمام مخلوق فنا ہوجائے گی۔ دُنیا کی کوئی شئ بھی باقی نہ رہے گی اُس کے بعد اُنہیں گھبراہٹ گھیر لے گی اور وہ نفخ حساب وکتاب کرنے کے لئے ہوگا۔

(۲) یہ نفخ صعق کا کہلاتا ہے کہ اس سے تمام مخلوق مرجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب کو فنا ہے
كَمَا قَالَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔

(۳) اس نفخ سے قبروں سے اُٹھیں گے۔

فائدہ : ایک نفخ سے دوسرے نفخ تک چالیس سال کا عرصہ ہوگا۔ تمام مخلوق کے فنا ہونے کے بعد ہر ایک رُوح صُور سے معلق کی جائے گی۔

فائدہ : مٹی میں عام انسان کی ہر شئے مٹی سے مٹی میں مل جائے گی سوائے ایک ہڈی کے کہ اُسے مٹی نہیں کھاسکے گی اسے عجب الذنب کہا جاتا ہے اس سے تمام مخلوق کو قیامت میں مرکب کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسی دن تمام مخلوق کو جمع کرے گا کوئی درندوں کے پیٹوں میں ہوگی اور پانی کے بحری حیوانات میں یا زمین کے اندر یا جنہیں آگ جلا دے گی یا جنہیں پانی نے غرق کیا ہوگا۔ یا سُورج کی گرمی سے مٹایا ہوگا یا جنہیں ہوا اڑا کر لے گئی ہوگی، لیکن یہ اُس وقت ہوگا جب عرش سے بارش ہوگی۔ اس پانی سے سب زندہ ہوں گے۔ اُسے آب حیات کہا جاتا ہے۔ اُس کے بعد چالیس سال آسمان سے پانی برستا رہے گا یہاں تک کہ بارہ گز پانی سب کے اُوپر چڑھ جائے گا پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا اجسام انگوری کی طرح بڑھنے شروع ہوجائیں گے۔ جب تم اجسام کی ترکیب مکمل ہوجائے گی باقی اُس کے اندر ارواح داخل کرنے ہوں گے اس کے بعد سب سے پہلے حملۃ العرش زندہ ہوں گے پھر جبرائیل پھر میکائیل پھر اسرافیل صُور پھونکیں گے جس سے تمام ارواح اس صور کے سُوراخ سے نکلیں گے جیسے مکھیاں اُڑتی ہیں۔ تمام ارواح سے زمین وآسمان کے درمیانی خلا بھر جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر رُوح کو حکم فرمائے گا کہ ہر ایک اپنے جسم میں داخل ہو۔ پھر وہ رُوح اپنے اپنے جسم میں داخل ہوگی۔ رُوح پہلے ناک کے سوراخوں سے داخل ہوگی اور تمام جسم میں پھیل جائے گی جیسے زہر ڈنس کی جگہ سے شروع ہو کر تمام جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ اس کے بعد زمین پھٹے گی۔ سب سے پہلے حضور علیہ السلام زمین سے تشریف لائیں گے اس کے بعد آپ کی اُمت۔ اس وقت سب تینتیس (۳۳) سالہ نوجوان ہوں گے اس وقت سب کی زبان سُریانی ہوگی۔ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف تیز رفتاری سے بھاگیں گے لیکن یہ حال مخلص اہلِ ایمان کا ہے اور کافروں کے لئے یہ دن بہت بڑا سخت ہوگا۔ اُس وقت سب کے سب ننگے جسم اور ننگے پاؤں ہوں گے۔ ستر سال ایسے ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی طرف توجہ نہیں فرمائے گا۔ تمام مخلوق اتنا روئے گی کہ آنکھوں کے آنسو ختم ہوجائیں گے تو خون کے آنسو بہائیں گے۔ یہاں تک کہ اُن کی جانیں

marfat.com
Marfat.com

لبوں پر آجائیں گی اور بولنے سے بند ہو جائیں گے پھر جس طرح اللہ چاہے گا کرے گا۔

سبق : اے بندۂ خدا اسلام حقیقی کے لئے جدوجہد کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں سر تسلیم خم کیجئے تاکہ تجھے نجات حاصل ہو۔ اپنی خودی کو مٹا دے جیسے گیند میدان میں اپنے آپ کو ڈنڈے کے حوالے کر دیتی ہے۔ تم بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے سپرد کر دو۔ لیکن یہ اسے نصیب ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور انبیاء و اولیاء کا وسیلہ حاصل ہو؛ چنانچہ صاحب مثنوی فرماتے ہیں ؎

(۱) سازد اسرافیل روزے کار را — جاں دہد بوسیدہ صد سالہ را

(۲) انبیاء را در دمیدن ہم فنا است — لیک آں باز اں حیات بے بقا است

(۳) نشنود آں قسمہا را گوش جس — گوشہا گوش حس باشد نجس

(۴) ہیں کہ اسرافیل وقت اولیاء — مردہ را زیشاں حیات و بقا

(۵) قسمہائے انفخ اولیاء — ہوش گوید کہ اے اجزائے ما

(۶) ہیں زمانے قمی سرہا برزنید — ہیں خیال و وہم یکسو افگنید

(۷) اے ہمہ پوسیدہ در کون و فساد — جان باقیاں نروشید و نزاد

ترجمہ : (۱) اسرافیل علیہ السلام ایک دن نعرے لگا دیں گے تو سو سالوں کے مُردوں کو جان بخشے گے

(۲) انبیاء علیہم السلام کے نفخہ میں بھی فنا ہے جس سے طالبان حق کو بے بقا حیات نصیب ہوتی ہے۔

(۳) لیکن ان نفخوں کو یہ کانوں جس نہیں سنتی ہیں اس لئے کہ ان کانوں کی حس نجس ہے۔

(۴) خبردار اولیاء کرام بھی وقت کے اسرافیل ہیں ان سے مُردوں کو حیات ابدی و نشور و ما نصیب ہوتی ہے۔

(۵) اولیاء کے انفاس قدسی کے متعلق وہ کہتے ہیں اور انہیں فرماتے ہیں کہ اے ہمارے اجزاء

(۶) خبردار وقتی سے سر کو ملو اس خیال و وہم کو ایک طرف پھینکو

(۷) اے کون و فساد کی پوسیدہ بدبودار چیزو جانوں کو تم سے کوئی واسطہ نہیں۔

تفسیر عالمانہ ربط آیات : ﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ۔ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے دل کو متوجہ کیا توحید و دین قائم کرنے کے لئے کھولا کہ شرک کی جڑیں اکھڑ جائیں اور توحید کے پودے اُگ جائیں پھر انہوں نے اپنے باپ آزر سے گفتگو کی جو بت تراشی کا کام کرتا تھا اور بتوں کی پوجا کرتا تھا اور اپنی قوم کو بھی بت پرستی کی تلقین کرتا تھا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے سوال کیا وَاجْعَلْنِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اپنے مقصد میں کامیاب کیا۔

marfat.ocm
Marfat.com

دُنیا بھر کے لوگوں اور تمام اہلِ ادیان کو آپ کے فضل وعلم کا معترف بنایا یہاں تک کہ مشرکین بھی آپ کی تعظیم وتکریم بجا لاتے بلکہ وہ ان کی اولاد سے منسوب ہو کر فخر محسوس کرتے تو اللہ تعالیٰ اُن کے مناظرہ کو بیان فرما کر مشرکین عرب پر حجت قائم فرمائی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اہلِ مکہ کو یاد دلائیے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اب آزر سے کیا فرمایا اسے زجر وتوبیخ کی۔ اصنام باطلہ کی پرستش سے روکا۔ یہ وہ طریقہ ہے کہ خصم کو سُن کر سوائے تسلیم کے اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔

فائدہ : آزَرَ لِاَبِیْہِ کا عطف بیان ہے۔ اس کا نام تارح تھا بفتح الراء وسکون الحاء المہملہ ابراہیم علیہ السلام کے اب کے دو نام تھے۔ جیسے یعقوب علیہ السلام کا دُوسرا نام اسرائیل تھا۔ ایسے ہی آزر کا دُوسرا نام تارح تھا۔ یہ آزر اس کا لقب تھا۔ وہ کوثی کوفہ کے علاقہ کا رہنے والا تھا۔

اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِھَۃً ،، کیا تُو نے بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور انکار فرمایا کہ بتوں کی پرستش اچھی نہیں۔ اس میں اُنہوں نے بتوں کی جنس مراد لی نہ کہ کثرت اور واقعہ ایسے ہی تھا کہ اُن کی قوم کے کثیر التعداد لوگ بُت کے پجاری تھے۔

اِنِّیْ اَرٰکَ وَقَوْمَکَ ،، بے شک میں تجھے اور تیری قوم کے اِن لوگوں کو دیکھتا ہوں جو بتوں کی پرستش میں تیری اتباع کرتے ہیں۔ فِیْ ضَلٰلٍ ،، حق سے بھٹک کر گمراہی میں مُبِیْنٍ ،، ایسی گمراہی جو واضح ہے جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔

(ف) اِنِّیْ اَرٰکَ ،، کی رویت یا بمعنی علم ہے فی ضلال ظرف اس کا مفعول ثانی ہے یا بصری ہے تو فی ضلال کاف ضمیر خطاب سے حال ہے اور جُملہ اَتَتَّخِذُ کے انکار وتوبیخ کی تعلیل ہے۔

ازالہ وہم : یہ صحیح ہے کہ بُت پرستی کفر ہے اور آزر کی بُت پرستی پر آیات میں تصریح ہے لیکن اس سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک پر قباحت لازم نہیں آتی جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نسب میں شرعی نکاح کی حیثیت رہی۔ سفاح (زنا) وغیرہ سے تمام نسب محفوظ رہا۔ اسی طرح ایک دیگر ارشادِ گرامی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ زمین پر اُتارا پھر مجھے نُوح علیہ السلام کی پُشت میں رکھا میں کشتی نُوح میں بھی جلوہ گر تھا۔ مجھے پھر چند واسطوں سے ابراہیم کی صلب میں رکھا اسی طرح میں اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل ہوتا ہوا اپنے ماں

لہ یہ جواب بھی صحیح ہے لیکن جمہور اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا تھا۔ مزید تحقیق فقیر کی کتاب القول الامور فی تحقیق آزر میں دیکھئے۔ (اویسی غفرلہ)

marfat.com
Marfat.com

باپ سے ظاہر ہوا اور وہ دونوں بھی سفاح (زنا) سے محفوظ تھے۔

نورِ محمدی علیٰ صاحبہا السلام کی سیر کا بیان

: مروی ہے کہ جب بی بی حوا علی نبینا وعلیہا السلام نے شیث علیہ السلام کو جنا تو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک شیث علیہ السلام کے ہاں منتقل ہوا اور اُن کی پیشانی میں چمکتا ہوا نظر آیا تھا۔ جب وہ نوجوان ہوئے تو آدم علیہ السلام نے اُن سے عہد و پیمان لیا کہ یہ امانت صرف پاک ارحام اصلاب میں منتقل کریں گے تاکہ یہ امانت پاک اصلاب ارحام سے منتقل ہوتا ہوا عالم دُنیا کو منور فرمائے؛ چنانچہ وہ نورِ مبارک ادریس علیہ السلام سے منتقل ہو کر یانش کے پاس جنہیں انوش کہتے تھے پھر اُن سے قینان پھر اُن سے مہلائیل اُن سے یرد ان اُن سے خنوخ جو ادریس علیہ السلام کہلاتا ہے۔ ان کا اخنوخ بھی نام تھا۔ پھر اُن سے متوسلخ اُن سے لمک اُن سے نوح علیہ السلام اُن سے سام ابوالعرب اُن سے ارفخشذ اُن سے شالخ ان سے جابر۔ بروزن ناصر ان سے حیبر بروزن جعفر اُن سے تالخ انہیں فالخ بھی کہا جاتا۔ اُن سے ارغوانہیں راغو بھی کہا جاتا اُن سے شاروخ ان سے ناحود اُن سے تارح جسے آزر کہا گیا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام پھر اسماعیل کی طرف۔

ف : اسماعیل کی چند لغات اور ہیں۔ اسمین بالنون (کذا قال النووی) اُن سے قنذار اس سے عمل اس سے بنت اس سے سلامان اس سے یشجب بروزن ینصر اس سے یعرب بروزن ینصر اس سے یشیح اس سے یسلح اس سے رود اس سے ادد کی طرف منتقل ہوئے اس کے بعد کا نسب نامہ مشہور ہے۔ یہاں تک آپ کے نسب نامہ اسماء میں اختلاف ہے اس کے بعد معد پھر نزار پھر معز پھر ایاس بفتح الہمزۃ فی الابتداء والوصل۔ بعض نے کہا بکسر الہمزۃ یعنی جو بناء کی ضد ہے وہی معنے یہاں ہے۔ اس سے مدرکہ اس سے خزیمہ اس سے کنانہ اُس سے نضر اس سے مالک پھر فہر پھر غالب اس سے لوی۔ اس سے کعب۔ یہاں پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب حضور علیہ السلام سے ملتا ہے پھر اس سے مرۃ یہاں پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ حضور علیہ السلام سے ملتا ہے اس سے کلاب اُس سے قصی اس سے عبد مناف اس سے ہاشم اُن سے عبدالمطلب اُن سے حضرت عبداللہ کی طرف حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک تشریف لایا۔

نکتہ : بعض اہل علم کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں بت پرست ہونا ثابت نہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اے اللہ میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا اور اللہ نے بھی ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً

marfat.ocm
Marfat.com

باقیۃ فی عقبۃ[1] لیکن یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ پہلی آیت میں بنی سے صُلبی اولاد مُراد ہے نہ کہ پوتے، پڑپوتے وغیرہ۔ اگرچہ بنی سے اولاد و احفاد مراد ہو سکتے ہیں لیکن یہاں پر وہ مُراد نہیں کہ حقیقت کے خلاف ہے اور دُوسری آیت کا بھی یہی مطلب ہے کہ کلمۂ توحید کو اُن کی اولاد میں باقی رکھنا یہ سلسلہ منقطع نہ ہوجائے اور یہ صحیح ہے کہ ہر دَور میں دینی سلسلہ قائم رہا تو وہ اولادِ ابراہیم تھا۔ یہی قول حق اور مبنی بر صواب ہے[2]۔ واللہ اعلم!

تفسیر صُوفیانہ : آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے کہ زندہ کو مُردہ سے پیدا فرمایا: کَمَا قَالَ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ اس لئے کہ وہ منہمک ہے انکار میں اس لئے کہ اس کا قلب مُردہ ہوچکا تھا اور نفس فی الشہود مضمحل ہوتی ہے قلب کی حیات سے اور اصنام اللہ تعالیٰ کے ماسوا پرستش ہونے والے کو کہا جاتا ہے۔ اِنِّیْ اَرٰاكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ یعنی میں نے ملکوت الاشیاء کو ملاحظہ فرمایا تو میں نے تمہیں اور تیری قوم کو گمراہ پایا (کذا فی التاویلات النجمیہ)

اعجوبہ : بلاغات زمخشری میں ہے کہ بہت دو خبثوں سے ایک اعلیٰ شئے پیدا ہوتی ہے جیسے دودھ، گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے۔ شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

(۱) چوں کنعانرا طبیعت بے ہُنر بُود — پیمبر زادگی قدرش نیفزود
(۲) ہنر بنما اگر داری نہ گوہر — گل از خار است و ابراہیم از آزر[3]

نیز فرمایا: خاکستر اگرچہ نسب عالی دارد کہ اصلش جوہر علویست ولیکن بنفس خود ہنرے ندارد با خاک برابر است قیمت شکر نہ از نے ست کہ خاصیت ویست[4]

اس سے ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کی شان قدیم ہے کہ وہ زندوں کو مُردوں سے پیدا فرماتا ہے۔ اس سے نسب کو کوئی تعلق نہیں۔ کبھی اچھے سے بُرا اور کبھی بُرے سے اچھا پیدا ہوتا ہے۔

---

[1] سورۂ ابراھیم ۱۲ [2] سورۃ زخرف ۱۲۔ [3] مزید تحقیق فقیر کی کتاب اصل الاصول فی ایمان آباء الرسول اور ابوین مصطفیٰ میں دیکھئے۔

[3] (۱) چونکہ کنعان کی طبیعت بے ہُنر تھی۔ پیغمبر زادگی نے اس کی قدر و قیمت نہ بڑھائی (۲) ہنر دکھا اگر تیرے پاس ہے ورنہ گوہر اور موتی کام نہیں آئیں گے۔ دیکھئے گل کانٹے سے اور ابراہیم علیہ السلام آزر سے۔

[4] (ترجمہ نثر) راکھ اگرچہ نسبت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے کیونکہ اس کا اصل آگ ہے لیکن چونکہ بے ہُنر ہے اسی لئے مٹی کے برابر ہے شکر کی قیمت اسی لئے نہیں کہ گنے سے ہے بلکہ اس کی اپنی ذاتی خاصیت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر عالمانہ "وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ"، یہ اشارہ اِس ارائہ کی طرف ہے جس کر نُری متضمن ہے۔ کوئی دُوسرا نُری مقدر نہیں مانا جائے گا۔ جیساکہ بعض کا خیال ہے ؛ چنانچہ ضربتہ کذٰلک" میں ہٰذا اُلضرُوبُ مانا جاتا ہے اور کاف زائدہ ہے جس معنے کو اسم اشارہ ظاہر کرتا ہے یہ اُس کی تاکید کرتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہُوا کہ اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السّلام کو دکھاتے ہیں مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"، زمینوں اور آسمانوں کے مُلک جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور مالکیت پر دلالت کرتے ہیں اور اُن سے واضح ہوتا ہے کہ سب کا حاکم مطلق وہی ہے اور یہ تمام اشیاء اسی کی ملکیت و تربیت ہیں۔

(ف) اس سے رویت بصری مُراد ہے اور معرفت اور بصیرت کے ساتھ دیکھنے سے استعارہ ہے۔ اب معنے یہ ہوگا کہ ہم نے ملکوت السّمٰوٰت والارض کی معرفت عطاء فرمائی اور اُنھوں نے ان امُور کو بصیرت سے دیکھا۔ نُرِی صیغۂ مُستقبل حکایتِ حال ماضیہ کے لئے ہے۔

سوال : یہ تو ہر مومن مسلم کو معلوم ہے اور ملکوت السّمٰوٰت والارض کو بصیرت سے سب جانتے ہیں جیساکہ بعض انہیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر صرف ابراہیم علیہ السّلام کی تخصیص کیسی۔

جواب : اگرچہ تمام اہلِ اسلام ربوبیت کے دلائل کے اصُول کو جانتے ہیں، لیکن اس عالم کی مخلوق کے اجناس و انواع و اشخاص و احوال میں حکمت الٰہی کے آثار صرف اکابر انبیاء علیہم السّلام جانتے ہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام اپنی دُعا میں اکثر عرض کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الاشیاء کَمَا ھِیَ (اے اللہ ہمیں اشیاء کے حقائق دکھا)

تفسیر صُوفیانہ : تاویلات نجمیہ میں ہے اس عالم میں شئے کا ظاہر ہے جسے جسمانیات سے تعبیر کرتے ہیں اور جسمانیات کو ابعاد ثلاثہ یعنی طُول و عرض و عمق ضروری ہے اور ان میں تحیز ہوتا ہے اور وہ تقسیم کو قبول کرتے اور اُن کے اجزاء کئے جاسکتے ہیں۔ کبھی اُسے دُنیا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اُسے حس سے قرُب ہے اور کبھی اسے صُورت کہا جاتا ہے اور کبھی اسے شہود سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لئے کہ اسے حس سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اور کبھی اسے مُلک سے موسوم کرتے ہیں اِس لئے کہ یہ دُوسرے کی ملکیت میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر شئی کا باطن ہے جسے رُوحانیت کہا جاتا ہے اس لئے کہ محسوسات سے نہیں اور وہ ابعاد ثلاثہ اور تحیز و تجزّی سے خالی ہے۔ اُسے آخرت سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس لئے کہ وہ حس سے مؤخر ہے اور کبھی اسے معنی سے موسوم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں شکل و صورت نہیں اور کبھی اسے غیب بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ حِس سے پوشیدہ ہے اور کبھی اِسے ملکوت بھی کہتے ہیں اس

marfat.ocm
Marfat.com

لئے کہ عالم ملک (دنیا) کا دارومدار اسی پر ہے اور عالم ملک (دنیا) کی صورت اس کا عکس ہے اس لئے کہ عالم ملک کا قیام ملکوت پر منحصر ہے اور ملکوت کا انحصار قدرت حق تعالیٰ پر ہے۔ کما قال تعالیٰ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ اور فرمایا وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یعنی ہر شئے کا اس اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے یعنی طریق ملکوت سے اور ملکوت سے وہ اولیات مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عدم سے امر کن سے پیدا فرمایا اس لئے کہ اللہ تھا باقی ہر شئی معدوم تھی۔ اس پر آیت اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ ،، دلالت کرتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ملکوت کو کسی شئی سے پیدا نہیں فرمایا یعنی ملکوت کو بلا واسطہ پیدا فرمایا اور باقی اشیاء کو کسی واسطہ سے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ ملکوت کی تخلیق کو لفظ امر سے اور دوسری اشیاء کو لفظ خلق سے تعبیر فرمایا کَمَا قَالَ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ،، اب آیت کا معنیٰ یوں ہوا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اشیاء کے ملکوت دکھائے اور ساتھ ہی وہ آیات بھی (جو ان میں بطورِ امانت رکھی گئی ہیں) اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔

فائدہ : علمائے کرام ملک و ملکوت میں فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ملک تمام وہ اشیاء جو آنکھ سے دیکھی جاسکتی ہیں اور ملکوت وہ جنہیں بصیرت سے تعلق ہے وہ ارباب عقول پر منکشف نہیں ہوتی بلکہ اصحاب قلوب کو اُن کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عقل کا ادراک ناقص ہے بخلاف کشف کے کہ وہ صرف اہلِ مجاہدہ کو نصیب ہوتا ہے اس لئے کہ وہ مجاہدہ کے ثمرہ کا نام ہے اور ایسے لوگ ہمارے دور میں بہت کم ہیں۔ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۝ اور یہ لام محذوف مؤخر سے متعلق ہے اور وہ جملہ معترضہ اور اپنے ماقبل کے مضمون کی تقریر کرتا ہے تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام راسخ الایقان اور عین الیقین کے درجہ تک پہنچنے والوں سے ہوں اور انہیں معرفتِ الٰہی نصیب ہو۔ پھر ہم نے وہی کیا جو ابھی مذکور ہوا اس لئے کہ اتنا بہت بڑے مراتب کا ترتب اس ارادہ پر ہے اور یہ قصر اس لئے نہیں کہ ارادہ کا فائدہ صرف اسی پر منحصر ہے کیونکہ اس آئندہ کے علاوہ اور فوائد بھی ہیں مثلاً خلق اور الزام المشرکین بلکہ اس بیان کے لئے ہے وہ اصل اصیل ہے اور باقی امور اس کے مفروع۔

۵ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ ،، پس جب ابراہیم علیہ السلام کو رات کی تاریکی نے ڈھانپا۔ رَاٰ کَوْکَبًا تو انھوں نے ستارہ دیکھا یہ لَمَّا کا جواب ہے۔ اس لئے کہ ستارے کا دیکھنا اُس وقت متحقق ہوسکتا ہے جب سورج کی روشنی زائل ہوجائے یعنی سورج کے غروب کے بعد۔

(ف) : اِس سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو دیکھنا اُس کے طلوع کی ابتداء میں نہ تھا بلکہ سورج کی روشنی کے مضمحل ہونے کے بعد ستارے کو دیکھ لیا تھا۔

marfat.ocm
Marfat.com

(ف) : تحقیق یہ ہے کہ سورج کے غروب کے بعد آپ نے ستارہ دیکھا۔

(ف) : بعض کہتے ہیں وہ ستارا مشتری تھا اور بعض کے نزدیک مشتری اور یہ دونوں کواکب سیارہ (سات) سے ہیں۔

قَالَ،، یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے ستارے کو دیکھا تو پھر کیا فرمایا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ آپ نے خصم کی موافقت میں فرمایا **هٰذَا رَبِّیْ**،، یہ میرا رب ہے چونکہ آپ کا چچا اور اس کی دیگر برادری کے لوگ بت پرستی کے علاوہ کواکب بت پرست بھی تھے اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام خصم کے عقیدہ کے مطابق استدلال کر کے پھر اس کا ابطال فرماتے جائیں گے **فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ** ۝ جب وہ ڈوب گیا۔ میں ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل اور ایک حال سے دوسرے میں متغیر ہونے اور پردوں میں چھپنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ایسی چیزیں ربوبیت کا استحقاق نہیں رکھتیں **فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا**،، پس جس وقت انہوں نے چاند کو چمکتا ہوا دیکھا یعنی ایک ستارے کے ڈوبنے کے بعد جب چاند کو طلوع کرتا ہوا دیکھکر **قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ**،، فرمایا یہی میرا رب ہے لیکن جب اسے بھی ستارے کی طرح ڈوبتا ہوا دیکھا **قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ**،، تو فرمایا اگر میرا رب مجھے جناب حق میں نہ پہنچا سکا تو **لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ** ۝ تو میں گمراہ قوم سے ہو جاؤں گا۔ یہ اپنی قوم کو تعریضاً فرمایا تاکہ انہیں واضح ہو کہ وہ گمراہ ہیں۔

ازالہ وہم : حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت ایسی جگہ پہ ہوں گے جس کی جانب غرب کو ایک بہت بڑا پہاڑ پڑتا ہوگا۔ جس سے ظہر کے وقت چاند و ستارے چھپ جاتے ہوں گے یا ظہر کے وقت سے تھوڑی سی دیر کے بعد۔ اس لئے کہ اس وقت ستارہ پہاڑ کے قریب ہوتا ہے تو اس کی شرقی جانب کھلی رہتی ہے جس سے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ستارہ ڈوب گیا اور چاند ابھی چمکا۔ ورنہ چاند کا ستاروں کے ڈوبنے کے بعد طلوع کرنا پھر اس کا سورج کے طلوع سے ڈوبنا تصور میں نہیں آسکتا **فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً**،، پس جبکہ سورج کو طلوع کرتا ہوا دیکھا تو **قَالَ هٰذَا**،، یہی نورانی جسم جو نظر آرہا ہے۔ **رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ**،، میرا رب ہے اور چاند اور ستارے سے بہت بڑا ہے اس سے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس قول کی تاکید فرمائی جو انہوں نے ازراہِ انصاف فرمایا (لاکونن مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّیْنَ) **فَلَمَّآ اَفَلَتْ**،، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا اور ان پر ابراہیم علیہ السلام کے دلائل مضبوط اور پختہ ہو گئے لیکن وہ ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو **قَالَ** اپنی قوم کے سامنے

marfat.ocm
Marfat.com

حق کو واضح کر کے فرمایا **يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ** ۝ اے میری قوم میں اُن سے بیزار ہوں کہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو یعنی اصنامِ باطلہ کے علاوہ وہ صُورتیں جو دُوسرے کے پیدا کرنے کی محتاج ہیں تم اُنھیں اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہراتے ہو۔ آپ کی برادری نے آپ کی تقریر سُن کر آپ سے پُوچھا تو تم کس کی عبادت کرو گے تو آپ نے انہیں فرمایا **اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ** "میں نے اپنے چہرے کو متوجہ کیا یعنی میرا دین و عبادت خالص اُس کے لئے ہے۔ **لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ** "جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا۔ یعنی میری عبادت اللہ تعالیٰ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ کے لئے خاص ہے جس نے کائنات کو پیدا فرمایا۔ **حَنِيْفًا** "، درانحالیکہ میں ادیان باطلہ سے بیزار ہو کر دینِ حق کی طرف متوجہ ہو چکا ہوں کہ اب اُس سے رجوع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ "، کہ میں اُن لوگوں سے نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں نہ افعال میں نہ اقوال میں۔

تفسیر صُوفیانہ

: یہی کیفیت ہر اُس شخص کی ہوتی ہے جو اپنی طبیعت سے پاک و صاف ہو کر اُس کا قلب شیشہ کی طرح صاف و شفاف ہو اور وہ ہر قسم کے نفس اور شہوات سے بالکل صاف مُبرّا ہو جائے۔ ایسا انسان نہ اجرام کی طرف خیال کرتا ہے نہ اکوان کی طرف بلکہ اُسے نہ دائیں کی خبر ہوتی ہے اور نہ بائیں کی اس لئے کہ دوستیٔ حق کے شوق نے اُسے جہالت سے دُور کر کے ذاتِ حق کے بالمقابل کھڑا کر دیا ہے۔ حضرت مولانا روم قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ؎

(۱) آفتاب از امر حق طباخ ماست ❊ آبلہی باشد کہ گوئیم او خداست

(۲) آفتابت گر بگیرد چوں کُنی ❊ آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی

(۳) نے بدرگاہِ خدا آری صداع ❊ کہ سیاہی را ببرداده شعاع

(۴) گر کشندت نیم شب خورشید کو ❊ تا بنالی یا اماں خواہی ازو

(۵) حادثات اغلب بشب واقع شود وان زماں معبود تو غائب شود

(۶) سوئے حق گر راستانہ خم شوی وارہی از اختراں محرم شوی

ترجمہ: (۱) سورج ہمارے لئے طباخ ہے اسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن یہ بیوقوفی ہے کہ اسے خُدا مانا جائے۔

(۲) مانا کہ سُورج تجھے کُن کے کرشمے دکھائے لیکن اس سے اس کی سیاہی کیسے دُور کر سکتے ہو

(۳) نہ تو تم اللہ تعالیٰ سے عرض کر سکتے ہو کہ اس کی سیاہی دُور کرو تاکہ روشنائی دے۔

(۴) اگر تجھے آدھی رات کو دکھ پہنچے اس وقت سُورج کہاں ہوگا کہ جس کے آگے رو کر مشکل حل کراؤ یا امان چاہو

marfat.ocm
Marfat.com

(۵) ویسے اکثر عادتے رات کو ہوتے ہیں اس وقت تو تیرا معبود (سورج) غائب ہوتا ہے۔
(۶) اللہ تعالیٰ کے حضور اگر بصدق دل سرخم کرو تو ستاروں کی پرستش سے نجات پاکر محرم راز حق بن جاؤ گے۔
وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ط اس کی قوم اس سے برسرپیکار ہوئی یعنی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برادری نے دینی امور اور بتوں کے متعلق جھگڑا کیا۔ بلکہ ڈرایا اور دھمکایا کہ اگر تم نے انہیں چھوڑ دیا تو تم بہت بڑے دکھ پریشانیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ (بنونِ ثقیلہ) دراصل اَتُحَآجُّوْنَنِيْ تھا۔ دونوں ہوئے پہلے کو دوسرے میں ادغام کیا گیا ہے اس لئے کہ دونوں یکجا جمع ہوں تو وہ عبارت ثقیل ہو جاتی ہے۔
یں پہلے کو دوسرے میں ادغام کیا جاتا ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اپنی برادری سے فرمایا کہ کیا تم میرے
ھ جھگڑتے ہو۔ فِي اللّٰهِ " اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی توحید کے بارے میں وَقَدْ هَدٰىنِ ط "، حالانکہ
للہ تعالیٰ نے مجھے حق کی ہدایت بخشی۔ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ "، اور جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک
ھہراتے ہو۔ مجھے ان سے یہ خوف وخطر نہیں کہ وہ مجھے کسی قسم کا دکھ اور تکلیف پہنچائیں گے۔ اس لئے کہ انہیں
ی شئ کی قدرت ہے ہی نہیں۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ط یہ استثناء متصل ہے اور اس کا مستثنیٰ منہ
ی وقت محذوف ہے۔ دراصل لَآ اَخَافُ مَعْبُوْدًا لَّكُمْ فِيْ وَقْتٍ الخ یعنی میں تمہارے معبودانِ
طلہ سے کسی وقت بھی نہیں ڈرتا مگر اس وقت کہ میرا رب میرے لئے دکھ تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمائے
ھر وہ دکھ تکلیف تمہارے معبودان سے نہیں بلکہ میرے رب کریم کی طرف سے ہوگی۔ اس میں تمہارے معبودوں
ی قسم کا دخل نہ ہوگا۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط یہ استثناء کی گویا تعلیل ہے۔ یعنی میرے رب
لم ہر شئ کو محیط ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ مجھ پہ فلاں دکھ اور درد پہنچیں گے لیکن اس کا کوئی
ب ہوگا نہ یہ کہ میں تمہارے بتوں پر طعن وتشنیع کروں تو اس وجہ سے مجھے دکھ اور درد پہنچیں اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ "، کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ یعنی اپنے معبودوں کے متعلق غور وفکر کرو کہ وہ جماد محض ہیں نہ
ی کو نفع دینے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ نقصان دینے کی پھر کیوں نہیں سمجھتے کہ انہیں میرے نقصان
پہنچانے کی قدرت نہیں۔
۸ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ "، اور میں کیسے خوف کروں ان سے جنہیں تم اللہ کا شریک
ھہراتے ہو یعنی تمہارے معبودانِ باطلہ سے جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ یہ استفہام انکاری
ہے کہ وقوع تکالیف کا انکار کرتے ہوئے ان کے بتوں کی ضرر رسانی کی بالکل نفی فرما دی۔ وَلَا تَخَافُوْنَ
اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ "، یہ اَخَافُ کی ضمیر سے حال ہے بتقدیر مبتدا دراصل عبارت یوں ہے وَكَيْفَ
اَخَافُ اَنَا مَا لَيْسَ فِيْ خَيْرِ الْخَوْفِ اَصْلًا وَاَنْتُمْ لَا تَخَافُوْنَ الخ یعنی میں کیسے ڈروں جبکہ میں خوف
بقیہ صفحہ ۵۷۵

marfat.ocm
Marfat.com

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ
ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں
مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ
درجوں بلند کریں بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے اور ہم نے انہیں اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کیے ان سب کو ہم نے راہ
وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ
دکھائی اور ان سے پہلے نوحؑ کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ
وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى
اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ
وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا
اور الیاسؑ کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسمٰعیلؑ اور یسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو اور ہم
فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ
نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض
وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ
کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ
اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا یہ ہیں جن
الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا
کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لیے
بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ
ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی
اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع ۱۰
راہ چلو تم فرما دو میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو

تفسیر عالمانہ

﴿۸۳﴾ وَتِلْكَ ،، یہ اشارہ ابراہیم علیہ السلام کی اس دلیل کی طرف ہے جو آپ نے اپنی قوم کو مناظرہ میں پیش کی جس کا مضمون فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ سے شروع ہو کر وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ تک ختم ہوتا ہے۔ حُجَّتُنَا ،، (ہماری حجت ہے) ہر وہ کلام جو کسی شئی کے ثبوت میں بطور دلیل پیش کیا جائے اسے حجت کہتے ہیں

marfat.ocm
Marfat.com

باتوں سے دور ہوں حالانکہ ڈرنا تمہیں چاہیئے کہ تم سب سے زیادہ خوفناک امر کے مرتکب ہو رہے ہو۔
اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہو حالانکہ وہ ذات منزہ ہے اس کا نہ کوئی شریک
نہ مثیل نہ زمین میں نہ آسمان میں بلکہ یہ جملہ اشیاء اس کی پیدا کردہ ہیں جسے ابراہیم علیہ السلام نے
تعبیر فرمایا مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ ،، وہ امر کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا کہ اس
کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا تمہارے لئے دلیل اور حجت کہ
اس سے ثابت ہو کہ یہ بت بھی قابل پرستش ہیں۔ بلکہ تمام دنیوی امور اس لئے ہیں کہ انہیں صرف
اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ امور کے لئے حجت بنائے جائیں۔ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ
ان ہم دونوں فریقوں میں کون زیادہ مامون ہے میں یا تم۔

(ف) مولانا ابوالسعود نے فرمایا کہ فریقین سے ایک وہ گروہ جو محل امن میں ہے۔ دوسرا
جو محل خوف میں ہے مراد ہیں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اگر تمہیں معلوم ہے کہ امن کا کون حقدار
ہے تو مجھے بتاؤ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ،، اِن دونوں گروہوں میں جنہوں نے ایمان قبول کیا۔
وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ ،، اور نہ ملایا اپنے ایمان کو بِظُلْمٍ ،، ظلم یعنی شرک سے جیسے
مشرکین نے کیا کہ ایمان کے ساتھ بت پرستی بھی کرتے اور کہتے کہ ہماری بت پرستی ایمان کے
منافات اور اس کے احکام سے ہے اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہی بت انہیں اللہ تعالیٰ کا
قرب عطا کریں گے اور قیامت میں اُن کی شفاعت کریں گے؛ چنانچہ اُن کا مقولہ قرآن مجید میں
ہے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اور خَلَطُوْا کا بھی یہی مطلب ہے۔
اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ ،، صرف وہی امن والے ہیں۔ یعنی عذاب سے صرف
انہیں امن ہوگا۔
وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ اور وہی حق سے ھدایت پانے والے ہیں اور دوسرا
گروہ بالمقابل گروہ کھلی گمراہی میں ہے۔

تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ ،، ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو عنایت فرمائی۔ یعنی ایسی حجت قائم کرنے
کی ہم نے اُن کی رہبری کی یا وہی دلیل ہم نے انہیں بتائی۔ یہ حُجَّتُنَا کی صفت نہیں بلکہ حال ہے
اس لئے کہ حُجَّتُنَا معرفہ بالاضافہ ہے۔ عَلٰى قَوْمِهٖ ،، یہ حجتنا کے متعلق ہے (اس کی قوم پر)

تفسیر صوفیانہ

: آیت میں اشارہ ہے کہ سلوک الی اللہ کی دلیل بھی آیاتِ الٰہی سے
متعلق ہے۔ آیاتِ الٰہی سے اللہ تعالیٰ کے افعال مُراد ہیں اور یہی سالکین
کے لئے سلوک کی منازل طے کرنے کے لئے بمنزلہ سیڑھی کے ہیں اور منزل کی سلوک کا یہ پہلا مرتبہ ہے اس کے

marfat.ocm
Marfat.com

بعد اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے پر موقوف ہے۔ یہ منازلِ سلوک کا دوسرا مرتبہ ہے۔ اس کے بعد اسے ذاتِ حق کے وجود کا تحقق نصیب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس وقت سالکین کے اسرار کو اپنی تجلیات سے نوازتا ہے۔ یہی وصُول الی اللہ کا پہلا قدم ہے پھر اس کے بعد سلسلہ غیر متناہی ہے۔ اس تقریر کے مطابق تِلکَ کا اشارہ ارءۃ الملکوت و شواہد ربوبیت کی طرف ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے سالکین کو کواکب کے آئینوں اور صدق التوجہ الی الحق اور اعراض و بیزاری مما سوا و انانیت کے شرک سے خلاص اور ایقان و ایمان بالعیان میں دکھائے آتَیْنَاہَا ابراہیم (ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے خود بلا واسطہ غیر آیات دکھائے) تاکہ وہ اپنی برادری میں حجت قائم کر سکیں۔

نَرْفَعُ ہم بُلند کرتے ہیں دَرَجٰتٍ حکمت کے عظیم اور بلند درجات مَنْ نَّشَآءُ ط جس کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ اُس کے علم و حکمت کے درجات بُلند ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام کے مراتب و درجات بُلند کئے گئے بلکہ ایسے عظیم اور بُلند مراتب پر فائز ہوئے جو سوائے اکابر انبیاء علیہم السلام کے اور کسی کو نصیب ہونے کا امکان تک نہیں ؎ دادِ حق را قابلیت شرط نیست ٭ بلکہ شرط قابلیت دادِ اُوست

(ترجمہ) عطائے حق کے لئے قابلیت کی شرط نہیں بلکہ اس کی عطاء کی شرط ضروری ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ،، بے شک تمہارا رب ہر فعل میں بہت بڑا حکمت والا ہے کہ کسی کا بلند مرتبہ بڑھائے تو اُس کی حکمت ہے اگر کسی کو بُلند مراتب سے گرا دے تو بھی اس کی حکمت ہے۔

(ف) جس کا بُلند مرتبہ بڑھاتا ہے تو اُس کے حال اور اس کی استعداد کو وُہی خوب جانتا ہے اس لئے کہ ہر ایک کے احوال اور استعداد ایک دُوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔

خلاصہ تفسیر : اِن آیات سے واضح کرنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے الزامی طور مذکور بالا استدلالات کئے ورنہ ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا تاکہ اُن کی برادری ان الزامات اور براہین و دلائل کے سامنے جُھک جائے اور انہیں راہِ ہُدیٰ نصیب ہو یہی جلیل القدر مفسرین کی رائے ہے اور اسی پر (اہلسنت) اکابر مشائخ و عُلماء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اتفاق ہے اور صاحب رُوح البیان بھی اس مسلک کے مطابق آیات مذکورہ میں ہر آیت کی تفسیر کرتے چلے آئے چنانچہ اُوپر کے مضامین قارئین کرام کے سامنے ہیں۔

خُلاصہ تفسیر صُوفیانہ : صُوفیہ کرام کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی برادری کا واقعہ بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل قائم کئے ہیں تم بھی اس کی توحید پر اس طرح دلائل قائم کر کے ماسوی اللہ کے تخیلات کو قلب سے ختم کر دو اور صرف اسی ذات کا تصور پیدا کرو،

marfat.ocm
Marfat.com

یہاں تک کہ اپنی خودی بھی درمیان میں نہ لاؤ تاکہ تمہیں معرفت الٰہی نصیب ہو۔

فائدہ : مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ مناظرہ آپ کی ابتدائی عمر مبارک میں ہوا جب کہ آپ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے بلکہ قریب البلوغ تھے جسے شرعی اصطلاح میں مراہق کہا جاتا ہے اور ملکوت سے آیات مراد ہیں۔ حدادی نے فرمایا اقرب الی الصحۃ یہی قول ہے۔

تفسیر کاشفی

: کاشفی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ (وکذٰلک جس طرح ہم نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی گمراہی واضح طور دکھائی ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السمٰوٰت والارض یعنی آسمانوں اور زمینوں کے عجائب و غرائب یعنی عرش کی چوٹی سے لے کر تحت الثریٰ تک ذرہ ذرہ ان کے سامنے منکشف کیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام ان کے ذریعے اپنی قوم کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے متعلق دلائل قائم کرسکیں۔ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الموقنین تاکہ وہ علم استدلال میں پختہ کاروں میں سے ہوں۔

نمرود کی کہانی

: صاحب معالم لکھتے ہیں کہ نمرود بن کنعان کو اس وقت روئے زمین کے چپہ چپہ کی بادشاہی حاصل تھی۔ شہر بابل میں اس کا دارالخلافہ تھا۔ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک ستارہ اس کے شہر سے ایسا روشن ہوکر نکلا کہ اس کی تابانی سے سورج اور چاند ماند پڑ گئے۔ گھبرا کر اٹھا اور تمام روئے زمین کے حکماء اور کاہنوں کو بلا کر اس کی تعبیر پوچھی۔ سب نے متفق ہوکر کہا کہ تیرے اس شہر بابل میں ایک نومولود پیدا ہونے والا ہے۔ جس نے تجھے اور تیری شاہی کو تہ و بالا کرنا ہے لیکن اس وقت وہ بچہ اپنے باپ کی پشت سے ماں کے شکم میں تشریف نہیں لایا۔ نمرود نے تمام شہر والوں کو حکم دیا کہ کوئی مرد اپنی عورت سے خلوت نہ کرے اس رکاوٹ کے لئے اٹھارہ نگران مقرر کئے چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نمرود کے محرم رازوں اور مقربین میں سے تھے اسی لئے ان پر کسی کی پابندی نہ تھی۔ انھوں نے ایک شب اپنی زوجہ اُدنیٰ بنت نمر سے جماع کر لیا۔ جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی پشت سے والدہ کے شکم میں تشریف لائے تو صبح کو کاہنوں نے نمرود سے کہا کہ آج رات وہ بچہ باپ سے منتقل ہوکر والدہ کے شکم میں آچکا ہے۔ نمرود نگرانوں پر سخت ناراض ہوا اور حکم صادر کیا کہ جتنا حاملہ عورتیں ہیں سب کی نگرانی کی جائے۔ جونہی بچے پیدا ہوں انہیں بلا تاخیر قتل کر دیا جائے نمرود کے حکم سے دائیگاں (جمع دایہ) مقرر ہوئیں کہ وہ شہر کی تمام حاملہ عورتوں کی رپورٹ دیں تاکہ ان پر نگران مقرر کئے جائیں۔ دائیگاں نے شہر کی تمام عورتوں کا معائنہ کرکے رپورٹ دے دی لیکن ابراہیم علیہ السلام کا حمل انہیں محسوس تک نہ ہوا۔ اسی لئے ابراہیم علیہ السلام کی والدہ دائیگاں کی پیش کردہ لسٹ سے بچ گئیں۔ ان دائیگاں کی رپورٹ کے بعد کسی کو ابراہیم علیہ السلام

marfat.ocm
Marfat.com

کی والدہ کے حمل کی طرف دھیان تک نہ گیا۔ بالآخر ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب ہوا تو آپ کی والدہ اوفیٰ کو خطرہ ہوا کہ کہیں نمرود کو معلوم نہ ہو جائے اور وہ میرے بچے کو پیدا ہوتے ہی قتل کرا دے۔ چنانچہ وہ گھر سے باہر جنگل میں ایک غار کے اندر اکیلی چلی گئیں اور وہیں پر ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے آپ کی والدہ نے انہیں اکیلا غار پر چھوڑ کر واپس گھر چلی گئیں کہ کہیں پردہ فاش نہ ہو جائے۔ ابراہیم علیہ السلام کے والد نے بی بی اوفیٰ سے ماجرا پوچھا تو بی بی صاحبہ نے اُن سے راز مخفی رکھا اور کہا کہ بچہ پیدا ہوا تھا لیکن نمرود کے ڈر سے میں نے اسے پتھر مار کر وہیں غار میں دفن کر دیا۔ اسے بھی بی بی کی بات پر یقین ہو گیا۔ صبح کو بی بی صاحبہ غار میں تشریف لے گئیں۔ خدا کی شان حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ تھے آپ کی ایک انگلی سے دُودھ دُوسری سے شہد نکل رہا ہے جنہیں آپ چُوس رہے ہیں۔ اسی طرح روزمرہ کا معمول بن گیا۔ چونکہ آپ کی تربیت ذاتِ حق نے اپنے ذمۂ کرم لی تھی۔ اس لئے ابراہیم علیہ السلام جلد تر جوان ہونے لگے۔ دُوسرے بچے جو سال بھر میں بڑے ہوتے ہیں آپ ایک ماہ میں بڑے ہو گئے

؎ چوں ماہِ نو کہ بارُوی دل افروز بود زانیدہ فورش روز تا روز

ترجمہ: جیسے نئے چاند کی طرح اس کا چہرہ دل کو روشنی بخشتا اس کا نور روز بروز بڑھتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب پندرہ ماہ کے ہوئے تو پندرہ سال کے نوجوان محسوس ہوتے۔ اُس وقت غار سے باہر تشریف لائے۔ بعض کہتے ہیں سات سال کے تھے۔ بعض کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرہ (۱۳) یا سترہ (۱۷) سال غار میں رہے۔ بہرحال جب ابراہیم علیہ السلام نوجوان ہوئے آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے کہا کہ بچے کی ولادت کے وقت میں نے جھوٹ بول دیا کہ کہیں تم بھی نمرود کی محبت سے بچے کو قتل کرا دو اب یہ حقیقت ہے کہ وہ نوجوان ہو چکا ہے چل کر دیکھئے نہایت حسین وجمیل اور بہت بڑا ذکی وفہیم ہے۔ جب آپ کا والد آپ کے ہاں حاضر ہوا تو واقعی آپ کو بہمہ صفت موصوف پایا اور کہا کہ کوئی حرج نہیں بچے کو گھر واپس لائیے۔ نمرود سے میں نمٹ لوں گا اور اُسے اُس کا ملازم بنائیں گے؛ چنانچہ آپ کو آپ کی والدہ غار سے باہر لائی تو غار سے باہر آپ نے گھوڑے بکریاں اُونٹ وغیرہ دیکھے اور اپنی والدہ سے فرمایا امی جان بتائیے انہیں بھی کسی نے پیدا کیا ہو گا اور انہیں وہ رزق بھی پہنچاتا ہو گا۔ ماں نے ہاں بیٹا کوئی ایسی مخلوق نہیں جس کا کوئی خالق ورازق نہ ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر پوچھا۔ امی جان بتائیے میرا پروردگار کون؟ ماں نے جواب دیا تیرا باپ پھر آپ نے سوال کیا تو میرے باپ کا پروردگار کون؟ امی نے کہا نمرود۔ آپ نے فرمایا نمرود کا کون؟ امی نے کہا بیٹے خاموش اس سوال میں بہت بڑا خطرہ ہے کہیں ہم مارے نہ جائیں۔

(فائدہ) نمرود کے زمانہ کے بعض لوگ ستارہ پرست تھے اور بعض چاند کے پجاری تھے اور بعض سُورج کی پرستش کرتے تھے۔ ان میں تھوڑے سے بُت پرست بھی تھے لیکن اس وقت کے بہت

marfat.ocm
Marfat.com

زیادہ نمرود کو معبود مانتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام والدہ کے ساتھ شہر بابل کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے پہلے سلسلۂ گفتگو ان سے شروع فرمایا جو ستارہ پرست تھے۔ جب رات ہوئی تو آپ نے ان ستارہ پرستوں کو تعریضاً فرمایا۔ یہاں پر حرفِ استفہام حذف کیا گیا ہے یا بقول شما اے ستارہ پرستو میرا بھی یہی رب ہے۔ جب وہ ستارہ گم ہوا تو فرمایا میں گم ہونے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے چاند پرستوں سے گفتگو فرمائی۔ جبکہ چودھویں شب کے چاند نے سبزہ وار آسمان پر اپنی چاندنی کا زور دکھایا، تو چاند کے پجاری چاند کے سامنے جھک گئے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا یہ میرا رب ہے۔ جب چاند خط نصف النہار سے جانب مغرب ہٹا تو آپ نے فرمایا اگر میرے رب تعالیٰ نے میری رہبری نہ فرمائی تو میں گمراہ لوگوں سے ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد آپ والدہ کے ساتھ شہر کے قریب پہنچے تو سورج قریب طلوع تھا اور سورج پرست اُس کی پرستش کی تیاری کر رہے تھے۔ جب آپ نے سورج کو طلوع کے وقت روشن دیکھا تو فرمایا یہی میرا رب ہے اور وہ سب سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی ڈھلنے لگا تو آپ نے فرمایا میں تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں۔ میں نے اپنی توجہ اُس ذات کی طرف کر دی ہے جس نے آسمان و زمین پیدا فرمائے۔ یعنی تمہارے تمام مختلف ادیان سے بیزار ہو کر دینِ حق کا طالب ہوں اور مشرکین سے نہیں ہوں۔

تفسیر منیر کی تقریر

: تفسیر منیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی والدہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو اپنی والدہ و دیگر رشتہ داروں نے چاہا کہ نمرود کی ملاقات کے لئے آپ کو لے جایا جائے۔ جب آپ کو نمرود کے ہاں لے گئے تو دیکھا کہ ایک نہایت کریہ المنظر (بدشکل آدمی) ایک بہترین تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے اردگرد نہایت حسین و جمیل پری پیکر لڑکیاں۔ لڑکے دست بستہ کھڑے ہیں۔ آپ نے والدہ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ والدہ نے فرمایا یہ سب کا معبود ہے۔ آپ نے پوچھا تو اس کے گرداگرد کون کھڑے ہیں۔ والدہ نے کہا یہ سب اس کے پرستار اور اس کے پیدا کردہ ہیں۔ آپ ہنس پڑے اور والدہ سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ پیدا کرنے والا بدشکل اور اس کے پیدا کردہ لڑکے لڑکیاں حسین و جمیل، حالانکہ پیدا کرنے والے کو اپنی پیدا کردہ چیزوں سے حسین و جمیل ہونا لازمی ہے (کذا فی تفسیر الکاشفی مع اختصار)

﴿۸۴﴾ وَهَبْنَا لَهٗ ،، البتہ بمعنے ترغ اور ایسا عطیہ کہ اس سے قبل اس کا استحقاق نہ ہو یعنی کسی کو بلا استحقاق (مفت) کوئی شئے عطا کرنا اور لہٗ کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یعنی اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ اِسْحٰقَ ،، ابراہیم علیہ السلام کا صلبی صاحبزادہ جو انبیائے بنی اسرائیل کے اب اوّل ہے۔ وَ یَعْقُوْبَ یعنی ابن اسحاق كُلًّا هَدَيْنَا ،، اِن ہر دونوں کو ہم نے ہدایت بخشی۔ یعنی ان ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ فضائل دینی اور کمالات علمی و عملی کی توفیق بخشی۔ وَ نُوْحًا ،، اس کا منصوب ہونا مَا اُضْمِرَ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ کی وجہ سے ہے جس کی هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ،، تفسیر کر رہا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

یعنی ہم نے نوح علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہدایت بخشی۔

سوال : ابراہیم علیہ السلام کی ہدایت سے قبل نوح علیہ السلام کی ہدایت کے اظہار کا کیا فائدہ؟

جواب : چونکہ نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے اجداد سے ہیں اور اجداد کے فضائل کا اظہار اولاد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بنابریں نوح علیہ السلام کا ذکر خیر فرمایا۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اور ہم نے نوح علیہ السلام کی اولاد کو ہدایت فرمائی۔

سوال : ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کا ذکر کیوں نہیں حالانکہ مِن ذریۃ ابراہیم کہا جاتا تو بھی مطلب حل ہو جاتا۔

جواب : چونکہ آنے والے آیات میں یونس و لوط علیہم السلام کا ذکر ہے اور وہ ابراہیم کی اولاد سے نہیں ہیں۔ (کذا قال البغوی) لیکن ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ یونس علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اس لئے کہ وہ شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں اسباط یعقوب سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نینویٰ (موصل کے بلاد) کے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ یہ بھی ہے کہ لوط علیہ السلام کو ذریۃ ابراہیم علیہ السلام سے شمار کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ان کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کر کے تشریف لائے۔

فائدہ : سعدی چلپی مفتی نے فرمایا محی السنۃ بغوی ابن اثیر سے زیادہ معتبر ہیں۔

دَاوٗدَ ،، ابن ایشا و سلیمان بن داؤد علیہم السلام۔ ان دونوں باپ بیٹے کا سلسلہ نسب یہود ابن یعقوب سے ملتا ہے۔ وَاَيُّوْبَ ،، بن اموص بن وارخ بن رُوم بن عصیا بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام (وَيُوْسُفَ) ،، بن یعقوب وَهٰرُوْنَ ،، یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ اُن سے سن میں بڑے تھے۔

(ف) مذکورہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر مبارک اُن کے زمانہ زندگی کے مطابق نہیں ہوا۔

وَكَذٰلِكَ ،، اور اسی طرح درجات بلند کر کے نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ کہ ہم اُن کے احسان پر اُن کے استحقاق کے مطابق جزا دیتے ہیں۔

(ف) اَلْمُحْسِنِيْنَ ،، کی لام جنس کی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ كَذٰلِكَ کاف زائدہ اور المحسنین کی لام عہد کی ہو۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ یہ عجیب و غریب جزاء جو کہ مذکورہ انبیاء علیہم السلام کو دی گئی۔ محض فضل و کرم الٰہی سے ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کے یہ درجات و مراتب اعمال صالحہ کی وجہ سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ کی وجہ سے جو جزا ملتی ہے اس میں حسن وصفی ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی یہ جزاء ذاتی ہے جس میں اُن کے ساتھ اور کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا (اس سے جھوٹے نبوت کے مدعیان

marfat.ocm
Marfat.com

جیسے مرزا قادیانی وغیرہ کا رد ہوگیا۔

﴿ وَ زَكَرِيَّا ﴾ ،، اور ہم نے زکریا علیہ السلام کو بھی عطا فرمایا۔ اُن کا سلسلہ نسب سلیمان علیہ السلام سے ملتا ہے۔ زکریا علیہ السلام کے والد کا نام اذن تھا و یحییٰ بن زکریا علیہما السلام و عیسیٰ بن مریم ابنۃ عمران یہ بنی ماثان بنی اسرائیل کے بادشاہ کی اولاد سے تھا۔

فائدہ : عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں اشارہ ہے کہ اولاد بنات بھی ذریۃ میں داخل ہوتی ہے۔

حسنین کریمین کی فضیلت

: اس سے واضح ہوا کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اولادِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہنا جائز ہے۔ اگرچہ اُن کا حضور علیہ السلام کے ساتھ سلسلۂ نسب اُن کی والدہ کریمہ سے ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ان حضرات کو ایذاء دیتا ہے گویا وہ حضور علیہ السلام کی ذُریّۃ طیبہ کو ایذاء پہنچاتا ہے۔

مسئلہ : صاحبِ رُوح البیان فرماتے ہیں کہ جب والدہ کی وجہ سے نسب صحیح اور معتبر ہے تو اُن کی سیادت بھی مُسلّم ہوگی گویا کہ ان کا یہ رشتہ اب کی طرح ہے اسی طرح ہر اس شخص کا نسب جس طرح بھی حسنین کریمین تک پہنچے گا اس کی سیادت مُسلّم ہوگی۔ اس سے شیعوں رافضیوں کی غلط فہمی کا ازالہ ہوگیا جو سیدنا عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کی سیادت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں[1]۔

﴿ وَ اِلْيَاسَ ﴾ ،، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

فائدہ : لغوی لکھتے ہیں کہ الیاس علیہ السلام اور تھے ادریس علیہ السلام اور بعض نے غلطی کھائی کہ الیاس ادریس علیہ السلام کا دوسرا نام ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کو نُوح علیہ السلام کی ذُریّۃ سے گنا ہے اور ادریس علیہ السلام تو نوح علیہ السلام کے اجداد سے تھے۔

﴿ كُلٌّ ﴾ ہر ایک اُن میں سے ﴿ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ۝ کامل فی الصلاح تھے۔

(ف) صَلاح بمعنے موزوں امور کا عمل پیرا ہونا اور نامناسب امُور سے احتراز کرنا۔

﴿ وَ اِسْمٰعِيْلَ ﴾ ،، اس کا عطف (نُوحًا) پر ہے یعنی جیسے ہم نے نوح علیہ السلام کو ہدایت بخشی ایسے ہی اسماعیل کو ہم نے ہدایت فرمائی۔

نکتہ : حضرت نُوح کی ذریّۃ میں اسماعیل علیہ السلام داخل تو تھے لیکن انہیں علیحدہ ذکر کرنے میں نکتہ یہی ہے کہ اُن کی اولاد سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر نُوح علیہ السلام کی ذُریّۃ کے ذکر میں ان کا ذکر بھی شامل رہتا تو حضور علیہ السلام طفیلی متصور ہوتے، حالانکہ

---

[1] اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کے رسالہ "اماطۃ الاذی عن غوث الوریٰ" میں ملاحظہ ہو۔ اویسی غفرلہ

marfat.ocm
Marfat.com

تمام کائنات جن میں نوح علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں سب کے سب حضور علیہ السلام کے طفیلی ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی ہدایت کا ذکر ابراہیم علیہ السلام کی ہدایت کے ضمن میں بیان کرنا گوارا نہ فرمایا تاکہ سب پر ظاہر ہو جائے کہ اس کے پیارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت کسی کی شرافت کے طفیل نہیں۔ بلکہ سب کی شرافت و بزرگی اُن کے صدقے اور طفیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کا ذکر تمام حضرات کے ذکر کے بعد ذکر کیا ہے تاکہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی واضح ہو ؎

(۱) آنچہ اول شُد پدید از جیب غیب — بُود نُورِ جہاں او بے ہیچ ریب
(۲) بعد ازاں آں نور مطلق زد علم — گشت عرش و کرسی و لوح و قلم
(۳) یک علم از نُور پاکش علم اُوست — یک علم ذریّۃ آدم از وست

(ترجمہ) (۱) وہ ذات کہ جس نے اوّل میں جیب غیب سے دیکھا وہ نورِ جہان تھے اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

(۲) بعد ازاں نور مطلق نے جھنڈا کو بُلند کیا تو اس سے عرش و کرسی لوح و قلم پیدا ہُوئے

(۳) اس کے نُور سے ایک جھنڈا یہی ہے کہ ذریۃ آدم اس سے ہے۔

وَالْيَسَعَ بن اخطوب بن العجوز لام زائدہ ہے اس لئے کہ یہ عجمی ہے۔ وَيُونُسَ بن متی وَلُوطًا بن ہاران ابن اخی ابراہیم وَكُلًّا ،، اور اُن ہر ایک کو فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ نبوت سے ہم نے انہیں اپنے معاصرین پر فضیلت بخشی۔ یہاں پر یہ مُراد نہیں کہ وہ آپس میں ایک دُوسرے پر افضل ہیں۔ اگرچہ اُن کی ایک دُوسرے پر فضیلت حق ہے لیکن یہاں مُراد نہیں ۝ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ ،، یہ مِن تبعیضیہ ہے یعنی مذکورین میں سے بعض کے آباء کو فضیلت بخشی گئی جیسے آدم و شیث و ادریس علیہم السلام یہ حضرات دوسرے پیغمبروں کے آباء ہیں۔ بعض پیغمبروں کے آباء ایسے بھی تھے کہ وہ نہ نبی تھے اور نہ ہی انہیں فضیلت علمی عملی حاصل تھی وَذُرِّيّٰتِهِمْ ،، اور اُن کی بعض اولاد۔ جیسے یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور حضور سید عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اُن کی ذُریات میں ہیں لیکن تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں (تفسیر الحدادی) ذریات میں مِن تبعیضیہ اس لئے مانا گیا ہے کہ بعض حضرات ایسے بھی تھے جن کی اولاد کافر تھی۔ وَاِخْوَانِهِمْ ،، اور اُن کے بھائیوں کو ہم نے ہدایت جیسے یُوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے زمانے میں ممکن یہ ہے کہ یہاں وہ لوگ مُراد ہُوں جو اُن کے ساتھ ایمان لائے وہ بھی ہدایت اسلام میں داخل ہُوئے۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ ،، اس کا فَضَّلْنَا پر عطف ہے۔ یعنی اور ہم نے انہیں چُنا وَهَدَيْنٰهُمْ اور ہم نے ان کی رہبری کی۔ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ سیدھے راستہ کی

marfat.ocm
Marfat.com

جو بھی اُس پر چلے گا وہ گمراہ نہ ہوگا ۸۸ ذٰلِكَ ،، یہ اشارہ "الہدیٰ" کی طرف ہے هُدَى اللّٰهِ ،، اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ یہ اضافت تشریفی ہے يَهْدِي بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور عبادہ سے وہ حضرات مُراد ہیں جو ہدایت کی استعداد رکھتے ہیں۔

وَلَوْ اَشْرَكُوْا مقدور اگر وہ انبیاء علیہم السلام باوجود علو مرتبت کے (بفرضِ محال) شرک کریں حَبِطَ عَنْهُمْ ،، البتہ باطل ہو جائے گا۔ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وہ عمل جو کرتے ہیں یعنی اُن کے اعمال ضائع اور برباد جائیں گے۔

سبق : جب حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے اتنی تنبیہہ ہے تو ما و شما کس شمار میں اُن کے اعمال کجا اور ہمارے کردار کجا۔ اس آیت میں سخت ترین زجر و توبیخ ہے۔ اس میں عوام و خواص کی تخصیص نہیں تاکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی بے خوف نہ ہو ۸۹ اُولٰٓئِكَ ،، انبیاء جو مذکور ہیں جن کی تعداد اٹھارہ ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ ،، وہ حضرات ہیں جنہیں ہم نے کتاب عنایت فرمائی۔

ف : یہاں کتاب پر الف لام جنس کا ہے یعنی ہر وہ کتاب جو اپنے دور کے نبی کو ملی اور ایتان سے کتاب کی افہام و تفہیم مُراد ہے۔ یعنی اُن کتابوں میں جتنے حقائق و اسرار تھے۔ ہم نے انہیں سمجھائے کہ اُن کا ہر چھوٹا بڑا مسئلہ ان حضرات کے احاطۂ علم میں آگیا۔ خواہ ابتداءً اُن پر وہ کتاب نازل ہوئی یا بطریق وراثت کسی نبی علیہ السلام سے۔ اس لئے کہ مذکور بالا انبیاء علیہم السلام ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کتابیں نازل نہیں ہوئیں۔ وَالْحُكْمَ ،، اور حکمت یا فصل الخطاب جو حق و صواب کو مقتضی ہو۔ وَالنُّبُوَّةَ ،، اور رسالت فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا ،، پس اگر اِن تینوں کو نہیں مانیں گے هٰٓؤُلَآءِ اہلِ مکہ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا ،، تو ہم اُن کی پاسداری سپرد کریں گے اور اُن پر قبول کرنے اور اُن کی ادائیگی کے لئے توفیق دیں گے۔ قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ ایسی قوم کو جو اُن کا انکار نہیں کرے گی۔ یعنی اُن کے بجائے جو بھی دوسرے لوگ پیدا ہوں وہ کسی وقت بھی ان مذکورہ بالا امور کا انکار نہیں کریں گے۔ ان سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مُراد ہیں اور بہا کی صلہ اور بکافرین کی باء نفی کی تاکید کے لئے ہے۔

۹۰ اُولٰٓئِكَ ،، یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کہ جن کا ابھی ذکر ہوا الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حق اور راہ مستقیم کی ہدایت بخشی فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ پس آپ صرف اُن کی ہدایت کی اقتداء کیجئے اور کسی دوسرے کی اقتداء نہ کریں۔

مسئلہ : حضور علیہ السلام کو انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کا حکم صرف اعتقادیات یعنی ایمان باللہ

marfat.ocm
Marfat.com

اور توحید و اصولِ دین میں ہے۔ شرعی احکام و مسائل کی اقتداء مراد نہیں۔ اس لئے کہ وہ قابلِ نسخ ہیں اور جو حکم منسوخ ہو جائے وہ قابلِ اقتداء نہیں ہوتا اور نہ ہی اُسے ہدایت کہا جا سکتا ہے۔

عقیدہ : تمام علماء کرام نے بالاتفاق اِس آیت سے استدلال کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ خصال کمالیہ اور صفاتِ برگزیدہ ان حضرات میں متفرق پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سلیمان و داؤد علیہما السلام شکر سے موصوف تھے ایوب علیہ السلام صبر میں مشہور ہیں۔ یوسف علیہ السلام میں ہر دونوں صبر و شکر پائے جاتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام بہت بڑے معجزات کے جامع سمجھے جاتے تھے اور زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس علیہم السلام زہد میں شہرت رکھتے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام صاحبِ صدق تھے۔ غرضیکہ جس صاحب میں کسی صفت کا غلبہ ہوتا اس سے وہ مشہور ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حضرات کی اقتداء کا حکم فرمایا تو لازماً جمیع اوصاف سے موصوف ہو کر تمام حضرات انبیاء علیہم السلام سے افضل ٹھہرے۔

(۱) ہر چہ بخوباں جہاں دادہ اند — قسم تو نیکو تر ازاں دادہ اند

(۲) ہر چہ بنازند بداں دلبراں — جملہ ترا ہست زیادت براں

ترجمہ (۱) جو کچھ خوبان جہان کو ملا ہے ہزار بار اس سے زائد آپ کو عطا ہوا۔

(۲) جس سے دلبران جہان نازاں ہیں یہ سب آپ میں ہیں بلکہ ہزاراں بار آپ اُن سے زائد ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : تاویلات نجمیہ میں ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ "یعنی یہ وہی حضرات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے ذریعے اپنی ذات کی طرف رہبری فرمائی۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ پس آپ بھی اُن کے طریقے کو اپنائیے اس لئے کہ وہ ایسے راہ پر گامزن ہوئے کہ اُن سے پہلے اس راہ پر کوئی نہ چلا تھا۔ یہاں تک کہ ہر ایک اپنی مقدار کے مطابق منزلِ مقصود کو پہنچا، چنانچہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کو آسمانِ دُنیا پر اور یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو دُوسرے آسمان پر اور یُوسف علیہ السلام کو تیسرے پر اور ادریس علیہ السلام کو چوتھے پر اور ہارون علیہ السلام کو پانچویں پر اور مُوسیٰ علیہ السلام کو چھٹے پر اور ابراہیم علیہ السلام کو ساتویں پر دیکھا۔ آپ بھی اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے راستے پر چل کر ان کی منزلیں طے کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ پہ تشریف لائیے۔

فائدہ : سدرۃ المنتہیٰ ملائکہ کی آخری منزل ہے اس کے بعد آپ تمام نچلے مقامات کو طے کرتے ہوئے ارفع مقام پر پہنچے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات سے بھی علیحدگی اختیار کر کے ذاتِ حق کے ذریعے عین ذات کی طرف بڑھتے ہوئے مقام قابَ قوسین او اَدنیٰ تک پہنچے یہ وہ مقام ہے

بقیہ صفحہ ۵۸۶

marfat.com
Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ
اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیئے تھی جب اولے انہوں نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا تم فرماؤ کس نے اتاری
الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ
وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور لوگوں کے لیے ہدایت جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے ظاہر
تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ
کرتے ہو اور بہت سے چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا نہ تمہارے باپ دادا کو اللہ کہو پھر
ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ
انہیں چھوڑ دو ان کی بیہودگی میں انہیں کھیلتا اور یہ ہے برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی
بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
جو اگے ہیں اور اس لیے کہ تم ڈر سناؤ سب بستیوں کے سردار کو اور جو کوئی سارے جہان میں اس کے گرد ہیں اور وہ جو آخرت
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
پر ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ
جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی جو کہے ابھی میں اتارتا ہوں ایسا جیسا اللہ
اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ
نے اتارا اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ
اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
نکالو اپنی جانیں آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے
غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ
ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور پیچھے چھوڑ آئے جو مال و متاع ہم نے تمہیں دیا تھا اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ
کو نہیں دیکھتے جن کو تم اپنے میں ساجھا بتاتے تھے بے شک تمہارے آپس کی ڈور کٹ گئی اور تم سے گئے جو دعوے کرتے تھے
تَزْعُمُوْنَ ۝

marfat.ocm
Marfat.com

جسے آپ سے پہلے نہ کسی نبی مرسل نے طے کیا نہ ملک مقرب نے۔

تفسیر عالمانہ

: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ ،، میں تم سے قرآن پڑھ کر سوال نہیں کرتا۔ اَجْرًا ،، مزدوری اور اس انعام کا جو مجھ سے قرآن سن کر دو جیسے مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچانے پر کسی سے انعام کے طلبگار نہ ہوئے۔

تفسیر عالمانہ ۹

: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ،، قدر بمعنے الحزر یعنی تخمینہ اندازہ۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ قَدَّرَ الشَّیْءَ یُقَدِّرُ بالضم (باب نصر ینصر) قَدْرًا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی شئ کا اندازہ اور تخمینہ کیا جائے تاکہ اس کی معلوم ہو سکے۔ پھر کسی شئ کی معرفت فی المقدار والاحوال والصفات میں مستعمل ہوا۔ اسی وجہ سے جو شخص کسی شئ کو اس کی شان کے لائق معرفت رکھتا ہو تو کہتے ہیں هُوَ یَقْدِرُ قَدْرَهٗ ،،

(ف) : حق قَدْرِهٖ ،، مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ دراصل مصدر محذوف کی صفت ہے کہ درحقیقت عبارت یوں تھی ،، قدرالحق ،،

(ف) : قدرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اور قدروا کی ضمیر جمع یہود کی طرف۔

شانِ نزول

: مروی ہے کہ مالک بن الصیف (یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم اور لیڈر) چند یہودیوں کو لے کر مکہ معظمہ میں پہنچا تاکہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کرے اور اِن سوالات سے صرف عناد مقصود تھا۔ اور وہ تھا بھی بہت موٹا۔ جب وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ معظمہ میں حاضر ہوا تو حضور نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کہ میں تجھے اُس ذاتِ اقدس کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی بتاؤ اس میں لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم (جو اپرست) سے بغض

ربط

: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کا حکم فرمایا تو اب اس کی نظیر بتائی کہ اُن کے اقتداء کی مثال یہ ہے کہ جیسے اُنھوں نے بلا طمع تبلیغ حق فرمائی۔ آپ بھی محض رضائے حق کو مدنظر رکھ کر اپنی قوم کو تبلیغ فرمایئے۔

اِنْ هُوَ ،، نہیں وہ قرآن۔ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ مگر نصیحت اور وعظ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عالمین کے لئے۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید مخصوص قوم کے لئے وعظ و نصیحت بن کر نہیں اُترا بلکہ ہر ایک کے لئے برابر طور نازل ہوا ہے پھر نصیب اپنا اپنا۔

: اولیاء کرام کی زندگی اس نہج پر بسر ہوتی ہے کہ تعلیم و تبلیغ پر کسی سے دنیوی طمع نہیں

marfat.ocm
Marfat.com

رکھتے اس لئے کہ تبلیغ و تعلیم پر اجر و مزدوری دنیوی اسباب سے ہے اور اہل آخرت ان اسباب سے مستغنی ہوتے ہیں وہ اہل اللہ اغراض و مقاصد سے ہٹ کر دینی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

ہے۔ اُس نے کہا ہاں لکھا ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عالم بھی ہے اور موٹا بھی ہے یہ تیری روٹیوں نے تجھے موٹا بنا دیا ہے۔ کھانے سے کبھی تو ہاتھ نہیں کھینچتا اس سے تمام لوگ ہنس پڑے۔ اس سے مالک بن الصیف سخت رسوا ہوا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پر کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی۔ جب یہ کہہ کر اپنی قوم کو مالک بن الصیف واپس لوٹا تو یہودیوں نے کیا غضب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی پر کچھ نازل نہیں فرمایا کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی کچھ نازل نہیں ہوا۔ اس نے چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے غصہ دلایا اسی لئے یہ کہہ دیا۔ انھوں نے کہا تو اس کا معنیٰ یہ ہوا جس وقت تجھے غصہ آئے تو اللہ تعالیٰ پر بہتان و افتراء تراشتا اور اپنے دین کو چھوڑ دیتا ہے۔

یہ سب نے متفق ہو کر اس سے لیڈری چھین لی۔ کعب بن اشرف کو اپنا مقتدر اور لیڈر منتخب کر لیا۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حق ادا نہ کیا اور اس کی قدر نہ کی کہ وہ کریم اپنے بندوں پر کتنا لطف و کرم فرماتا ہے بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق کی ناقدری کی اور اُس کی نوازشات کے برعکس معاملہ کیا۔

(ف) معرفت کے بجائے قدر کا اطلاق اس لئے ہے کہ قدر معرفت کا سبب ہے اور اس کے ذریعے سے معرفت ہوتی ہے۔ گویا مسبب کے بجائے سبب مستعمل ہے۔

اِذْ قَالُوْا، جب رسل علیہم السلام کی بعثت مبارکہ کے منکرین اور اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں سے انکار کرنے والوں نے کہا **مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ**، اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر بھی کوئی چیز نازل نہیں فرمائی۔ نہ وحی نہ کتاب بطور مبالغہ ہر کتاب و وحی کی نفی ہے ورنہ مقصود کو صرف قرآن مجید کا انکار اس لئے کہ اس مقولہ کے قائل یہودی تھے، چنانچہ ابھی شانِ نزول میں ہم نے لکھا **قُلْ** اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تبکیتاً اور بطور اتمام حجت کے فرمائیے۔ **مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى**، کتاب توراۃ کس نے اُتاری جسے موسیٰ علیہ السلام لائے تھے درانحالیکہ **نُوْرًا**، وہ نور تھی یعنی ظاہر بنفسہٖ اور مظہر لغیرہٖ، فارسی میں نور کا معنی ہوگا روشنائی فرسندہ (روشنی دینے والی) **وَهُدًى لِّلنَّاسِ**، اور ہدایت دینے والی لوگوں کی۔ **تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ**، درانحالیکہ تم اسے ٹکڑے ٹکڑے کرتے اور اُس کے اوراق بدلتے تھے۔

(ف) یہاں پر حرف جر محذوف ہے۔ جبکہ کاغذوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(ف) قراطیس قرطاس کی جمع ہے بمعنے صحیفہ۔ **تُبْدُوْنَهَا**، یہ قراطیس کی صفت ہے یعنی درانحالیکہ

marfat.ocm
Marfat.com

تم کتابِ تورات سے صرف وہ ظاہر کرتے ہو جس سے تمہیں محبت ہے۔ وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ ،، اور تم میں سے بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو۔ مثلاً حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پاک اور مناقب و کمالات اور تصرفات و معجزات وغیرہ[1]۔ اسی طرح آیت رجم اُن کے علاوہ اور بہت سے احکام اُنھوں نے چھپا رکھے تھے جو پوچھنے پر بھی نہیں بتاتے تھے۔ وَعُلِّمْتُمْ اور تمہیں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس کے ذریعے بہت سے معلومات بہم پہنچائے گئے ہیں۔ مَا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ جنہیں تم اور تمہارے آباؤ اجداد نہ جانتے تھے۔ اس سے وہ علوم شرعی احکام مُراد ہیں جو اُنہوں نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے۔ وَعُلِّمْتُمْ تجعلونہ کے فاعل سے حال ہے اور اس سے پہلے قد محذوف ہے اس لئے کہ صیغۂ ماضی حال بننے کے قابل اس وقت ہوتی ہے جب اس میں قد ظاہر یا مقدر ہو اس سے توبیخ میں تاکید مطلوب ہے یعنی جو کچھ اُنہوں نے تورات کے احکام اور اس کے مضامین میں ہیرا پھیری اور الٹ پلٹ کی۔ بہت بُرا کیا ہے لیکن ان کی بدبختی مزید بہاں کہ وہ تورات جو اُن کے علوم و معارف کا ماخذ تھی اس سے استفادہ کی بجائے اس میں توڑ مروڑ کر کے کچھ کا کچھ کر دیا۔ قُلِ اللّٰهُ ۘ فرمائیے اے محبوب (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

(ف) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ یہودیوں کو یوں جواب عنایت فرمائیے اس میں اشارہ ہے کہ یہی جواب منجانب اللہ متعین ہے۔ اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں تاکہ تنگ ہو کہ وہ ایسے مبہوت ہیں کہ اب اُن سے کسی طرح کا جواب نہیں بن آتا۔

ثُمَّ ذَرْهُمْ ،، پھر انہیں چھوڑ دیجئے فِيْ خَوْضِهِمْ ،، وہ اپنے باطل امور میں غوطے کرتے رہیں۔ آپ کے ذمہ تبلیغ تھی۔ اس کا آپ نے حق ادا کر دیا۔ اور اُن پر حجت قائم کر دی۔ اب اُن کے حال پر رہنے دیجئے۔ يَلْعَبُوْنَ ،، یہ ذرھم کی ضمیر ھم سے حال ہے اور فی خوضھم ذرھم کے یلعبون کے متعلق ہے

(ف) جس عمل سے کسی قسم کا فائدہ نہ ہو اس کے لئے اہلِ عرب کہتے ہیں۔ اِنَّمَآ اَنْتَ لَاعِبٌ یعنی تم تو بالکل بیکار انسان ہو[2] وَهٰذَا ،، اور یہ قرآن كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ،، وہ کتاب ہے جسے ہم نے ہی نازل کیا ہے۔

نکتہ : کتاب کو اَنْزَلْنٰهُ سے موصوف کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص اہتمام سے جبریل علیہ السلام کے ذریعے اپنے محبوب (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اور اس کی ہیئت کذائیہ اور ترکیب الفاظ کی فصاحت و بلاغت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا دخل نہیں۔

---

[1] جیسے اب دیوبندیوں، وہابیوں، مودودیوں نے بسبب تبلیغی جماعت اور احراریوں کی عادت

marfat.ocm
Marfat.com

لُوْكٌ " بڑی برکت والی یعنی کثیر الفوائد و وفیر المنافع کتاب ہے۔

(ف) واقعی جو کچھ فرمایا حق اور عین برحقیقت ہے کہ یہ کتاب علوم نظریہ وعملیہ کو حاوی ہے سب کو معلوم ہے کہ علومِ نظریہ میں سب سے برگزیدہ علم معرفت ذات وصفات وافعال واحکام الٰہیہ مندرجہ بالا استیعاب قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں۔ دُوسری کتابوں میں اگر ان کا بیان ہے تو مکمل طور پر استیعاب نہیں۔ یہی کیفیت علوم عملیہ کی ہے۔ اس لئے کہ علوم عملیہ یا اعضاء سے متعلق ہیں یا قلب سے۔ ان ہر دونوں کے متعلق علوم کا دُوسرا نام علم الاخلاق یا تزکیہ نفس ہے اور اس کا بیان بھی قرآن پاک تفصیل کے ساتھ اور مثالیں دے کر جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ دوسری کتابوں میں اس طرح نہیں۔

تفسیر صُوفیانہ

: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ قرآن پاک مبارک بایں معنی ہے کہ وہ عوام کو اپنے مولیٰ سے ملنے کی دعوت دیتا ہے اور خواص کو رب تعالیٰ کے وصال کی رہبری کرتا ہے اور خواص الخواص کو رب تعالیٰ سے ملاتا ہے اور اُن میں اخلاق خلّاق پیدا کرتا ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ محبوب کا مکتوب عاشق کے زخمی قلوب کو شفا دیتا ہے۔

کسی عربی شاعر نے فرمایا ؎

وکتبك حولی لا تفارق مضجعی　　وَفِیْهَا شفاء لِلَّذِی أنا کاتمہ

ترجمہ : تیرے خطوط میرے اردگرد پڑے ہیں اس لئے کہ وہ میری اس بیماری کا علاج ہیں کہ جسے میں کسی کو بتانا نہیں چاہتا۔

(۱) ایں چہ منشور کریمست کہ ہر شکنش　　بوئے جاں پرور احسان وعطامی آید

(۲) ایں چہ انفاس رواں بخش عبیر افشانست　　کہ از و رائحہ مشک خطا مے آید

ترجمہ : (۱) کریم کا عجیب منشور ہے کہ اس کے ہر شکن سے احسان کی جان پرور خوشبو آتی ہے۔

(۲) یہ عجیب انفاس روح بخش عنبر پھیلانے والے ہیں کہ ان سے مُشک خطا (ملک) کی خوشبو آتی ہے۔

تفسیر عالمانہ

: "مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ" اس سے پہلے جو کتابیں گذری ہیں اُن کی قرآنِ پاک تصدیق کرتا ہے۔ تورات کی بھی اس لئے کہ ان میں اس کے متعلق علامات ونشانات لکھے تھے۔ وہ سب اس میں پائے جاتے ہیں۔

"وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی" اس کا مبارک کے مدلول پر عطف ہے یعنی قرآن مجید میں برکات وہ وہ باتیں بھی ہیں کہ آپ اپنی قوم یعنی اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ یہاں مضاف لفظ اہل محذوف ہے کہ دراصل لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی" تھا۔ اس سے مکہ معظمہ مُراد ہے۔ اور اسے قریٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ زمین کے بچھانے کا آغاز اسی سے ہُوا۔ اس معنی پر یہ تمام زمین کا اصل ہُوا ماں تمام نسل کی اصل ہے۔ اسی مناسبت سے اسے ام القریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

(ف) کاشفی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ القریٰ قریہ کی جمع ہے۔ اور قریہ کا ماخذ قرا بمعنی جمع کرنا ہے، چونکہ لوگ وہاں پر جمع ہوتے ہیں۔ اس معنے پر اسے قریہ سے موسوم کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قریہ کا اطلاق لغۃً صرف دیہات سے مخصوص نہیں بلکہ ہر چھوٹی بڑی آبادی کا نام قریہ ہے۔ خواہ وہ دیہات ہو یا شہر[1] وَمَنْ حَوْلَهَا .. اور وہ جو اس کے گرداگرد ہیں۔ یعنی تمام شرقی غربی لوگوں کو اے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔

تفسیر صوفیانہ

: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ ام القریٰ سے قلب کا وہ ذرہ مراد ہے جس سے روزِ میثاق میں حق تعالیٰ مخاطب ہوا۔ یہ ذرہ انسان کے قلب میں بطور امانت رکھا گیا ہے۔ اس سے تمام جسم کی زمین کو بچھایا گیا۔ اُوپر نیچے دائیں بائیں کے تمام اعضاء اِسی کے اِردگرد تخلیق فرمائے گئے۔ یعنی سمع۔ بصر۔ فواد۔ اخلاق صفات سب کے سب اسی ذرۂ قلب کے نُور سے منوّر اور اسی کے رازِ مخفی سے اسرار حاصل کرتے ہیں بلکہ یوں کہو کہ انسانی مشین کے ایک ایک پُرزے کی بجلی کا پاور ہاؤس وہی ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ، اور وہ لوگ جو آخرت پر اور اس کے اندر جو عذاب و ثواب ہے ایمان رکھتے ہیں يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ، اور وہ اِس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس لئے کہ انہیں اپنے انجام کی بربادی کا خوف رہتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کتاب الٰہی میں پُورے طور غور و خوض کرتے ہُوئے اِس کی تمام باتیں مانتے ہیں۔ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی جو لوگ کتابِ الٰہی کو مانتے ہیں وہ پانچوں وقت کی نماز پر مداومت رکھتے ہیں۔ اسی لئے یہی تمام عبادات و طاعات میں خصوصی طور ذکر کیا گیا۔

مسائل فقہ و تصوّف

: آیات سے چند مسائل و احکام ثابت ہُوئے جیسے مخلوق خالق کی نہ پُوری معرفت حاصل کر سکتی ہے نہ ہی اس کی کنہ کو پہنچ سکتی ہے۔ یعنی تعینات الاسماء والصفات سے متجرد ہونے کی حیثیت اور اس کی ذات کی کنہ سے ادراک عاجز ہے ؎ بخیال در نگنجد تو خیال خود مرنجاں

ترجمہ : وہ خیال میں نہیں آسکتا اسی لئے خیال کو پریشان نہ کر۔

نکتہ

: جس نے اللہ تعالیٰ کو کسی آلہ مخلوقیہ سے پہچاننے کا دعویٰ کیا تو سمجھ لو کہ وہ غیر عارف ہے ہاں جو .. آلہ قدیمہ سے پہچاننے کا دم بھرے تو وہ اپنے دعوٰی میں سچا ہے جیسے بعض عارفین سے منقول ہے کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ لیکن اتنا قدر کہ جتنا اسے اللہ تعالیٰ

---

[1] البتہ عرف میں شہر کو قریہ نہیں کہا جاتا، چونکہ لغت پر عرف کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے اب صرف دیہات کو قریہ کہا جائیگا۔ منہ

marfat.com
Marfat.com

نُور قدیم کے فیض کو قبول کرنے کی استعداد بنے۔ اسی ذریعہ سے اس ذات کا ادراک کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ ذات وصفات کا ادراک اس طرح سے کیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ اپنی معرفت کا حق صرف وہی جانتا ہے نہ غیر ؎

کنہ خودم در خور اثبات تو نیست　　دانندۂ ذات تو بجز ذات تو نیست

ترجمہ : میں اپنی عقل کی کمی کی وجہ سے تیرے اثبات کے لائق نہیں ہوں تیری ذات کو سوائے تیرے کوئی نہیں جانتا

؎ مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ ؎ کہاں ہم خاک کے پتلے اور کہاں وہ واجب الوجود۔

مسئلہ : موٹاپن کی مذمت ہے جیسا کہ آیت مذکورہ کے شان نزول میں معلوم ہُوا۔

فائدہ : یاد رہے کہ یہاں پر موٹاپن سے مُراد یہ ہے کہ انسان کھانے پینے میں تکلفات کر کے موٹا ہو جائے نہ وہ موٹاپن جو تخلیقاً ہو۔

حدیث شریف : قیامت میں بہت موٹے جسم والا مرد حاضر ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی مکھی کے پَر برابر بھی وقعت نہ ہوگی۔ قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ قَالَ تَعَالٰی ؎ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا (قیامت میں ہمارے نزدیک ان کا کوئی وزن یعنی قدر و منزلت نہ ہوگی)

(ف) علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کوئی ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ ان کے اعمال کے بمقابلہ عذاب کچھ نہیں ہوں گے اور قیامت میں کوئی عمل خیر نہ ہو تو وہ جہنم میں جائیگا

مسئلہ : علامہ قرطبی نے فرمایا کہ اس سے باسمجھ لوگ خود سمجھ سکتے ہیں کہ موٹاپن وہی مذموم ہے جو صرف کھانے پینے اور آرام و آسائش میں لگا رہے اور جسم کے رکھ رکھاؤ میں کوشاں ہو اور اچھے کھانے میں ذرہ بھر بھی خیال نہ کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ جو زائد از ضرورت کھاتا پیتا ہے وہی موٹاپن اور آسائش کے گورکھ دھندے میں پھنستا ہے۔

مسئلہ : زندگی بحال رکھنے کے لئے بقدر ضرورت کھانا فرض ہے۔ ایسا کھانا ثواب ہے یعنی اس نیت سے کھائے کہ نماز کھڑے ہو کر ادا کر سکوں گا۔ یا رات کو اتنا کھائے کہ دن کے روزے کو نبھا سکے ایسے طعام وغیرہ کھانے پینے پر ثواب پائے گا۔

مسئلہ : اپنی قوت و طاقت کے اضافہ کی نیت سے پیٹ بھر طعام وغیرہ کھانا پینا مباح ہے۔

مسئلہ : پیٹ بھر جائے تب بھی حرص کر کے اور کھائے تو حرام ہے بشرطیکہ اس میں کسی کی نیکی فوت نہ ہو۔ مثلاً پیٹ بھر جانے کے بعد اس نیت سے زائد کھائے کہ کل کا روزہ رکھنا ہے۔ اس لئے قوت میں اضافہ ہوگا اور ضعف و کمزوری نہ ہوگی تو یہ جائز ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

(۱) با اندازہ خود خور اگر مردمی چنیں پُر شکم آدمی یا خمی

(۲) ندارند تن پروراں آگہی کہ پُر معدہ باشد ز حکمت تہی

ترجمہ (۱) اپنے اندازہ پر کھا اگر تو جوانمرد ہے اتنا زیادہ کھاتا ہے کیا تو آدمی ہے یا مٹکا ہے۔
(۲) تن پرور لوگ کوئی خبر نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ معدہ طعام سے پُر ہو تو حکمت سے خالی ہے۔

حدیث شریف : مقاصد حسنہ میں امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث ذکر فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹے تن پرور عالم سے کراہت کرتا ہے اور تورات میں ہے اللہ تعالیٰ موٹے تن پرور عالم کو مبغوض رکھتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹے تن پرور قاری قرآن کو مبغوض رکھتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مَا افلح سمین قط الا ان یکون محمد بن الحسن (رحمہ اللہ تعالیٰ) موٹا آدمی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا سوائے حضرت محمد بن حسن (حنفی) کے۔ اُس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا ہر موٹا تن پرور بے فکر ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور محمد بن الحسن اگرچہ موٹے تھے لیکن شب و روز دین کے مسائل میں متفکر رہتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی زندگی کے چند لمحات میں بڑی بسیط اور ضخیم نوسو ننانوے (۹۹۹) کتابیں تصنیف کیں۔

نکتہ : دانا کو دو حالتوں سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔ (۱) آخرت اور مرنے اُٹھنے کی فکر سے۔ (۲) کم از کم دنیوی معاش کا فکر تو ضرور رکھے اس لئے کہ موٹاپن چربی کی زیادتی سے ہوتا ہے اور چربی تفکرات سے پگھل جاتی ہے۔

فائدہ : جو شخص اِن دونوں فکروں سے خالی ہے تو اس کا جسم چربی سے بھرپور ہو کر وہ بشکل انسان درحقیقت حیوان ہوگا۔

اعجوبہ و حکایت : امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمانہ قدیم میں ایک بادشاہ تھا جو حد سے زیادہ جسیم و لیم ہو گیا۔ مُلک بھر کے اطباء، ڈاکٹروں، حکیموں وغیرہ) کو بُلا کر کہا کہ میرے لئے کوئی تدبیر کرو کہ جس سے میرا موٹاپن دفع ہو جائے۔ سب نے معذرت چاہی۔ اُس نے کہا تو کسی اور کو بلاؤ جو میرا علاج کرے۔ انہوں نے ایک ادیب، طبیب، ذکی فہیم نوجوان حکیم کا نام بتایا، چنانچہ اُسے بلوایا گیا۔ جب وہ بادشاہ کے ہاں حاضر ہوا تو بادشاہ نے بنظرِ حقارت کہا کیا یہی لڑکا میرا علاج کرے گا، چونکہ وہ سمجھدار تھا اس لئے بادشاہ سے کہا۔ بادشاہ سلامت میں صرف طبیب نہیں بلکہ منجم بھی ہوں۔ مجھے رات تک اجازت چاہیئے تاکہ میں دیکھ لوں کہ آپ کے ادویہ کس ستارے سے

marfat.ocm
Marfat.com

سے مناسبت رکھتے ہیں۔ ایک رات اسے مہلت دی گئی۔ صبح سویرے حاضر ہو کر عرض کی بادشاہ سلامت مجھے امان کا وعدہ کرو پھر کچھ عرض کروں گا۔ بادشاہ نے وعدہ کیا تو حکیم مذکور نے کہا بادشاہ سلامت میں نے آپ کا ستارہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ صرف ایک ماہ زندہ رہیں گے۔ اس مدت میں آپ کو علاج پر کثیر رقم خرچ کرنے کا کیا فائدہ اور ساتھ ہی مجھے قید کر لو۔ اگر میں اپنے قول میں سچا نکلا تو میری جان بخشی کا حکم فرمانا ورنہ مجھے سُولی پر چڑھا دینا۔ بادشاہ نے اسے جیل میں ڈال دیا اور خود بھی اس فکر میں پڑ گیا کہ جب زندگی باقی صرف ایک ماہ ہے تو پھر عیش و عشرت کا کیا فائدہ۔ اس لئے حکم فرمایا کہ مجھ سے گانے بجانے اور دیگر عیش و عشرت کے سامان دُور کر لو۔ یہ کہہ کر خود بھی لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ دن گزرتے گئے اس کا غم بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ضعیف و نحیف ہو گیا اور جسم کے اندر کی تمام چربی پگھل کر باہر نکل گئی۔ جب اٹھائیس دن ہوئے تو بادشاہ نے اس نوجوان حکیم کو جیل سے باہر نکلنے کا حکم دیے کر اپنے ہاں بلا کر فرمایا کہ اندریں مُدت مجھے موت تو نہیں آئی۔ البتہ مجھے صحت و عافیت نصیب ہو گئی

اگرچہ تو جھوٹ بولنے پر سزا کا مستحق ہے لیکن چونکہ مجھے تیرے جھوٹ بولنے سے فائدہ ہُوا ہے اسی لئے میں تجھے معاف کرتا ہوں مگر یہ بتلایئے کہ تم نے اتنا بڑا جھوٹ کیوں کہا۔ حکیم نے کہا جنابِ عالی نہ میں علم غیب رکھتا ہوں اور نہ مجھے کسی کی موت و حیات کے متعلق معلومات ہیں اس لئے کہ جب میں اپنی موت و حیات سے بے خبر ہوں تو دوسروں کے لئے کیا کہہ سکتا ہوں دراصل وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے موٹاپے کو دیکھ کر ترس کھایا اور اس کا علاج سوائے چربی کے گھٹنے کے اور کوئی نہ تھا اور چربی گھٹانے کا طریقہ سوائے آپ کو غم میں ڈالنے کے ہو نہیں سکتا تھا اور آپکے جو کچھ کہا گیا وہ آپ سے ہُوا جس سے آپ تندرست ہو گئے۔ بادشاہ کو اس کی بات بہت پسند آئی اس لئے اس کی جان بخشی کے ساتھ اسے بیکراں انعام و اکرام سے نوازا۔

لطائف : اہلِ عبارات نے قُلِ اللہ میں بڑے عجیب لطائف تحریر فرمائے۔ منجملہ اُن کے چند ایک یہ ہیں : لطیفہ (۱) شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ سے تفسیر فارسی میں منقول ہے کہ آپ نے قُلِ اللہ الخ کی تفسیر میں فرمایا : اللہ بس و ماسواہ ہوس وانقطع النفس (اللہ کافی ہے اس کا، ماسوا ہوس ہے سانس ختم ہو گئے)

لطیفہ (۲) شیخ الاسلام نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ قل اللہ دل را سوئے او دار (دل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کر دو) تم ذرہم غیر او را فرو گزار (غیر اللہ کو دِل سے ہٹا دو)

لطیفہ (۳) شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مریدوں سے فرما رہے تھے کہ "عَلَیْكَ بِاللّٰهِ وَدَعْ مَاسِوَاهُ" (اللہ تعالیٰ سے جی لگا کر ماسوی اللہ کو یک لخت دل سے دُور کر دو)

marfat.ocm
Marfat.com

؎ چوں تفرقہ دل است حاصل زہمہ دل را بہ یکے سپار و بگسل زہمہ

ترجمہ : تمام مال کے حصول کے باوجود دل غیر مطمئن ہے اِسی لئے دل ایک کو دے کر سب سے رشتہ توڑ دے۔

سبق : اِن لطائف اور آیت کے مضمون سے ثابت ہُوا کہ جو واصل باللہ ہونا چاہتا ہے اسے ماسوٰی اللہ سے انقطاع حاصل کرنا لازم ہے اس لئے کہ ماسوی اللہ لہو ولعب اور غفلت ہی غفلت ہے اور لہو ولعب میں مشغول ہونے والا کسی قطار وشمار میں نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ماسوا کے اشتغال سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

مسئلہ : آیت سے قرآن کی مدح اور اس کی فضیلت کا بیان ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے بندہ فوائد سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

حکایت وزیارت ربّ

: حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہُوا اور عرض کی یا الٰہی تیرے قریب لانے والے اعمال سے کونسا عمل افضل و اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن۔ میں نے دوبارہ عرض کی یا الٰہی خالی تلاوت کرنے یا اس کے فہم و تدبر کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہر دو طریقوں سے۔ **مسئلہ** : قرآن پاک کے الفاظ کو دیکھنا بھی عبادت ہے پھر اسکی تلاوت دوسری عبادت۔

فضیلت تلاوت قرآن پاک

: حضرت حمید بن اعرج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن مجید تلاوت کے بعد ختم کے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعاء مانگتا ہے تو اُس کی دُعاء پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کے لئے دُعاء و استغفار اور اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ صبح سے شام تک یا شام سے صبح تک یعنی اس کی تلاوت کے مختلف اوقات کی وجہ سے۔

(فائدہ) سمجھدار انسان پر لازم ہے کہ وہ تلاوتِ قرآن مجید میں جدوجہد کرے۔ گرمیوں میں صبح کو اور سردیوں میں بعد مغرب تلاوت کرے تاکہ ملائکہ کی دُعا و استغفار کا وقت زیادہ نصیب ہو۔

حدیث شریف

: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ،، تم میں بہتر وہ ہے جو قرآنِ پاک سیکھ کر دُوسروں کو سکھائے۔

مسئلہ : لازم ہے کہ تلاوت و تعلیم قرآنِ مجید میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے اور اس پر نہ اُجرت لی جائے اور نہ کسی سے شکریہ کا انتظار کیا جائے۔ صرف تقرب الی اللہ مطلوب ہو۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کی جائے کہ ہر ایک نے بہت بڑی دینی خدمات سرانجام دے کر قوم سے فرمایا: لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ،،

marfat.ocm
Marfat.com

مسئلہ : کسی سے کچھ لے کر تعلیم حاصل کرنا تو جائز ہے لیکن صرف اس لئے تعلیم حاصل کرنا کہ کسی سے کچھ لیا جائے گا تو یہ حرام ہے (کذا الاسرار المحمدیہ)

مسئلہ : قرآنِ پاک کے پھٹے پُرانے غلاف کتابوں کے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ بلکہ اس کے پُرانے غلاف کو پانی سے دھو کر (کہیں دفن کر دیا جائے)

وہابیہ دیوبندیہ کا رد

: صاحب رُوح البیان لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ قرآن پاک کے پرانے غلاف پانی میں دھو کر بیماروں کو پلائے جاتے ہیں اس طرح سے انہیں شفاء بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ (ولکن الوہابیہ قوم لایعقلون)

مسئلہ : قرآن پاک تجوید اور نہایت بہتر لہجہ سے پڑھا جائے۔

حدیث شریف : لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ وَحَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ الخ

(ہماری جماعت میں شامل نہیں جو قرآنِ پاک کو اچھے لہجے میں نہیں پڑھتا اے میرے اُمتیو! قرآن پاک کو اچھی آواز سے پڑھو۔ اس لئے کہ اچھی آواز قرآن پاک کے حُسن میں اضافہ کرتی ہے۔

فائدہ : بعض محدثین نے فرمایا کہ حدیث شریف میں تَغَنّیٰ سے اچھا لہجہ مُراد نہیں۔ بلکہ دنیا دُنیوی اسباب کا استغناء مُراد ہیں۔ اہل لغت کے ہاں بھی یہی اقرب ہے (کذا فی الاسرار)

مسئلہ : ظہیر الدین مرغینانی سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اگر کوئی شخص کسی پڑھانے والے کو اثنائے قرأت میں کہتا ہے۔ احسنت[1] تو وہ اچھا نہیں کرتا بلکہ اس کے کفر کا خطرہ ہے (اس لئے کہ اُس نے ایک بُرے کام پر اس کی تعریف کی اس زمانہ میں اجرت پر پڑھانا گناہ سمجھا جاتا تھا)

مسئلہ : بزازیہ میں ہے کہ جو شخص الحان (موسیقی) سے قرآن پڑھتا ہے تو وہ ثواب کا مستحق نہیں۔ اس لئے کہ وہ قاری القرآن نہیں بلکہ وہ تو موسیقار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ الخ قرآن عربی پڑھا نہیں "

حکایت : حجاج یوسف نے اپنے ساتھیوں سے پُوچھا تمہارے نزدیک کونسی آواز پسند ہے۔ ایک نے کہا آدھی رات کا وقت اور قرآن مجید پڑھنے والا تلاوت کرے حجاج نے کہا خوب۔

دوسرے نے کہا مجھے وہ آواز محبوب ہے کہ میں اپنی عورت کو دردِ زہ میں مُبتلا چھوڑ جاؤں تاکہ نماز ادا کروں ابھی

---

[1] (شرح الہدایہ لتاج الشریعۃ)

marfat.ocm
Marfat.com

میں مسجد سے باہر نہ نکلوں تو کہنے والا کہے کہ تمہیں مبارک تیرے گھر اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطاء کیا ہے۔ حجاج نے کہا واہ واہ۔ شعبہ بن علقمہ تمیمی بولا کہ بخدا مجھے تو وہ آواز پسند ہے کہ مجھے بھوک ستا رہی ہو تو طعام سے بھری ہوئی پلیٹوں کی آواز میرے کانوں میں پڑے۔ حجاج نے کہا تو اے بنی تمیمو! ہر وقت آمد و خرچ کی فکر میں رہتے ہو۔

(فائدہ) اس حکایت سے مقصد صرف اتنا ہے کہ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (ہر گروہ اس سے خوش ہوتا ہے جو اس کے پاس ہے) یعنی فکر ہر کس بقدر ہمت اوست، خلاصہ یہ کہ دانشمند کو چاہیئے کہ وہ کلام الٰہی سے مانوس ہو اور لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے گی۔

مسئلہ : قرآن مجید کے پڑھنے والے پر لازم ہے کہ وہ کلام الٰہی میں موسیقی کو دخل نہ دے اور نہ ہی فاسقوں فاجروں کے الحان کو تلاوت قرآن مجید میں شامل کرے[1]۔ بلکہ صرف عرب کے لحن پر تلاوت کرے پھر اس پر نہ ظاہراً کوئی اعتراض ہوگا نہ باطناً (واللہ اعلم)

تفسیر عالمانہ

۹۲ : وَمَنْ ،، یہ مَنْ استفہامیہ اور مبتدا ہے۔ اَظْلَمُ ،، یہ مبتدا کی خبر ہے۔ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ،، کذبا افتری کا مفعول بہ ہے۔ یعنی اس سے اور کوئی بڑا ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں گھڑتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہے جیسے مسیلمۃ الکذاب اور اسود عنسی۔ انھوں نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ یا اس سے اور کوئی بڑا ظالم نہیں جو جھوٹے احکام گھڑتا ہے جیسے عمرو بن لحی یہ وہی شخص ہے جس نے عالم دنیا میں سب سے پہلے اسماعیل علیہ السلام کے دین میں رخنہ اندازی کی اور بُت پرستی کے لئے بُت گھڑے اور بحیرہ وسائبہ جانور بتوں کے لئے مقرر کئے۔

حدیث شریف

: حضور علیہ السلام نے عمرو بن لحی کے متعلق فرمایا کہ میں نے اسے جہنم میں چادر کھینچتے ہوئے دیکھا۔

مسیلمۃ الکذاب کی کہانی

: حضرت قتادہ نے فرمایا کہ مسیلمۃ الکذاب مسجع کلام کا ماہر تھا اور کہانت میں بھی مہارت رکھتا تھا اور قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں اور آیات گھڑتا تھا، چنانچہ اس نے سورۃ الکوثر کے بالمقابل کہا: اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْجَاهِرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَهَاجِرْ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمَكَابِرَ وَالْمُجَاهِرَ،، مسیلمہ نے الفاظ کا مقابلہ کیا لیکن گھٹیا قسم کے الفاظ

---

[1] ہمارے دور کے حفاظ پر لازم ہے کہ وہ آدابِ تلاوت سے آگاہی حاصل کریں اور اکثر جاہل حفاظ قواعد قرآن کی پرواہ کئے بغیر موسیقی کے قواعد کے مطابق یا پھر گانے بجانے والے موسیقاروں کے طرز پر قرآن پڑھتے ہیں ان کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے

marfat.ocm
Marfat.com

بنائے اور معانی کے لحاظ سے بھی ناقص ہے۔ اس کے باوجود اُس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اُس نے دو قاصد بھیجے۔ آپ نے ان قاصدوں سے فرمایا کہ بتاؤ تم مسیلمۃ الکذاب کو نبی مانتے ہو۔ اُنہوں نے کہا ہاں جی ہم اسے نبی مانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تمہاری گردن اُڑا دیتا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب اور اختیار

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بیداری اور خواب کے درمیان دیکھ رہا تھا کہ میرے ہاتھ میں تمام زمین کے خزانے رکھے گئے اِن میں دو سونے کے کنگن بھی تھے جو میرے ہاتھ میں آتے ہی سخت بوجھل ہو گئے جن سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ حکم ہُوا کہ آپ پھونک ماریئے۔ میں نے انہیں پھونکا تو وہ میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ میں نے اس کی تاویل کی کہ اس سے دو جھوٹے مراد ہیں جو میں ان کے درمیان ہوں۔ ایک صاحبِ صنعاء دوسرا صاحب یمامہ۔

نکتہ : قاضی صاحب نے فرمایا کہ کنگن کا کذاب کی تاویل میں نکتہ یہ ہے کنگن ہاتھ میں بمنزلہ بیڑی (قید) کے ہوتا ہے۔ جو بندے کو کام سے روکتا ہے۔ اسی طرح وہ دونوں جھوٹے نبی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اجرائے احکام شریعت کے لئے معارض ہوئے۔

فائدہ : صاحبِ صنعاء یعنی اسودہ عنسی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے مرض میں حضرت فیروز کے ہاتھوں مارا گیا۔ حضور نبی پاک کو اس کے مرنے کی خبر سُنائی گئی تو آپ نے پُوچھا اسے کس نے مارا۔ عرض کی گئی کہ فیروز نے مارا ہے۔ آپ نے فرمایا "فاز فیروز"، فیروز کامیاب ہُوا اور صاحب یمامہ یعنی مسیلمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مارا گیا اسے حضرت وحشی[1] نے قتل کیا۔ "وَلَمْ یُوحَ اِلَیْہِ"، حالانکہ اس کی طرف کسی قسم کی وحی نہیں کی گئی شیئ معمولی طور بھی۔

عبداللہ بن ابی سرح کا واقعہ

: عبداللہ بن ابی سرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی تھا۔ جب آیات وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَان

---

[1] یہ وہی وحشی ہے جس نے جنگ احد میں حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے مسیلمہ کو قتل کیا ہے حضرت حمزہؓ کے خون کا کفارہ ادا کر دینے کی کوشش کی ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اسی سبب میری بخشش فرما دیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

من سُلٰلَةٍ مِنْ طِيْنٍ ،، اُترنے لگیں اور انشاناہ خَلْقًا آخَرَ ،، پر مضمون پہنچا تو عبداللہ کے منہ سے بیساختہ نکلا ،، فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔ جب اُس نے انسانی تخلیق کا مضمون پڑھا تو متعجب ہوکر مذکورہ بالا الفاظ اُس کے منہ سے نکل گئے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی عبارت بھی قرآن مجید میں لکھ دے۔ اس لئے کہ مجھ پر یہی الفاظ نازل ہوئے ہیں۔ اس سے عبداللہ کو شک گزرا کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اِس قول میں سچے ہیں کہ مجھ پہ اسی طرح نازل ہُوا ہے کہ میں بھی انہیں کی طرح کا ہوں کہ مجھ پر بھی وحی نازل ہُوا کرتی ہے۔ اگر معاذ اللہ وہ جھوٹے ہیں تو پھر مجھے کونسی رکاوٹ ہے میں بھی نزولِ وحی کا دعویٰ کر دُوں ؛ چنانچہ وہ اسلام سے پھر گیا (مرتد ہوگیا) ۔اور مشرکین سے جاملا۔ لیکن فتح مکہ سے پہلے تائب ہوکر پھر مخلصانہ طور اسلام قبول کیا جبکہ حضور علیہ السلام مروہ میں تشریف فرما تھے۔ وَمَنْ اور اُس سے اور کون بہت بڑا ظالم ہے جس نے قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ،، کہا میں بھی ایسا قرآن نازل کر سکتا ہوں جیسا اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ ان سے مُراد کفار و مشرکین کا وہ گروہ ہے۔ جنہوں نے کہا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا ،، اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کہہ سکتے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ ،، یہ خطاب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور تَرٰٓى کا مفعول محذوف ہے جیسا کہ اذ ظرفیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہُوا کہ اگر تم ظالموں کو دیکھ لو۔ اس ترکیب پر الظالمون ،، مبتدا اور مابعد اس کی خبر ہے اور اذ جملہ کی طرف مضاف ہے۔ اور ظالمین سے مخصوص ظالمین مراد نہیں بلکہ مطلقاً اس کی جنس مُراد ہے اس لحاظ سے ہر قسم کے ظالم اس میں داخل ہیں خواہ وہ جھوٹی نبوت کے مُدعی ہوں یا دُوسرے اور لَوْ کا جواب محذوف ہے جو کہ لرأیت امرًا عظیمًا ہے یعنی اگر تم ان ظالمین کی وہی حالت (سکرات) دیکھو تو تمہیں بہت بڑا کریہہ منظر محسوس ہوگا۔

فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ ،، موت کی سخت سے سخت تکلیفیں۔ غمرات غمرۃ کی جمع ہے بمعنے غلبۂ شدت غمرہ الماء سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو پانی سر کے اُوپر چڑھ کر اُسے پُورے طور ڈبو دے وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ،، اُن کی اَرواح قبض کرنے کے لئے ہاتھ اُٹھائے ہوتے ہیں۔ جیسے قرض خواہ قرض مانگتے وقت اپنے مقروض سے سختی کرکے ہاتھ اُٹھا کر یا اس کی گردن پکڑ کر کہتا ہے ابھی میرا قرضہ ادا کر دو ورنہ تیری جان نکال لوں گا یا ہاتھ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ عذاب کے فرشتے اسے عذاب دے کر کہتے ہیں۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ،، اپنی جانیں خود بخود نکال کر ہمارے حوالے کرو۔

(ف) ملائکہ کا یہ خطاب محض تغلیظًا ہوگا۔ ورنہ اِن بیچاروں، کافروں، مشرکوں، ظالموں کو اپنی جان نکالنے کی قدرت کہاں یا انہیں طنزًا کہیں گے کہ اے ظالمو! اگر تمہارے اندر کچھ جان ہے تو ہمارے عذاب سے نکل کر اپنی جان بچالو۔

marfat.ocm
Marfat.com

اَلْیَوْمَ" موت کے وقت یا اس کے بعد کا وقت کہ جس کی پھر کوئی انتہا نہیں۔ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ" ایسے سخت عذاب کی تمہیں سزا ملے گی جو نہایت شدید ترین ہے۔

(ف) الھوان والھون بمعنے الحقارۃ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ"، اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہا کرتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد اور اُس کا شریک ثابت کرنا۔ اسی طرح جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے وحی کا اِفترا کرنا (جیسے دوسرے جھوٹے نبیوں کی طرح مرزا قادیانی نے کیا) وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے اس لئے نہ تو اُن میں تامل سے کام لیتے اور نہ ہی ایمان لاتے ہو۔

حدیث شریف اور مومن کی موت

: مروی ہے کہ جب اہلِ ایمان پر نزع طاری ہوتی ہے تو اس کے ہاں فرشتے تشریف لاتے ہیں جن کے پاس ریشمی پوشاک ہوتی ہے جسے عطر و کستوری سے معطر کیا ہوتا ہے اور اس پر بہشتی گلاب اور ریحان کے گلدستے رکھے ہوتے ہیں۔ اُس کی رُوح ایسے آسان طریقہ سے نکالی جاتی ہے۔ جیسے آٹے سے بال اور اسے کہا جاتا ہے۔ اے پاکیزہ نفس اپنے رب تعالیٰ سے راضی ہو کر حاضری دے اور تجھ سے تیرا رب کریم بہت خوش ہے فلہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزاروں کرامتوں کے ساتھ روانہ ہو اور جب اس کی رُوح اس کے بدن سے نکال لی جاتی ہے تو اُسے اسی خوشبو اور گلدستوں میں اسی بہشتی پوشاک میں لپیٹ کر اعلیٰ علیین کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔

کافر کی موت

: جب کافر پر نزع طاری ہوتی ہے تو اس کے ہاں فرشتے دوزخ کے ٹاٹ لاتے ہیں جن میں جہنم کے انگارے ہوتے ہیں۔ اُس کی رُوح جسم سے سختی سے کھینچی جاتی ہے اور اُسے کہا جاتا ہے اے نفس خبیث نہایت ہی ترش روئی سے اپنے جسم سے نکل اور آگے تیرا رب تعالیٰ بھی تجھ پر سخت ناراض ہے اور تجھے شدید ترین عذاب کی طرف دھکیلا جائے گا جب اُس کی رُوح اس کے جسم سے نکالی جاتی ہے تو اسے اسی انگاروں سے بھرے ہوئے ٹاٹ میں لپیٹا جاتا ہے اس وقت وہ کافر نہایت ہی گندی اور ڈراؤنی آواز سے چیخے گا لیکن اُسے فرشتے دھکیلتے ہوئے سجّین میں لے جائیں گے (کذا فی التفسیر ابی اللیث)

تفسیر صُوفیانہ

: آیت میں اشارہ ہے کہ جو لوگ ریاکاری سے آہ و فغاں اور عجز و انکساری کرتے ہیں اور اُن کے وجد و حال کا مظاہرہ صرف دکھاوے پر مبنی ہوتا ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بجائے انعامات کے خطرات و نظرات حاصل ہوتے ہیں اور انہیں زفرات و حسرات کے سوا اور کچھ نصیب نہیں۔ مانگ کر کھانے والے اور دُوسروں کے اُترے ہوئے کپڑے

marfat.ocm
Marfat.com

پہننے والے کی طرح ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اِذَا انسکبت دُمُوع فی خدود تبین مَنْ بکی مِمَّنْ تباکیٰ

ترجمہ : چہرے آنسو خود بتاتے ہیں کہ یہ حقیقی گریہ کناں ہے یا مصنوعی

(ف) وہ لوگ جو صرف بک بک کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ربانی ترجمان کہلاتے ہیں اور تاثر دیتے ہیں کہ صرف وہی صاحب ارشاد ہیں۔ حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذرہ برابر بھی اشارہ نصیب نہیں ہوتا اسی طرح وہ لوگ جو باتوں میں کھینچا تانی کرتے ہیں اور کلام کو ایسا نمائشی بناتے ہیں کہ گویا وہ خود نہیں بولتے بلکہ بلوائے جاتے ہیں اور اپنے زورِ بیان سے اسرار و حقائق کے مدعی بنتے ہیں اور عوام میں اثر دکھلاتے ہیں کہ بہی واصل باللہ اور کامل و اکمل ہیں تو یقین کر لو کہ یہ سب کے سب ظالم ہیں۔ اُن کے ظلم کے نقصانات اُن کے نزع رُوح کے وقت ظاہر ہوں گے کہ نہایت ہی سخت تکلیف سے اُن کی رُوح اُن کے جسم سے نکلے گی اس لئے کہ اُن کے تعلقات تو شہواتِ نفس سے جکڑے ہوئے تھے اور لذات دنیوی میں منہمک تھے۔ انہیں اسرار و حقائق سے ذرہ برابر بھی نصیب نہیں تھا۔ نہ ہی انہیں لذات آخرت سے کچھ نصیب تھا پھر وہ کب نزع رُوح کے وقت مسرور و مفرح ہو سکتے ہیں اس وقت ملائکہ قہر و جلال سے اپنے ہاتھ پھیلا کر بڑی شدت سے اُن کی رُوح نکالیں گے چونکہ اُن کے خیالات و ارادے افتراء و کذب اور مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو رفیع المنزلۃ بنانے اور طرح طرح کے مراتب و کمالات دکھانے کے عادی تھے اس لئے اس قدر انہیں نزعِ رُوح کے وقت دُکھ اور درد پہنچے گا۔ انہی لوگوں کے حق میں کہا جائیگا اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ یعنی انہیں حکم ہوگا کہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کے آیات امانت رکھے گئے تھے۔ لیکن تم نے اُن سے اعراض کیا اور تم ریاکاری میں مبتلا رہے حالانکہ تمہارے شایانِ شان نہ تھا اس لئے اس عذاب میں مبتلا کئے گئے ہو۔

فوائد : (۱) رُوح کا جسم سے ایک یا دو یا تین دن تک تعلق منقطع رہتا ہے، لیکن مخلوقات سے بہت زیادہ تعلق ہوگا۔ اُن کے اَرواح کا اجسام سے کئی سال تک انقطاع رہتا ہے اور کفار و مشرکین کا ہمیشہ سے تعلق منقطع کر دیا جاتا ہے۔

(۲) بعض گنہگاروں کا انقطاع تا قیامت رہے گا اور کفار تو عذاب کی شدت میں ہمیشہ ہمیشہ تک مبتلا رہیں گے۔ اِسے عذابِ الیم یا عذاب شدید سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۳) کچھ یہی کیفیت قبر میں بھی پیش آتی ہے۔

حکایت : کسی ایک مجرم کی قبر کھودی گئی تو اس سے ایک بہت بڑا زہریلا سانپ نمودار

marfat.ocm
Marfat.com

ہوا۔ پھر دوسری جگہ کھودی گئی تو اسی طرح وہی سانپ ظاہر ہوا، چنانچہ متعدد مقامات پہ یہی منظر دکھائی دیا۔ یہاں تک کہ تیس (۳۰) مقامات پہ سانپ بار بار نظر آیا۔ جب دیکھا کہ کوئی صورت نجات کی نہیں تو اُسے اسی سانپ کے ساتھ دفنایا گیا۔ یاد رہے کہ وہ سانپ اس کے بداعمال کی صورت تھی۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

کارے کنیم ورنہ خجالت برآورد　　روزے کہ رختِ جان بجہاں دگر کشیم

ترجمہ "کوئی کام کر جائیں ورنہ شرمساری ہوگی۔ اس دن کہ جب ہم جان کا سامان دوسرے جہان کی طرف لے جائیں گے"

تفسیر عالمانہ ۹۴ "وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا"، بے شک تم ہمارے ہاں حساب وکتاب اور جزا و سزا کے لئے آؤ گے)

(ف) ماضی بمعنی مستقبل ہے یعنی جئتمونا بمعنے تجیئونا ہے اس لئے کہ جہاں فعل کے وقوع میں تحقق ہو وہاں ماضی بمعنے مستقبل ہوتا ہے، چنانچہ دوسرے مقام پہ فرمایا اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ط

شانِ نزول : آیت میں خطاب کفارِ قریش کو ہے اس لئے کہ اُنہوں نے فقراء مسلمانوں کو دیکھ کر تحقیراً و افتخاراً کہا چونکہ دُنیا میں ہم اموال و اولاد کے لحاظ سے کثیر ہیں۔ لہٰذا ہمیں آخرت میں عذاب نہ ہوگا۔

فُرَادٰی "، فرد کی جمع ہے بمعنے منفردین یعنی آخرت میں تم اموال و اولاد کے ساتھ نہیں ہوگے بلکہ اکیلے اکیلے حاضر ہوگے بلکہ اُس وقت تم سے دُنیا کے اسباب چھین لئے جائیں گے كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ "، یا فُرَادٰی کے ضمیر سے حال ہے یعنی تمہاری کیفیت وہی ہوگی جو پیدائش کے وقت تھی کہ جسم اور پاؤں سے ننگے اور غیر مختون یعنی جس طرح دُنیا میں آرائش کے ساتھ گزارتے تھے اس وقت کیفیت نہ ہوگی بلکہ جس طرح بچہ پیدا ہوتے ہی ننگا اور بالوں سے صاف ہو کر آتا ہے ایسے ہی قیامت میں آئیں گے۔

حدیث شریف : سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قیامت میں جسم اور پاؤں سے ننگے ہو کر اُٹھائے جائیں گے۔ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی حضور! یہ کیسے ہوگا جبکہ عورتیں اور مرد ننگے ہوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت ہر ایک اپنے عرق میں غرق ہوگا پھر کیسے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ "اور جو کچھ ہم نے تمہیں دُنیا میں دیا ہوگا اسے تم چھوڑ کر آخرت کے پروگرام میں مشغول ہوگے۔

(حل لغات) التخویل بمعنے تملیک الخول یعنی نوکروں چاکروں کا مالک بنا دینا خول بمعنی

marfat.ocm
Marfat.com

الخدم والاتباع ۔ اس کا واحد خائل آتا ہے یا التخویل ،، بمعنے الاعطاء علی غیر جزاء یعنی کسی کو کوئی شے مُفت عطاء کرنا ۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ،، یعنی جو کچھ دُنیا میں حاصل کیا وہ تمام کا تمام اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دو گے بال برابر بھی ساتھ نہیں لے جاؤ گے بخلاف اہلِ ایمان کے اُنہوں نے دُنیا میں اپنے عقائد صحیحہ کے لئے جد وجہد کی اور اعمال صالحہ میں مشغول رہے اس لئے وہ اعمال صالحہ وغیرہ قبروں میں ساتھ لائے ہیں جو آج قیامت میں انہیں کام دے رہے ہیں اس لحاظ سے وہ آج اکیلے نہیں بلکہ اعمال صالحہ اور عقائد صحیحہ اُن کے بہترین ساتھی ہیں ؎

چوں ازیں جا وارہی آنجا روی ÷ درشکر خانہ ابد شاکر شوی

ترجمہ : جب تو اس علاقہ سے جان رہائی پائیگا تو وہاں پہنچیگا تو شکر خانہ میں ہمیشہ شکر کا صلہ پاتا رہے گا ۔

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ ،، اور آج ہم تمہارے سفارشی تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے شُفَعَاء سے اُن کے بُت مُراد ہیں ۔ اَلَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ،، جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ وہ ربّ تعالیٰ کی ربوبیت اور استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں ۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ بیشک آج تمہارے اور تمہارے معبودوں کے درمیان جُدائی واقع ہوگئی ۔

(ف) یہ اس محاورہ سے ہے جو اہلِ عرب کہتے ہیں جمع بین الشَّیْئَیْنِ ،، یعنی فلاں نے دو چیزوں کے درمیان اجتماع واقع کیا ۔

(ف) تفسیر کاشفی میں ہے منقطع گشت آنچہ میاں شما بود از وصلت ومؤدت یعنی تمہارے اور اُن کے مابین جو مؤدت تھی وہ منقطع ہوگئی ۔ وَضَلَّ عَنْكُمْ ،، اور تمہارے سے باطل ضائع ہوگیا ۔ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ وہ جو تمہارا گمان تھا کہ یہی تمہارے سفارشی ہیں لیکن وہ بیچارے تم پر سے عذابِ الٰہی کو دُور نہ کر سکے ۔ یا تمہارا گمان تھا کہ یہ ربوبیت اور استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں ۔

(ف) سیاق وسباق کے لحاظ سے یہی دوسرا معنی زیادہ موزوں ہے ۔ جیسا کہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا : اَلَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكَآءَ ۔

بہترین تقریر

انسان کے دشمن چار ہیں ؎ (۱) مال (۲) عیال (۳) اولاد (۴) دوست واحباب ۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ ہی چاروں قبر میں ساتھ نہیں جاتے بلکہ بندہ قبر میں اکیلا اور تنہا رہ جاتا ہے ۔

اسی طرح انسان کے دوست بھی چار ہیں : (۱) کلمہ شہادت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) ذکر الٰہی یہ چاروں نہ صرف قبر کے ساتھی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے ساتھی کی سفارش بھی کریں گے اور لطف یہ ہے کہ مرنے کے بعد یہ چاروں اپنے ساتھی کو کسی وقت بھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے ۔

marfat.ocm
Marfat.com

سبق : عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنی قبر کی تنہائی کے لئے کچھ سوچے اور قیامت میں جب ننگا ہوگا تو اس وقت کا لباس آج تیار کر کے ساتھ لے جائے اور قیامت کا تقویٰ و طہارت ہاس ہے اور انسان کا بہترین ساتھی عمل صالح ہے۔

حدیث شریف : ہر بندے کا عمل قبر میں ساتھ مدفون ہوتا ہے۔ اگر عمل نیک ہے تو بندے کی بہت بڑی عزت ہوتی ہے اگرچہ وہ بندہ دنیا میں تناہی بے وقار سمجھا جاتا ہو۔ وہ عمل صالح اپنے ساتھی سے انس کرتا ہے۔ اُسے خوشیاں دلاتا ہے بلکہ اس کی قبر کو فراخ اور نورانی بناتا ہے۔ اسے ہر قسم کے شدائد اور ہولناکیوں اور عذاب الٰہی سے بچاتا ہے سی قسم کی خرابی اس کے قریب نہیں بھٹکنے دیتا۔ اگر عمل بُرا ہو تو اپنے ساتھی کو ڈراتا دھمکاتا بلکہ اس کی قبر کو لی سیاہ اور نہایت تنگ عذاب میں مُبتلا کر دیتا ہے۔ شدائد اور ہولناک باتوں کے درمیان حائل نہیں ہوتا سے ہر ممکن خرابیوں میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

سُورہ یٰسین شریف کا فائدہ

: امام یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بعض بزرگوں سے سُنا ہے فرمایا کہ بلاد یمن میں ایک شخص قبر میں دفنایا گیا تو اس کی قبر سے چیخ و پکار سنائی دی اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ گویا اُس کی سخت پٹائی ورہی ہے تھوڑی دیر کے بعد اس کی قبر سے ایک سیاہ کالا کُتا نکلا۔ ہم نے کہا خدا تیرا بھلا کرے تو کیا ہے۔ ں نے کہا میں اس بندے کا عمل ہوں۔ ہم نے پُوچھا کہ وہ دھاڑیں کیوں مارتا تھا۔ اُس نے کہا میرے ستانے ے لیکن اس کی خوش بختی کہ سُورۂ یٰسین اور اس طرح کی کئی اور سُورتیں آئیں اور مجھے اس سے دُور کیا۔

سبق : عمل صالح کیسا ہی ہو بُرے اعمال پر غالب آجاتا ہے۔ دیکھئے اس بندے کے نامعلوم کتنے بُرے عمل ہوں گے لیکن سُورہ یٰسین کی برکت سے نجات نصیب[1] ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے فضل و کرم سے بخش دیا۔ اگر بُرے اعمال انگت اور نیکیاں قلیل ہوں تو بُرائیاں غالب ہو جاتی ہیں ر ایسا شخص سخت ترین عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا۔

عم و شادمانی نہ ماند و لیک — جزائے عمل ماند و نام نیک
کمن تکیہ بر ملک و جاہ و حشم — کہ پیش از تو بُودست و بعد از تو ہم

---

[1] اس سے ثابت ہُوا کہ اہل سُنت کا معمول کہ میت پر سُورۂ یٰسین اور قبر میں سُورہ مُلک و دہر وغیرہ پڑھنا فائدہ مند ہے لیکن وہابیہ دیوبندیہ معتزلہ کے نقش قدم پر نہ صرف روکتے بلکہ بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ فافہم۔

marfat.ocm
Marfat.com

(۱) غم و شادمانی نہیں رہے گی جزائے اعمال رہے گا اور نیک نامی۔
(۲) مُلک و جاہ و حشم پر تکیہ نہ کر کہ تیرے سے پہلے بہت گزرے نہیں اور بعد کو بھی۔

تفسیر صُوفیانہ

: حضرت امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی ،، یعنی تم دُنیا میں تن تنہا حاضر ہُوئے تو تمہیں ایک چھوٹے سے کپڑے میں لپیٹا گیا۔ پھر جب دُنیا سے رُخصت ہو گے تو بھی تمہیں اسی طرح کپڑوں میں لپیٹا جائے گا (وہ بھی قسمت میں اگر لکھا ہے ورنہ بے شمار بندگانِ خُدا بے گور و کفن دُنیا سے رُخصت ہُوئے) اس میں اشارہ ہے کہ متجرد ہو کر آنا ہُوا اور متجرد ہو کر روانہ ہونا ہے لیکن سر پر گُناہوں کا بوجھ ہو گا۔ اگر اعمال صالحہ ہیں تو خوشی اور راحت ورنہ دُکھ اور درد۔ اس وقت نہ مال کام دے گا نہ دُنیوی جاہ و حشم اور نہ ہی کوئی سفارشی جان چھڑائے گا۔ بلکہ تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ حال زار ہو گا اور تمام سکیمیں ملیامیٹ ہو جائیں گی اور تمام کارروائیاں بیکار ہو کر رہ جائیں گی۔

دُوسری تقریر صُوفیانہ

: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ کا وصال تجرید و تفرید و توحید سے نصیب ہوتا ہے۔ تجرید سے دُنیا کے تعلقات مٹانے کا نام ہے اور تفرید بمعنی دُنیا و آخرت سے علیحدگی اختیار کر کے رجوع الی اللہ کرنا یہاں تک کہ کونین کا تصور بھی ذہن میں نہ ہو جیسے ابتدائے پیدائش کے وقت کونین سے بے خبر تھا۔ ایسے اب اپنا حال پیدا کرے، چنانچہ فرمایا : وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ،، اول مرۃ سے مُراد رُوح کی ابتدائی تخلیق جبکہ وہ ابھی جسم میں داخل نہیں ہُوئی تھی۔ اس لئے کہ جسم میں داخلہ کی اس کی دُوسری تخلیق ہے۔ کَمَا قَالَ تعالےٰ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ اور فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ، بندہ اللہ تعالیٰ تک اُس وقت پہنچتا ہے۔ جب دنیا اور آخرت کے تعلقات سے متجرد و متنفر ہو جائے كَمَا قَالَ تَعَالٰی وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ،، یعنی جو کچھ ہمارے انعامات تم پر ہُوئے دونوں جہانوں کے تعلقات کو پسِ پشت ڈال دو گے تو وصالِ الٰہی نصیب ہو گا۔ وَمَا نَرٰی شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ،، یہاں پر شفعاء سے اعمال صالح مُراد ہیں یعنی سالک کا گمان ہوتا ہے کہ یہی اعمال و احوال اس کے وصالِ الٰہی کے وسیلہ ہیں۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ لیکن جب سالک کو سیر الی اللہ نصیب ہو جاتی ہے تو یہ اعمال و احوال سب منقطع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ : جبریل علیہ السلام کو سیر سدرۃ المنتہیٰ تک تھی اور یہی تمام سیر کرنے والوں کی آخری منزل ہے فرشتے ہوں یا انسان۔

(ف) توحید بمعنے صفات واحدیۃ کے ساتھ تجلی حق سے فیض وحدانیت قبول کرنے کے لئے موحد ہونا

بقیہ صفحہ ۶۰۶

marfat.ocm
Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ
بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے زندہ کو مردہ سے نکالنے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ
والا یہ ہے اللہ تم کہاں اوندھے جاتے ہو تاریکی چاک کرکے صبح نکالنے والا اور اس نے رات کو
الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ
چین بنایا اور سورج اور چاند کو حساب یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا اور وہی
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ
ہے جس نے تمہارے لیے تارے بنائے کہ ان سے راہ پاؤ خشکی اور تری کے اندھیروں میں
فَصَّلْنَا الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
ہم نے نشانیاں مفصل بیان کردیں علم والوں کے لیے اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا
فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ
پھر کہیں ہیں ٹھہرنا ہے اور کہیں امانت رہنا بے شک ہم نے مفصل آیتیں بیان کردیں سمجھ والوں کے لیے اور وہی ہے
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ
جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ہر اگنے والی چیز نکالی تو ہم نے اس سے نکالی سبزی جس میں سے دانے
مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ
نکالتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور کھجور کے گابھے سے پاس پاس گچھے اور انگور کے
أَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوا إِلٰى ثَمَرِهٖٓ إِذَآ
باغ اور زیتون اور انار کسی بات میں ملتے اور کسی بات میں الگ اس کا پھل دیکھو
أَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿٩٩﴾ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ
جب پھلے اور اس کا پکنا بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور اللہ کا شریک ٹھہرایا
الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِينَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
جنوں کو اور حالانکہ اسی نے ان کو بنایا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گڑھ لیں جہالت سے پاکی اور برتری ہے
يَصِفُونَ ﴿١٠٠﴾
اس کو ان کی باتوں سے

marfat.ocm
Marfat.com

(بقیہ تفسیر از صفحہ ٦٠٤ تاکہ بندہ اِرجعی اِلیٰ ربّک کے جذبہ سے مقام وحدت تک پہنچ سکے۔ اگر اسے جذبات ربوبیت کے ساتھ عنایت ازلیہ اس کا تدارک نہ کرے تو بندہ سیر فی اللہ باللہ سے منقطع ہوکر وہ سِدرۃ المنتہیٰ میں پھنسا رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی حکایت میں فرمایا: وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ معلوم (فافہم) کذا فی التاویلات النجمیہ)

تفسیر عالمانہ

: اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ (حل لغات) الفلق بمعنی کسی شئے کو کھول کر چیرنا۔ الحب حبۃ کی جمع ہے۔ ان تمام بیجوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو ضروریات زندگی کے لئے کام آتے ہیں۔ جیسے گندم جو باجرہ وغیرہ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ خشک بیج سے سبزہ زار پیدا فرماتا ہے۔ وَالنَّوٰی ،، یہ نواۃ کی جمع ہے ہر وہ شئی جو ثمر کے اندر ہو یعنی گٹھلی جیسے آم کشمش کھجور وغیرہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہ قدرت رکھتا ہے کہ گٹھلی کو چیر کر درخت بناتا ہے

اگرچہ وہ گٹھلی بہت سخت تھی، لیکن زمین میں چر کر بہت بڑا درخت بن گئی۔ جس پر بڑے بڑے پتے اور بڑی بڑی ٹہنیاں پیدا ہوئیں۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ ،، یہ ماقبل کا بیان ہے۔ یعنی حیوانات و نباتات کو پیدا کرتا ہے۔ ایک بے جان نطفے اور دانے سے کہ جن کی بظاہر کوئی طاقت ہی نہیں وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ میت کو نکالنے والا ہے۔ اس سے نطفہ اور دانہ مُراد ہے مِنَ الْحَیِّ ،، زندہ حیوانات و نباتات مُراد ہیں۔ اس کا فالق الحب پر عطف ہے۔ حی و میت سے مجازاً نامی و جامد مُراد ہے اس لئے کہ نامی کو حی سے اور میت کو جامد سے مشابہت ہے۔ اس لئے کہ حی حقیقی وہ ہے جو صفت حیات سے موصوف ہو۔ جس میں حس اور حرکت ارادیہ ہو اور میت حقیقی وہ ہے جو صفتِ حیات سے خالی ہو، لیکن اُس کی شان یہ ہے کہ اسے حیاۃ سے موصوف ہونا چاہیئے تھا۔

فائدہ : بعض مفسرین نے یہاں پر حی و میت کا حقیقی معنیٰ مراد لیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ (نطفہ) مردہ سے انسان (زندہ) اور مُرغی زندہ سے انڈا (مُردہ) پیدا فرماتا ہے۔

(ف) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اُنھوں نے فرمایا حی سے مومن اور میت سے کافر مُراد ہے یعنی (جیسے آزر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام لیکن یہ قول مخدوش بلکہ مردود ہے) اور کافر مومن سے پیدا کرتا ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام سے کنعان۔ اسی طرح مطیع سے عاصی اور عاصی سے مطیع اور عالم سے جاہل اور جاہل سے عالم اور عاقل سے احمق اور احمق سے عاقل۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ

: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے حروف میتہ کی گٹھلی سے نخل ایمان اور زندہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے منافقت کا مردار پیدا فرماتا ہے۔

تفسیر عالمانہ

: ذٰلِکُمُ ،، وہ قادر عظیم اللّٰہُ صرف وہی مستحق عبادت ہے فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۝ پس تم کہاں اوندھے جاتے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے رُوگردانی کر کے اس کے غیر کی عبادت میں مشغول ہوتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

حل لغات : الافک بمعنے قلب الشیٔ وصرفہ ،، یعنی کسی کو اپنی جگہ سے دُوسری جگہ منتقل کرنا۔

(ف) یہ خطاب کفار مشرکین کو ہے اس لئے کہ یہ سُورۃ مکیہ ہے۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ،، تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے۔ یہ اَنّٰی کی دُوسری خبر ہے۔

(ف) "الاصباح ،، بکسر الہمزہ بمعنی ضوء نہار میں داخل ہونا۔ ضوء نہار کا دُوسرا نام صبح ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بیاض نہار اور اس کی چمک سے صبح کے عمود ظاہر کرنے والا ہے۔

وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا ،، اور اس نے رات کو چین و آرام بنایا کہ دن کا تھکا ماندہ رات کو آرام کرتا ہے۔ سَکَنَ اِلَیہ سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی سے خوش ہو کر مطمئن ہو یا اس لئے رات کو سَکَنًا کہا جاتا ہے کہ لوگ اس میں سکون پذیر ہوتے ہیں؛ چنانچہ دُوسرے مقام پر فرمایا لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ ،، (تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو)

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور سُورج و چاند بنایا حُسْبَانًا ،، حساب مختلف ادوار کی وجہ سے کہ اُن سے شمار کئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سُورج کی حرکت مقرر فرمائی ہے وہ اپنے دورہ کو ایک سال میں مکمل کرتا ہے اور چاند کی بھی حرکت مقرر ہے کہ وہ فصولِ اربعہ سے انتظام پذیر ہوتے ہیں جیسے پھلوں کا پکنا۔ اسی طرح دُوسرے وہ اُمور جو کھیتوں و نسلوں سے متعلق ہیں کہ جن پر عالمِ دنیا کا قوام ہے۔

نکتہ : چاند کا ہر رات نئی منزل میں ہونا اور سال میں چاند کا متعدد بار طلوع و غروب یعنی بارہ مہینوں میں مقرر کرنے میں بھی یہی نکتہ ہے کہ انسان اپنے قرضہ جات وغیرہ کی میعاد اور دیگر مختلف امور کے لئے مناسب اوقات متعین کر سکے۔ اب جَعَلَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ،، کا مفہوم واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سُورج و چاند کو تمہارے حساب کی صحت کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

: الحسبان بالضم مصدر ہے بمعنے الحساب یعنی شمار کرنا (نَصَرَ یَنْصُرُ) بکسر الحاء

marfat.ocm
Marfat.com

حل لغات ہو تو از باب عَلِمَ یَعْلَمُ بمعنے اَلظَّنَّ والتخمین ہوگا۔

نکتہ : سُورج کو چاند سے مقدم کرنے میں یہی نکتہ ہے کہ سُورج کی روشنی چاند پر غالب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سُورج تمام افلاک کے چاند ستاروں کے انوار کا مرکز و معدن ہے۔ بلکہ یُوں کہو کہ نُورانیت کے لحاظ سے سُورج اصل ہے؛ کیونکہ تمام چاند ستارے اسی سے نُور حاصل کرتے ہیں اور جس قدر چاند ستارے سُورج سے تقابل رکھتے ہیں۔ اسی قدر اُس سے نُور پاتے ہیں۔

فائدہ : حضرت الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی قدس سرہ نے فرمایا کہ چاند کا نُور اپنا ذاتی ہے۔ بلکہ یہ بھی منجملہ عالم انوار میں سے ایک ہے اور یہ نقص جو اسے ہر ماہ لاحق ہوتا ہے۔ یہ اس کی کثافت کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ کمی بیشی اِس میں نہ ہو تو مہینوں اور سالوں کے متعلق کچھ معلومات نہ ہوسکیں۔

فائدہ : سُورج اور چاند اسی تعین کی دو آنکھیں ہیں۔ ان کا باقی حصہ اُوپر کی طرف ہے۔ یہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں یہ اُن کی وہ کیفیت ہے کہ جب آنکھ کھولتے ہیں تو ہمیں اُن کا جرم (جثہ) نظر آنے لگتا ہے جو آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو ہماری آنکھوں سے اُوجھل ہو جاتے ہیں۔

فائدہ : ستارے آسمان میں مرکوز نہیں بلکہ اُن کا نُور اس سُورج کے نُور کا عکس جو اُن کے عروجی پر منعکس ہوتا ہے تو یہ روشن نظر آتے ہیں۔

فائدہ : ستاروں کے سقوط کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ سُورج ایک مقام سے دُوسرے مقام کی طرف انہیں دفع کرتا ہے؛ لیکن یہ باتیں صرف اہلِ سلوک جانتے ہیں۔ حکماء اِن حقائق سے بے خبر ہیں۔

اعجوبہ : عالم آخرت کے لیل و نہار اس روشنی و تاریکی سے نہیں بلکہ اُن کی کوئی اور علامت ہے وہ یہ کہ تجلیاتِ حق سے اُن پر جلوہ گری ہوگی۔ لیل بھی اسی تجلی کی جلوہ گاہ ہے اور نہار بھی لیکن اسے صرف اہلِ حق جانتے ہیں۔

(ف) یاد رہے کہ وہاں آخرت میں ظلمت ہوگی کیسے جبکہ وہاں نُورِ الٰہی کا غلبہ ہوگا۔

حدیث شریف : حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بہشت کے اشجار کا صرف ایک پتہ عالم دُنیا میں آکر گرے تو عالمِ دُنیا کا ذرّہ ذرّہ نُور سے روشن ہو جائے۔

ذٰلِكَ ،، یہ اشارہ سُورج اور چاند کو حُسبان بنانے کی طرف ہے یعنی سُورج و چاند کو سیر کرانا جیسا

marfat.ocm
Marfat.com

عزیب طریقے اور حساب معلوم سے ہے۔ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ،، اسی غالب کریم کا مقدر کرنا ہے جس کا سورج و چاند پر غلبہ ہے اور جس نے مخصوص طریقہ کے ساتھ انہیں افلاک کی سیر کرائی اَلْعَلِیْمُ وہی کریم جانتا ہے کہ ان میں کتنا منافع ہیں اور مخلوق کے مصالح اُن سے کس قدر متعلق ہیں اور ان کی معاش و معاد اُن سے کس طرح مربوط ہے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

(۱) ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ؛ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

(۲) ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ؛ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

ترجمہ : ابر و باد اور چاند اور سورج اور آسمان کام میں ہیں تاکہ تو روٹی ہاتھ میں لیکر غفلت سے نہ کھائے۔ (۲) سب کے سب تیرے لئے پریشان اور فرمانبردار ہیں شرط انصاف نہیں کہ تو اس کا فرمان پورا نہ کرے۔

۹۶ وَهُوَ الَّذِیْ ،، اور وہ اللہ تعالیٰ جو قدرت کاملہ کا مالک ہے جَعَلَ لَكُمُ ،، تمہاری خاطر بنائے اور صرف تمہارے لئے پیدا فرمائے۔ النُّجُوْمَ ،، ستارے جو مختلف مقامات میں ہیں۔ کوئی شمال میں کوئی جنوب میں۔ کوئی مشرق کی جانب میں ہے کوئی مغرب کی جانب۔ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ تاکہ تم جنگلوں اور دریاؤں کی تاریکیوں میں راہ پا سکو۔

(ف) ظلمات کی اضافت بر و بحر کی طرف ملابست کی وجہ سے ہے اس لئے کہ ان میں راہ حاصل کرنے کی ضرورت تاریکیوں میں پڑتی ہے۔

(ف) ہدایت نے لِتَهْتَدُوْا بمعنی لِتَعْرِفُوْا کیا ہے تاکہ تم ستاروں کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر کا راستہ معلوم کر سکو وہ شہر جو جنگلوں اور دریاؤں کی گہرائیوں میں واقع ہیں اور پھر سفر بھی رات کو کرنا پڑے تو پھر راستہ سوائے ستاروں کی رہبری کے نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ اس وقت چلنے والا کسی ایک معین ستارے کو اپنے منہ کے سامنے رکھ کر چلتا ہے۔ بعض موقعہ پر اس ستارے کو دائیں جانب رکھ کر چلنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بعض موقعہ ستارے کو بائیں جانب رکھنا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ستارہ پیٹھ کے پیچھے کر کے راستہ طے کرنا پڑتا ہے جیسا کہ جنگلوں اور دریاؤں کو راستے طے کرنے والے جانتے ہیں کہ مذکور بالا طریقوں سے انسان اپنی منزل کو پا لیتا ہے۔

(ف) علاوہ مذکورہ بالا فوائد کے ستاروں میں بے شمار دیگر فوائد ہیں۔ مثلاً وہ آسمان کی زینت ہیں اور اُن سے شیاطین کو مارا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ ،، ہم نے آیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے یعنی ہم نے ہر آیت کو علیحدہ علیحدہ اور واضح طور بیان کر دیا ہے۔ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ علم والوں کے لئے۔

سوال : اہلِ علم کی تخصیص کیوں حالانکہ قرآنی آیات تو ہر ایک کے لئے تفصیل ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

جواب : چونکہ صرف وہی اُن سے انتفاع کے دَرپے رہتے ہیں۔ اسی لئے اُن کی تخصیص کی گئی ہے۔
"وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ" ، اور اللہ وہ ہے جس نے تمہاری کثرت کے باوجود پیدا کیا۔ "مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" ، صرف ایک نفس سے یعنی اکیلے آدم علیہ السلام سے۔ اس لئے کہ ہم تمام انہی سے پیدا کئے گئے اور بی بی حواؑ بھی اُن کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ اس سے ثابت ہُوا ہم سب صرف ایک نفس سے پیدا ہوئے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بی بی مریم سے پیدا ہُوئے اور وہ اپنے آباؤ امہات کی نسبت سے آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

نکتہ : اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس تخلیق کا احسان اس لئے جتلایا کہ جب کوئی کسی کے متعلق سمجھتا ہے کہ اُس کا اور ہمارا دادا ایک ہے تو پھر ایک دوسرے سے ناراض نہیں ہوتا اور اگر بعض لوگ ناراض بھی ہوں تو محسوس نہیں کرتا۔

اصل کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

آیت میں اہلِ عرفان فرماتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر اُن سے تمام انسان پیدا ہُوئے۔ اسی طرح سب سے پہلے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ اقدس کو پیدا فرمایا؛ چنانچہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوحِی" ، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری کو پیدا فرمایا۔ پھر آپ کی رُوح پاک سے تمام ارواح پیدا ہوئے۔ اس سے واضح ہُوا کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں تو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ابُوالارواح ہیں۔ یہی معنیٰ ہے "هُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" ، "فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ" ط پھر کہیں تمہارا ٹھہرنا اور کہیں امانت رہنا ، ہر دونوں مصدر میمی اور مرفوع مُبتدا ہیں اور اُن کی خبر محذوف ہے جو "فلکم الخ" ہے یعنی تم کبھی آباؑ کی پشتوں میں کبھی زمین میں ٹھہرو گے کبھی امہات کے شکموں میں کبھی زمین کے نیچے قبروں میں۔

نکتہ : آباؑ کے پشتوں میں ٹھہرنے کو استقرار اور امہات کے شکموں میں رہنے کو استیداع (امانت) سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ باپ کے اصلاب میں نُطفے کا ٹھہرنا کسی کے واسطہ سے نہیں ہُوا۔ اسی لئے پہلے کو استقرار سے اور دُوسرے کو استیداع سے تعبیر کیا گیا ہے گویا ماں کے پیٹ میں کسی نے بطور امانت نُطفے کو ٹھہرانے کے لئے رکھا ہے۔ اس لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ابنِ آدم سے فرماتا ہے کہ آدم زادہ تو اپنے اہل و عیال میں چند روزہ امانت ہے پھر تو نے اپنے اصل وطن کی طرف جانا ہے۔ لبید شاعر نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

وَمَا المال والاعیال الا ودیعة ولا بد یوما ترد الودائع

marfat.ocm
Marfat.com

(ترجمہ) مال اور اہل وعیال تمہارے ہاں چند روزہ امانت ہیں اور امانت کو واپس دینا ضروری ہوتا ہے

فائدہ : قلب میں منجملہ امانات و ودائع سے ایک امانت و ودیعت ہے۔ حضرت صائب نے فرمایا:

؎ ترا بگو ہر دل کردہ اند امانتدار — نہ دزد امانتِ حق را نگہدار محتسب

ترجمہ : تجھے دل کے گوہر کا امین بنایا گیا ہے۔ چور نہ امانت حق کا نگہدار ہے نہ محتسب

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ ہم نے مفصل آیتیں بیان کر دیں یعنی انسانی تخلیق و دیگر مخلوق کی پیدائش تفصیل کے ساتھ بیان کر دیں۔ **لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ** ۝ اُن لوگوں کے لئے جو اپنی عقل و فکر اور گہری نظر سے پوشیدہ اور نہایت باریک نکتے سمجھتے ہیں۔

سوال : ذکرِ نجوم میں یَعْلَمُوْنَ اور تخلیق انسان میں یفقہون کہنے کا راز ہے۔

جواب : آیاتِ آفاق کی طرف اور تخلیق انسانی میں آیات انفس کی طرف اشارہ کی غرض سے یَعْلَمُوْنَ و یَفْقَهُوْنَ کا فرق کیا گیا اس لئے کہ آیاتِ آفاق اظہر و اجلیٰ ہیں اور آیاتِ انفس ادق و اخفیٰ ہیں۔ اسی لئے آیاتِ انفس کے لئے یفقہون موزوں ہے اس لئے کہ فقہ خفی معنے کے معلوم کرنے کو کہا جاتا ہے۔

نکتہ : فقہ کا لفظ شق و فتح پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے فقیہ اس عالم کو کہا جاتا ہے جو احکامِ شرعیہ کی تفصیل سے واقف ہو کر اُن کے دقائق کو پہنچے اور اُن کے اندر جتنی پیچیدگیاں ہیں سب کو کھول کر واضح کرے یہی وجہ ہے کہ فقیہ کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو مسائل شرعیہ کا حاذق ماہر ہو اور اسے ان پر گہری نظر ہو۔

فقہ اور علم غیب

: حضرت حدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لغت میں فقہ بمعنی کلام کا معنیٰ سمجھتا لیکن ایسی گہرائی سے کہ اسے علم غیب سے مشابہت ہو جائے۔ اس لئے کہ ایسا عالم چند اصول مدِ نظر رکھ کر بطور استنباط معنے کو سمجھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فقیہ کی صفت سے موصوف نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس کا علم استنباط کا محتاج نہیں بلکہ وہ بلا واسطہ علے وجہ الاتم جمیع اشیاء کا عالم ہے۔

خلاصہ تفسیر

: آیات مذکورہ جنہیں آفاقیہ و انفسیہ سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ صفت پر دلالت کرتی ہیں۔ اہلِ شرک کو توحید و ایمان کی اور اہلِ اخلاص کو شہود و عیان کی اور اہلِ معصیت کو طاعۃ اور توبہ لسانی و قلبی کی دعوت دیتی ہیں ان سے بڑی بڑی نعمتیں اس لئے یاد دلائی جاتی ہیں تاکہ بندہ اُن کے لئے شکریہ ادا کرے اور ان کے حقوق کو پہنچانے ہر قوم اور ہر گروہ پر جس طرح کی نعمتیں عطا ہوئی ہیں۔ مثلاً توحید الافعال والصفات والذات کی نعمتوں کا شکریہ کرنا لازمی ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

سبق : عاقل پر لازم ہے کہ طلبِ حق کے لئے جد وجہد کرے۔ اس لئے کہ تمام حوالم آفاقی ہوں یا انفسی کے مقدمات کی ترتیب کا اصل مقصد یہی ہے کہ بندہ مظاہر کے ظواہر سے واصلِ باللہ ہو اور اس کے تمام حجابات دُور ہوں جو اسے غفلت کی وجہ سے وصول الی اللہ کے لئے حائل ہیں۔ (ف) یاد رہے کہ سب سے بڑا حجاب غفلت ہے۔

حکایت : شیخ ابوالفوارس شاہین بن شجاع کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ شکار کے لئے نکلے (جب آپ کرمان کے بادشاہ تھے) شکار کے لئے بہت بڑی جد وجہد فرمائی۔ شکار بھاگتا رہا آپ اس کا پیچھا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک جنگل بیابان میں جانکلے، چونکہ اکیلے تھے بہت پریشان ہوئے اچانک آپ کے قریب سے ایک نوجوان درندے پر سوار ہوکر تشریف لایا اس کے اردگرد تمام درندے گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ جب درندوں نے حضرت کرمانی کو دیکھا تو آپ کو پھاڑ کر کھانے کے لئے دوڑے۔ اس نوجوان نے درندوں کو جھڑکا تو تمام رُک گئے۔ وہ نوجوان حضرت کرمانی کے ہاں حاضر ہوکر السلام علیکم کہہ کر فرمایا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اتنا غافل کیوں ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے دُنیا اس لئے عنایت فرمائی کہ تم اس کے ذریعے اُس کی خدمت (عبادت) زیادہ سے زیادہ کرسکو۔ لیکن تم نے الٹا اس کی دی ہوئی نعمت کو اُس سے رُوگردانی پر استعمال کیا۔ نوجوان حضرت کرمانی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کہ اچانک ایک بڑھیا آئی اور پیالہ پانی کا نوجوان کو پیش کیا۔ نوجوان نے تھوڑا سا پی کر بقایا بادشاہ کو دیا۔ حضرت کرمانی فرماتے ہیں کہ اس جیسا پانی ٹھنڈا اور میٹھا اور لذیز ترین میں نے کبھی نہیں پیا اس کے بعد وہ بڑھیا گم ہوگئی۔ نوجوان نے فرمایا اے بادشاہ یہی دُنیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میری خدمت کے لئے بھیجا تھا۔ مجھے جب بھی کسی شئی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دُنیا حاضر ہوکر میری ضرورت پُورا کر دیتی ہے۔ اے بادشاہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب دُنیا کو پیدا فرمایا تو اسے فرمایا کہ اے دُنیا تم اُس کی خدمت کرنا جو میری خدمت کرے اور جو تیری خدمت کرے اُس سے خوب خدمت لینا۔ جب حضرت کرمانی نے یہ حال دیکھا تو فوراً تائب ہوئے اس کے بعد بہت بڑے ولی کامل بن گئے۔ کسی شاعر نے کہا ؎

(۱) خَدَمتُ لِمَا اَن صِرتُ مِن خدمَكَ ٭ وَدَارَ عِندِی السُّرُورُ مِن نِعمكَ

(۲) وَكَانَ الحادثات تَطرُقنی ٭ فَاستَحشَمَنِی اذ صَرتُ مِن حَشَمَكَ

ترجمہ : (۱) میں نے ایسی بہتر خدمت سرانجام دی کہ میں آپ کے خدام سے شمار ہونے لگا اور تیری نعمتوں سے مجھے بھرپُور کر دیا گیا۔

(۲) لیکن حوادثِ دُنیا نے مجھے جھنجوڑا اور اپنا بنانے کی جد وجہد کی لیکن میں تیرے خدام کے زمرہ سے ہو چکا۔

marfat.ocm
Marfat.com

اے اللہ مجھے ان لوگوں سے بنا جو تیرے دروازے پر زندگی بسر کرتے ہیں اور ان لوگوں سے نہ بنا جو مجھے تیری درگاہ سے جُدا کر دے۔

تفسیر عالمانہ

"وَهُوَ" (اور وہ اللہ تعالیٰ) "الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً" (جس نے آسمان سے مخصوص پانی اُتارا یعنی بارش نازل فرمائی) اس کے بعد غیب کے صیغے سے متکلم کے صیغہ کی طرف التفات فرمایا "فَاَخْرَجْنَا" (پس ہم نے نکالا۔ یہ نُون عظمت کا ہے جمع کا نہیں اس لئے بہت بڑا بادشاہ اپنی عظمت کے پیش نظر اپنے آپ کو جمع کے صیغے سے تعبیر کرتا ہے) "بِهٖ" پانی کے سبب سے "نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ" (ہر شئ کی انگوری مثلاً گندم اور جو اور انار اور سیب وغیرہ کے بیج سے مذکورہ بالا اشیاء کی انگوریاں پیدا فرماتا ہے۔ یہ شئ عام نہیں بلکہ مخصوص عنہ البعض ہے اس لئے کہ بعض اشیاء انگوریوں سے نہیں پیدا ہوتیں جیسے پتھر وغیرہ۔

فائدہ : نبات، بنت یعنی ہر وہ شے نامی جو زمین سے نکلے اس کی پنڈلی ہو (جیسے اشجار) یا نہ ہو (جیسے بیل بوٹیاں) یعنی تمام بے ساق نباتات۔

سوال : اللہ تعالیٰ نے بنات کے لئے پانی کو کیوں سبب بنایا اور جو سبب بنائے وہ دوسرے سے مدد مانگنے والا ہوتا ہے تاکہ اس سبب کے ذریعہ سے اُس کا کام ہو اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا تصوّر کرنا بھی جرم ہے۔

جواب : بارش کا کام صرف اتنا ہے کہ اُس سے انگوری اُگے۔ بارش نے انگوری جنی ہے نہ ہی انگوری کو بارش سے پیدا ہونے کا تصوّر کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ صرف ایک سبب عادی ہے؛ ورنہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ بارش نہ ہو تب بھی وہ انگوریاں اُگا سکتا ہے۔ سوال کی تقریر ہر اُس شخص کے لئے ہو سکتی ہے جو سبب کا محتاج ہو کہ مسبب نہ ہو تو فعل کا صدور اس سے ممکن بھی نہ ہو۔ جیسے انسان کو سیڑھی کے بغیر چھت پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اس لئے وہ سیڑھی کو چھت پر چڑھنے کے لئے سبب بناتا ہے اور سیڑھی چھت پر چڑھنے کا ایک آلہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود انسان کو چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی لازم نہیں بلکہ بسا اوقات وہ سیڑھی کے بغیر بھی چھت پر چڑھ جاتا ہے۔ جب ایک معمولی انسان کے لئے اس مثال کے بعد اعتراض رفع ہو جاتا ہے تو پھر ذاتِ حق کے لئے اشکال کیوں۔

"فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ" یہاں سے اخراج کی تفصیل شروع فرمائی کہ وہ انگوریوں کو کیسے اُگاتا ہے پہلے اُن انگوریوں کا ذکر فرمایا جو زمین پر پھیل جاتی ہیں اور درخت جیسی صورت یعنی ٹہنیاں وغیرہ نہیں رکھتیں، چنانچہ فرمایا پس ہم نے اُس سے نکالا۔ "خَضِرًا" سبزی کو یہاں خضرا بمعنی اخضر ہے یعنی سبز تر سبزی ترکاری جو بیج سے نکل کر زمین پر پھیل جاتی ہے۔ "نُخْرِجُ مِنْهُ" یہ خضرا کی صفت ہے یعنی ہم اس سبزی پھیل

marfat.ocm
Marfat.com

ہُوئی سے نکالتی ہیں۔ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ ، دانے ایک دوسرے پر چڑھے ہُوئے۔ متراکب سے وہ بالی مُراد ہے جو دانوں پر مشتمل ہوتی ہے جس کے ہیئت مخصوصہ سے دانے ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں۔

وَمِنَ النَّخْلِ ،، یہاں سے ترکاریوں کی تفصیل کے بعد اب درختوں کی تفصیل بیان فرمائی کہ اور ہم نے کھجوروں سے نکالے۔ مِنْ طَلْعِهَا ،، اُس کے گابھے سے یہ النخل سے بدل ہے۔ عامل کا اعادہ کرکے طلع ہر وہ شئے جو کھجور سے نکلتی ہے۔ اس کی پہلی شکل جُوتے کی سی ہوتی ہے اور اس کے دانے ایک دُوسرے سے ملے ہوتے ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا موتی کی لڑیاں پروئی ہُوئی ہیں۔ قِنْوَانٌ ،، یہ مُبتدا اور اُس کی خبر مِن النخل مقدم ہے۔ یعنی کھجور کے گابھے سے حاصل ہوتے ہیں۔ گچھے۔ قنوانٌ قنو کی جمع ہے اور کھجور کے ثمر کے لئے بمنزلہ انگور کے گچھوں کے ہوتے ہیں۔ دَانِيَةٌ ،، قریب ہونے والے کہ چُننے والے کے آسان ہوتا ہے اس لئے کہ شئ جتنی قریب ہو اتنا ہی چننے میں آسانی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ کھجور جتنا چھوٹی ہوگی اتنا ہی ثمر آسانی سے حاصل کیا جائے گا۔ اسے بڑی کھجور سے لینے کا خیال تک نہ ہوگا۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ کھجور کے ثمرات ایک دُوسرے پر لپٹے ہُوئے ہوتے ہیں۔ اس میں اختصار ہے جس کی تفصیل یُوں ہے کہ بعض کھجوریں ایسی ہیں جن کے گچھے قریب ہیں۔ یعنی ان کے درختوں کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اور بعض بعید اُن کے درختوں کے اُونچے ہونے کے باعث۔ یہاں قریب کا ذکر کرکے طویل کو اس میں داخل کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اقرب کو بہت بڑی نعمت اور مکمل ترین سمجھا جاتا ہے۔

حدیث شریف : حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی پھوپھی کھجور کی عزت و احترام کرو۔ اس لئے کہ وہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی بقایا مٹی سے پیدا کی گئی ہے۔ کوئی درخت اللہ تعالیٰ کے ہاں مکرم ترین نہیں سوائے کھجور کے کہ اس کے نیچے بی بی مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنا۔ بچہ جننے والی عورتوں کو سب سے پہلے تر کھجوریں کھلاؤ اگر تازہ کھجور نہ ملے تو خشک سہی۔

(ف) اس سے ثابت ہُوا کہ عرب میں بچہ جننے والی عورتوں کو تر کھجور کھلانے کا سبب یہی ہے کہ بی بی مریم نے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت تر کھجور کھائی تھی۔ کما قال فی سُورہ مریم وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف کھینچئے وہ تجھ پر تر اور پکی کھجور گرائے گی،

(ف) یہی دانہ کی فضیلت میں بھی اسی طرح وارد ہے۔

حکایت : کسی نبی علیہ السلام کو اُمت نے اولاد قبیح شکل پر پیدا ہونے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں فرمائیں کہ وہ اپنی حاملہ عورتوں کو بہی (سفرجل) کھلائیں۔ یعنی حمل کے تین یا چار ماہ بعد۔ اس لئے کہ اس میں اچھی صُورت کا نقشہ ہے اور یہ بچے کو حسین بناتی ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَجَنّٰتٍ مِّنْ ،، اور ہم نے نکالے باغات مِنْ اَعْنَابٍ انگوروں کا اس کا عطف نبات کا کل شئ پر ہے۔

سوال : یہاں پر جنات کا اضافہ کیوں جبکہ پہلے اور بعد کو بھی اِسم جنس پر اکتفا کیا گیا یہاں بھی ایسے ہی کیا جاتا۔

جواب : اس لئے کہ یہاں پر دونوں اسم جنس جب تک جمع نہ ہوں ان سے انتفاع نہیں ہو سکتا اور جنات جنۃ کی جمع ہے ہر وہ گھنے دار شئ جو ایک دوسری کو چھپا دے اسے جنۃ کہا جاتا ہے۔ ویسے لُغۃ بھی جنۃ جن بمعنے اشتر سے مشتق ہے اور الاعناب۔ عنب کی جمع ہے اور فارسی و اُردو میں بمعنی انگور وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ ،، زیتون اور انار یعنی ہم نے زیتون اور انار کے درخت پیدا کئے مُشْتَبِهًا ،، درانحالیکہ ان کے پتے ایک دوسرے سے ہم شکل اور اوّل سے آخر تک ہر دونوں ٹہنیوں سے بھرپور ہیں (یہ حال ہے)

وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اور ثمر کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ہم شکل نہیں۔

(ف) تفسیر فارسی میں ہے کہ درخت پتوں کے لحاظ سے ایک دُوسرے کے ہم شکل ہوتے ہیں اور ثمرات اور ذائقہ وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ہمشکل نہیں ہوتے اس لئے کہ ان میں بعض نہایت کھٹے اور بعض تھوڑے کھٹے اور بعض کھٹ مٹھڑے ہوتے ہیں۔

اُنْظُرُوْٓا ،، اے مخاطبو! غور و فکر کر کے دیکھو اِلٰى ثَمَرِهٖٓ ،، اُسکے ثمر کو یعنی ہر درخت کے پھل کو اِذَآ اَثْمَرَ ،، جب وہ اپنا پھل نکالے کہ پہلے وہ اپنا پھل کچا نکالتا ہے کہ اس سے نفع نہیں لیا جا سکتا وَيَنْعِهٖ ،، اور اس کے پھل پک جانے کو دیکھو کہ پکنے کی حالت میں کس طرح موٹا ہو جاتا ہے اور اس سے نفع بھی اُٹھایا جا سکتا ہے اور لذیذ بھی ہوتا ہے۔ الینع دراصل ینعا لثمرۃ ،، کا مصدر ہے۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جبکہ درخت اپنے پھل پکنے کی حد کو پہنچ جائے اذا اثمر انظروا کی طرف ہے۔

نکتہ : نظر عبرت کا حکم اس لئے ہوا کہ قادرِ کریم کی قدرت دیکھو کہ درخت کا پھل درخت سے نکلا ہے جس کے نکلنے کا مرکز بھی ہے۔ پانی بھی ایک طرح ہے زمین بھی وہی لیکن پھل کا تبدل و تغیر دیکھو کہ کبھی چھوٹا اور کبھی کچا تو پھر بدل کر موٹا اور پختہ اور مختلف رنگوں میں رنگدار ہو جاتا ہے۔ پہلے اُس کا حال اور طرح ہوتا ہے۔ پھر آخر کچھ اور حال اختیار کر لیتا ہے۔ پھل کی مختلف حالتیں دلالت کرتی ہیں کہ اس کا پیدا کرنے والا بڑی قدرت کا مالک ہے اور وہ تخلیق اشیاء میں بہت بڑی حکمتوں والا ہے تمام جہان کو پیدا کرنے کی تدبیر میں ہزاروں حکمتیں و مصلحتیں اور رحمتیں رکھتا ہے۔

مسئلہ : امام قرطبی نے فرمایا کہ جواز بیع میں ثمر پکنے کی شرط اسی پر ہے کہ وہ پھل پورا پختہ

marfat.ocm
Marfat.com

ہوجائے کہ پھر کھانے کے لائق سمجھا جائے اور آسمانی آفت کے نزول سے محفوظ ہوجائے۔ آسمانی آفت سے کہکشاں کے طلوع سے پہلے کا وقت مراد ہے اس لئے کہ ان ستاروں کے طلوع سے پہلے کچے قسم کے پھل توڑے جائیں تو وہ پھل خراب ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نظام پھلوں کے لئے ایسے ہی بنایا ہے

حدیث شریف

: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب صبح کے وقت کہکشاں کا طلوع ہوتا ہے تو آسمانی آفت دفع ہوجاتی۔

(ف) فصل ربیع کے تین آخری مہینوں کے پہلے ماہ کی بارھویں تاریخ کے بعد کہکشاں کا صبح کے طلوع کا آغاز ہوتا ہے اور وہ تین ماہ یہ ہیں (۱) مارچ (۲) اپریل (۳) مئی۔ گویا مئی کی بارہ تاریخ کے بعد کہکشاں کے صبح کے وقت طلوع کا آغاز ہوتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ ،، یہ اشارہ غور و فکر کے نظر کی طرف ہے۔ لَاٰیٰتٍ ،، قادر و حکیم کے وجود اور ان اشیاء کے حدوث پر دلالت کرنے والی بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ ایماندار لوگوں کے لئے۔

(ف) اہلِ ایمان کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء سے استدلال کرکے نفع پاتے اور اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

تفسیر صُوفیانہ

: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان عنایت سے ہدایت کا پانی برساتا ہے اور اہل زہد و فتویٰ اور اہل عشق و تقویٰ کے مراتب استعداد کے مطابق قسم قسم کے معارف و اسرار نازل فرماتا ہے۔ اس لئے کہ ہر انسان کا قلب مستقل ایک باغ ہے اس سے وہی پیدا ہوتا ہے جیسی اُس میں استعداد ہوتی ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر انگوری اُس مٹی کا پتہ دیتی ہے جس سے کہ وہ پیدا ہوئی ہے۔ مثنوی شریف میں ہے۔

در زمین گر نے شکر در خود نے است ترجمان ہر زمین بنت وے است

ترجمہ : زمین کا کماد ہو یا کوئی کھانے کی اشیاء اس کا ترجمان اس کا درنہ (بیج) ہے۔

(ف) کھجور تمام درختوں سے بلند تر ہوتی ہے۔ یہ اصحاب ولایت پر دلالت کرتی ہے اُن کی ولایت کے بعض کے ثمرات ایسے ہیں جو طالبین و مریدین کے لئے بالکل قریب ہوتے ہیں۔ یعنی بعض لوگ ایسے بزرگوں کے قریب تر ہوکر اُن کی ولایت کے ثمرات سے نفع پاتے ہیں اور بعض اولیاء کرام ایسے ہوتے ہیں جو عزلت اور گوشہ نشینی اور لوگوں سے اوجھل زندگی بسر کرتے ہیں وہ اپنے تمام اوقات و احوال کو اللہ تعالیٰ کی طرف صرف کرنا چاہتے ہیں اپنا ہر فعل و قول اذن الٰہی پر مبنی رکھتے ہیں اُن پر صرف جاہل ہی طعن زنی

marfat.ocm
Marfat.com

تے ہیں ورنہ ایسے حضرات خلوت و جلوت میں قلوب کے باغات سے میوہ کھاتے ہیں اور غیبی دانوں کی
وں سے محفوظ ہوتے رہتے ہیں لیکن ایسے بزرگوں کے حالات مخلوق کی آنکھوں سے مستور اور پوشیدہ
تے ہیں۔

حکایت : ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے نو (۹) ایسے بزرگوں کی زیارت کی جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی مجاورت میں مدت تک زندگی بسر کر رہے تھے
ی اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ مجھ سے اُنہوں نے کہا تیرا ہمارے ساتھ کیا کام ہے۔ میں نے عرض کی میں بھی
حضرات کی صحبت سے فیض یاب ہونا چاہتا ہوں اس لئے کہ مجھے آپ حضرات سے عشق ہے۔ آپ کی
دت ہی میرے لئے آخرت کا بہترین سرمایہ ہے اس لئے کہ جس ذاتِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے
شرف ہو رہے ہو۔ اُن کا ارشادِ گرامی میں نے سُنا ہے : اَلْمَرْءُ مَنْ اَحَبَّ ، قیامت میں ہر شخص اُس کے
تھ ہوگا۔ جسے جس سے محبت و عشق ہے۔ ان میں سے ایک نے فرمایا اب ہمارا یہاں سے کوچ کرنے کا
دہ ہے۔ میں نے کہا تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ اُنہوں نے فرمایا تو ہمارے ساتھ نہیں چل سکے گا
لئے کہ جہاں ہم جانا چاہتے ہیں وہ یہاں سے چالیس سال کی مسافت پر ہے۔ میں نے عرض کی کچھ بھی مجھے
اپنے ساتھ لے چلو۔ ان میں سے ایک اور بزرگ نے فرمایا بھائیو! اسے ساتھ لے لو جہاں تک چل سکے گا چلتا
ے گا۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ اس کے بعد ہم سب وہاں سے چل پڑے لیکن کیفیت یہ تھی کہ ان کے قدموں کے
زمین لپیٹی گئی اور میں بھی ان کی معیت میں طے الارض کی کرامت سے نوازا گیا۔ یہاں تک کہ ہم ایسے شہر میں پہنچے
ں کے مکانات کی اینٹیں سونے اور چاندی کی تھیں۔ جس کے درخت گھنے دار اور جس کی نہریں ہر وقت تر و تازہ
میٹھے پانی سے جاری رہتی تھیں۔ جس کے باغات کے پھل نہایت موٹے میٹھے اور لذیذ تھے ہم اس میں داخل
ے۔ اس کے باغات کے پھل کھائے۔ میں نے وہاں سے تین عدد سیب توڑ کر اپنے پاس رکھ لئے ان میں سے
سی نے نہ روکا۔ میں نے عرض کی کہ واپسی کا ارادہ ہے یا نہیں۔ فرمایا یہ اولیاء اللہ کا شہر ہے۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ
لی اس کی سیر کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے یہاں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ شہر خود بخود اولیاء اللہ
خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہوں یہ شہر وہاں حاضر ہو جاتا ہے۔ اس میں چالیس سال کے عرصہ میں
ئی آدمی تیرے سوا کوئی داخل نہیں ہوا۔ اس کے بعد مجھے جب بھوک لگتی تو میں اس سیب سے کچھ کھا لیتا لیکن
مسافت میں لمبے سفر اور اس سے کاٹ کر کھانے کے باوجود سیب میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ اسی
سے میں گھر واپس ہوا تو سیب جوں کا توں رہا۔ گھر میں سب سے پہلے میری بہن سے میری ملاقات ہوگئی۔
انے کہا اتنا عرصہ ہمیں اکیلا چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔ میں نے جواب دیا کیا پوچھتی ہو میں اس دنیا سے کہیں دُور
گیا تھا۔ اُس نے کہا تو وہ سیب کہاں ہے؟ میں نے عمداً بات کاٹتے ہوئے کہا کونسا سیب۔ اُس نے کہا

marfat.ocm
Marfat.com

وہی جو تُو مدینۃ الاولیاء کے باغات سے توڑ کر اپنے لئے ساتھ لایا ہے۔ میں نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہُوا۔ کہا اے بندہ خُدا مجھے بھی تو اس شہر میں لے گئے تھے۔ تُو نے اس شہر کو اس وقت دیکھا جب تجھے واپس لوٹانے کا ارادہ کیا گیا اور میں نے تو اسے بار بار دیکھا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا کہہ رہی ہو۔ جن اولیاء کی صحبت میں میں رہا۔ ان کا امیر فرماتا تھا کہ اس شہر میں چالیس سال کے عرصہ تک تیرے سوا کوئی داخل نہیں ہُوا لیکن تو اس میں آنے جانے کی بات کرتی ہے۔ اُس نے کہا اُنہوں نے صحیح فرمایا اس لئے کہ مریدوں میں سوائے تمہارے چالیس سال کی مدت میں وہاں کوئی نہیں گیا۔ باقی رہے اللہ والے وہ ہر وقت جب چاہیں اس کے اندر چلے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس سے روحانی طور کوئی دلچسپی نہیں رکھتے) اب تم جس وقت چاہو گے میں تمہیں وُہی شہر یہاں بیٹھے بیٹھے دکھا دوں گی۔ میں نے کہا میں ابھی اس شہر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا یَا مدینتی اُحْضُرِیْ اے میرے شہر ابھی آجاؤ۔ بخدا میں نے اپنی آنکھوں سے اُس وقت شہر کو دیکھ لیا۔ میری بہن اُس باغ کی طرف بڑھی اور اُس سے ہاتھ بڑھا کر مجھے کہا تیرا سیب کہاں ہے اس کے کہنے پر سیب میرے ہاتھ سے گر گیا۔ میری اس حالت کو دیکھ کر میری بہن ہنس پڑی اور کہا کہ جس کے ہاں خدا کی خدائی ہو وہ آپ کے سیب کا محتاج نہیں ہوتا۔ میں اُس وقت سخت شرمندہ ہُوا اور اس وقت مجھے یقین ہُوا کہ میری بہن بھی اُن اولیاء کرام میں سے ہے۔

تفسیر عالمانہ

۹۹ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ ،، اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک جنوں کو بنایا۔

شانِ نزول

: کاشفی نے فرمایا صحیح تر یہ ہے کہ یہ آیت زندیقوں یعنی مجوسیوں کے حق میں نازل ہُوئی۔ اِن زندیقوں کو ثنویہ بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ خالق دو ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ (۲) ابلیس۔ یہ دونوں بھائی ہیں (مَعَاذَاللہ) اللہ تعالیٰ انسانوں اور حیوانوں اور چرپایوں اور ہر بھلائی کا خالق ہے۔ اُسے یزدان کہتے ہیں اور ابلیس درندوں اور سانپوں اور بچھوؤں اور ہر شر کا خالق ہے۔ اسے اہرمن سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ،،

(ف) ابلیس بھی جنوں سے ہے۔

تنبیہ

: اللہ تعالیٰ نے تو جنوں کا بھی خالق ہے پھر مخلوق اُس کی کیسی شریک ہو سکتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مجوسی کا عقیدہ باطل ہے۔

وَخَرَقُوْا لَهٗ ،، اور اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے گھڑے۔

marfat.ocm
Marfat.com

(خرق) خرق اور اخترق۔ اختلق وافتری ایک معنیٰ میں ہیں۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جبکہ کوئی
بولے بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ، لڑکے اور لڑکیاں۔ جیسے یہودیوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ
ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں۔ بِغَيْرِ عِلْمٍ، حقیقت سے
کی بناء پر یعنی جو کچھ اُنہوں نے کہا خطاء وصواب امتیاز کا قصور ہونا کہہ غلط کہا۔ بلکہ بلا تامل وفکر
ہیں اور جہالت سے کہا اور بغیر علم کی باء محذوف سے متعلق اور خَرَقُوا کے فاعل سے ہے۔ دراصل
ت ہ خَرَقُوْا ملتبسین بِغَيْرِ علم" تھی۔ سُبْحَانَهٗ، اُس کی ذات منزہ و مقدس ہے اور وہ اسی
ہ کے لائق ہے۔ وَتَعٰلٰى، یہ علو سے ماخوذ بمعنے "استعلیٰ" ہے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کو علو سے موصوف کرنا جائز ہے اور ارتفاع سے ناجائز۔ اس لئے کہ علو کا معنے کبھی اقتدار بھی ہوتا ہے۔ بخلاف ارتفاع کے کہ وہ جہت و
ن کا مقتضی ہے اس لئے علو سے موصوف ہونا جائز ہُوا اور ارتفاع سے ناجائز۔

فائدہ : سبحان و تعالیٰ کو تباعد کے معنیٰ میں لیا جائے گا تاکہ عَمَّا يَصِفُوْنَ
ی واضح ہو سکے یعنی اللہ تعالیٰ مشرکین کی بتائی ہُوئی صفتوں سے دُور ہے نہ اُس کا کوئی شریک ہے
نہ ہی اس کی کوئی اولاد۔

---

marfat.ocm
Marfat.com

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ
بغیر کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا۔ اس کے بچہ کہاں سے ہو حالانکہ اس کی

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
عورت نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ سب کچھ جانتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے سوا کسی کی بندگی

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ
نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اسے پوجو وہ ہر چیز پر نگہبان ہے آنکھیں اسے احاطہ نہیں

وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٠٣﴾ قَدْ جَاۗءَكُمْ بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ
کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں

فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذٰلِكَ
آئیں تمہارے رب کی طرف سے تو جس نے دیکھا تو اپنے بھلے کو اور جو اندھا ہوا اپنے برے کو اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِتَّبِعْ مَآ
ہم اسی طرح آیتیں طرح طرح سے بیان کرتے ہیں اور اس لیے کہ کافر بول اٹھیں کہ تم تو پڑھے ہو اور اس لیے کہ ہم علم والوں پر واضح

اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَاۗءَ
کردیں اس پر چلو جو تمہیں تمہارے رب کی طرف سے وحی ہوتی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو اور اللہ چاہتا تو

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا
وہ شرک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کروڑے نہیں اور انہیں گالی

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ
نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے یونہی ہم

اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ وَاَقْسَمُوْا
نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیئے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ
اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے تم

اللّٰهِ ۭ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَاۗءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ
فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں

كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾
کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا ہے) یعنی عالم علوی وسفلی کے طبقات کو بلامادہ ایسی نرالی طرز سے پیدا فرمایا کہ جن کی پہلے کوئی نظیر نہ تھی۔ وہی فاعل ہے علی الاطلاق اور وہ ہر قسم کے انفعال سے منزہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کا والد ہوتا تو اس میں اپنی اولاد کا عنصر ہوتا اور اس کا مادہ اس سے منتقل ہو کر اس کی اولاد میں چلا جاتا اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ میں ممتنع ہیں تو اس کے لئے اولاد کا ہونا بھی ممتنع ہے۔

(فائدہ) اس سے ثابت ہوا کہ بدیع فعیل بمعنی مفعل ہے۔ جیسے الیم بمعنے مولم اور حکیم بمعنی محکم ہے۔

(قاعدہ) یہ اضافت حقیقیہ ہے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ یہ صفت مشبہ اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے۔ دراصل عبارت بدیع السموٰت والارض تھی۔

(حل لغات) بدیع بدع سے مشتق ہے کہ جس کی طرز عجیب اور شکل فائق اور حسن رائق ہو۔

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ط اس کی اولاد کیسی حالانکہ اس کی جورو نہیں۔ اس میں اولاد کے تمام اسباب منتفی ہیں اس لئے کہ والدہ کے بغیر اولاد کا ہونا ناممکن ہے اگرچہ باپ کے بغیر اولاد ہو سکتی ہے اور ہوئی بھی جیسے عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(ف) صاحبۃ سے زوجہ مراد ہے۔ حضرت مولانا رومؒ قدس سرہ نے فرمایا ؎

لَمْ يَلِدْ لَمْ يُوْلَدْ است آواز قدم — نے پدر دارد نہ فرزند و عمم

ترجمہ: لم یلد ولم یولد قدیم کی آواز ہے اس کا نہ باپ ہے نہ اولاد ہے نہ چچا۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ج ”اور اس کی شان یہ ہے کہ اس نے ہر شئ کو پیدا کیا یعنی جملہ موجودات کی ایجاد و تکوین کا انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے منجملہ اُن کے اولاد بھی ہے جو کفار اس کے لئے ثابت کر رہے ہیں اس کے لئے اولاد کا تصور کیسا جبکہ وہ اس کا بھی خالق ہے ؎

خالق افلاک و انجم بر علا — مردم و دیو و پری و مرغ را

یعنی وہ افلاک و انجم اور ان کے اوپر سب کو پیدا کرنے والا وہی ہے اس کی مخلوق ہیں آدمی۔ دیو، پری اور پرندے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ ج ”اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ مخلوق و غیر مخلوق بجملہ اُن کو ازلا ابدًا جانتا ہے اس سے کوئی شئ مخفی نہیں جو گذری یا آئے گی۔ شئے کی ذات ہو یا صفات یا احوال منجملہ ان امور کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہیں یا نہ یا اس کے لئے وہ اشیاء محال ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ثابت کرنا بھی محالات کے افراد کا ایک فرد ہے ذٰلِكُمُ ”وہ بڑی صفات کا موصوف اللّٰهُ ”وہی اللہ تعالیٰ جو عبادت کا وہی مستحق ہے۔ یہ مبتدا ہے اور اس کی صفت رَبُّكُمْ ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے

marfat.ocm
Marfat.com

جمیع امور کا مالک ہے ؎

نیست خلقش را دگر کس مالکے شرکتش دعویٰ کند جز ھالکے

ترجمہ : مخلوق کا کوئی دوسرا مالک نہیں اس کے ساتھ شرکت کا دعویٰ وہی کرتا ہے جو تباہ و برباد ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نہ ہی اُس کا کوئی شریک ہے خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ،، تمام وہ اشیاء جو زمانہ ماضی میں گزری ہیں یا آئیں گی سب کا خالق ہے۔ اس میں تکرار نہیں بلکہ یہ اخبار مترادفہ ہیں۔ فَاعْبُدُوْہُ ،، پس اُسی کی عبادت کرو۔ یعنی جو ان صفات کا جامع ہے تو عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝ اور وہ اللہ تعالیٰ ہر شئ کا وکیل ہے یعنی جو ذات اِن صفات کی جامع ہے وہی تمہارے جملہ اُمور کا متولی ہے فَلِہٰذا تم بھی اپنے جملہ اُمور اسی کی طرف سپرد کرو اور اپنے جملہ دینی و دنیوی اُمور کی کامیابی کے لئے اُسی کی عبادت کو وسیلہ بناؤ اور یوں تصور کرو کہ اُس کی ذات کی تمہارے ہر عمل پر نگاہ ہے اور وہ تمہیں ہر عمل پر جزا و سزا دے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تقریر

: حضرت امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ وکیل دو طرح کے ہوتے ہیں :

(۱) جو شئے اُس کے سپرد کی جائے وہ مکمل طور بلا کم و کاست اُس شئے کو واپس کر دے۔

(۲) جو سپرد کردہ شئے رتی کے برابر بھی واپس نہ کرے۔

وکیل مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ جو شئ اُس کے سپرد کی جائے تو وہ اسے نہ صرف مکمل طور واپس کرتا ہے بلکہ تا واپسی اُس کی پوری نگرانی بھی فرماتا ہے۔ اگرچہ بندہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن بندہ میں اس معنے کی سینکڑوں خامیاں پائی جاتی ہیں اور وہ کریم ہر خامی سے منزہ اور پاک ہے۔

متوکل کی کہانی

: حضرت شیخ ابو حمزہ خراسانی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں ایک سال حج کے لئے جا رہا تھا کہ اثنائے راہ میں اچانک ایک کنوئیں میں جا میرے دل میں خیال گزرا کہ فریاد کروں تو کوئی مجھے باہر نکالے لیکن سوچا کہ وہ کریم جب مجھے جانتا ہے اُسے میرے باہر نکالنے کی قدرت بھی ہے تو پھر کیوں غیروں کو پکاروں۔ جب یہ عقیدہ میرے دل پر پورے طور گیا تو دیکھا کہ دو آدمی کنوئیں کے قریب آ گئے۔ اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس کنوئیں کو بند کر دیا جائے کوئی اجنبی مسافر اس میں گر کر مر نہ جائے۔ یہ مشورہ کر کے پتھر روڑے اور مٹی اُٹھا کر کنوئیں میں ڈالنا شروع دی میرے نفس نے مجھے سخت ستایا کہ اب تو فریاد کرو تا کہ جان بچ جائے۔ میں نے نفس کو جواب دیا کہ اُن کو کیوں پکاروں جبکہ نَحْنُ اَقْرَبُ کی شان والا رب مجھ سے قریب تر ہے۔ میں نے یہ کہہ کر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے خاموشی سے بیٹھ رہا اور وہ لوگ کنواں بند کر کے چلے گئے۔ تھوڑی سی دیر گزری کہ کنوئیں سے مٹی

marfat.ocm
Marfat.com

کی آواز آئی اور باہر سے راستہ کھل گیا اور اُوپر سے اپنا پاؤں نیچے میرے قریب کیے آواز دی کہ اے بندہ اس پاؤں کو پکڑ کر باہر آجا۔ میں نے جونہی اس پاؤں کو پکڑا تو اس نے مجھے باہر نکالا۔ میں نے دیکھا تو وہ درندہ تھا۔ وہ نے مجھے باہر نکال کر چلا گیا، لیکن ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ ہم نے تجھے ایک ہلاکت کے ذریعے دُوسری ہلاکت سے بچایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر بڑی قُدرت رکھتا ہے اور وہ ہر شئے کا کارساز ہے۔

تفسیر صُوفیانہ

: اللہ تعالیٰ نے جیسے اربابِ کمالات کے قلوب سے لطف و ہدایت کے پانی سے کمالات ظاہر فرمائے ایسے ہی قہر و جلال کے پانی سے گمراہوں کے نفوس کی کدورتوں سے کئی قسم کی گمراہیاں پیدا فرمائیں۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنانے کے علاوہ غلط اور گندے بگواسات بکے، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ اس کریم کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں۔

سبق

: عاقل پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے خائف رہے بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں لگا رہے تاکہ اُس کی رضاؤ رحمت نصیب ہو۔ اسے چاہیئے کہ غیر کے خیر و شر کو خیال تک میں نہ لائے اس لئے کہ خیر و شر منجانب اللہ ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کسی کے کفر سے راضی نہیں ؎

گناہ اگرچہ نبُود در اختیار ما حافظ　　تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ منست

ترجمہ : اے حافظ اگرچہ گناہ ہمارے بس میں نہیں لیکن پھر بھی ادب کے طور کہو کہ میرا ہی گناہ ہے۔

اے اللہ کریم ہمیں اپنے قہر و غضب سے ڈرنے کی توفیق عطاء فرمایئے۔ اس لئے کہ تیرے قہر و غضب سے کافر لوگ بے خطر رہتے ہیں "

۳ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" دیکھنے کی حس کا نام نظر ہے۔ کبھی آنکھ کو بصر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ آنکھ نظر کی محل ہے اور شئی کے ادراک سے شئے تک پہنچنا مراد ہے اور شئی کے محیط ہو جانے کو بھی ادراک کہا جاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تک کوئی آنکھ نہ پہنچ سکتی ہے اور نہ ہی اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔ "وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" وہ ابصار کا احاطہ کرتا ہے۔ اس سے اس کا علم مُراد ہے یعنی اس کا علم جمیع ابصار کو محیط ہے۔ "وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" اور وہ اللہ تعالیٰ ایسا لطیف خبیر ہے کہ جن اشیاء کا آنکھ کو ادراک حاصل نہیں اِن اشیاء کو اللہ تعالیٰ محیط ہے۔

سوال : صرف آنکھ کے ادراک کی تخصیص کیوں ؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو ہر شئے کو محیط ہے۔

جواب : آنکھ کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے سوا ہر شئی کو دیکھ سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کو اپنی آنکھوں کا

marfat.ocm
Marfat.com

ادراک حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے لئے ممکن ہے۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنی بصر کی حقیقت کی کنہ سے بے خبر ہے۔ اور بصر سے وہ حقیقت مراد ہے کہ جس سے بذریعہ آنکھ اشیاء کو دیکھا جاتا ہے۔

فائدہ : ادراک و رؤیت میں فرق ہے اس لئے کہ ادراک شئے کی کنہ سے واقف اور اس پر محیط ہونے کو کہتے ہیں اور رؤیت صرف معائنہ کا نام ہے بلکہ رؤیت کبھی ادراک کے بغیر بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کہنا جائز ہے۔ فُلَانٌ رَآہُ وَلٰکِنَّہٗ،، فلاں نے شئے کو دیکھا لیکن اس کا ادراک نہیں کیا اس سے واضح ہوا کہ ادراک رؤیت سے اخص ہے اور قاعدہ ہے کہ اخص کی نفی سے اعم کی نفی نہیں ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے اس کا ادراک ممتنع ہے۔ جیسے دنیا میں بعض بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کا عرفان نصیب ہوتا ہے، لیکن وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ یعنی معرفتِ الٰہی ممکن ہے وہ یہ کہ بندے اور مولیٰ کے درمیان ایک قسم کا ربط قائم ہو جائے، لیکن اتنا قدر کہ طاقتِ بشریہ اس کی حامل ہو اس لئے کہ حقیقی معرفت بندوں کے بس سے باہر ہے؛ چنانچہ بہت بڑے کامل اولیاء کرام عجز و انکسار کا اعتراف کرتے رہے کہ مَا عَرَفْنٰکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ ،، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ من حیث التجرد عن الاضافات والنسب کا ادراک ناممکن ہے۔

حدیث شریف : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی گئی کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: "نور اَنّٰی اراہ" وہ نور تھا میں کیسے دیکھتا؛ یعنی نورِ مجرد کو دیکھنا ناممکن ہے۔

(ف) اس معنی پر دوسرے مقام پر فرمایا: اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے مظاہر میں اپنے نور کے مراتب بیان فرمائے ہیں۔ اس کے بعد مراتب تمثیل بیان فرما کر آخر میں فرمایا: نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اس میں پہلے نور سے روشنی اور دوسرے سے مطلق اور اصلی نور مراد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تتمیم پر فرمایا یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ،، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مظاہر میں متعین شدہ نور کے ذریعے سے مطلق احدی نور کا راستہ دکھاتا ہے۔

مسئلہ : اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ادراک اس وقت محال ہے جب وہ ذات اضافات نسب اور مظاہر سے متجرد ہو۔ اگر اسے مظاہر اور مراتب کے حجابات سے دیکھا جائے تو پھر ممکن ہے کسی شعر نے کہا ؎

کالشمس تمنعک اجلائک وجھھا ۔۔۔ فاذا اکتست برقیق غیم امکنا

ترجمہ: سورج کی کرنیں اور اس کی روشنی اس کے چہرے کے دیکھنے کو روکتی ہیں؛ لیکن جب وہ بادل کے باریک ٹکڑے میں چھپ جائے تو پھر اس کا چہرہ دیکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

حدیث شریف : حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بہشت میں باریتعالیٰ کی زیارت ہوگی۔ وہ رویت شمس و قمر کے مشابہ ہوگی، چنانچہ فرمایا کہ اِنَّھُمْ یَرَوْنَ رَبَّھُمْ فِیْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھُمْ حِجَابُ الْاِدْاءِ الْکِبْرِیَاءِ عَلٰی وَجْھِہٖ فِیْ جَنَّتِ عَدْنٍ، بے شک بہشتی اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے جنت عدن میں۔ اللہ تعالیٰ اور بہشتیوں کے درمیان صرف ردائے کبریا کے اور کوئی حجاب نہ ہوگا۔

مُعتزلہ کا رَدّ : دراصل یہ مسئلہ اہل سُنت اور معتزلہ کے درمیان نزاعی ہے۔ معتزلہ (اسی طرح شیعہ) کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق سخت اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رویت ناممکن ہے۔ اُنھوں نے صحیحین کی روایت سے استدلال کیا ہے حضرت ابُوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ دو بہشتیں ایسی ہیں جن کے برتن اور اُن کی ہر شئی چاندی کی ہے۔ دیگر دو بہشتیں ایسی ہیں جن کے برتن اور اُن کے نقد کی ہر شئی سونے کی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، لیکن سامنے کبریائی کی چادر حجاب کے طور تنی ہوئی ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ دیکھنے والے اور چادر لٹکانے والے کے درمیان چادر حجاب ہوتی ہے اور یہ حجاب بتاتا ہے کہ وہاں بھی رؤیت ناممکن ہے۔ اہل سُنت اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ حجاب سے انکار نہیں لیکن چادر اُوڑھنے والے کو محجوب نہیں کہا جاتا۔ علاوہ ازیں حدیث شریف میں لفظ وجہہ سے ذاتِ حق اور رداء سے وہ بندہ کامل مُراد ہے جسے اُس صُورت پر پیدا کیا گیا جو حقائق امکانیہ اور الٰہیہ کی جامعہ ہے اور رداء وہی خود کبریائی کا عین ہے اور یہ اضافت بیانیہ ہے یعنی کبریائی کی وہ چادر جو عُلماء عارفت باللہ کے عقول پہنتے ہیں۔

صاحب رُوح البیان قدس سرہ کی تحقیقِ لطیف

: صاحب رُوح البیان فرماتے ہیں کہ معتزلہ کی چادر کی دلیل ہمارے لئے قادح نہیں اس لئے کہ وہ چادر کبریائی دنیوی چادروں سے نہیں، بلکہ نورانی چادر ہوگی جو کہ بمنزلہ شیشہ کے ہے اور شیشہ کسی شئی کے دیکھنے کے لئے حائل نہیں ہوتا۔ جیسے لباس بدن کے لئے حائل نہیں بلکہ بدن کا کالجز ہے۔ اس لئے کہ لباس اور بدن کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں۔ اس سے واضح ہُوا کہ وہ رداء چادر والے کا دیکھنا بھی بلاحائل ہوگا جبکہ ہم نے اس چادر کو بمنزلہ شیشہ کے مانا ہے اور وجہہ سے ذاتِ حق مراد لینا۔ یہ بھی ممنوع نہیں اس لئے کہ اہلِ عرب جزء بول کر کل مُراد لیا کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہُوا کہ چادر والی وہ ذاتِ حق ہے جو کسی حجاب سے محجوب نہیں۔ البتہ وہ غیروں سے محجوب ہے جیسے دُلہن کے آگے پردہ لٹکا ہوتا ہے تو غیروں کے لئے ورنہ دُولہا کے لئے پردہ کاہے کا۔ بلکہ وہی پردہ بعینہٖ دُولہا کے لئے پردہ کشائی ہے لیکن دُوسروں کے لئے حجاب ہے۔ نیز یہ بھی

marfat.ocm
Marfat.com

ہوسکتا ہے کہ ردا سے حقیقتِ محمدیہ مُراد ہو جو حقیقۃ الحقائق ہے جس سے ہر حقیقت کو حصہ نصیب ہُوا (جس قدر اس حقیقت کی قابلیت تھی) اگرچہ درحقیقت وہ بھی حقیقت ہے جسے وجودِ عام سے تعبیر کیا جائے جو تمام حقائق و حقائق الحقائق پر مشتمل ہے۔ جیسے حیوان ناطق جو اگرچہ وہ ایک لفظ ہے، لیکن تمام افراد کو شامل ہے۔

اگر کثرت ہے تو افراد میں ہے اور ایسی کثرت شئی کی وحدۃ کے منافی نہیں ہوتی۔ اس تقریر سے حضور علیہ السلام کے ارشادِ گرامی، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوْا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلٰى وَجْهِهٖ ،، کا مطلب واضح ہوگیا کہ حقیقت ہر دونوں کی ایک ہے یعنی تجلی ذات جو اس حقیقت میں ہے اتنا قدر جتنا کہ اس حقیقت کے شیشہ کی صفائی اور جس قدر اس حقیقت کی معرفت اسے حاصل ہے۔ اس معنے پر وہ حقیقت ذاتِ حق اور بندوں کے درمیان حائل نہیں اس لئے کہ جب وہ اس حقیقت کی تجلی کا ایک نام ہے تو نام کے اختلاف سے شئی کی حقیقت میں تبدیلی نہیں آتی۔ اس اعتبار سے اہل سُنت کے عقیدہ کی توثیق ہوگئی کہ قیامت میں ہر اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار بلاحجاب نصیب ہوگا۔ اگرچہ حدیث شریف میں ایک حجاب کا نام لیا گیا ہے وہ درحقیقت حجاب نہیں ہے بلکہ اُسے یُوں کہا جائے کہ وہ تقیید و اطلاق کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہے جو دونوں حقیقتوں کی جامع حقیقت (یعنی حقیقتِ محمدیہ) جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ،، جس نے خود کو پہچانا ہے معرفتِ الٰہیہ نصیب ہوگئی جسے اپنے نفس کے متعلق کلی طور معرفت حاصل نہیں اُسے ذاتِ حق کی معرفت بھی نصیب نہ ہوگی

اس لئے کہ ذاتِ حق تو جمیع قیود سے مُنزّہ اور مقدس ہے۔ ورنہ ذاتِ حق تو بالکل غیر محجوب ہے، کیونکہ وہ محیط بکُلّ شئی ہے بلکہ یُوں کہا جائے کہ محجوب ہم ہیں کہ ہمارے دلوں پر گناہوں نے پردے ڈال رکھے ہیں، جب ظاہری آنکھوں کا یہ حال ہے کہ جب اُن پر پردہ آجاتا ہے تو ظاہری اشیاء کو نہیں دیکھ سکتیں تو باطنی آنکھوں پر جب گناہ کے پردے آجائیں تو وہ باطن کو کس طرح دیکھ سکتی ہیں۔ پھر جب دارِ آخرت میں سب پردے اُٹھ جائیں گے تو اس وقت حقیقتِ حق کھل کر سامنے آجائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ رویت باریتعالیٰ کو دارِ آخرت پر موقوف رکھا گیا۔ نہ کہ کسی حجاب پر بلکہ یُوں کہو کہ حجابات تو ذاتِ حق کے لئے ممتنع ہیں اور ایسی ظاہر ذات کے لئے پردوں کا تصور بھی نامناسب ہے بلکہ جو ذاتِ حق کا متلاشی ہے وہ پردے کا تصور کیسے رکھتا ہے اُسے تو ہر پردہ سے متجاوز ہوکر ذاتِ حق کا دیدار حاصل کرنا ہے اور پردے کا تصور جاہلوں کا کام ہے۔ (قاعدہ ۵) بعض مفسرین نے ایک عجیب توجیہ بتائی ہے وہ یہ کہ جب لفظ ادراک بصر سے متعلق ہو تو اس وقت ادراک کا معنیٰ ہی رؤیت ہوتا ہے۔ مثلاً عربی کہتے ہیں أَدْرَكْتُ بِبَصَرِيْ، اس کا معنی ہوتا ہے۔ رَأَيْتُ بِبَصَرِيْ ،، یہاں ادراک و رؤیت کا ایک معنے ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ،، کا معنے ہوگا اس ذات کی دُنیا میں رؤیت نہیں ہوسکتا۔ باقی رہا آخرت میں

marfat.ocm
Marfat.com

تو وہ اہلِ ایمان کو نصیب ہوگا ؛ چنانچہ فرمایا وُجُوْهٌ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ،، بارونق اپنے رب کو دیکھیں گے اور حدیث شیخین میں ہے۔ انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر ،، تم اپنے رب کریم کو آخرت میں ایسے دیکھو گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

(ف) حدیث شریف میں چاند سے تشبیہ دینے میں جلاء و وضوح مُراد ہے نہ کہ مَرئی کی مَرئی سے تشبیہ مقصود ہے۔ اس لئے کہ مَرئی کی تشبیہ مطلوب ہوتی تو وہاں جہت و مکان کا ہونا ضروری ہے اور وہاں جہت و مکان کہاں۔ باقی رہا یہ سوال کہ آخرت کی تخصیص کیوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت دُنیا کا قلب ہے وہاں پر بصیرت سے اسی طرح دیکھا جائے گا جیسے کہ دُنیا میں بصارت سے دیکھا جاتا ہے۔ یہی ظاہری بصارت آخرت میں بصیرت[1] کا کام دیگی۔ یعنی اس وقت بصیرت کی آنکھیں ظاہر ہو کر دیکھنے کا کام کریں گی اسی بنا پر ہر ایک کو رؤیتِ حق اپنی استعداد کے مطابق رویت نصیب ہوگی۔

شانِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

: دُنیا میں چونکہ رؤیت ایک اعزاز ہے اور یہ اعزاز صرف ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوگا اور بس ؛ کیونکہ وہ صاحب مقام محمود ہیں اور لیلۃ المعراج میں اپنی سر مبارک کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اس لئے آپ سِر و رُوح سے اللہ تعالیٰ کا ظاہری جسم سے مشاہدہ کر چکے اس لئے کہ آپ کا جسم مُبارک عین بن گیا تھا ؛ کیونکہ آپ اس رات عالم عنصری سے متجاوز ہوئے پھر عالم طبعیہ سے گزرے پھر عالم ارواح کو عبور فرما کر عالم امر تک پہنچے تک اور یہ سر کی آنکھیں تو عالم اجسام سے متعلق ہیں اور آپ نے تمام عوالم سے جُدا ہو کر اپنے رب کا دیدار کیا۔ (سبق) اے راہِ راست کے طالب تجھے اتنا مختصر بیان کافی ہے ؛ ورنہ ایسے مسئلہ کے لئے تو بہت بڑا دفتر ناکافی و نادانی ہے۔

تفسیرِ صُوفیانہ

: تلاوتِ نجمیہ میں ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ،، اللہ تعالیٰ کو محدثات امُور لاحق نہیں ہوتے۔ یعنی نہ ابصار ظاہرہ اور نہ ابصار باطنہ اس کی صمدیت اس سے متقدس ہے کہ اسے کوئی دنیوی امر لاحق ہو۔ مخلوق اور حادث کی کوئی شئے بھی اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ،، وہ ابصار کا ادراک کا تجلیات سے کرتا ہے کہ اس سے تمام فنا ہو جاتے ہیں۔ پھر وہی اس کی بصر ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے بعد ظاہری اور باطنی آنکھیں برابر ہو کر رؤیت سے مشرف ہوتی ہیں اس لئے کہ بندہ اس وقت نورِ ربانی سے دیکھتا ہے وَهُوَ اللَّطِيْفُ ،، اور ایسا لطیف ہے کہ اُسے محدثات کی کوئی شئے ادراک نہیں کر سکتی اور نہ مخلوقات میں سے کوئی اسے لاحق ہو سکتا ہے۔ اَلْخَبِيْرُ ،، خبیر ہے کہ وہ مستحق کو جانتا ہے کہ یہ تجلیات کے لائق ہے یا نہ

---

[1] یہاں پر رویت الٰہی نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دُنیا عالم فانی ہے اور اس کی ہر شئی فانی اور فانی آنکھیں باقی کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

اور اُس کی ابصار میں استعداد پیدا کرتا ہے۔ تاکہ وہ رؤیتِ الٰہی کا مستحق ہو جائے۔

فائدہ : یہ بھی اللہ تعالیٰ کے الطافِ کریمانہ سے ہے کہ اُس نے عدم سے موجودات کو پیدا فرمایا ورنہ وہ وجود کے قابل کہاں تھے یہ صرف اس کی مہربانی اور لطف و کرم ہے کہ اُس نے انہیں نعمتِ وجود سے نوازا۔

فائدہ : انسان اس نعمتِ وجود کو واقعی نعمت سمجھتا تو وہ شکرِ الٰہی بجالاتا۔ اگر وہ اس نعمتِ اعلیٰ کا شکریہ ادا کرے تو اُس کی اس نعمت میں اضافہ ہو اور سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہے۔ اس وجہ سے یہ نعمت عالمِ دنیا میں عوام پر حرام کر رکھی ہے۔ حدیث شریف لَنْ تَرَوا رَبَّکُمْ حَتّٰی تَمُوْتُوْا تم اپنے رب کریم کو مرنے سے پہلے ہرگز نہیں دیکھو گے کا یہی مطلب ہے۔

فائدہ : حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اتمام نعمت یہی ہے کہ بطریق لائق اللہ تعالیٰ کے جلال کے شایان شان اُس کی زیارت سے شرفیابی نصیب ہو لیکن وہ بھی آخرت میں کیونکہ اس زیارت کا وعدہ دارالآخرۃ سے مخصوص ہے۔ دارِ دُنیا میں اُس کی زیارت محال ہے اس لئے کہ نصوص شرعیہ کا تقاضا یہی ہے کہ اس دُنیا میں زیارت نہیں ہوگی بلکہ اس پر عُلمائے حق کا اجماع ہے اور شرعاً یہی مسئلہ یونہی ہے البتہ عقلاً زیارتِ الٰہی کا دُنیا میں ہونا ممکن ہے (لیکن اعتبار شریعت کا ہے نہ کہ عقل کا)

مسئلہ : خواب میں رویت باریتعالیٰ ممکن ہے اور سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ میں بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جیسے سیدنا ابُوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہُوئی اور اُن کی باہمی گفتگو بھی ہُوئی جسے فقہاء کرام کی تاریخی کتابوں میں تفصیل سے لکھا ہے

حکایت : حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ سے منقول ہے کہ انہیں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہُوئی تو حضرت بایزید بُسطامی نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہ العٰلمین تجھ تک پہنچنے کا کونسا آسان راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انانیت کو مٹا دو پھر میرے ہاں پہنچ جاؤ گے۔

حکایت : حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حضور خواب میں تمام... قرآن پڑھا جب "وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ" پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب سے فرمایا اے حمزہ تم بھی قاہر ہو۔

مسئلہ : یاد رہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ایک قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے جو صرف قلب سے متعلق ہوتا ہے اسے آنکھ سے کسی قسم کا واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا۔

حدیث شریف : حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَةِ شَابٍّ اَمْرَدَ "میں نے خواب میں اپنے رب کریم کو نوجوان بے ریش انسان کی شکل

marfat.ocm
Marfat.com

میں دیکھا۔ (یہ حدیث متشابہات سے ہے)

نکتہ : اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ ربوبیت صورت انسانیہ میں اس لئے ظاہر فرماتا ہے کہ انسانی صورۃ اجمع الحقائق ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو اپنا خلیفہ بنایا اور اپنے تمام دنیا و آخرت کے خزائن کا اسے خاتم بنایا تھا اسماء الٰہیہ کی جتنی صورتیں تھیں وہ تمام نشاۃ انسانیہ میں ظاہر فرمائیں اس لئے کہ نشاۃ انسانیہ نشاۃ دنیا و عقبیٰ کی جامع ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ "اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پہ بنایا۔

سوال : اللہ تعالیٰ تو صورت سے پاک ہے اور حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی صورت بتائی گئی ہے۔

جواب : اللہ تعالیٰ پر لفظ صورت کا اطلاق مجازاً ہے لیکن یہ بھی جواب اہلِ ظاہر کے لئے ہوگا اس لئے کہ ان کے نزدیک لفظ صورۃ کا اطلاق صرف محسوسات پر ہوتا ہے اگر معقولات پر ہو تو مجازاً ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات محسوسات سے نہیں اس لئے اس پر صورۃ کا اطلاق مجازاً ہوگا، لیکن محققین کے نزدیک لفظ صورۃ کا اطلاق ذاتِ حق کے لئے مجاز نہیں بلکہ حقیقت ہے اس لئے کہ عالم کبیر کا مجموعہ حضرتِ الٰہیہ کی صورت ہی ہے اور عالم کبیر کا ذرہ ذرہ اسماء الٰہیہ مع حضرات حق کے تفصیلاً و اجمالاً مظاہر ہیں اور انسان کامل تو اسماء الٰہیہ کا مجموعی طور مظہر ہے۔

سوال : انواع ادراک سے رؤیت اقوی ہے یا علم۔

جواب : رویت اقویٰ ہے اس لئے کہ اہلِ ایمان رؤیت سے زیادہ لذت یاب ہیں بہ نسبت معرفت کے۔

فائدہ : احیاء العلوم شریف میں ہے کہ رؤیت کشف و علم کی ایک قسم ہے لیکن رؤیت علم سے اوضح و اتم ہوتی ہے جب علم کو جہت وغیرہ کے تعلق کی ضرورت نہیں تو پھر بطریقِ اولیٰ ہے کہ اُسے جہت وغیرہ کے تعلق کی حاجت نہ ہو پس جیسے علم کیف و صورت کا محتاج نہیں ایسے ہی رؤیت کو بھی کیف و صورت کی محتاجی نہ ہونا لازم ہے۔

مسئلہ : رؤیت معرفت سے اعلیٰ ہے اس لئے کہ عارف ہمیشہ منازل وصال کے مشتاق رہتے ہیں بخلاف عارفین باللہ حضوری کے کہ انہیں وصال کے بعد منازلِ معرفت کا اشتیاق نہیں رہتا۔

(ف) بعض فرماتے ہیں کہ معرفت الطف اور رؤیت اشرف ہے۔

نکتہ : حضرت الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی قدس سرہ نے فرمایا کہ علماء کا وصالِ الٰہی علم و استدلال کے مطابق ہوگا اور عارفین کو مشاہدہ و معاینہ کے مطابق ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ مشاہدہ و معائنہ عام

marfat.ocm
Marfat.com

اشیاء کے مشاہدہ و معائنہ کی طرح نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیف و این سے منزہ ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ و معائنہ یہ ہے کہ بندہ کا وجود مضمحل ہو کر وجود حقیقی میں فانی ہو جائے تو پھر وجودِ حقیقی واضح اور منکشف ہو۔

مسئلہ صُوفیانہ : صاحبِ رُوح البیان نے فرمایا کہ جو بندہ اپنی خودی کو مٹا کر فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بصیرت سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لے ورنہ ناجائز ہے ؎

چُوں تجلی کرد اوصاف قدیم　　پس بسوزد وصف حادث را گلیم

ترجمہ : جب اوصاف سے تجلی کرتا ہے تو وصف حادثات کا سارا سامان جل جاتا ہے۔

مثلاً سُورج جب اپنی پُوری جوانی پر ہو تو اُس کے دیکھنے کے وقت آنکھ چُندھیا جاتی ہے تو پھر ذاتِ حق کا دیکھنا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ قلب عالم ملکوت سے ہے اس میں بصیرت ہوتی ہے جو اسے شئے کے دیکھنے کا کام دیتی ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عالمِ ملکوت اُمور وہمیہ یعنی زمان و مکان جہت کیفیت وغیرہ کے قیود سے پاک ہے اس لئے کہ یہ اُمورِ وہمیہ عالم ملک کے احکام سے ہیں۔ کجا عالم ملکوت و کجا عالم مُلک۔ اُن کو ایک دُوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، لیکن یہ وُہی سمجھتا ہے جسے علم سلوک سے کچھ حصہ نصیب ہے۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

شکر کمال حلاوت پس از ریاضت یافت　　نخست در شکن تنگ ازاں مکان گیرد

ترجمہ : حلاوت تو اُس نے ریاضت کے بعد پائی ؛ ورنہ پہلے تو ایسے دُکھ میں تھا کہ مکان کو اس سے عار تھی۔

(ف) لطیف وہ ہے جو مخفی امور کے دقائق و غوامض کو جانے اور جُملہ اُمور کے دقیق و ثقیل معاملات کو جاننے کی وجہ سے ضرورت مند کے ہاں اُس کی ضروریات، نرمی سے پہنچائے۔ سختی کا درمیان میں نام تک نہ ہو جب کسی کے فعل میں نرمی اور لُطف فِی الادراک ہو تو اُس وقت لطیف کا معنےٰ مکمل ہوتا ہے اور کمال فی العلم والفعل کا تصور صرف ذات باریتعالیٰ کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔

سبق : سالک کے لئے لطیف کا معنیٰ یہی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ لطف و شفقت سے پیش آئے اور انہیں دعوتِ الٰہی پیش کرے تو لطف کو مدِ نظر رکھ کر اور انہیں راہِ حق کی ہدایت دے اور سعادتِ ابدی کے لئے بُلائے لیکن اس میں سختی و دُرشتی کو درمیان میں نہ لائے اور نہ ہی کسی سے لڑائی کرے اور نہ ہی تعصب سے کام لے۔

فائدہ : وجود لطف سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان حق کو قبول کرتے ہُوئے اپنے میں اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ اور اعمال صالحہ پیدا کرے اس لئے کہ یہی امور زبانی جمع خرچ اور میٹھے میٹھے بول

marfat.ocm
Marfat.com

ہزار درجہ بہتر ہیں۔

نکتہ : حضرت شیخ الاکبر قدس سرہ نے فرمایا کہ ارشاد نبوی صَلُّوْا کَمَا رَأَیتمونی اُصَلِّیْ ،، جیسے میں نماز پڑھتا ہوں ایسے ہی نماز پڑھو ،، میں فعل کا حکم ہے نہ کہ قول کا اس لئے کہ فعل قول سے راجح ہوتا ہے! چنانچہ کسی نے کہا ؎

وَاِذَا الْمَقَالُ مَعَ الْفَعَالِ وُزِنَتْہٗ رَجَحَ الْفَعَالُ وَخَفَّ کُلُّ مَقَالٍ

ترجمہ : قول و فعل کا موازنہ کیا جائے تو فعل قول سے بڑھ جائے گا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

پند فعلے خلق را جذاب تر ٭ کہ رسد در جان ہر باگوش کسر

ترجمہ : نصیحت مخلوق کے فعل کو کھینچتی ہے بہرے کان کو بھی جان بخش دیتی ہے ،،

اور خبیر وہ ہے کہ جس سے کوئی مخفی سے مخفی بات پوشیدہ نہ ہو۔ ملک و ملکوت کا ہر حکم اسی کے امر سے جاری ہو اور ہر عالم کا ہر ذرہ اُسی کے ایماء سے متحرک ہو۔ ہر نفس کو اس سے سکون نصیب ہو اور اگر کسی کو اضطراب ہو تو اسی سے اور کسی کو اطمینان اور چین ہو تو اُس سے وہ جملہ امُور کو جانتا ہو اور خبیر بمعنے علیم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جن امُور کو امُور مخفیہ سے تعلق ہو ان کے جاننے والے خبیر اور اُس کے مصدر کو خبرۃ سے تعبیر کرتے ہیں اور بندے کو خبیر کہا جاتا ہے اس لئے کہ جو کچھ قلب اور بدن میں جاری ہُوا اس سے وہ باخبر ہے اگرچہ قلبی امُور کتنے ہی مخفی کیوں نہ ہوں بلکہ دل کے کھوٹ یا خیانت کا تصور جاننا اسی طرح دل کے جلا بخشنے والے کاموں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور شرور کو پوشیدہ اور نیکیوں کو ظاہر اور اخلاص و افلاس کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ قلب کے امُور سے متعلق ہیں۔ ان سے باخبر ہونا کسی زیرک انسان کا کام ہے بلکہ سمجھدار انسان اپنے نفس کی مکاریوں و غداریوں سے پُورا واقف ہوتا ہے۔ ایسا انسان اپنے نفس کا خوب مقابلہ کرتا ہے اور اُس کی چالاکیوں کا پُورا قلع قمع کرتا ہے۔ اس لئے ایسے بندے کو خبیر کہنا موزوں ہے۔

تفسیر عالمانہ

قَدْ جَآءَکُمْ ،، اے پیارے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو فرمائیے بالخصوص اہلِ مکہ کو بے شک تمہارے ہاں آئے ہیں۔ بَصَآئِرُ ،، دلائل مِنْ رَّبِّکُمْ ،، تمہارے رب کی طرف سے جن میں توحید کے دلائل کے علاوہ نبوت کی حقانیت کا بیان ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ بعثت و نشر اور حساب و کتاب اور جزاء و سزا حق ہے۔

حل لغات : بصائر ،، بصیرۃ کی جمع ہے ہر وہ نُور جس سے قلب اشیاء کو دیکھے جیسے بَصر ہر اُس نُور کو کہا جاتا ہے جس سے آنکھ دیکھتی ہے ؛ لیکن عرف میں بصیرۃ اس قوت کو کہا جاتا ہے جو قلب معقولات کے ادراک کے لئے امانت رکھی گئی ہے اسے معلوم کرے تاکہ قلب معقولات کا ادراک

marfat.ocm
Marfat.com

کر کے مقاصد کے لئے حجۃ بتینہ تیار کر سکے چونکہ قوۃ مُودَعَہ اور قلب کی بینائی ہر دونوں ہی ادراک کا سبب ہیں۔ اسی لئے قوۃ مودعۃ پر استعارۃً اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

فَمَنْ اَبْصَرَ ،، پس جو شخص اِن دلائل کے ذریعے حق دیکھ کر ایمان لاتا ہے۔ فَلِنَفْسِہٖ تو وہ اُس کی اپنی ذات کے لئے ہے۔ یعنی جس نے دلائل کو دیکھا ہے ان دلائل سے اس دیکھنے والے کو فائدہ ہوگا۔ وَمَنْ عَمِیَ ،، اور جس نے دلائل کے ظہور و وضوح کے باوجود انہیں نہ دیکھا اور گمراہی کا راہ اختیار کیا۔

نکتہ : دلائل نہ دیکھنے کو اندھاپن (عمی) سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا فعل نہایت درجہ کا قبیح تھا اور اس کی قباحت سے پورے طور نفرت کی جائے۔

فَعَلَیْھَا ،، پس اس بُرے فعل کا وبال اسی پر ہوگا۔

تفسیر صُوفیانہ

: اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کے دل میں بصیرت امانت رکھی ہے جس سے ان حقائق غیبی اور کمالات کا مشاہدہ کرتا ہے جو اہل اللہ کو نصیب ہوتے ہیں۔ جس طرح ہر انسان کو آنکھ عطا ہوئی کہ جس سے دُنیا کی ظاہری اشیاء کو دیکھا جاتا ہے یعنی ماکولات و مشروبات و ملبوسات و منکوحات وغیرہ وغیرہ جو کچھ قلب کی بصیرت سے مراتب علویہ، اخرویہ، باقیہ کو (اسی طرح کمالاتِ قرب اور وہ امُور جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے تیار ہونے ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی کسی کے تصوّر میں آسکتا ہے) دیکھتا ہے تو ایسا شخص اُن کے حصُول کے لئے مشغول ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے راہ پر چلنے کی جدوجہد کرتا ہے اور وہ دُنیاوی اور باطل امُور سے دُور و گریزاں ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کا یہ حال ہوتا ہے کہ دُنیا کی زینت اور اُس کے نقش و نگار اور اس کے شہوات فانیہ سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ یہی اس کی سعادت و کرامت ہوتی ہے جو اس کے نفس کو نصیب ہوتی ہے: ورنہ اللہ تعالیٰ تو تمام عوالم کے جملہ امُور سے بے نیاز ہے اور جو اِن امُور سے اندھا ہُوا اور اُسے بصیرت نصیب نہ ہو تو جسم کی آنکھ سے دیکھا اور دُنیا کے نقش و نگار اور اس کے شہوات میں مشغول ہو گیا اور اس کی لذتوں میں محو ہُوا اور حیوانوں کی طرح ان میں صرف کھانے پینے تک محدود رہا تو اُس کی بصیرت اندھی ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کی ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ اُن کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ ایسے لوگوں کو شقاوت اور دائمی خسارہ نصیب ہُوا (کذا فی التاویلات النجمیہ)

وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ،، اور میں تمہارا محافظ نہیں ہوں بلکہ میں تو مُنذِر و مبلغ اللہ صاحب کا نگران ہے وُہی تمہارے اعمال کو جانتا ہے اور وہی تمہیں اعمال کی جزاء و سزا دے گا۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ

" وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ " یعنی مذکورہ تعریف کی طرح ہم آیات کو پھیرتے ہیں جو عجیب معانی پر دلالت کرتی اور بہترین معانی واضح کرتی ہیں۔ یہ صرف سے ماخوذ ہے۔ یعنے نقل الشئ من حال الی حال یعنی شئ کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف نقل کرنا۔ " وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ " یہ محذوف کلام کی علت اور لام عاقبت کی ہے اور الدرس بمعنی القرأۃ والتعلم یعنی پڑھنا اور تعلیم حاصل کرنا۔ یعنی انجام کار یہ لوگ ہی کہتے ہیں کہ آپ نے یہ باتیں کسی دوسرے سُنی ہیں۔

شانِ نزول : قریش مکہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ آپ یہ باتیں روم کے دو قیدیوں یعنی سیار وجبیر سے سُن کر ہمیں پڑھ کر بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ کلام تو اللہ تعالیٰ سے اُترا ہے۔

(ف) وہ قیدی رُومی قریش کی قید میں تھے۔

" وَلِنُبَيِّنَهٗ " اس کا عطف لِيَقُوْلُوْا پر ہے اور لام اپنے اصل پر ہے اس لئے کہ تبیین تعریف کا مقصود ہے۔

سوال : آیات تو جمع کا صیغہ ہے اور ضمیر واحد کی کیوں۔

جواب : آیات قرآن کی تاویل ہیں۔ جنابریں ضمیر بھی واحد کی ہے۔

" لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ " علم والوں کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہی اس سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

" اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ " جس کی آپ کو وحی کی گئی ہے۔ اس کی آپ اتباع کرتے رہیں یعنی قرآنی تعلیمات میں جو کہ ان میں عمدہ توحید ہے۔ اگرچہ کفار آپ پر جیسے ہی طعن تشنیع کرتے رہیں۔

" لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ " اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ : اور مُشرکین سے رُوگردانی فرمایئے۔ اپنی قوم کی پرواہ مت کیجئے اور جو کچھ وہ بکتے ہیں۔ یا آپ کے متعلق غلط آراء قائم کرتے ہیں انہیں خیال میں نہ لائیے۔ اس لئے کہ جاہلین کی جہالت سے رسالت و نبوت کے پیغامات پہنچانے میں کوتاہی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

بگو آنچہ دانی سُخن سُودمند وگرہیچ کس را نیاید پسند
کہ فردا پشیماں برآرد خروش کہ آوخ چرا حق نکردم بگوش

ترجمہ : وہ سخن بول جو سودمند ہے اگرچہ کسی کو پسند نہ آئے
کہ کل پریشان ہوکر تو شور مچائے گا کہ افسوس میں نے حق کیوں نہ سُنا

marfat.ocm
Marfat.com

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ ،، اور اگر اللہ تعالیٰ اُن کی توحید یعنی ان کا مشرک ہونا نہ چاہے۔ مَآ اَشْرَكُوْا ۔ تو وہ مُشرک نہ ہوتے۔

سوال : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ مشرکین کی توحید و ایمان چاہتا ہی نہیں حالانکہ یہ تو نہایت قبیح امر ہے اور قبیح کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف حرام ہے۔

جواب : اللہ تعالیٰ کے نہ چاہنے کی نسبت اس وقت نہیں جبکہ کفار ایمان و توحید کی طرف رغبت رکھ کر متوجہ ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس سے روکے۔ یہ معنیٰ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ معنے ہے کہ جب یہ لوگ اپنے اختیار کو ایمان پہ صرف ہی نہیں کرتے بلکہ کفر پہ ڈٹے ہوئے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اُن کے ایمان و توحید کا بھی ارادہ نہیں فرماتا۔

وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ ،، یہ اور حَفِيْظًا اپنے ماقبل کے متعلق ہیں۔ یعنی ہم نے آپ کو ان پہ حفیظًا نگران اور محافظ نہیں بنایا کہ آپ ہماری طرف سے اُن کے اعمال کی نگرانی کرتے رہیں اور وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلٍ ہی آپ ان کے وکیل ہیں کہ اُن کے امور کا نظم و نسق سنبھال کر اُن کی مصلحتوں کی تدبیریں بناتے رہیں۔

حفیظ و وکیل میں فرق : آیت میں حفیظ وکیل دونوں کو یکجا لانے میں اشارہ ہے کہ ان دونوں میں معنوی فرق ہے اس لئے کہ حافظ و حفیظ وہ ہے جو کسی کو نقصان رساں شئے سے بچائے اور وکیل وہ ہے جو کسی کو نفع رسانی کی تدبیر بنائے۔

فائدہ : آیت سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کا حق ۔ وہ بدبخت قبول نہیں کرتا جو ازل سے بدبختی کا شکار ہُوا ہو۔ ایسے بدبختوں کے لئے اللہ تعالیٰ بھی ہدایت دینا اور ان کو سعادت مند بنانا نہیں چاہتا۔

ازلی بدبختی کی علامات : (۱) آنکھیں کبھی خوفِ خُدا سے نہ روئیں۔
(۲) دل بہت سخت ہو۔
(۳) دنیا کی محبت بہت زیادہ ہو۔
(۴) دنیوی آرزؤں کی بہتات ہو۔

سعادت مند کی نشانیاں : (۱) صالحین (اولیاء اللہ کی محبت اور اُن کے قرب کی تمنا (۲) تلاوتِ قرآن مجید
(۳) شب بیداری
(۴) صُحبتِ عُلمائے (اہلسنت)
(۵) رقتِ قلبی

marfat.ocm
Marfat.com

حکایت : حضرت ابراہیم مہلب سیاح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ ایک لڑکی کو دیکھا کہ وہ کعبہ معظمہ کا غلاف پکڑ کر کہہ رہی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ میں تجھے محبت کا واسطہ دے کر عرض کرتی ہوں کہ میرا دل مجھے واپس لوٹا دے میں نے کہا بیٹی تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ بے نیاز تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اُس کی عنایتِ سابقہ کے لشکر نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھ پر بہت سا مال خرچ کر کے شرک کے علاقوں سے نکال کر توحید کے شہر میں پہنچایا اور جہالت کے گڑھے سے نکال کر مجھے عرفان کے شہر میں بسایا۔ یہ اُس کی محبت و عنایت ہی تو اور کیا ہے۔ حضرت حافظ شیرازی نے فرمایا :

چوں حسن عاقبت نہ برندی و زاہد ایست آن بہ کہ کارِ خود بعنایت رہا کنند

ترجمہ: جب حسن کا انجام ترک دینا اور زہد ہے تو پھر وہی بہتر ہے کہ وہ اپنے کرم سے جس طرح چاہیں نجات دیں

سبق : نیک بندے پر لازم ہے کہ وہ نیکی کرنے میں سبقت کرے۔ اس لئے کہ اعمالِ صالحہ سعادت کی علامت ہیں اور نیک اعمال سے کترانا اور لمبی لمبی آرزوؤں میں مبتلا ہونا بدبختی کی علامت ہے۔

حکایت : ایک عابد نے اللہ تعالیٰ سے آرزو کی کہ انہیں ابلیس کی اصلی شکل دکھائی جائے اسے جواب ملا کہ آپ صرف اپنی عافیت کی خیر مانگئے اور بس، لیکن وہ اس پر مُصِر رہا کہ ایک بار تو ابلیس کو ضرور دیکھوں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس کے سامنے کر دیا۔ ابلیس کو دیکھ کر اس عابد نے اسے مارنے کا ارادہ کیا تو ابلیس نے کہا اگر تم ایک سو سال زندگی بسر کرو تب بھی میں تمہیں گمراہ کر کے تو تباہی کے گڑھے میں ڈال دوں گا اس سے عابد کو غرور پیدا ہو گیا اور کہا کہ تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا اس لئے کہ اگر کوئی گناہ کر لوں گا تو پھر توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لوں گا ؛ چنانچہ ایک مدت کے بعد شیطان ابلیس نے اس عابد کو گمراہ کر کے تباہی کے گڑھے میں ڈال دیا۔

سبق : اس حکایت سے معلوم ہوا کہ انسان کو لمبی آرزو تباہ و برباد کرتی ہے۔ اس لئے کہ وہ بڑی آفت ہے۔ صائب نے کہا ؎

درسرایں غافلاں طول امل دانی کہ چیست ❊ آشیاں کردست مارے در کبوترخانہ

ترجمہ : ان غافلوں کے خیال میں طول امل کے سوا کچھ نہیں۔ کبوترخانہ میں تو سانپ نے بسیرا کر لیا ہے۔

تفسیر صُوفیانہ : رسُول علیہ السلام کے ذمہ صرف تبلیغ احکام ہے اور بس۔ صرف فرق اتنا ہے کہ عوام کو توحید کی طرف بُلاتے ہیں اور خواص کو وحدانیت

marfat.ocm
Marfat.com

کی طرف اور خواص الخواص کو وحدۃ کی طرف۔ کچھ یہی حال اولیاء اللہ کا ہے (جو انبیاء علیہم السلام کے وارثین ہیں) لیکن ان مقامات پہ پہنچنا انسان کے اپنے بس کی بات نہیں اور نہ ہی مرشد کے ارادہ پر ہے کہ جس کے لئے وہ چاہے تو اسی طرح ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت پر ہے، لیکن ان تمام مقامات کا اصل سرچشمہ توحید ہے کہ جس طرح مومن اس سے ہی مومن بنتا ہے تو کافر بھی اسی کے انکار سے کافر بنتا ہے۔ مومن مخلص وہ ہے جو توحید کے تکرار میں لگا رہے۔ اس لئے شرک جلی ہو یا خفی اس توحید سے مٹتا ہے۔ مومن ناقص تو مشرک اور شرک جلی کو خیال میں لاتا ہے لیکن مومن کامل مشرک شرک خفی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ کفار سے اعراضِ حقیقی حاصل ہو تو اس کے ساتھ ظاہری اختلاط سے نقصان نہیں پہنچتا اس لئے کہ اگر یہ ظاہری اختلاط بھی نہ ہو تو پھر اُسے دعوت کس طرح دی جا سکے گی اور اس پر حجت کس طرح قائم کی جا سکے گی اور قیامت میں اُسے کس طرح ساکت کیا جا سکے گا۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ عَلٰى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰى ،، اللہ تعالیٰ صرف اسے اپنی دارالسلام کی دعوت دیتا ہے جو ہدایت کی اتباع کرتا ہے اور جو خواہش نفسانی کے دَرپے رہتا ہے اسے قیامت میں سخت ملامت اور رُسوائی نصیب ہوگی۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

چہ شکرہا است دریں شہر قانع شدہ اند ۔۔۔ شاہباز ان طریقست بمقام مگسے

تفسیر عالمانہ

۱۰۸ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ ،، اے مومنو! گالی نہ دو۔ اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ ،، انہیں جو بتوں کو پرستش کرتے ہیں۔ یعنی انہیں پکارتے اور اُن کی عبادت کرتے ہیں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ،، درانحالیکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تجاوز کرنے والے ہیں اُن سے کفارِ مکہ مُراد ہیں۔

(ف) مولانا ابو السعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ،، بحیثیت عبادت کے انہیں گالی نہ دو خلہٗ یُوں نہ کہو اے کافرو! تمہیں اور تمہارے معبودوں کے لئے خرابی ہو۔

فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ،، تو وہ بھی حق سے متجاوز ہو کر تمہاری طرح وہ تمہارے معبود کو گالی دیں گے۔ (ف) عدوًا یا مفعول مطلق ہے اس لئے کہ سب بھی ایک قسم کی عداوت ہے یا وہ مفعول لہٗ ہے یعنی وہ تمہیں عداوت کی وجہ سے گالی دیں گے۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ ،، یہ فَيَسُبُّوْا سے حال ہے یعنی وہ گالی دیں گے۔ درآنحالیکہ انہیں نہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور نہ ہی اُس کی شان کے وہ آداب جانتے ہیں اِس لئے کہ وہ نرے جاہل ہیں کیونکہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی شانِ مرتبت کا علم ہوتا تو اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرتے۔

marfat.ocm
Marfat.com

سوال : وہ اللہ تعالیٰ کو کس طرح گالی دے سکتے جبکہ وہ شان الوہیت کے قائل تھے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا انہیں اقرار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بتوں کی پرستش بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں شفاعت کی نیت پر کرتے۔

جواب : اگرچہ وہ صراحۃً اللہ تعالیٰ کو گالی نہ دیتے لیکن اُن سے اپنے بُتوں کی غیرت سے ایسے اُمور سرزد کرتے جن سے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کا پہلو نکلتا۔ جیسے انسان کی فطرت ہے کہ جب غیظ و غضب سے بھرپور ہو جاتا ہے تو اُس سے ایسے اُمور سرزد ہوتے ہیں جن کا ارتکاب اس سے نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ بلکہ انسان بسا اوقات شدتِ غضب سے کلماتِ کفریہ بھی بک جاتا ہے (العیاذ باللہ)

مسئلہ : آیت سے ثابت ہوا کہ جو طاعت گناہوں کا سبب بن جاتی ہے اُسے ترک کر دینا ضروری ہے اس لئے کہ جو شے شر کا سبب بنے وہ بھی شر کہلاتی ہے۔ مثلاً بتوں کی مذمت اور انہیں گالی دینا اصول طاعات سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن سے روک دیا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک بہت بڑے گناہ کا سبب بنتی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے اور اُنہیں گالی دینے کا موجب بن جاتی ہے۔ اس سے سفاہت کا دروازہ کھل جائے گا۔

مسئلہ : جب کوئی کسی کے متعلق یقین کرے کہ وہ اس کی نصیحت سے یعنی اسے ایک برائی کے روکنے سے وہ کئی دُوسرے بڑے گناہ میں مُبتلا ہو جائے گا تو ایسے انسان کو نصیحت نہ کرنا لازم ہے۔ بلکہ اُسے ویسے ہی حال پہ رہنے دے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

مجال سخن تا نیابی مگوئی　　چو میداں نہ بینی تگہدار گوئی

ترجمہ : سخن کا موقعہ نہ ہو تو نہ بول جب میدان نہ ہو تو سخن کو نگاہ رکھ اور گیند نہ پھینک۔

كَذٰلِكَ ،، یعنی اس تزیین قوی کی طرح اس سے کفار کا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا اور اُن کی اصنام پرستی مراد ہے۔ **زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ** ،، ہم نے زینت دی ہر اُمت کو اُن کے اعمال بھلے یا بُرے طاعت یا معصیت یعنی جب ان میں کسی ایک کو اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں اُن کی طرف طبیعت کا میلان پیدا کر دیتا اور نیکی کی توفیق بخشتا یا بُرائی کا خوگر بناتا۔

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ ،، پھر اپنے ربِ کریم اور جملہ امور کے مالک کی طرف **مَّرْجِعُهُمْ** ان کا رجوع ہوگا۔ اس سے مرنے کے بعد اُٹھنا مُراد ہے۔ **فَيُنَبِّئُهُمْ** ،، پس وہ انہیں بُلا تاخیر خبر دیگا۔ **بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** ۝ بسبب اُن کے اعمال کے جو دُنیا میں دائمی طور کرتے اور وہ بُرے اعمال انہیں نہایت اچھے لگتے۔ یہ اس محاورہ سے ہے جو کسی کو سزا و عتاب سے ڈرائے۔ مثلاً کسی نے کسی دُوسرے

marfat.ocm
Marfat.com

کو دھمکانا ہوتا ۔ تو کہتا سا خبرکَ بِمَا فَعَلْتَ ،، میں عنقریب تیری خبر لوں گا جو کہ تُو نے فلاں کام کیا ہے۔ اس کی تجھے عنقریب سزا مل جائے گی۔

نکتہ : اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ جو اُمور یہاں ہمیں بہتر اور بھلے محسوس ہوتے ہیں۔ کل قیامت میں اُن کی مخالف صُورت میں ظاہر ہوں گے۔ اس لئے کہ گناہ انسان کے لئے زہرِ قاتل ہیں ۔ اِس دُنیا میں تو نہایت حسین محسوس ہوتے ہیں (جو کہ عاصیوں کی نگاہوں میں بے نظیر نظر آتے ہیں) چنانچہ اس آیت کے "زیّنا" کے کلمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت طاعات کی ہے کہ باوجودیکہ حسن وجمال میں وہ اپنی نظیر آپ ہیں، لیکن بعض اوقات انسان کو قبیح محسوس ہوتے ہیں۔

حدیث شریف : حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے گرد مکارہ اور دوزخ کے گرد شہوات کھڑی کی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کفار و مجرمین کو دُنیا میں بُرے اعمال (کفر وغیرہ) ایسے مزین نظر آتے ہیں کہ انہیں اُن کے سوا اور کوئی شئے اچھی نہیں لگتی، لیکن آخرت میں اُن کی حقیقت ایسے مکروہ منظر میں متبدل ہو جائیں گی جنہیں وہ دیکھ کر گھبرائیں گے۔ اِس پر انہیں کہا جائیگا یہ تمہارے وہی کرتوت ہیں جن کے تم دُنیا میں مرتکب ہوئے تھے جو آج اس قباحت کے ساتھ تمہارے سامنے ہیں اور اُن کی حقیقی اور اصلی شکل یہی ہے جنہیں تم دُنیا میں نہایت درجہ کے شکیل وجمیل صُورت میں دیکھتے تھے اور تم کو اُس کی اطلاع دُنیا میں دی جا چکی تھی کہ ان برائیوں کی ظاہری شکل کو نہ دیکھو کہ ان کی حقیقت اور اصلی صُورت بہت بڑی خواب ہے لیکن تم نے اس وقت کوئی بات نہ مانی (تفسیر الارشاد)

فائدہ : اللہ والوں کو یہی بُرے اعمال دُنیا میں ہی گندی صُورت میں نظر آجاتے ہیں جنہیں وہ اچھی صُورت میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حکایت : حضرت شیخ ابوبکر ضریر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک جمیل شخص رہا کرتا تھا جو رات عبادت میں گزارتا اور دِن کو روزے سے رہتا ایک دِن میرے ہاں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے رات کو خواب کے ہجوم سے اوراد نہیں پڑھ سکا۔ نیند میں دیکھ رہا تھا کہ میرا حجرہ پھٹ گیا ہے اور میرے اس حجرے سے چند نوجوان حسین وجمیل لڑکیاں نکلی ہیں۔ اِن میں ایک بدنما اور نہایت گندی شکل والی بھی ہے۔ میں نے اُن سے کہا تم کس کی لونڈیاں ہو اور یہ بدشکل کس کی ہے اُن سب نے کہا ہم سب تیری وہ راتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزارتا تھا اور یہ سیاہ فام تیری یہی رات ہے کہ جس میں تو نے اپنے اوراد و وظائف اور عبادت کے کے نیند کر رہا ہے۔ اگر تو اسی رات مرجاتا تو رات اس شکل میں تجھے نصیب ہوتی۔ پھر وہی بدنما گندی شکل والی نے یہ شعر پڑھے۔

marfat.ocm
Marfat.com

اسئال لمولاك وارددنی الیٰ حالی　　فانت قبحتنی مِنْ بَیْنِ اشکالی
وقد اردت بخیر اذ وعظمت بنا　　ابشر فانت مِنَ المَولیٰ علی حال

ترجمہ : اپنے مالک و مولیٰ سے میرے متعلق سوال کیجئے تاکہ وہ مجھے اپنی اصلی صورت میں لوٹا دے اس لئے کہ تو نے ہی مجھے قبیح بنایا اور تم نے تو نیکی کے ارادے کئے ہوئے تھے اور اس کی تو ہمیں نصیحت دیتا ہے۔ اس پر تمہیں مبارک ہو کہ تو ہر حال میں ہمارا مولیٰ ہے۔ پھر حسین شکل والیوں سے ایک نے یہ شعر پڑھا ؎

نحن اللیالی اللواتی کنت تسھرھا　　تتلوا القرآن بترجیع وانات

ترجمہ : ہم تیری وہی راتیں ہیں جنہیں تو اچھے لہجے سے قرآن پڑھ کر زندہ رکھتا تھا۔

نسخہ رُوحانی

: بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ نفس کے کسی ایک عیب کا انکشاف ملکوت کے انکشاف سے بہتر ہے اس لئے انسان کا مقصود طبیعت اور نفس کی اصلاح ہے اور اکل و شرب اور نیند صفات بہیمیہ سے ہیں اور طبیعت کے مقتضیات یہی ہیں۔

تفسیر صُوفیانہ

: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ زینا لِکُلِّ اُمَّۃٍ الخ یعنی ہم ہر امت کے مقبول لوگوں کے اعمال اہلِ قبور کے لئے سنوار رہے ہیں اور مردودوں کے اعمال اہل رد کے لئے مزین کئے ہیں۔ ثُمَّ اِلیٰ رَبِّھِمْ مَّرْجِعُھُمْ ،، پھر ان کا رجوع اس گروہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری دیں گے۔ فَیُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا الخ ،، پس اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کی خبر دے گا۔ اہل قبول تو اعمال صالحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لئے وہ صحیح راستہ پر چلیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و احسان سے نوازے گا۔ اس لئے کہ وہ نیکی کرنے والے ہیں اور اہلِ رَدّ چونکہ اللہ تعالیٰ کے کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں اس لئے وہ ہلاکت اور قہر کی وادی میں بھٹکتے ہُوئے حاضری دیں گے بنابریں عدل و انصاف کے طور انہیں گھاٹے اور خسارے میں ڈالا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ دُنیا میں بُرائیوں کے مرتکب ہوتے رہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

جملہ دانند ھیں اگر تو نگردی　　ہر چہ می کاریش روزے بدروی

ترجمہ : تمام کو معلوم ہے کہ اگر تو نے کوئی کام نہ کیا پھر یاد رکھ کہ جو کچھ بوئے گا وہی اُٹھائیگا۔

حکایت

: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی جو عبادت کرتے کرتے کوزہ پشت ہو چکی تھی۔ میں نے کہا آپ اپنے نفس پر نرمی کیوں نہیں کرتیں۔ اُس نے جواب دیا کہ اے شیخ تمہیں معلوم ہے کہ نفس کی نرمی اپنے مولیٰ سے دُوری کا سبب بن جاتا ہے اور جو اپنے مولیٰ سے دُور ہو جاتا ہے وہ دُنیا میں مشغول ہو کر خود کو مصائب و پریشانیوں میں ڈال دیتا ہے۔ میں

marfat.ocm
Marfat.com

اپنے اعمال میں جدوجہد کروں تب بھی کچھ نہیں ہوں۔ پھر میرا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ میں اعمال صالحہ میں کوتاہی کروں۔ اس کے بعد فرمایا کہ سباق کی حسرت اور فراق کا درد بہت سخت ہے سباق کی حسرت تو یہ ہے کہ جب لوگوں کو قبروں سے اُٹھایا جائے تو بعض حضرات وہ ہوں گے جو نُورانی سواریوں پر سوار ہو کر عزوجل کے محل میں پہنچیں گے اور اُن کے لئے محبّین کی منازل پیش کی جائیں گی اور مقربین کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے اور جو اُن سے پیچھے رہ جائیں گے انہیں سخت حسرت ہوگی اور غم کے مارے اُن کے دل پھٹنے پر آجائیں گے افسوس کھائیں گے ندامت اور شرمساری سے اُن کے دل پگھل جائیں گے اور فراق کا درد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کی آپس میں جُدائی ڈالے گا۔ یعنی تمام مخلوق کو میدانِ محشر میں ایک جگہ جمع فرمائیں گے اور ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ وہ زور سے پکارے اے مجرمو! علیحدہ ہو جاؤ۔ اُس وقت متقین کو کامیابی نصیب ہوگی ؛ چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے : وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اس وقت شوہر کو اپنی زوجہ سے اور بچے کو ماں سے اور دوست کو دوست سے جُدا کیا جائے گا۔ اُن میں سے ایک کو ریاضِ جنّت کی طرف نہایت اجلال واکرام سے لایا جائے گا۔ اور دوسرے کو پاؤں اور گردن میں بیڑیاں اور زنجیر ڈال کر عذابِ جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا اور انہیں اس جُدائی اور فراق پر بہت سخت دُکھ اور درد پہنچے گا۔ جس سے وہ سخت روئیں گے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی نہریں جاری ہو جائیں گی۔ ایک دُوسرے سے جُدائی کے وقت گویا یہ شعر پڑھیں گے ؎

لَوْ كنت ساعة بينَنَا مَا بَيْنَنَا ۔۔۔ و رأيت كيفَ نُكرِّر التوديعا

لعلمت ان من الدموع لاجرًا ۔۔۔ تجرى وعَايَنْت الدماءُ دُمُوْعًا

ترجمہ : اگر میں اس وقت ہوتا جبکہ ہمارے مابین جُدائی ڈالی جا رہی تھی اور دیکھتا کہ کس طرح ہمیں جُدا کیا جا رہا تھا تو مجھے معلوم ہوتا کہ بے شک اس وقت آنسو کے دریا بہہ رہے ہیں۔ اس وقت آنسو کے بجائے خون کی نہریں جاری ہیں۔

تفسیرِ عالمانہ

"وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ" (شانِ نزول) مروی ہے کہ کفارِ مکہ نے کہا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا جسے وہ زمین پر مارتے تو اس سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے۔ اور یہ بھی آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ بھی آپ فرماتے ہیں کہ صالح علیہ السلام نے اونٹنی پتھر سے نکالی تھی اور آپ بھی تو ہمیں ان میں سے کوئی معجزہ دکھائیے۔ اگر آپ ہمیں ان میں سے کوئی معجزہ دکھائیں گے تو بخدا ہم آپ کو ضرور نبی مان لیں گے اور اس پر بہت بڑا زور دیا اور قسمیں کھائیں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ تم کیا چاہتے ہو اُنہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ صفا پہاڑی کو سونا بنا دیں یا ہمارے بعض مردگاں کو زندہ کر دیں تاکہ ہم اُن سے آپ

marfat.com
Marfat.com

سے متعلق سوال کریں کہ کیا واقعی آپ سچے نبی ہیں یا فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیے تاکہ وہ ہمیں گواہی دیں کہ آپ رسُول برحق ہیں۔ حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا اگر ان میں سے بعض باتیں پُوری کر دُوں تو تم واقعی مسلمان ہو جاؤ گے۔ اُنہوں نے کہا خُدا کی قسم ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے۔ مسلمانوں نے بھی رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور! آپ ضرور انہیں کچھ نہ کچھ دکھا دیں تاکہ یہ لوگ ایمان کی دولت سے نوازے جائیں۔ آپ اس سے ملول و حزیں تھے تو جبریل علیہ السلام حاضر ہُوئے اور عرض کی کہ آپ اگر چاہیں تو مذکورہ بالا اُمور ضرور ہو کر رہیں گے لیکن یہ بدبخت ایمان نہیں لائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ اُن کے انکار کو دیکھے گا تو انہیں ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ اُن کی جڑ کٹ جائے گی۔ اگر آپ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیں تو ان میں سے بعض کو توبہ کی توفیق نصیب ہو گی۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہُوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفار قریش نے اللہ کی قسمیں کھائی ہیں۔ **جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ** ،، جہد مصدر ہے اور حال کے مقام پہ واقع ہے۔ دراصل جاہدین فی ایمانہم ،، یعنی وہ آنحالیکہ وہ اپنی قسموں میں جد و جہد کرنے والے ہیں۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی اپنی قسم کو تاکید اور سخت تاکید سے ظاہر کرے۔

لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ ،، کہ اگر اُن کے مطالبہ پر کوئی معجزہ ظاہر ہو **لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا** ،، تو وہ ضرور مان لیں گے **قُلْ** محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں فرمائیے۔ **اِنَّمَا الْاٰيٰتُ** ،، بے شک تمام آیات **عِنْدَ اللّٰهِ** ،، اللہ کے ہاں ہیں۔ وُہی اُن پر قُدرت رکھتا ہے۔ ان میں سے جنہیں چاہتا ہے ظاہر فرماتا ہے۔ ان میں کوئی بھی شے میرے بس کی نہیں اور نہ ہی ذاتی طور میں اپنے ارادہ سے انہیں ظاہر کر سکتا ہوں۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام سُناتا ہوں۔

(**ربط**) مذکورہ بالا حکم سُنا کر اب اِن معجزات کے عدم ظہور کی حکمت بتاتے ہیں اور اہل اسلام کو مخاطب کر کے بتایا اے مسلمانو! **وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ** اور کونسی شئی تمہیں بتاتی ہے کہ وہ اِن معجزات کو دیکھ کر ضرور ایمان لائیں گے بلکہ جونہی وہ معجزات دیکھیں گے وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے سرِ مُو بھی نہیں ہٹیں گے۔ اس لئے کہ اُن میں کُفر و عناد کا مرض ہے۔ تم اے مُسلمانو! اس راز کو نہیں جانتے فلہٰذا ان معجزات کے ظہور کی تمنا مت کرو۔ صرف اِس ارادہ پہ کہ کافر مسلمان ہو جائیں گے۔ اِشعار کا انکار سبب ہے ... نفی کا مسبب یعنی شعور کی بطور مبالغہ نفی کی گئی ہے۔

فائدہ : اس میں اشارہ ہے کہ کفار کی یہ قسمیں جھُوٹی ہیں اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اللہ تعالیٰ معجزات کو ظاہر بھی نہیں فرماتا۔ ہاں اُن کے لئے ظاہر نہیں فرماتا جو ازل سے

marfat.ocm
Marfat.com

اُس کی رحمت سے محروم ہیں۔

﴿۹﴾ وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ ،، اس کا لَا یُؤْمِنُوْنَ ،، پر عطف ہے یعنی اے مسلمانو! تمہیں کیا پتہ کہ میں اُن کے دل اُس وقت پھیر دیتا ہوں جس سے وہ حق سے رُوگردانی کر کے حق کو سمجھتے ہی نہیں۔

وَ اَبْصَارَهُمْ ،، اُن کی آنکھوں کی روشنی چھین لیتا ہوں کہ جس سے وہ حق کو دیکھتے نہیں اس لئے وہ ان آیات پر ایمان نہیں لائیں گے۔

كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ ،، جیسے کہ وہ پہلے آئی ہوئی آیات پر ایمان نہیں لائے۔

اَوَّلَ مَرَّةٍ ،، اس سے قبل جو اُن پر معجزات ظاہر ہوئے مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ وَّ نَذَرُهُمْ ،، اُس کا عطف بھی لَا یُؤْمِنُوْنَ پر ہے اور یہ بھی استفہام انکاری کے حکم میں داخل ہے۔ یعنی ہم انہیں چھوڑتے نہیں۔

فِیْ طُغْیَانِهِمْ ،، اُن کی گمراہی میں۔ یہ نَذَرُهُمْ کے متعلق ہے۔ یَعْمَهُوْنَ حیران پھرتے ہیں کہ ہم انہیں ہدایت نہیں دیں گے۔ جیسے اہلِ ایمان کو ہدایت سے نوازا ہے۔ یہ نَذَرُهُمْ کی ضمیر منصوب سے حال ہے۔

فائدہ : اس تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ ان کی استعداد بھی ختم کر دی گئی ہے اور وہ حق سے بالکل دُور ہو چکے ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ تو ہدائت کی طرف آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں آنے نہیں دیتا بلکہ اس کا مطلب وہی ہے کہ چونکہ اُن کی استعداد ختم ہو چکی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت بھی نہیں دی ورنہ یہ تو اجبار محض ہو گا کہ جب اللہ تعالیٰ کُلّی استعداد کے باوجود انہیں ہدائت نہیں دیتا تو وہ مقہور اور مجبور محض ہوں گے اور بحکم خداوندی اِن کے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔ اس طرح سے یہ ظلم ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی شان اور لطف کریمانہ سے بعید ہے اور نہ اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہے۔ فللہ الحجۃ البالغۃ ومن اللہ الہدایۃ والتوفیق

اس پارہ ہفتم کے ترجمہ سے فقیر نے شب منگل ۱۲۔ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ تقریباً گیارہ بجے فراغت پائی۔ اس کی تصحیح ۱۹½ھ سے فراغت پائی

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

(بہاول پور۔ پاکستان)

marfat.com
Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پارہ نمبر ۸

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اکٹھا لے

قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ

جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا ولیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں اور اسی طرح

جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

ہم نے ہر نبی کے دشمن کیے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

بات دھوکے کو اور تمہارا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو انہیں ان کی بناوٹوں پر چھوڑ دو

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا

اور اس لیے کہ اس کی طرف ان کے دل جھکیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور گناہ کمائیں

هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ

جو انہیں کمانا ہے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب

مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ

اتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ

سننے والے تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ

کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

کی راہ سے بہکا دیں وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں

marfat.ocm
Marfat.com

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾
تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون بہکا اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو
فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوْا
تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں
مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری
إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِأَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ
ہو اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں
بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۚ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْإِثْمَ
کو خوب جانتا ہے اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو گناہ کماتے ہیں
سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ
عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا
عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ
اور وہ بے شک حکم عدولی ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں
وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾
اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو

﴿١١١﴾ وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَآ إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ

تفسیر عالمانہ

(ربط) ۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَآ إِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ میں جسے اجمالاً ذکر کیا گیا تھا اب اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔ فرمایا —
اور اگر ہم ان کی طرف ملائکہ کو نازل کریں ۔ جیسا کہ اُن کا سوال ہے کہ
لَوْ أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ فرماؤ ہم اگر ہمارے ہاں ملائکہ نازل ہوں تو ہم انہیں آنکھوں سے دیکھ لیں۔
وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى اور اُن سے مُردے کلام کریں ۔ اور وہی آکر ایمان و اسلام کی
حقانیت کی گواہی دیں ۔ یعنی وہ زندہ ہو کر کہیں کہ اسلام حق ہے جیسا کہ ان کا سوال تھا کہ فَأْتِ بِاٰيَةٍ

فائدہ : صاحب تیسیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " پس ہم ان کے تمام مردگاں کو زندہ کریں اور وہ اُن

marfat.ocm
Marfat.com

سے کلام کریں اور آپ کی رسالت کی گواہی دیں" اگرچہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے صرف اپنے دو کاذبوں (قصی بن کلاب اور جدعان بن عمرو) کے زندہ کرنے کا سوال کیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں اُن کی برادری کے سردار بھی تھے اور اُن کے نزدیک سچے تھے۔ چنانچہ کہا کہ اگر آپ ان کو زندہ فرما دیں اور وہ آپ کی نبوت کی شہادت دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

وَحَشَرْنَا (اور ہم جمع کر دیں) عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا اُن پر ہر شے آمنے سامنے۔ قُبُلًا قبیل کی جمع ہے بمعنی کفیل اور اس کا منصوب ہونا کل شئ (مفعول بہ) سے حال ہونے کی وجہ سے ہے یعنی ہم ہر شے کو جمع کریں تاکہ وہ تمام چیزیں صحت امر اور حضور نبی پاک کی سچائی کی کفیل ہوں۔ یا قُبُلًا قبیل کی جمع ہے جو کہ وہ بھی قبیلہ کی جمع ہے یعنی جماعات یعنی ہم تمام مخلوق کے ایک ایک نوع اور فوج در فوج جمع کریں۔

فائدہ: تیسیر میں ہے کہ اس سے مراد ہر قسم کے جانور (ہاتھی سے لیکر مچھر تک) مراد ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم قیامت قائم کریں۔ مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا کسی حال میں بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ یعنی ان کا ایمان لانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے لیکن وہ تو ہمیشہ گناہوں میں منہمک رہتے ہیں اور تمرد و طغیان میں یکتا ہیں پھر ان کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے ایمان لانے کی مشیت کس طرح ہو سکتی ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ "اور لیکن اکثر ایمان سے بے خبر ہیں۔ یعنی مومن کافروں کے ایمان لانے سے بے خبر ہیں۔ جب اُن کے ہاں آیاتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو اہلِ ایمان کافروں کے ایمان لانے سے پُرامید ہو جاتے ہیں لیکن انہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے بے خبری ہے۔ اس معنی پر اس جملہ سے وَمَا يَشْعُرُكُمْ الخ کے مضمون کی تقریر و تاکید ہو گی۔

مسئلہ: معجزہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ کسی کو ایمان پر مجبور نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا اس کے متعلق ایمان کا ارادہ نہ ہو اور قیامت کے قائم ہونے سے اور کونسی اللہ تعالیٰ کی بڑی آیت ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کے لئے اگر قیامت بھی قائم ہو جائے تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ چنانچہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی اس فطرت کو بدلتی ہے جس میں استعداد ہو۔ جس میں استعداد نہ ہو۔ اسے مشیت نہیں بدلتی۔ اس لئے اہل ضلال قہر و جلال میں رہتے ہیں۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

marfat.ocm
Marfat.com

۱: از وحشی نیاید کہ مردم شود
بسعی اندر او تربیت گم شود
تواں پاک کردن ز رنگ آئینہ
ولکن نیامد ز سنگ آئینہ

ترجمہ ۱: وحشی کیلئے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ انسان بن جائے کوشش سے اُلٹا تربیت ضائع ہوگی۔
۲: آئینہ سے زنگ دور کرنا تو ممکن ہے لیکن پتھر آئینہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎
گر جان بدہد سنگِ سیہ لعل نگردد
باطینت اصلی چہ کند بد گہر افتاد

ترجمہ ۱: جان دیکر بھی کالا پتھر لعل نہ ہوگا۔ باطنیت اصلی سے بدگوہر کو کیا لگاؤ۔

سوال: حضرت مولانا روم قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎
گر تو سنگ و صخرہ و مرمر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ ۱: اگر تو پتھر اور سنگ مرمر ہے۔ جب تو صاحب دل کے ہاں حاضر ہوگا تو گوہر ہو جائیگا

خلاصہ یہ کہ شیخ سعدی اور حافظ شیرازی قدس سرہما دونوں متفق ہیں کہ بدگوہر کبھی اچھے نہیں ہوسکتے اور حضرت مولانا روم قدس سرہ کے نزدیک بدگوہر اللہ والے کی نگاہ سے گوہر ہوسکتا ہے

جواب: شیخ سعدی و حافظ شیرازی قدس سرہ نے ذاتی استعداد کے گم کردہ انسان کیلئے فرمایا اور مولانا روم قدس سرہ نے عارضی استعداد کے گم کردہ کیلئے فرمایا اس لئے کہ جس کی عارضی استعداد گم ہو اسے تربیت نافع ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامات سب کی سب بھی تربیت کا کام دیتی ہیں وہ معجزات و کرامات علمی ہو یا کوئی جو لوگ ان معجزات و کرامات کے وقت موجود تھے انہیں ان کی تربیت سے فائدہ نصیب ہوا۔ کیوں کہ جس کے اندر استعداد ہوتی ہے وہ حق کی طرف جھک جاتا ہے اور ہدایت قبول کرتا ہے اور جس کا ازل سے مادہ فاسد تھا اس نے حق سے اعراض کیا اور گمراہ ہوا۔ بہت سے دھوکہ کھا کر اپنی طبائع خبیثہ کے موافق احکام کی پابندی کرتے ہیں اور جیسے انہیں نفوس متمردہ حکم کرتے ہیں اسے بجا لاتے ہیں جیسے وہ جھوٹے طالبانِ حق جو کہتے ہیں کہ اگرچہ مرشدانِ کامل کا معمول یہی تھا اور ان کا طریقہ بجا لیکن ہم جسطرح سلوک طے کرتے ہیں اور جیسے ہم حقیقت کی راہ پہ گامزن ہیں یہی موزوں تر ہے۔ انہیں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ سورج کی حقیقت اپنے مقام حق ہے۔ لیکن اندھا نہ دیکھے تو اس کا اپنا قصور ہے اسی طرح

marfat.com
Marfat.com

شہد کی حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر جس کی زبان صفرا سے کڑوی ہے وہ نہ سمجھے تو اس کی اپنی غلطی ہے طالبِ حق وہ ہے جو اپنی خواہش کا پابند نہیں ہوتا وہ اپنے اوقات عزیز ضائع کرتا ہے بلکہ وہ حتی المقدور محنت کرتا ہے اور طاعات میں لگا رہتا ہے اور طریق طلب میں قدم آگے بڑھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کل حاصل نہیں ہو سکتا تو بعض کل کو اسے ترک بھی نہ کرنا چاہیے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

کہ کران و کرشتا بند بود
آنکہ جوینده است یابنده بود

ترجمہ : کمزور ہو یا تیز چلنے والا۔ تلاش کرنے والا مطلب پا لیتا ہے۔

سبق یہ استعداد اور طلبِ حق کا انشراح صدر اللہ تعالیٰ کا نور ہے وہ جس دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے۔ اس میں عمر کی کوئی قید نہیں نوجوان ہو یا بوڑھا جسے نصیب ہو جائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عنایت فرمائے۔ بہت سے عنفوان شباب میں غلبۂ حال میں مستغرق دیکھے اور سنے گئے۔

حکایت بعض بزرگ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک سال مجھے حج کی دولت نصیب ہوئی اور وہ سخت گرمی کے ایام تھے۔ ایک دن ہم ارضِ حجاز کے وسط میں پہنچے۔ لیکن میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور ایسے جنگل میں پھنس گیا جس میں نہ دن کا پتہ چلتا نہ رات کا۔ اکیلا تو تھا ہی اچانک مجھے ایک شخص کا احساس ہوا کہ وہ میرے آگے چل رہا ہے۔ میں نے جلدی کر کے اسے پا لیا۔ دیکھا تو وہ بے ریش لڑکا تھا اور حسین ایسا کہ اس سے چاند بھی شرماتا تھا اور سورج کی روشنی سے بھی زیادہ روشن۔ اس سے دولتمندی اور ناز و نعمت کے آثار محسوس ہوتے۔ میں نے السلام علیک یا غلام کہا۔ جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا ابراہیم مجھے سخت تعجب ہوا اور کہا بیٹا میرا نام تجھے کس نے بتایا ہے حالانکہ اس سے قبل میرا آپ سے تعارف نہیں۔ جواب دیا میں آپ کو عرصہ سے جانتا ہوں۔ اور میری اور آپ کی دوستی لافانی ہے۔ میں نے کہا تیرا اس جنگل میں کیسے آنا ہوا جب کہ ان دنوں سخت گرمی پڑ رہی ہے۔ جواب دیا جب سے اس کریم سے تعلق ہوا ہے اب کسی کا وہم و خیال تک نہیں۔ اب میں صرف اسی کا ہو چکا ہوں اور مجھے اپنی عبودیت کا اقرار ہے میں نے کہا تیرے ہاں کھانے پینے کا کوئی انتظام بھی ہے۔ جواب دیا میرا محبوب میری کفالت کرتا ہے۔ میں نے کہا تیری اس تقریر سے مجھ پر خاصہ اثر پڑا ہے۔ آنسو بہا کر مجھے جواب دیا ؎

فلو اجوع فذکر اللہ یشبعنی
ولا اکون بحمدہ اللہ عطشانا

marfat.ocm
Marfat.com

۲ : وان ضعفت فوجدینہ یحملنی
من الحجاز الی اقصی خراسانا

ترجمہ ۱، اگر مجھے بھوک لگتی ہے تو ذکرِ الٰہی سے بھوک مٹاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے میری پیاس بجھ جاتی ہے
۲، اگر تھک جاتا ہوں تو وہی مجھے حجاز سے خراسان میں پہنچاتا ہے۔

پھر میں نے اس سے پوچھا تیری عمر کتنی ہے کہا بارہ سال۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کیجئے۔ میں اپنے قافلے کو پالوں۔ چنانچہ اس کی دعا کی برکت سے میں نے اپنے قافلہ کو پایا۔ جب ہم عرفات سے فارغ ہو کر حرم شریف میں پہنچے تو میں نے اسی نوجوان کو دیکھا کہ وہ کعبے کے غلاف کو پکڑے ہوئے ہے اور روتا ہوا اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر سجدہ میں رکھا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ پھر میں نے اُسے خواب میں دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا۔ تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ کہا کہ میرے رب کریم نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا تیرا مقصد کیا ہے۔ میں نے عرض کی یا الٰہ العالمین صرف تو ہی میرا مقصود و مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو میرا حقیقی بندہ ہے۔ اب میرا حق ہے کہ میں تجھ سے پردے ہٹا دوں۔ اس کے بعد پوچھا اب کیا چاہتا ہے میں نے عرض کی یا الٰہ العالمین جتنا میرے ہمزمان ساتھی ہیں سب کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیری شفاعت قبول کی۔ اس کے بعد اس نوجوان نے میرے ساتھ معانقہ کیا اس پر میری جاگ ہو گئی مجھے اب ہر شخص کہتا ہے اے ابراہیم تیرے ہاتھ میں کونسی خوشبو ہے جس سے لوگ معطر ہو گئے۔

فائدہ : بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے ہاتھ سے خوشبو تا دمِ زیست مہکتی رہی۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ)

۱۱۱ وَكَذٰلِكَ یعنی جیسے ہم نے آپ کا ابوجہل و دیگر کفار مکہ کا دشمن "جَعَلْنَا" بنایا یَعْلِ نبی آپ سے پہلے ہر نبی علیہ السلام کے لئے عَدُوًّا دشمن بنائے تھے" اس میں اپنے محبوب علیہ السلام کو تسلی دی ہے کہ دشمنوں کی دشمنی (کہ جس میں آپ پر جھوٹے الزامات اور آپ کے ساتھ غلط اور گندے کردار ادا کرتے ہیں) میں کسی قسم کی بھلائی نہیں فلہٰذا اُن کی یہ عداوت صرف آپ کے ساتھ نہیں بلکہ پہلے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی اُمتوں سے بھی ایسے کرتے رہے۔ شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ انسانوں اور جنوں ہر دونوں فریقوں کے سرکش۔ یہ اضافت بیانیہ اور عدو اسے بدل ہے۔

شیاطین شیطان کی جمع ہے ہر متمرد سرکش کو کہتے ہیں۔ جن ہو یا انسان۔ جب کسی مومن کو جنات کا شیطان نہیں گمراہ کر سکتا تو پھر وہ انسانی شیطان کا سہارا لیتا ہے۔ اس لئے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

marfat.ocm
Marfat.com

مجھے جنات کے شیطان سے اتنا ڈر نہیں جتنا انسانی شیطان سے خطرہ ہوتا ہے کیوں کہ جب مجھے جنات کے شیاطین بہکاتے ہیں تو اُن سے اعوذ باللہ پڑھ کر چھٹکارا پا لیتا ہوں لیکن انسانی شیطان کسی شئے کو نہیں مانتے اس اس لئے جدوجہد کر کے مجھے برائیوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یُوحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ یہ نیا جملہ۔ دشمنوں کی دشمنی کے احکام بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے،

فائدہ: وحی حقیقی اور وحی شیطان میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ وحی دراصل کلام خفی اور اس قول سریع کو کہتے ہیں جو کسی کے دل میں بطور رانے کے ڈالی جائے۔ اب معنی یہ ہوا کہ شیاطین انس وجن وسوسہ ڈالتے ہیں۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ جنات کے بعض شیاطین بعض کو وسوسہ ڈالتے ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ انسانی شیطانین انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

زُخْرُفَ الْقَوْلِ باطل سے سنگاری ہوئی باتیں۔ یعنی وہ باتیں کہ جن کا ظاہر بہتر اور اندرون باطل ہو۔ مثلاً کہا جاتا ہے "فلان زخرف کلامہ" یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص اپنے کلام کو جھوٹ اور باطل سے مزین کر کے بیان کرے۔ **غُرُوْرًا** یہ یوحی کا مفعول لہ ہے یعنی مزین کلام اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ دوسروں کو دھوکہ دے سکیں۔

وَلَوْشَاءَ رَبُّكَ اور اگر تیرا رب اُن سے عداوت وسوسہ ڈالنے کا امر نہ چاہے۔

مَا فَعَلُوْهُ تو وہ نہ عداوت کر سکتے اور نہ وسوسہ ڈال سکتے۔

سوال: عداوت دو کی کیلئے تثنیہ کی ضمیر چاہیے تھی اور یہاں "مَا فَعَلُوْهُ" میں واحد کی ضمیر ہے۔

جواب: ماذکر سے مدول ہیں اس لئے اُن کے لئے ضمیر واحد کا لایا گیا ہے۔ **فَذَرْهُمْ** چونکہ مشیت باری تعالیٰ سے وہ آپ کے ساتھ عداوت وغیرہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیجے۔

وَمَا يَفْتَرُوْنَ اور ان کے افتراء یعنی کفر اور باقی تمام مکاریوں و غداریوں کو۔ کیوں کہ ان کے لئے ہم نے سخت ترین سزائیں تیار کر رکھی ہیں اور آپ کے لئے بہت بڑے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب مقرر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں لاتعداد حکمتیں مضمر ہیں۔

۱۱۳ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اور تاکہ وہ بناوٹی اقوال کی طرف کان لگائیں۔ یہ شیاطین کے وحی کی دوسری علت اور اس کا غروراً پر عطف ہے۔

سوال: غروراً پر عطف ہے تو اسے مصدر لا کر منصوب کیوں نہیں لایا گیا۔

جواب: اس میں منصوب ہونے کی شرط مفقود ہے اس لئے کہ غرور (موحی) وسوسہ ڈالنے والے کا فعل ہے۔ اور (اصغاء) کان لگانا موحیٰ الیہ (جس کے دل میں وسہ ڈالا گیا) کا فعل ہے۔ یعنی شیطان اُن کے دل میں اس لئے وسوسے ڈالتے ہیں کہ انہیں بہکائیں اور وہ ان کی طرف میلان رکھیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

"اَفِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ" ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اہل ایمان تو اُن کے بناوٹی اقوال کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ اقوال سراسر باطل اور ان کا انجام بھی بُرا ہے۔ وَلِيَرْضَوْهُ اور جب اُن کے دل اُن کی طرف جھک جائیں۔ پھر وہ انہیں وہی اقوال باطلہ وغیرہ پسند ہوں۔ وَلِيَقْتَرِفُوْا تاکہ ان باتوں سے خوش ہو کر اُن کا ارتکاب کریں مَاهُمْ مُقْتَرِفُوْنَ۔ وہ جو ان قبائح کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

سوال : ان قبائح کو اشارہ کنایہ سے واضح طور پر کیوں نہیں بیان کیا۔

جواب : وہ ایسے گندے امور ہیں کہ ان کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے ان سے اُن کے وہی قبائح مراد ہیں جو لوح محفوظ میں ان کی تقدیر میں لکھے گئے۔

حل لغات : اقترف فلان ذنبہ۔ یعنی فلاں نے فلاں برائی کا ارتکاب کیا اور کہا جاتا ہے۔ اقترف عملاً اور مال کمایا۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ مصائب اللہ والوں کیلئے بمنزلہ سواریوں کے ہیں اور سب سے بڑی مصیبت شماتت اعداء (دشمنوں کا گالی بکنا اور ایذاء دینا ہے) اور چونکہ حضرات انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم السلام مراتب علیا کے مالک ہوتے ہیں اس لئے ان پر شماتت اعداء کا ورود ہوتا ہے اور شماتت اعداء کی بہتات سے ترقی پاتے اور تجلیات ربانی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

چہ جور ہا کہ کشیدند بلبلان از وی
ببوئے آنکہ دگر نوبہار باز آید

ترجمہ : بلبلیں کتنا کانٹے سے ظلم برداشت کرتی ہیں۔ اس خوشبو کے انتظار میں جو نئی بہار میں نصیب ہو گی۔

دوسری تقریر صوفیانہ

شیطان الانس سے نفس امارہ مراد ہے انسان کا سب سے بڑا دشمن یہی ہے اس لئے یہاں پر الانس کو شیطین سے پہلے ذکر کیا گیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ شیاطین الانس اور اُن کے ساتھی شیاطین الجن اور اُن کے ساتھیوں سے عداوت میں اصعب واشد ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ شیطان کا مکر وفریب بہ نسبت انسان کے مکر وفریب کے ضعیف ہے اور اہل دل دشمنوں کے اقوال کاذبہ کی طرف دھیان نہیں کرتے بلکہ جونہی ان کا مکر وفریب سخت تر ہوتا ہے۔ اللہ والوں کے ایمان میں تقویت اور مضبوطی ہے ؎

marfat.ocm
Marfat.com

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

ترجمہ ۔ ہم وفا کریں ملامت اٹھائیں اور خوش ہوں کیونکہ ہماری طریقت میں رنج ہونا کافری ہے

شیطان کیسے بہکاتا ہے شیطان ابن آدم پر اس وقت مسلط ہوتا ہے جب انسان ضرورت سے زیادہ کھائے فضول باتیں اور لباس میں حد سے بڑھے اور لوگوں میں بلاوجہ نشست برخاست رکھے۔ اس لئے جو لوگوں سے بلاوجہ نشست و برخاست رکھے گا وہ ان کی جھوٹی باتیں سنے گا اس کے نفس میں ایسی گندی عادت کا خوف شیطان ہوگا جس سے وہ پھر ایسی فضولوں کا شکار ہوگا۔

اعجوبہ بعض بزرگان دین کا ارشاد ہے کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کے گھر والوں سے شیطان بہت زیادہ عقاب اس لئے کہ وہ اس کے کہنے پر غلط کاریوں کا ارتکاب کرتا تھا۔ اب کون اس کے حکم پر چلے گا پھر جب اس کی روح کو ملائکہ آسمانوں پر جاتے ہیں تو ملائکہ کہتے ہیں کہ الحمدللہ اب یہ شیطان کی شرارتوں سے بچ گیا۔ دیکھیے شیطان کی دشمنی کتنی ہے۔

سبق انسان کو چاہیے کہ وہ شیطان کے وسوسوں اور اس کی فریب کاریوں سے بچنے کی کوشش کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے سامنے کل قیامت میں شرمسار نہ ہو۔

اعجوبہ وہ شیطان کہ جس کا وسواس و خناس نام ہے انسان جو کچھ دل میں خیال کرتا ہے کہ یہ کروں گا وہ کروں گا تو یہی شیطان لوگوں میں ایسی باتیں عام پھیلاتا ہے۔

حکایت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے متعلق دل میں خیال کیا تو اس کو شیطان نے عام لوگوں میں پھیلا دیا اور لوگ آپس میں اُن کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے تھے۔

فائدہ : انسان کا ہمزاد جن اگر مسلمان ہو جائے تو پھر اس کے شر سے حفاظت مل سکتی ہے۔

فائدہ : جنات میں بعض اہل ایمان بھی ہوتے ہیں جو نیک لوگوں اور اہل علم کے علوم سے استفادہ کرتے ہیں اگرچہ وہ ان سے پوشیدہ بھی رہتے ہیں۔

حکایت : حضرت ابراہیم الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایک سال میں حج کیلئے سفر کر رہا تھا کہ کسی نے مجھے پوشیدہ طور کہا کہ علیحدگی میں مجھے آپ سے کام ہے آپ اپنے قافلہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار فرمائیے تاکہ میں آپ سے چند باتیں پوچھ سکوں۔ میں اپنے قافلہ سے ہٹ کر دوسرے راستہ پر چل پڑا۔ تین دن رات تک نہ مجھے بھوک لگی اور نہ پانی کی خواہش ہوئی اور نہ ہی قضاء وحاجت کی ضرورت ہوئی۔ تیسرے روز کے بعد میں ایک جنگل میں پہنچا۔ جو نہایت سرسبز تھا۔ جس میں ہر قسم کے میوہ جات اور خوشبودار پھول تھے۔ اس جنگل کے وسط میں ایک جھیل تھی۔ ایسے معلوم ہوتا کہ گویا بہشت کا ٹکڑا ہے میں اس تعجب میں گھر گیا

marfat.ocm
Marfat.com

تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ میرے سامنے ایک جماعت ہے۔ جن کے چہرے انسانوں جیسے تھے اور وہ بہترین لباس میں ملبوس تھے اور آکر میرے گرد حلقہ بنالیا۔ مجھ سے کہا۔ السلام علیک میں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ میں نے دل میں سوچا کہ یہ جنات ہیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ ہمیں ایک مسئلہ میں اختلاف ہے اور ہم وہ ہیں جنہوں نے لیلۃ الجن حضور نبی پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا۔ اُن کے کلام اقدس کی یہ تاثیر تھی کہ اس وقت سے ہمارے دینوی امور متروک ہو چکے ہیں اور اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس جزیرہ میں متعین فرمایا۔ میں نے اُن سے پوچھا پہلے یہ بتاؤ کہ میرے ساتھی یہاں سے کتنا فاصلہ پر ہیں۔ اس سے ایک ہنس پڑا اور کہا کہ اے ابواسحاق جس مقام پہ آپ تشریف فرما ہیں اسمیں اللہ تعالیٰ کے اسرار ورموز اور عجائبات ہیں۔ یہاں پر کسی آدمی نے قدم نہیں رکھا آپ تشریف لائے ہیں یا آپ سے پہلے ایک نوجوان تشریف لایا۔ جس کا یہاں وصال ہو گیا اور سامنے والی قبر انہی کی ہے۔ وہ قبر مبارک اس جزیرہ کے کنارے جس کے گرد نہایت خوشبوناک باغیچہ تھا۔ آتنا معطر اور خوشنما کہ مجھے زندگی میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ جہاں آپ ساتھیوں کو چھوڑ کر تشریف لائے ہیں یہاں سے ایک مہینہ کی مسافت ہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ اس فوت شدہ نوجوان کے متعلق کچھ مجھے بھی بتاؤ انہوں نے کہا ہم جزیرہ کے گرد بیٹھے محبت کی باتیں کر رہے تھے کہ ایک نوجوان تشریف لایا۔ اس نے السلام علیکم کہا۔ اس کے سلام کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا کب سے وہاں سے چلے ہو۔ اُس نے کہا۔ مجھے وہاں سے نکلے ہفتہ ہو گیا ہے۔ ہم نے کہا تجھے تیرے وطن سے کس بات نے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ اس نے کہا جب سے لے کلام الٰہی سنا ہے۔ وَاَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ ہم نے اُن سے پوچھا کہ الانابۃ کا کیا معنی ہے اور اسلام کسے کہتے ہیں اور عذاب کیا اس نے کہا الانابۃ یہ ہے کہ خودی کو مٹا کر صرف خدا کا بن جانا اور اسلام یہ ہے کہ اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دینا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ میرے لیے وہی زیادہ لائق ہے کہ میں اپنے آپ کو اسی کے قبضہ میں دے اور عذاب سے جدائی کا عذاب مراد ہے یہ کہہ کر ایک سرد آہ بھری اور مر گیا۔ پھر ہم نے اُسے اسی پر دفن کر دیا اور یہ اس کی قبر ہے۔ میں اس کا حال سن کر متعجب ہوا اور اس کی قبر کی زیارت کو چلا گیا۔ قبر کے سرہانے نرگس کا گل دستہ رکھا دیکھا اور اس کی لمبائی چوڑائی موٹائی ایک بہت بڑے آدمی کے برابر تھی۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ هذا حبيب الله قتيل الغيوة " یہ اللہ کا محبوب اور غیرت ہے نرگس کے پتے پر انابت کا معنی لکھا تھا۔ جنات نے مجھ سے اُس کی تفسیر و تشریح پوچھی جب میں نے انہیں انابت کی تفسیر سنائی تو انہیں وجد آ گیا۔ جب ہوش میں آئے تو کہا ہمارا سوال تھا۔ اور آپ نے ہمیں تسلی بخش جواب عنایت فرمایا۔ اُس کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ بیدار

marfat.ocm
Marfat.com

اپنے آپ کو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسجد میں پایا (جنات اٹھا کر یہاں پہنچا گئے اور دیکھا تو
منار کا گلدستہ میرے سامان میں تھا۔ وہ ایک سال تک میرے پاس رہا۔ جس میں کسی قسم کا تغیر نہ آیا
چند دنوں کے بعد مجھ سے گم ہو گیا۔ رضی اللہ عنہم وعن جمیع الصالحین۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ ۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا فیصلہ چاہوں۔ یہ ہمزہ انکاری اور فا عاطفہ
کا معطوف علیہ مقدر ہے اور غیر ابتغی کا مفعول اور حکماً حال ہے اور مفعول کی تقدیم میں اشارہ ہے کہ
حرف غیر ہی حکم کی طلب کا ہے نہ کہ مطلق طلب کا انکار مقصود ہے اور حکم حاکم سے زیادہ بلیغ اور رسوخ پر
دلالت کرنے والا ہے اس لئے کہ اس کا اطلاق صرف عادل پر ہوتا ہے اور اس پر اس کا اطلاق ہوتا ہے
جس سے حکم بار بار صادر ہو بخلاف حکم کے کہ اس میں یہ باتیں ضروری نہیں۔ کلام میں قول مراد ہے اور وہ
یہ ہے۔

شانِ نزول

مروی ہے کہ مشرکین مکہ نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے اور اپنے
مابین پوپوں اور نصاریٰ کے پادریوں کو حکم مقرر فرمائیے تاکہ وہ حق و باطل کا فرق
دیں اس لئے کہ انہوں نے آپ سے پہلے نازل کردہ کتاب کو پڑھا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمائیے کیا میں حق سے منہ پھیر کر غیر اللہ
کی طرف رجوع کروں۔ پھر وہی غیر اللہ میرا اور تمہارا فیصلہ کرے۔ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا۔

وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ اور وہ اللہ تعالیٰ جس نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی۔ ابتغی
کے فاعل سے حال ہے یعنی میں غیر اللہ کو حکم کیوں طلب کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی
اور تم اَن پڑھ لوگ تھے۔ تمہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ قرآن کے کس حصہ پر عمل کرنا ہے اور کتنا قدر چھوڑنا۔ حالانکہ
قرآن سب کا سب حق اور صواب ہے۔ **مُفَصَّلًا** درانحالیکہ قرآن میں حق و باطل اور حلال و حرام
اور دیگر جملہ احکام کو ایسا مفصل طور بیان کیا گیا ہے کہ دینی باتوں میں اب کسی بات کا شک و شبہ اور ابہام نہیں
رہا۔ جب ہمارے ہاں ایسی کتاب موجود ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم غیروں کو اپنا فیصلہ پیش کریں۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ قرآن صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ اس میں اتنے واضح
اور روشن احکام بیان کئے گئے ہیں کہ اس کی توضیح و تفصیل کے لئے کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت
نہیں رہتی۔ اس کے باوجود بھی ہمیں حدیث کی ضرورت ہے۔ اسی طرح حدیث کو سمجھنے کے لئے فقہ کی ضرورت ہے

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ ۔ اور جن لوگوں کو ہم نے
کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے حق نازل ہوا۔ یہ نیا کلام مستانف ہے قول مقدر کے

marfat.ocm
Marfat.com

تحت داخل نہیں اور بیان کرتا ہے کہ جن علماء پر انہیں اعتماد ہے اور ان کے حکم بنانے پر انہیں یقین ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن حق اور منزل من اللہ ہے درانحالیکہ متلبس ہے۔ بِالْحَقِّ حق وصدق سے فارسی میں حق ہے راستی اور صدق بمعنی درستی اور بالحق متلبس محذوف کے متعلق ہے اور منزل کی ضمیر سے حال ہے۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ پس نہ ہو جاؤ شک کرنے والوں سے اس بارہ میں کہ واقعی وہ قرآن کی حقانیت کو جانتے ہیں جب کہ اُن سے علم کے آثار نہیں ملتے اور احکام معرفت سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اس معنی پر فاء اہل کتاب کے شانِ قرآن کو جاننے کی خبر دینے کی نہی کی ترتیب کے لئے ہے اور انہیں معلوم ہے کہ یہ حق اور منزل من اللہ ہے اس اعتبار سے یہ جملہ کفار کے لئے توبیخ اور اہل اسلام کے یقین کو مضبوط اور پختہ کرنے کے لئے ہے جیسے فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ یہ فاء بھی اُن کے قرآن کریم کے حال کے نفسِ علم کی نہی کی ترتیب کے لئے ہے۔

ربط : جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کا کمالِ مذکور بیان کیا اور اُسے اپنی طرف منسوب فرمایا کہ وہ منزل من اللہ ہے اور اس کی حقانیت بالحق ہے واضح فرمائی تو اب اس کے ذاتی کمال کو بیان فرمایا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور مکمل ہے تیرے رب کا کلمہ۔

سوال : قرآن مجید کو کلمہ سے کیوں تعبیر فرمایا۔

جواب : صدق و عدل سے بالاصالۃ کلمہ موصوف ہوتا ہے اور اس سے ہی حکم کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ صِدْقًا وَعَدْلًا یہ دونوں مصدر ہیں۔ اور ہر دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی درآنحالیکہ وہ کلمہ سچا اور عادل ہے۔

فائدہ : قرآن مجید اتم واکمل بایں معنی ہے کہ مکلفین جن امور کے علماً و عملاً محتاج ہیں ان کی ضرورت پورا کرنے کیلئے قیامت تک ان کی کفایت کرتا ہے اور صادق بایں معنی کہ جتنی خبریں اس میں واقع ہوئی ہیں۔ مثلاً ذات باری تعالیٰ کا وجود اور اس کے جملہ صفات ثبوتیہ وسلبیہ اور اس کے جملہ احکام وعدوعید اور ثواب وعقاب کی خبر اسی طرح گذشتہ لوگوں کے حالات اور آنے والے غیوب بتائے اور عادل بایں معنی ہے کہ جن وانسان مکلفین کے جملہ احکام اور فیصلے عدل وانصاف پر مبنی ہیں جیسے نماز اور روزہ اور زکوٰۃ وحج ودیگر جملہ تکلیفات شرعیہ وہ اوامر ہیں یا نواہی۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور نہ ہی کوئی اس کے کلمات کے متبادل پیش کرسکتا ہے جو اس سے اصدق واعدل ہو یا کم از کم اس کے متساوی ہو۔ جس کی یہ شان ہے پھر اللہ تعالیٰ کے غیر کو کیونکر حکم تلاش کیا جائے وَهُوَ السَّمِيْعُ ہر وہ اشیاء جو سمع سے متعلق رکھتی ہیں سب کو سنتا ہے۔ الْعَلِيْمُ ہر وہ شے کہ جس کا جاننا ممکن ہے اس کو جانتا ہے۔ منجملہ ان کے متکلمین کے اقوال واحوال ظاہر ہوں یا باطن۔ کوئی شے اس کے علم

marfat.ocm
Marfat.com

سے باہر نہیں۔

خلاصہ تفسیر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حکم لوگوں کے مابین حجۃ بالغہ ہے کسی طریق سے بھی اس کے حکم کو رد نہیں ہو سکتی۔ اس کا انکار سوائے منکر کے اور کوئی نہیں کر سکتا اس کا انکار عنادی ہوتا ہے اُس کی حقانیت پر یقین کرنے کے باوجود انکار کرے یا تکذیبی۔ جیسے اس کی حقانیت کا انکار از روئے جہالت۔

تفسیر صوفیانہ جو قرآن کی حقانیت کا اقراری ہے اسے جذبۂ الٰہی اس کے عمل کی طرف لیجا کر درجات علم و عرفان اور کمال ایقان میں پہنچاتا ہے اس لئے کہ وہ کلمہ حق و صدق ہے اور صدق جنت و قربت و وصلت کی طرف لے جاتا ہے۔

قاعدہ صوفیانہ بندہ جب تک عالم دنیا میں ہے اس سے احکام تکلیفیہ کبھی معاف نہیں ہوتے اگرچہ وہ کسی ذات تک بھی کیوں نہ پہنچ جائے اس سے ان بدباطن جاہل صوفیوں کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ بندہ جب واصل باللہ ہو جاتا ہے تو اس سے احکام تکلیفیہ مرتفع ہو جاتے ہیں البتہ عالم آخرت میں جملہ احکام تکلیفیہ مرتفع ہو جائینگے۔ اس لئے کہ اس عالم میں صرف توحید ہو گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمیع مراتب کمال میں شریعت کی رعایت ضروری اور لازمی ہے۔ اس لئے کہ کمال اسی کا نام ہے کہ شریعت کا دامن کسی حال میں نہ چھوٹے وہ ابھی ناقص ہے کہ کسی کمال کے حصول میں شریعت کا دامن چھوڑ دے۔ جیسے مجاذیب کہ شریعت کے دامن چھوڑنے پر محققین نے انہیں ناقص کہا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر سفہ و جنون طاری نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے انہیں کامل ترین سمجھا گیا اور اس مرد مولیٰ کو بھی کہ جسے حالت استغراق میں بھی دروازہ کھلنے اور مکھی کی آواز سے باخبر ہو۔

حکایت حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنے مریدین سے پوچھا کہ کبھی تم نے مجھ سے خلاف شرع امر تو نہیں دیکھا سب نے کہا نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ۔ پھر فرمایا کہ میں تیس سال سے حالت استغراق میں رہا ہوں لیکن بفضلہ تعالیٰ شریعت کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔

نکتہ : اشرف المخلوقات انسان ہے اور تمام انسانوں سے برگزیدہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی لئے آپ اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں اور مبداء قدیم سے آپ کو مظہر بنایا گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی اپنا حکم مقرر فرمایا تاکہ حق کو ثابت کریں۔ اور باطل کو مٹائیں۔

الا اے احمد مرسل شود ہر مشکل از تو حل
کنم وصف ترا مجمل تو ئی سلطان ہر مولیٰ

marfat.ocm
Marfat.com

تحت داخل نہیں اور بیان کرتا ہے کہ جن علماء پر انہیں اعتماد ہے اور ان کے حکم بنانے پر انہیں یقین ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قرآن حق اور منزل من اللہ ہے درانحالیکہ متلبس ہے۔ بِالْحَقِّ حق وصدق سے فارسی میں حق ہے راستی اور صدق بمعنی درستی اور بالحق متلبس محذوف کے متعلق ہے اور منزل کی ضمیر سے حال ہے۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ پس نہ ہو جاؤ شک کرنے والوں سے اس بارہ میں کہ واقعی وہ قرآن کی حقانیت کو جانتے ہیں جب کہ اُن سے علم کے آثار نہیں ملتے اور احکام معرفت سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اس معنی پر فاء اہل کتاب کے شانِ قرآن کو جاننے کی خبر دینے کی نہی کی ترتیب کے لئے ہے اور انہیں معلوم ہے کہ یہ حق اور منزل من اللہ ہے اس اعتبار سے یہ جملہ کفار کے لئے توبیخ اور اہل اسلام کے یقین کو مضبوط اور پختہ کرنے کے لئے ہے جیسے فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ یہ فاء بھی اُن کے قرآن کریم کے حال کے نفسِ علم کی نہی کی ترتیب کے لئے ہے۔

ربط : جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کا کمالِ مذکور بیان کیا اور اُسے اپنی طرف منسوب فرمایا کہ وہ منزل من اللہ ہے اور اس کی حقانیت بالحق ہے واضح فرمائی تو اب اس کے ذاتی کمال کو بیان فرمایا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور مکمل ہے تیرے رب کا کلمہ۔

سوال : قرآن مجید کو کلمہ سے کیوں تعبیر فرمایا۔

جواب : صدق و عدل سے بالاصالۃ کلمہ موصوف ہوتا ہے اور اس سے ہی حکم کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ صِدْقًا وَعَدْلًا یہ دونوں مصدر ہیں۔ اور ہر دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی درانحالیکہ وہ کلمہ سچا اور عادل ہے۔

فائدہ : قرآن مجید اتم واکمل باعتبار معنی ہے کہ مکلفین جن امور کے علماً و عملاً محتاج ہیں ان کی ضرورت پورا کرنے کیلئے قیامت تک ان کی کفایت کرتا ہے اور صادق باعتبار معنی کہ جتنی خبریں اس میں واقع ہوئی ہیں۔ مثلاً ذات باری تعالیٰ کا وجود اور اس کے جملہ صفات ثبوتیہ وسلبیہ اور اس کے جملہ احکام ووعد وعید اور ثواب و عقاب کی خبر سراسر گذشتہ لوگوں کے حالات اور آنے والے غیوب بتائے اور عادل باعتبار معنی ہے کہ جن و انسان مکلفین کے جملہ احکام اور فیصلے عدل و انصاف پر مبنی ہیں جیسے نماز اور روزہ اور زکوٰۃ و حج و دیگر جملہ تکلیفات شرعیہ وہ اوامر ہیں یا نواہی۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اور نہ ہی کوئی اس کے کلمات کے متبادل پیش کر سکتا ہے جو اس سے اصدق واعدل ہو یا کم از کم اس کے متساوی ہو۔ جس کی یہ شان ہے پھر اللہ تعالیٰ کے غیر کو کیونکر حکم تلاش کیا جائے وَهُوَ السَّمِيْعُ ہر وہ اشیاء جو سمع سے متعلق رکھتی ہیں سب کو سنتا ہے۔ الْعَلِيْمُ ہر وہ شے کہ جس کا جاننا ممکن ہے اس کو جانتا ہے۔ منجملہ ان کے متحاکمین کے اقوال و احوال ظاہر ہوں یا باطن۔ کوئی شے اس کے علم

marfat.ocm
Marfat.com

ظاہر نہیں۔

خلاصہ تفسیر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حکم لوگوں کے مابین حجۃ بالغہ ہے کسی طریق سے بھی اس کے حکم کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس کا انکار سوائے منکر کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس کا انکار عناد ہی ہو سکتا ہے اُس کی حقانیت پر یقین کرنے کے باوجود انکار کرے یا تکذیب ہی۔ جیسے اس کی حقانیت کا انکار از روئے جہالت۔

تفسیر صوفیانہ جو قرآن کی حقانیت کا اقراری ہے اسے جذبۂ الٰہی اس کے عمل کی طرف لیجا کر درجات علم و عرفان اور کمال ایقان میں پہنچاتا ہے اس لئے کہ وہ کلمہ حق و صدق ہے صدق جنت و قربت و وصل کی طرف لے جاتا ہے۔

قاعدہ صوفیانہ بندہ جب تک عالم دنیا میں ہے اس سے احکام تکلیفیہ کبھی معاف نہیں ہوتے اگرچہ وہ کسی ذات تک بھی پہنچ جائے اس سے ان بد باطن جاہل صوفیوں کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ جب واصل باللہ ہو جاتا ہے تو اس سے احکام تکلیفیہ مرتفع ہو جاتے ہیں البتہ عالم آخرت میں جملہ احکام تکلیفیہ مرتفع ہو جائینگے۔ اس لئے کہ اس عالم میں صرف توحید ہو گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمیع مراتب کمال میں شریعت کی رعایت ضروری اور لازمی ہے۔ اس لئے کہ کمال اسی کا نام ہے کہ شریعت کا دامن کسی حال میں نہ چھوٹے وہ ابھی ناقص ہے کہ کسی کمال کے حصول میں شریعت کا دامن چھوڑ دے۔ جیسے مجاذیب کہ شریعت کا دامن چھوڑنے پر محققین نے انہیں ناقص کہا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر سفہ و جنون طاری نہیں ہوا اسی وجہ سے انہیں کامل ترین سمجھا گیا اور اس مرد مولیٰ کو بھی کہ جسے حالت استغراق میں بھی دروازہ کھٹکھٹانے اور مکھی کی آواز سے باخبر ہو۔

حکایت ؛ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اپنے مریدین سے پوچھا کہ کبھی تم نے مجھ سے خلاف شرع امر تو نہیں دیکھا سب نے کہا نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ۔ پھر فرمایا کہ میں تیس سال سے حالت استغراق میں رہا ہوں لیکن بفضلہ تعالیٰ شریعت کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔

نکتہ ؛ اشرف المخلوقات انسان ہے اور تمام انسانوں سے برگزیدہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے آپ اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں اور مبداء قدیم سے آپ کو مظہر بنایا گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی اپنا حکم مقرر فرمایا تاکہ حق کو ثابت کریں۔ اور باطل کو مٹائیں۔

الا اے احمد مرسل شود ہر مشکل از تو حل
کنم وصف ترا مجمل تو ئی سلطان ہر مولیٰ

marfat.ocm
Marfat.com

شریعت از تو روشن شد طریقت ہم چنین شد
حقیقت خود متعین شد زہے سلطان بے ہمتا

ترجمہ ۱: اے احمد مرسل آپ سے ہی ہر مشکل حل ہوتی ہے آپکی تو میں مجمل وصف بیان کرتا ہوں کہ ہر ایک کے مولا ہیں۔
۲: شریعت آپ سے روشن ہے طریقت کے برہان و دلائل آپ سے ظاہر ہوئے حقیقت بھی معین ہوتی ہے تو آپ ہے واہ وا آپ کیسے بے مثل بادشاہ ہیں

دوسری تقریر صوفیانہ

یہ آیت مرتبۂ نفس اور اس کی اصلاح سے متعلق ہے غیر اللہ کو حکم طلب کرنا خواہشات نفسانیہ سے پھر اس کی اصلاح انقیاد و تسلیم سے ہوتی ہے جسے قرآن کریم کے ظاہر و باطن سے کچھ علم نصیب ہوا وہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی وارث ہے اور حاکم بھی اسے ہونا چاہیے جو امور الٰہی کا علم رکھتا ہو۔ ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا جو علم کے بغیر فتویٰ (حکم) دیتا ہے۔ اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

حکایت علی بلخی کی لڑکی نے اپنے باپ سے قے کا مسئلہ پوچھا کہ کسی کو قے منہ بھر کر نہ آئے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا یا نہ۔ علی بلخی نے فرمایا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا اسے وضو کا اعادہ ضروری ہے اس کے بعد علی بلخی خواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے علی بلخی تم نے مسئلہ غلط بتایا جب تک قے منہ بھر کر نہ آئے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت علی بلخی فرماتے ہیں اسوقت مجھے یقین ہوا کہ ہر مسئلہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوتا ہے۔ میں نے توبہ کیا اور قسم کھائی کہ آئندہ کوئی فتویٰ نہیں دوں گا۔

حکایت حضرت شعبی سے کسی مسئلہ کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا لَا اَعْلَمُ میں نہیں جانتا۔ آپ کو کسی نے کہا کہ اے شعبی تمہیں حیاء کرنی چاہیے۔ فتوے جانتے ہوئے نہیں بتاتے تم تو عراق کے بہت بڑے مفتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس ذات سے حیاء کرتا ہوں جس سے ملائکہ کرام نے حیاء کیا کہ کہا تھا۔ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

سبق عوام پر لازم ہے کہ وہ امور ظاہرہ کے لئے شہر یا اپنے ہم زمان بہت بڑے عالم سے مسئلہ پوچھیں اور خواص پر لازم ہے کہ وہ اپنے احوال باطنہ کا بہت بڑے عارف سے استفسار کریں۔ اگرچہ وہ ان پڑھ اور علماء کے اصطلاحات سے بے خبر ہو۔ اس لئے کہ اُن کے ہاں ایک ایسی معنوی حکمت ہوتی ہے جسے اصطلاحات عالمانہ کی ضرورت ہی نہیں۔ درحقیقت حکیم وہی ہوتے ہیں اس لئے کہ علماء کرام کا اتفاق ہے کہ بندہ جب واصل باللہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے علوم کا ماہر بنا دیتا ہے اور بذریعہ الہام اسے حق و باطل کی تمیز کرا دیتا ہے اس سے خلاف شرع نہ کوئی بات صادر ہوتی ہے اور نہ اس کا کوئی عمل خلاف شرع ہوتا ہے۔ اس لئے صوفیاء کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جاہل کو ولی نہیں بناتا۔ اگر اسے ولی بناتا ہے تو پہلے اسے علوم ظاہرہ سے نوازتا ہے جیسے

marfat.ocm
Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کیفیت تھی کہ وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے خلاف سرِ مو بھی نہیں ہٹتے تھے۔ کما قال تعالیٰ: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ اور فرمایا وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ یہی حال سچے مریدوں کی ہے کہ وہ بھی اپنے مرشدانِ کرام کے حکم سے سرِ مو نہیں ہٹتے۔ اس لئے کہ وہ حکم درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے چنانچہ اس کا احادیث میں واضح ثبوت موجود ہے۔ لیکن اس کے ظاہر کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ اسی طرح وہ حضرات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور جانشین ہیں۔

تفسیر عالمانہ

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اگر آپ زمین والوں کی اکثریت مانیں گے

شانِ نزول

اہل مکہ سردار کا کھانا حلال سمجھتے بلکہ مسلمانوں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے۔ دلیل یہ دیتے کہ جسے تم چھریوں سے ذبح کرتے ہو وہ حلال ہے تو پھر جسے اللہ تعالیٰ ذبح کردے وہ تو بطریق اولیٰ حلال ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب معنی یہ ہوا کہ اے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کفار کی بات مان لیں گے۔

فائدہ: ہم نے کفار سے اس لئے تعبیر کیا کہ اس وقت کفار بہت زیادہ تھے۔

يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تو تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دیں گے۔ سبیل اللہ سے دین اور شریعت مراد ہے۔ اس پر سوال ہوا کہ وہ کیسے گمراہ کریں گے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ وہ اپنے دینی امور اور آپ کے سات مردار کی بجائے حلال کھانے میں اتباع نہیں کرتے۔ اِلَّا الظَّنَّ۔ مگر گمان کی اور ان کا گمان یہی تھا کہ وہ سمجھتے کہ اُن کے آباء حق پر تھے اور یہ انہیں کے نقشِ قدم پہ چل رہے ہیں حالانکہ وہ اس وجہ سے بہت سخت گمراہ ہوئے اور یہ ظاہر ہے کہ جو گمراہ اپنی گمراہی کو رہبری سے تعبیر کرتا ہو تو وہ اپنے مسلک پر دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حق کا راستہ گمان اور تقلیدِ آباء خواہشات پر مبنی نہیں بلکہ حق کا راستہ میں صدق اور تحقیق اور بدایات ہے۔ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ اور وہ صرف اٹکل پچو سے کام چلاتے ہیں۔ یعنی وہ مردار کو حلال کہہ کر اسی طرح دوسرے مسائل میں اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں۔

فائدہ: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے۔ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اس کو جو سیدھے راہ سے بہکاتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی بہتر جانتا ہے۔ اس لئے ہر مستحق کو اس کے استحقاق پر جزا دے گا۔

marfat.ocm
Marfat.com

سبق : گروہ اوّل سے سائلہ کو امتیاز کرنا لازم ہے۔

فائدہ ۱۔ **حلاوی** نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اعلم اس لئے فرمایا ہے کہ وہ ہر شے کو ہر جہات سے جانتا ہے۔ بخلاف دوسروں کے کہ وہ اشیاء کو بعض وجوہ سے جانتے ہیں اور بعض سے بیخبر ہوتے ہیں

۱۱۸ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ۔ پس کھاؤ اسے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے آیات پر ایمان رکھتے ہو۔ اس میں ان گمراہ کرنے والوں کی اتباع سے انکار کا سبب بنایا گیا۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتلاتے ہیں وہ گمراہ ہیں۔

اَب معنی یوں ہوا کہ اے مومنو! تم ان چیزوں کو کھاؤ۔ جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا۔ وہ نہ کھاؤ کہ جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا یا اس کے نام کے ساتھ دوسرے کا نام لیا گیا۔ یا اس کی ناک بند کر کے اُس کی جان نکالی گئی۔ اس لئے کہ آیاتِ قرآنیہ پر ایمان لانے کا یہی تقاضا ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے ان کا کھانا مباح ہے اور جنہیں حرام فرمایا ہے اُن سے اجتناب ضروری ہے۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ تمہیں کونسا سبب مانع ہے کہ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اُسے نہیں کھاتے۔

فائدہ : امام صاحب نے فرمایا کہ مشرکین کی عادت تھی کہ جن چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا اس کے کھانے کو مباح سمجھتے لیکن جھگڑا اس میں تھا کہ وہ مردار کو حلال سمجھتے تھے اور اہلِ اسلام اسے حرام سمجھتے تھے لیکن اس تقریر پر اعتراض پڑتا ہے کہ اس سے تو ماذکر اسم اللہ کی اباحت کی خصوصیت سے وارد ہونا فضول جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ "ماذکر اسم اللہ علیہ" کو بھی حلال مانتے تھے تو پھر انہیں متنبہ کرنے کا کیا معنیٰ۔ حالانکہ مذکورہ آیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس میں انہیں اختلاف ہو اس کے لئے انہیں متنبہ کیا جائے۔ اس کا جواب امام صاحب نے یہ دیا کہ كُلُوْا کا معنیٰ ہے اجعلوا اکلکم مقصورا مما ذکر اسم اللہ۔ یعنی اپنے کھانے کو صرف اسی پر مقصور رکھو کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے اور ان لا تاکلوا الخ کا معنی ہے ان لا تجعلوا اکلکم مقصوراً علیہ۔ یعنی اپنے کھانے کو صرف مردار پر مقصور نہ کرو۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ آیت سے صرف مردار کے کھانے کی تحریم کا افادہ ہوا۔ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حکم تفصیل وار بیان فرمایا ہے۔ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ جو اشیاء تمہارے لئے حرام ہیں یا حرام نہیں۔ چنانچہ اسی سورۃ میں مضمون آرہا ہے کما قال قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا الآیۃ اس کے بعد باقی تمام اشیاء اپنے حال یعنی اباحت پر رہیں گی اس تفصیل سے حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ حل ہے اس لئے کہ یہ آیت مدینہ اور سورۃ ہذا مکیہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سوال : قل لا اجد الخ ابھی مذکور نہیں ہوئی اور قد فصل صیغۂ ماضی ہے اس کا تقاضا ہے کہ تفصیل کا ذکر پہلے ہو۔

جواب : قل لا اجد الخ کا تاخر صرف تلاوت کے اعتبار سے ہے اور وہ تاخر النزول کو مستلزم نہیں۔

جواب : ممکن ہے کہ یہ تفصیل وحی غیر متلو سے ہوئی ہو۔ چنانچہ سعدی چلپی مفتی نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہی جواب اولیٰ ہے۔ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ہاں جب تم حرام اشیاء کے استعمال کرنے پر سخت مجبور ہو جاؤ وہ حرام تمہارے لئے حلال ہے۔ بوجہ ضرورت کے یہ استثناء متصل ہے اور مستثنیٰ منہ ماحرم ہے اور ما موصولہ یہ بمعنی المیتۃ ہے یعنی حالانکہ تمہیں وہ اشیاء جو تمہارے لئے حرام ہیں۔ جمیع اوقات میں حرام ہیں مگر بوقت اضطرار اگر اسے ما موصولہ بنایا جائے تو یہ مستثنیٰ منفصل ہوگا۔ اس لئے کہ ما اضطر الیہ حلال ہوتا۔ اس بنا پر وہ ماحرم علیہم میں داخل نہ ہوگا۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا اور بے شک بہت سے کافر لَيُضِلُّوْنَ۔ البتہ لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ بِاَهْوَآئِهِمْ اپنی خواہشات سے یعنی وہ حرام کردہ اشیاء سے کہ جنہیں ان کے نفس چاہتے ہیں۔ مثلاً مردار وغیرہ کا حلال سمجھنا بغیر عِلْمٍ بغیر علم کے۔

فائدہ : اس سے وہ علم مراد ہے جو شریعۃ مطہرہ سے حاصل اور وحی سے مستند ہو۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ بے شک تیرا رب حق سے باطل کی طرف اور حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والوں کو جانتا ہے۔

فائدہ : خواہشاتِ نفسانی کے تابعدار کئی قسم کے ہیں۔ منجملہ ان کے معتزلہ (وہابیہ) شیعہ وغیرہما ہیں۔ اگرچہ یہ اہل قبلہ ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث کی غلط تاویلیں کر کے اہل سنت کے خلاف وہ مسائل بناتے ہیں جو ان کی خواہشات نفسانی کے ترجمان ہوتے ہیں۔ وہ بھی کافروں اور مشرکوں کی طرح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

سوال : صوفیاء کرام بھی آیات و احادیث میں اپنے مسلک کے مطابق تاویلیں کرتے ہیں پھر انہیں کیوں معتبر مانا جاتا ہے۔

جواب : صوفیاء کرام کی تاویلیں جو شرح شریف کے مطابق ہوتی ہیں۔ جن میں خواہشاتِ نفسانیہ کو کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ عرفانی و وجدانی باتیں ہوتی ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے۔

۱۱ تو ز قرآن اے پسر ظاہر مبین
دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین

۱۲ ظاہر قرآن چو شخص آدمیت
کہ نقوشش ظاہر و جانش خفیست

ترجمہ ۱۱، ۱۲ تو قرآن کے ظاہر کو نہ دیکھ شیطان آدم (علیہ السلام) کے صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

۲ ، قرآن کا ظاہر انسان کے ظاہری جسم کی طرح ہے کہ اس کے نقوش تو ظاہر ہیں لیکن اس کی جان مخفی (پوشیدہ) ہے۔

اصحابِ اشارات یعنی صوفیاء کرام کی تقلید گمراہ لوگوں کی تقلید جیسی نہیں۔ اس لئے کہ صوفیاء کرام کے معانی عین الیقین پر مبنی ہوتے ہیں۔ بخلاف گمراہ لوگوں کی تاویلوں کے کہ وہ محض ظن و تخمین سے کام چلاتے ہیں۔

فائدہ : اسی طرح اہل دنیا بہ نسبت طالبان آخرت کے اہل ہوی ہیں۔ اس لئے کہ اہلِ دنیا کے تمام امور خیالی ہوتے ہیں اور خیال کا عاشق عاقل نہیں ہو سکتا۔

حکایت حضرت بہلول دانا فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی کسی سڑک پر سفر کر رہا تھا۔ ایک مقام پہ دیکھا کہ لڑکے بادام اور اخروٹ سے کھیل رہے تھے۔ لیکن ایک لڑکا اس حسرت سے رو رہا تھا کہ دوسروں کے پاس بادام و اخروٹ ہیں اور وہ خالی ہاتھ ہے حالانکہ حقیقت کچھ اور تھی۔ میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا بیٹا تو کیوں روتا ہے۔ اگر تیرے پاس بادام و اخروٹ نہ ہوں تو میں تجھے خرید کر کے دوں تاکہ تم بھی ان کے ساتھ کھیلو۔ لڑکے نے میری بات سن کر تیز نگاہ سے دیکھا اور کہا اے بے عقل ہم کھیل کود کے لئے نہیں پیدا کئے گئے۔ میں نے پوچھا تو پھر کس لئے پیدا کئے گئے ہو۔ جواب دیا کہ ہم علم اور عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ اُس نے جواب دیا کہ قرآن مجید میں واضح الفاظ میں فرمایا کہ اَفَحَسِبْتُمْ اِنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔

ترجمہ: کیا تمہیں گمان ہے۔ کیہ ہم کو ہم نے عبث پیدا کیا ہے تم ہماری طرف لوٹو گے۔

فائدہ : اہل عقبیٰ بہ نسبت طالبان مولیٰ کے اہل ہوی ہیں اس لئے کہ طالبان مولیٰ ہر دو کون سے فارغ البال ہوتے ہیں انہیں وصل وصال اور جدائی اور مفارقت کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے محبوب حقیقی کے سوا کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ صاحب الحدیقہ نے فرمایا ہے

سالکان درگہت را ہر دو عالم یکنفس
والہان حضرتت از حور جنت ملال

ترجمہ : سالک تیری درگاہ کے ہر دو عالم میں ایک ہی خیال میں ہے کہ وہ صرف تیرے ہی متوالے (عاشق) ہیں حوروں سے انہیں ملال ہے۔

تفسیر صوفیانہ اہل آخرت پر دنیا حرام ہے اور اہل دنیا پر آخرت حرام اور اللہ والوں کے لئے ہر دو حرام ہیں ہاں جو شخص دنیا کی اشیاء میں بقدر ضرورت کھاتا ہے اور بقدر ضرورت ستر پوشی کرتا ہے وہ اہل دنیا نہیں اس لئے کہ یہ تو ضروریات بشریہ سے ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجازت بخشی ہے کہ زندگی

marfat.ocm
Marfat.com

کو برقرار رکھنے کے لئے ضرورت کی اشیاء استعمال کی جائیں۔ فکلوا مِمَّا ذکر اسم اللہ الخ میں اشارہ ہے کہ طعام حکم شرع کے مطابق کھاؤ نہ جو طبیعت چاہے اور جو کچھ کھاؤ اسے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں صرف کرو۔ یہی ایمان کی علامت ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا " طعام کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں صرف کرو اس لئے کہ مردہ طعام جو غفلت ونسیان اور گناہوں کی اعانت کے لئے کھایا جائے وہ دل کو موت کے گھاٹ اتارتا اور بہشت سے محرومی کا سبب بنتا ہے۔

مسئلہ: حدیث مذکور سے ذکر بالجہر کا ثبوت ملتا ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں لفظ اذابتہ ہے یعنی پگھلانا اور وہ ذکر جہری سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی تائید دوسری حدیث شریف سے بھی ملتی ہے وہ یہ کہ طعام کھانے کے بعد دو رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ یا طعام کے بعد قرآن مجید کی کم از کم دس آیتیں پڑھنا۔ اس لئے کہ حرکت بدنیہ سے طعام ہضم ہوتا ہے۔ طعام ہضم ہو جائے تو بدن کو طاقت حاصل ہوتی ہے اور بدن قوی ہو تو عبادت آسانی سے ہوتی ہے۔ نیز طعام کے بعد عبادت کرنا نعمت کیلئے ادائیگی شکر بھی ہے اور شکر کی ادائیگی قلب سے بھی ہوتی ہے اور زبان سے بھی۔ اسی طرح اعضاء سے بھی۔

تفسیر حالمانہ

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اے ایمان والو چھوڑ دو ظاہری اور باطنی گناہ: اس میں صفت کو موصوف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ دراصل " الاثم الظاہر والباطن " تھا۔ یہاں پر اثم سے وہ عمل مراد ہے جو گناہ کا سبب بنے۔ اسی طرح اس سے ہر قسم کے گناہوں کا ترک کرنا مراد ہے اور وہ ان دونوں سے خالی نہیں اس لئے کہ گناہ یا سراً ہوتے ہیں یا اعلاناً۔ وہ اعمال قلوب سے ہوں یا اعضاء سے۔ اعمال اعضاء کو ظاہراً کیا جاتا ہے۔ جیسے اقوال و افعال اور اعمال قلوب کو باطناً جیسے عقائد فاسدہ وعزائم باطلہ اور حقیقی ظاہرہ گناہ دنیا طلبی ہے اور باطنی گناہ عقبیٰ کی نعمتوں کی خواہش ہے اس لئے کہ یہ ہر دونوں بندے کو مولا سے دور کرنے والے ہیں ؎

ظاہر و باطن پاک کن از لوث گناہ
تا کہ پاکیزہ شوی در صف مردان الہ

ترجمہ: ظاہر و باطن کو گناہ کی آلائش سے پاک کر تاکہ مردانِ خدا کے آگے تو پاکیزہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ بے شک وہ لوگ جو ظاہری اور باطنی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سَیُجْزَوْنَ۔ عنقریب آخرت میں سزا پائیں گے۔ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ۔ اس سبب سے جو دنیا میں گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ اس لئے بندوں کو ظاہری اور باطنی گناہوں سے اجتناب کرنا لازم ہے ؎

marfat.ocm
Marfat.com

جملہ دانند ایں اگر تو نکروی
ہر چہ میکارش روزے بدروی

ترجمہ: [illegible] معلوم ہوگا اگر اس دنیا پر فریفتہ نہ ہوگا جو تو بوئے گا وہی اٹھائے گا۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے انسان کا ظاہر بنایا جسے بدنِ انسانی سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کا باطن بھی جسے قلب روحانی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض گناہ باطنی بنائے۔ وہ یہ ہیں کہ انسان کے اندر مادہ حیوانی و سبعی و شیطانی دیکھا کہ انہی عادات کا نفس خوگر ہے اسی بنا پر فرمایا "وذروا ظاہر الاثم وباطنہ" یعنی اعمال شرعیہ پر عمل کر کے افعال طبیعہ کو چھوڑو۔ اسی طرح اخلاق قلبیہ روحانیہ کی عادت پیدا کر کے خصائل مذمومہ نفسانیہ کا ترک کرو۔ ان الذین یکسبون الاثم ظاہرہ وباطنہ۔ بے شک وہ لوگ جو ظاہری اور باطنی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس سے عام اعمال و اخلاق مراد ہیں۔ سیجزون بما کانوا یقترفون انہیں ان کے کردار کی سزا ملے گی جلدی یا دیر سے۔ وہ سزا جو جلدی ملے گی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو فعل و قول انسان اپنی طبیعت کے مطابق عمل میں لاتا ہے اس سے ایک ہی سیاہی پیدا ہوتی ہے جو دل کے شیشہ پر زنگ چڑھ جاتی ہے۔ جس سے اخلاق قلبیہ روحانیہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اس کے نفسانی ظلمانی اخلاق قوت پکڑ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسیر نفسانی خواہشات اور دنیا کی محبت اور دنیوی ارادے غالب رہتے ہیں قاعدہ ہے کہ جو خواہش نفسانی کے مطابق سرزد ہو تو اس سے دل کی زنگ پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ دل کی قساوت زور پکڑ جاتی ہے۔ جس سے بندہ اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون اور وہ سزا جو اسے دیر سے ملے گی اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہی موانع و حجابات (جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) کیوجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے بالکل جدا اور منقطع ہو جائے گا۔ پھر وہ دائمی طور پر محجوب اور عذاب یافتہ رہے گا اور اسے ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔ (کما قال تعالیٰ) کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ کذا فی التفسیر الخازن

مسئلہ: تمام مجرم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے رحم و کرم پر گزار رہے ہیں بلکہ اسی کی مشیت کے ماتحت ہیں انہیں معلوم نہیں کہ خاتمہ کا کیا بنے گا۔

سبق: مجرم کو کسی دھوکہ میں نہ رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ کسے معلوم ہے کہ وہ کریم کس پر لطف و کرم فرمائے۔ اس نے جسے معاف کرنا ہے اس کے لئے پہلے لکھ دیا ہے اور وہ بہت قلیل ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

حکایت حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک قوم کو دیکھا کہ ایک جنازہ لئے جا رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ کوئی جنازہ کی مشایعت کرنے والا نہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ اس کے ساتھ لوگ مشایعت کے لئے نہیں چلے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بہت بڑا مجرم ہے۔ موصوف فرماتے ہیں میں نے اس کے لئے دعائے خیر کی اور اپنے ہاتھ سے اسے قبر میں اُتارا۔ پھر آ کر ایک درخت کے نیچے سو گیا نیند میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہو کر اس کی قبر میں داخل ہو گئے۔ ایک فرشتے نے اس کے قریب بیٹھ کر دوسرے کو کہا کہ اسے لکھئے کہ یہ جہنمی ہے اس لیے کہ اس کا کوئی عضو بھی گناہ سے خالی نہیں۔ دوسرے فرشتے نے کہا اس کے لئے عجلت نہ کیجئے اس کی آنکھوں کو دیکھئے۔ ممکن ہے اس میں کوئی نیکی موجود ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے آنکھوں کو بھی گناہوں سے پُر پایا ہے اس لئے کہ یہ ہر وقت غیر محرم کو بُری نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ پھر کہا کہ اس کے کانوں کو دیکھو۔ اس نے دیکھا۔ اس کے کان بھی برائیوں سے پُر ہیں۔ اُس نے کہا کہ زبان کو بھی دیکھو اُس نے کہا کہ زبان کو بھی دیکھا ہے۔ زبان بھی ہر بری بات کہنے اور ہر حرام کھانے اور اس کی لذت پانے سے پُر ہے اُس نے کہا اس کے ہاتھوں کو دیکھئے۔ اس نے کہا ہاتھ بھی نجاسات اور امور مذمومہ سے بھرے پڑے ہیں اس نے کہا اس کے پاؤں کو دیکھئے اس کے کہا پاؤں بھی خالی از معاصی نہیں۔ اس پر دوسرے فرشتے نے کہا۔ پھر بھی عجلت اچھی نہیں مجھے بھی دیکھنے دے چنانچہ وہی دوسرا فرشتہ اس میت کے قریب آیا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی تیرا ہر رگ و ریشہ جرم و خطا سے ملوث ہے یہ کہہ کر اُس کے دل کو ٹٹولا اور کہا کہ اس میں ایمان تو موجود ہے لہٰذا اسے مرحوم و مسعود لکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے اس کے گناہ مٹائے اور اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

عروسی بود نوبت ماتمت
گرت نیک روزی بود خاتمت

یعنی اگر تیرا خاتمہ ایمان پہ ہوا تو تیرہ وہ دن عید اور خوشی کا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو اور اس کی رحمت کا سوال کرتے ہیں ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

ترجمہ:۔ اے اللہ بنو فاطمہ (آل نبی) کے طفیل ایمان پر میرا خاتمہ فرما۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ ۱۲۱ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

عمداً وہ نہ کھاؤ جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔

مسئلہ: بھول کر بسم اللہ اللہ اکبر چھوڑ دیا تو اس جانور کا کھانا جائز ہے۔ اس لئے کہ بھولنے والا مکلف نہیں۔ علاوہ ازیں ہر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت موجود ہے۔

مسئلہ: عمداً بسم اللہ اللہ اکبر چھوڑے تو اس جانور کا کھانا حرام ہے۔ اس لئے کہ جس نے عمداً چھوڑا تو گویا اس نے دل والے ذکر کو بھی چھوڑ دیا اس لیے یہ جانور مردار کے حکم میں ہوگا۔ کیوں کہ یہ اس حکم میں داخل ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور نہیں ہوا۔

مسئلہ: ذبح کے وقت جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

وَاِنَّهٗ: یہ ضمیر کھانے یا اللہ تعالیٰ کا نام نہ لینے کی طرف راجع ہے۔ **لَفِسْقٌ** اور البتہ وہ فسق ہے یعنی جو چیزیں حرام ہیں ان کی طرف جانا فسق ہے۔

مسئلہ: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جس جانور پر ذبح کیوقت عمداً بسم اللہ چھوڑی جائے وہ حرام ہے۔

شانِ نزول مشرکین نے اہلِ اسلام سے جھگڑا کیا کہ جس جانور کو تم قتل کرتے ہو وہ تو حلال ہے اور جسے اللہ تعالیٰ مارتا ہے وہ کیوں حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کا جواب عمومی طور دیا کہ جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور نہ ہوگا وہ حرام ہے۔ **وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ** یعنی ابلیس اور اس کا سارا لشکر۔ **لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ** البتہ وسوسہ ڈالتے ہیں اپنے دوستوں کے دل میں یعنی مشرکین کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں اور وحی بمعنی القاء المعنیٰ الی النفس مع الخفیہ یعنی پوشیدہ طور کوئی بات کسی کے دل میں ڈالنا۔ **لِيُجَادِلُوْكُمْ** اے مومنو! وساوس شیطانیہ سے مردار کے حلال قرار دینے میں تمہارے ساتھ جھگڑتے ہیں **وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ** اور اگر حرام کو حلال قرار دینے میں تم ان کے باطل خیالات کی موافقت کروگے۔ **اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ** بے شک تم بھی مشرک ہوگے۔ اس لئے کہ جو طاعتِ الٰہی ترک کرکے غیر اللہ کی طاعت اختیار کرتا ہے۔ گویا اس نے دینِ حق کو چھوڑ دیا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے شرک کیا اور غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ پر پسند کیا۔ اس لئے وہ بھی انہیں سے ہو گیا۔

قاعدہ صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ صرف حکم الٰہی کے تحت اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسی کی طلب میں کھاؤ تاکہ نور ذکر الٰہی سے طعام کی تاریکی اور اس کی شہوت دفع ہو۔

marfat.ocm
Marfat.com

کیونکہ مقام کی تاریکی اور اس کی شہوت فسق کی طرف لے جاتے ہیں یعنی اطاعت کی طرف سے نافرمانی کی طرف جانے کو فسق کہتے ہیں۔

حدیث شریف: شیطان ہر طعام کو حلال سمجھتا ہے۔ اس میں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر آجائے تو وہ طعام اس پر حرام ہو جاتا ہے یعنی شیطان کا کام ہے کہ وہ طعام پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا اور یہ بھی کہ ایک جب تک طعام کو کھایا نہ جائے اسے شیطان اپنے لئے حلال نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکٹھے کھانے والوں میں سے کوئی ایک بھی بسم اللہ پڑھ لے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی اگرچہ پڑھنے کا ثواب صرف پڑھنے والے کو ملے گا۔

مسئلہ: جو شخص ابتدائے طعام میں بسم اللہ نہیں پڑھ سکا۔ یعنی وہ بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تھا تو اسے چاہیے جب بھی یاد آجائے تو اس وقت کہے بسم اللہ اولہٗ وآخرہٗ۔ جب یہ کلمہ پڑھ لے گا تو اس کی غلطی معاف اور سنت ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ: بخلاف وضو کے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اگر کوئی وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا اب درمیان میں پڑھے سنت تو ادا نہ ہو گی اگرچہ پڑھنے کا ثواب ضرور مل جائے گا۔ اس لئے کہ وضو سب کا سب ایک عمل ہے۔ بخلاف طعام کے کہ اس کا ہر لقمہ علیحدہ علیحدہ عمل ہے۔

حکایت: ایک شخص طعام کھا رہا تھا۔ اسے ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہا۔ درمیان طعام میں اسے یاد آیا تو پڑھا بسم اللہ اولہٗ وآخرہٗ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اس طریقہ سے ہنس پڑے اور فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھ شیطان طعام کو کھا رہا تھا۔ جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے جتنا کھایا تھا سب قے سے نکال دیا۔

فائدہ: حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ شیطان بھی طعام کو چبا کر نگل جاتا ہے جیسا کہ ایک قوم کا مذہب ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شیطان کا کھانا اگرچہ صحیح سنت سے ثابت ہے لیکن وہ صرف سونگھنے اور ہوا حاصل کرنے کے طور پر ہے اس لئے کہ چبانا اور نگلنا اس کے لائق ہے جو شے ذی جثہ یعنی جسم والی ہو اور شیاطین ذی جسم ہیں لیکن نہایت لطیف۔

فائدہ: آکام المرجان میں ہے طعام اور پانی اور لباس اور دیگر وہ اشیاء کہ جن سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے ان پر اللہ کا نام اگر نہ لیا جائے تو انہیں شیطان تصرف کرتا اور خود شریک ہو جاتا ہے یا تو سرے سے اس شے کو ضائع کر دیتا ہے یا کم از کم اس میں نحوست ضرور ڈالتا ہے۔

حکایت: حضرت ثعلبہ فرماتے ہیں میں نے اپنے لئے ایک شربت بنائی اسے تیار کر کے رکھ دیا اس نیت پر کہ اسے صبح کو پیوں گا۔ صبح کو اٹھا تو وہ شربت غائب تھی۔ بعد تلاش آخر نہ ملی۔ پھر دوسری شربت

marfat.ocm
Marfat.com

تیار کی اور اس پر سورۃ یٰسین پڑھ کر رکھدی اور وہی ارادہ کہ صبح کو پیوں گا۔ صبح کو اٹھ کر دیکھا کہ شیطان اندھا ہو کر گھر کے گرد پھر رہا ہے لیکن شربت تک پہنچا تو کجا وہ اس گھر میں بھی نہ جا سکا۔

حدیث شریف شیطان شے کو محسوس کر لیتا ہے اور پھر وہ اسے چاٹنے کیلئے کوشش کرتا ہے۔ بنا بریں تمہارے لئے لازم ہے کہ سوتے وقت اپنے ہاتھ وغیرہ دھو کر سویا کرو۔ ورنہ اگر کسی کے ہاتھ وغیرہ کو کوئی دُکھ پہنچے تو پھر وہ اپنے نفس کو ملامت کرے۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طعام کو حرام کیا ہے کہ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ اس لئے حرام کیا ہے کہ بندۂ عارف اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے اور حبیب کا کام ہے کہ اپنے کھانے پینے اور لباس اور بستر غرضیکہ جو فعل بھی کرتا ہے اس میں اپنے حبیب کا نام لیتا ہے دیکھئے یعقوب علیہ السلام سے محبت تھی اس لئے وہ اُٹھتے بیٹھتے و دیگر جملہ امور میں یوسف علیہ السلام کا نام لیتے تھے۔

نکتہ : ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام اس لئے لیا جاتا ہے کہ نزع کی گھڑی سخت کڑوی ہوتی ہے اور اللہ کا نام ہر شے سے میٹھا ہے بنا بریں ہمیں جانور پر اللہ کا نام لینے کا حکم ہے کہ نزع کے وقت جب جانور اللہ کا نام سنتا ہے تو اس کی سختی دُور ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا "لقنوا موتاکم بشہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ" اپنے مُردوں کو کلمہ شہادت کی تلقین کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے مردے پر سکرات آسان ہو جاتی ہے علاوہ ازیں جب زندہ کرنا اور مارنا اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر ذبح کے وقت بھی صرف اسی کا نام لیا جائے نہ کہ اس کے غیر کا۔

مسئلہ : حضور علیہ السلام نے ذبح کے وقت جن یعنی شیطان کا۔ نام لینے سے رُوکا ہے اور اس سے روکا ہے کہ اس کے لئے کوئی شے ذبح کی جائے۔

حکایت بعض خلفاء نے ایک کنواں کھدوایا۔ اس کے افتتاح کے وقت چاہا کہ ایک جانور جنات کے نام ذبح کیا جائے تاکہ کنویں کا پانی کم نہ ہو۔ چنانچہ جن کا نام لیکر وہ جانور لوگوں کو تقسیم کر دیا۔ یہ بات حضرت ابن شہاب کے ہاں پہنچی تو انہوں نے فرمایا جانور حرام کیا اور لوگوں کو حرام کھلایا۔

دریائے نیل کی رسم کو فاروق اعظم نے مٹایا

مصریوں کی قبل اسلام یعنی دور جاہلیت میں عادت تھی کہ ایک نوجوان کنواری حسین لڑکی کو اچھے کپڑے پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے۔ اسلام کی برکت سے یہ رسم ختم ہوئی اور اس رسم کو اس نے مٹایا جس سے جنات ڈرتے تھے یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے۔ آپ نے دریائے نیل کو خط لکھ کر یہ رسم ختم کی اور قیامت تک دریائے نیل کو ایسا جاری کیا کہ اب کبھی بند ہونے کا نام نہیں لیتا۔

marfat.com
Marfat.com

اس طرح اس ملک میں کسی کو کوئی کھونا چاہے تو پھر سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے کسی کی پرواہ نہ کرے۔
اس طرح [illegible] کی ضرورت بھی نہ رہے گی۔ یاد رہے کہ ہر زمانہ میں ایسے حضرات کی کمی نہیں یعنی
حضرات ہر زمانہ میں ہستے ہیں۔

[illegible] ثانی جو شخص اللہ تعالیٰ کے اسم کا وظیفہ پر مداومت کرے تو پھر نہ اُسے آگ جلا سکتی ہے اور
نہ اسے پانی ہی غرق کر سکتا ہے اور نہ ہی سانپ ڈس سکتا ہے اور نہ اس پر زہر اثر کر سکتی ہے
[illegible] رسالہ نے اللہ تعالیٰ کے ڈرنے والے سے خوف کھاتی اور ڈرتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے مکمل طور ڈرتا
[illegible] کلمات اس کے تصرف میں دے دیتا ہے۔

۱۔ تو گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
۲۔ کہ دوست چون دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گذارد ترا

ترجمہ:۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو گردن نہ موڑ تیرے حکم سے کوئی گردن نہ موڑیگا۔
۲۔ اگر وہ تجھ سے محبت کرتا ہے تو محال ہے کہ وہ تجھے دشمن کے قبضہ میں دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مکان میں جنات کے وہم سے دھونی دینا اور گلاب کا پانی چھڑکنا یا پانی کے چھینٹے
(عملی) شرک ہے ایسا کرنا بجا ضروری ہے۔

مسئلہ: کسی مرغ کے بے وقت اذان دینے کو منحوس سمجھ کر ذبح کرنا بھی (عملی) شرک ہے اس لئے
[illegible] مرغ سحر سے پہلے بے وقت اذان دے دیتے ہیں۔ تو بعض لوگ اسے مکان میں جنات کی تاثیر سمجھ کر
[illegible] مرغے کو جنات کے لئے ذبح کر دیتے ہیں۔ اس خطرہ سے کہ اگر اس طرح نہ کیا جائے گا تو جان و مال اور اہل و
[illegible] کو جانی نقصان پہنچائیں گے یا کوئی بلا و آفت نازل ہوگی۔

مسئلہ: مخلص مومن اس طرح کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ایسے مرغے کو نہ منحوس سمجھتا ہے اور نہ ہی اُس کے
[illegible] سے انکار کرتا ہے بلکہ سرے سے ایسے توہمات میں پھنستا ہی نہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ
اور کیا وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا
نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ
اور اس کے لیے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیریوں میں ہے نہ
بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا
ان سے نکلنے والا انہیں یوں ہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیئے گئے ہیں اور اسی طرح ہم نے ہر بستی
فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا
میں اس کے مجرموں کے سرغنہ کیئے کہ اس میں داؤں کھیلیں اور داؤں نہیں کھیلتے مگر اپنی جانوں پر اور
يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ
انہیں شعور نہیں اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ
رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا
ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو ملا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے عنقریب مجرموں کو اللہ کے یہاں ذلت پہنچے گی
صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ
اور سخت عذاب بدلہ ان کے مکر کا اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے
اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ
اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا
ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى
ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
لانے والوں کو اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے ہم نے آیتیں مفصل بیان کر دیں صحیح
يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا
ماننے والوں کے لیے ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے اپنے رب کے یہاں اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ
صلہ ہے اور جس دن ان سب کو اٹھائے اور فرمائے اے جن کے گروہ تم نے بہت آدمی گھیر لیے
الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ
اور ان کے دوست آدمی عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا

marfat.com
Marfat.com

لَنَا أَجَلَكَ الَّذِيْ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا
ہم اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی (فرمایا) آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے
شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ
چاہے اللہ بیشک تمہارا رب حکمت والا ہے اور علم والا اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں
بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٢٩
بدلہ ان کے کیے کا

تفسیر عالمانہ

۱۲۲ **اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا** **شانِ نزول** : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوجہل بدبخت نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گوبر پھینکا تھا علم حضرت حمزہ کو ہوا۔ اس وقت حضرت حمزہ دولتِ ایمان سے نہیں نوازے گئے تھے ان کو ابوجہل کی اس حرکت کا علم اس وقت ہوا۔ جب وہ شکار سے واپس آرہے تھے اور آپ کے پاس تیر و کمان بھی تھا۔ آپ سیدھے ابوجہل کے ہاں پہنچے گئے اور جاکر وہی کمان اس کے سر پہ مارا۔ ابوجہل نے کہا تم اس کی طرف داری کرتا ہے جس نے بدعت کر رکھا ہے اور ہمارے معبودوں کو گالی دیتا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا تمہارے جیسا پاگل اور بے وقوف اور کون ہے پتھروں کے بت اپنے ہاتھوں سے خود گھڑتے اور پھر اُن کی پرستش کرتے ہو۔ سُن لو اب سے میں مسلمان ہوں پھر آپ نے پڑھا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ آیت میں ہمزہ انکاری نفی کے لئے اور واؤ عاطفہ ہے۔ جملہ اسمیہ کو اس کے اپنے ماقبل پر عطف ڈالنا مطلوب ہے۔ چنانچہ فحوائے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اے مومنو کیا تم مشرکین مکہ کی طرح ہو سکتے ہو۔ فَاَحْيَيْنٰهُ پس ہم نے انہیں زندہ کیا یعنی ہم نے انہیں زندگی اور دیگر قوائے فکر کہ عنایت فرمائے۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَجَعَلْنَا لَهٗ اور مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ ہم نے اُن کے لئے خارج سے بنایا۔ نُوْرًا بہت بڑا نور۔ یَمْشِیْ بِهٖ" جو اس کے سبب سے چلتا ہے۔ فِی النَّاسِ لوگوں میں۔ یعنی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے بچ کر چلتے ہیں۔ کَمَنْ مَّثَلُهٗ ۔صفت عجیبہ میں اس کی مثال ہے ظلمات میں یہ خبر ہے۔ اس کا مبتدا محذوف ہے۔ ای هُوَ فِی الظُّلُمَاتِ (لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا) اس سے وہ کسی حال میں نکلنے والا نہیں۔ یہ فی الظلمات ظرف کی ضمیر مستتر سے حال ہے۔ پہلا مَنْ موصولہ ہے اور اس کی خبر کَمَنْ مَّثَلُ ہے اور یہ من موصولہ ہے اس کا صلہ وہ جملہ اسمیہ ہے جو اس سے پہلا اُس شخص کی مثال ہے جسے منجانب اللہ ہدایت ہوئی ہو اور اُسے اللہ تعالیٰ نے اس کو حجج و آیات کے نور سے نوازا ہو اور وہ انہیں کے ذریعہ اشیاء میں غور و فکر کر کے حق و باطل اور حق والے کا امتیاز کر سکے۔ جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا دوسرا مَنْ اس شخص کی تمثیل ہے جس کو گمراہی گھیر لے اور مرتے دم تک اُسے نہ چھوڑے جیسے ابوجہل وغیرہ کا کَذٰلِكَ جیسے مومن کو ایمان کی (زُیِّنَ) زینت دی جائے۔ یعنی منجانب اللہ بطریق تخلیق یا منجانب شیطان بطریق وسوسہ ۔ لِلْكٰفِرِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ کافروں کے لئے وہ عمل کرتے ہیں یعنی فنون کفر اور معاصی میں اپنے عمل یعنی کفر و معاصی پر مداومت کرتے ہیں۔ اس ظلمات کفر اور گمراہی میں رہ کر راہ ہدایت کی طرف راہ نہیں پاتے۔

تفسیر صوفیانہ

ارباب حقیقت فرماتے ہیں کہ موت ہوائے نفس اور حیات حق کا نام ہے۔ یا یوں کہو کہ موت دُوری کو کہتے ہیں اور حیات معرفت اور حیات بشریت میں یہی فرق ہے کہ علماء حیات بشریت سے زندہ رہتے ہیں لیکن وہ اپنی بشریت میں میت ہوتے ہیں۔ یعنی جس طرح میت کے جسم کا ٹکڑا بے حس و حرکت ہوتا ہے اسی طرح عوام کی کیفیت ہے کہ وہ بھی اس حیات بشریت میں بے خبر ہو کر مُردہ ہیں اور اہل اللہ کی حیات معرفت کی زندگی ہوتی ہے۔ جب ان کی بشریت کی حیات ان سے زائل ہو جاتی ہے قال تعالیٰ کل نفس ذائقة الموت۔ حیات معرفت ان سے وہ زائل نہیں ہوتی۔ کما قال تعالیٰ لنحیینه حیوۃ طیبہ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا " المومن حی فی الدارین " مومن دونوں عالم میں زندہ ہیں ؎

نمیرد ہر کہ اجانش تو باشی
خوشا جانی کہ جانانش تو باشی

ترجمہ ، وہ نہیں مرتا جس کی جان تم ہو وہ خوش قسمت روح ہے جس کا تو محبوب ہے۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

marfat.ocm
Marfat.com

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ترجمہ : وہ نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہے کیا ہے صفحۂ عالم پر ہمارا نام ہمیشہ۔

فائدہ : فارسی تفسیر میں ہے کہ شاہ کرمانی نے یہ آیت (اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ) پڑھی فرمایا کہ اس آیت کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) مخلوق سے علیحدگی (۲) خالق سے خلوت (۳) دل اور زبان کے ذکر پر مداومت کرنا۔ کسی بزرگ نے اس آیت کا معنی اشعار میں یوں بیان کیا ہے ؎

بر رمۂ خلائق درصحبت بکشائے
ہمی باش بکلی متوجہ بخدائے
غافل مشو از ذوق دل وذکر زبان
تا زندۂ جاوید شوی در دو سرائے

ترجمہ : مخلوق پر صحبت کا دروازہ نہ کھول مکمل طور اللہ کی طرف متوجہ ہو۔
غافل نہ ہو ذوق دل اور ذکر زبان سے جب تک تو زندہ ہے تو دونوں جہانوں میں تجھے ہمیشگی نصیب ہوگی۔

فائدہ : حقیقی زندہ وہی ہے جو نہ مرتا ہے اور نہ اس پر کبھی موت آسکتی ہے اور وہ ایک ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کے ماسوا باقی سب مردہ ہیں اس لئے کہ وہ پہلے بھی معدوم تھے اور پھر بالآخر وہ مٹ جائیں گے حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

من ہماندم کہ وضو ساختم از چشمۂ عشق
چار تکبیر زدم یکسر ہر چہ کہ ہست

ترجمہ : میں نے اس وقت سے چشمۂ عشق سے وضو کیا پھر ہر موجود پر کلی طور چار تکبیر کہہ ڈالی ہے۔
یعنی تمام مخلوق کو میں نے مُردہ پایا بوجہ وصال اور مقام عشق و فنا کے نسخہ روحانی حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا کہ وہ انسان جو مخلوق کے لئے یوں عقیدہ رکھے کہ انکا اپنا کوئی فعل نہیں تو وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے مخلوق کے لئے یوں عقیدہ رکھا کہ اسے فنا ہی فنا ہے۔ تو واصل باللہ ہو گیا۔

حکایت : حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک راہب سے گزرا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کتنا عرصہ سے رہتے ہیں اس نے کہا بیس سال سے میں نے پوچھا کوئی ساتھی بھی ہے وہ صمد۔ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے تو اور ساتھی کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ وہ تو ہر ایک کا ساتھی ہے میرا مطلب ہے کہ کوئی مخلوق سے بھی ہے کہا وحشت میرا ساتھی ہے میں نے پھر پوچھا کھاتے کیا ہو۔ کہا ذکر اللہ سے بھوک

marfat.ocm
Marfat.com

مٹ جاتی ہے میں نے کہا آخر آپ انسان ہیں بتقضائے بشریت کچھ تو آپ کھاتے ہوں گے۔ کہا درختوں کے پتے اور ان کے میوے اور زمین کی انگوریاں۔ پھر میں نے سوال کیا آپ کو کسی کے ملنے کا شوق بھی ہوتا ہے کہ ہاں قلوب العارفین کے محبوب کا ہر وقت شوق دامنگیر رہتا ہے میں نے کہا مخلوق میں سے کسی کا بھی تو ہوگا۔ اُس نے کہا جس کا لگاؤ ذات حق سے ہو اسے کسی کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں نے کہا آپ تنہائی میں کیوں رہتے ہیں فرمایا کہ لوگ مقل کے ڈاکو بلکہ راہِ ہدایت چھیننے والے چور ہیں۔ میں نے اُن سے عرض کیا فرمائیے کہ بندے کو راہِ ہدایت کس طرح نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا جب ماسوی اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور اس کے ذکر کے سوا کسی کے ذکر کا خیال تک نہ لائے۔

قاعدہ : ہر سالک کا سلوک کا آخری قدم مالک الملک کے ہاں ہوتا ہے۔

حکایت حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بیت المقدس کی زیارت کیلئے روانہ ہوا ایک جگہ راستہ بھول گیا۔ کچھ آگے بڑھا تو ایک بڑھیا کو دیکھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ بھی میری طرح راستہ بھول گئی ہے۔ اُس نے فرمایا عارف باللہ کبھی مسافر ہوتا ہی نہیں پھر اس کے لئے راستہ بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ جیسے مالک سے محبت رکھتا ہے تو راستہ کیوں بھولے یہ کہہ کر مجھے فرمایا کہ میرے عصا کا سرا پکڑ کر میرے آگے آگے چلتے جائیے۔ چنانچہ میں نے اُن کے فرمان پر اُن کے عصا کو پکڑ کر آگے چل پڑا صرف پانچ چھ قدم ہی چلا تھا کہ بیت المقدس میں پہنچ گئے۔ میں سمجھا کہ شاید میری غلطی ہو ورنہ کہاں بیت المقدس اور کہاں ہم۔ مائی بڑھیا نے فرمایا۔ بندہ خدا تم زاہدوں کی رفتار کے خیال میں ہو اور میں تمہیں عارفوں کی رفتار پر یہاں لے آئی ہوں۔ زاہد پاؤں سے چلتا ہے اور عارف پروں سے اُڑتا ہے۔ چلنے اور اڑنے میں بہت بڑا فرق ہے یہ کہہ کر وہ بی بی مجھ سے غائب ہو گئی اور پھر تا حال مجھے اس کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔

سبق اس سے ثابت ہوا کہ عارف کامل اللہ تعالیٰ کے نور سے چلتا ہے اور جہاں اور جیسے چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ لیکن جاہل ہمیشہ حیران و سرگردان رہتا ہے اسے کہیں ٹھکانا نہیں ملتا جہاں اللہ تعالیٰ کا فضل کم رہبری کرے تو پھر اس کی قسمت۔

فائدہ : عارف اور جاہل کی مثال نابینا اور بینا کی ہے۔ جیسے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ایسے ہی عالم و جاہل ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے۔ خواہ عالم شریعت ہو یا عالم طریقت و معرفت و حقیقت۔ اسی طرح اہل حال اور اہل قال کا فرق سمجھئے۔

قاعدہ : نور کی عظمت وسعت قلب کے نور کے مطابق ہوتی ہے۔ قلب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس طرح اس کا تبدل و تغیر چاہتا ہے کرتا ہے اس لئے اہلِ ایمان کیلئے نیکیاں اور طاعات مزین

marfat.ocm
Marfat.com

فرمائی ہیں اور اہل کفر کو برائیاں اور شرور اچھے لگتے ہیں۔

مسئلہ یاد رہے کہ بندہ مجبور محض نہیں بلکہ اسے اختیار ہوتا ہے کہ برائیوں سے دور رہے اور نیکیاں کرے۔ ہاں جب وہ اپنی استعداد کو صرف برائی میں لگا دیتا ہے تو پھر دائمی طور برائیوں میں پھنس کر نفس کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

یہ تقریر ظاہری احکام کے مطابق ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ لفظ احیاء وجعل سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تمام اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو فانی فاللہ ہو کر بحر توحید میں غوطہ زن ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کل شئی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہر شے میں اسی کی تاثیر ہے۔

سبق سالک پر لازم ہے کہ اسے بھلائی نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس کریم نے اپنی کرپی سے بھلائی کی توفیق بخشی۔ اس پر مداومت کرنے سے دائرہ تحقیق میں قدم رکھنے کا موقع نصیب ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ بہت سے امور متعلدانہ طور کرنے سے محقق بنا دیتے ہیں۔ (واللہ الہادی)

۱۲۳ وَكَذٰلِكَ اور جیسے مکہ میں اُن کے لیڈروں نے انہیں گمراہ کیا۔ ایسے ہی جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ ہم نے ہر دیہات میں بنائے ہیں۔ فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ جَعَلْنَا سے متعلق ہے۔ اَكٰبِرَ بمعنی لیڈر۔ یہ جعلنا کا مفعول ثانی ہے اور اکبر بمعنی عظیم کی جمع ہے۔ مُجْرِمِيْهَا یہ مفعول اوّل اور مجرم کی جمع ہے فارسی میں بمعنی گنہگار۔ لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا تاکہ وہ اس دیہات میں مکر وفریب کا جال بچھائیں۔ اس لئے کہ ان لیڈروں کو عوام کو بہکانے پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور انہیں مکر وفریب اور دھوکہ دہی پر ہر طرح کے اسباب مہیا ہوتے ہیں اور عوام کو پھنسانے اور غلط طریقوں پر لگانے کا حربہ استعمال کر سکتے ہیں۔

فائدہ قریش کے سرداروں کا کام تھا کہ وہ مکہ کے بڑے بڑے چوکوں اور مشہور شاہراہوں پر چار چار آدمی بٹھا دیتے جو آنے جانے والے لوگوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متنفر کرنے کی باتیں کرتے اور مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کے منکر کرنے پر بہت بڑی جد وجہد کرتے اور ہر جانے والے سے اپیل کرتے کہ جہاں جاؤ جس سے ملو یہی مشہور کرو کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساحر وکذاب ہیں۔ (معاذ اللہ)

فائدہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وہ ہر پیغمبر علیہ السلام کے تابعدار جن دیہاتوں میں پیدا فرمائے تو غریب اور مالی لحاظ سے کمزور۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ہے کفار نے کہا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ۔ اور ان کا ہر مخالف دنیادار اور ہر لحاظ سے بہت بڑا طاقتور ہوتا ہے تاکہ دین حق کے خلاف وہ اپنی ہر طرح کی طاقت وقوت کو استعمال کر سکے۔

marfat.ocm
Marfat.com

قاعدہ قرآنی اصطلاح میں بکسرؑ زمین پہ خفیہ طور فساد پھیلانے اور شر اور فساد کو فروغ دینے کو کہا جاتا ہے۔
فائدہ: آیت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کو مخالفین کی شرارت سے ملال نہ کرنی چاہیے اس لیے کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی لوگ اسی قسم کی شرارتیں کیا کرتے تھے
وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ۔ اور یہ مکر و فریب اپنے ساتھ کر رہے ہیں اس لئے کہ اس کا وبال بالآخر انہیں کو پہنچیگا۔ وَمَا۔ یہ واو حالیہ اور ما نافیہ ہے۔ يَشْعُرُوْنَ ۝ حالانکہ وہ اسے سمجھتے ہی نہیں اس لئے وہ اس گمان میں ہیں کہ ہم دوسروں کو نقصان پہنچا رہے ہیں ۝ ۱۲۴ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اور جب انکے پاس آتی۔
ربط: جب سابقہ پیغمبروں کے منکرین کی باتیں بتائی گئیں۔ اب ضروری ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کی علامات بھی بتائی جائیں۔ چنانچہ فرمایا کہ آپ کے مخالفین کی عادت ہے کہ جب اُن کے ہاں آتی ہیں ۝
(آیتیں) آیتیں جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔
قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ۔ کہتے ہیں کہ ہم نہیں ایمان لاتے جب تک کہ ہمیں وہ نہ ملے جو سابقہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا۔ یعنی وحی و کتاب۔

شانِ نزول

مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا ہم بنی عبد مناف سے بالمقابل ہے۔ اب شرافت و بزرگی میں وہ اور ہم برابر ہو چکے ہیں۔ اب اُن کے قبیلہ سے ایک ایسا ہے جو نبوت کا دعویٰ کر کے کہتا ہے کہ میرے ہاں اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے لیکن ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ ہمارے ہاں بھی وحی نہ آئے۔ گویا ان کا یہی ارادہ تھا کہ انہیں بھی نبوت و رسالت حاصل ہو جیسے کہ رسول پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی ہے ہم سردار بن کر رہ سکتے ہیں کسی کے تابعدار ہو کر نہیں رہ سکتے۔
فائدہ: صاحب تیسیر فرماتے ہیں کہ یہ اُن کی انتہائی بے وقوفی تھی اس لئے کہ کسی کو کہا جائے کہ ایمان قبول کر لو وہ جواب دے کہ میں اس وقت ایمان لاؤں گا جب کہ مجھے بھی نبوت ملے۔
فائدہ: امام ثعلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں رُسُلُ اللّٰہ سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پہ جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن مراد حضور علیہ السلام ہیں وہ مقام یہ ہے قال تعالیٰ یا یہا الرسل کلوا الخ اور یہ جمع تعظیم کی ہے۔
فائدہ: شرح تعرف میں لکھا ہے کہ جمیع انبیاء علیہم السلام کے جملہ صفات کسی نبی علیہ السلام میں جمع نہیں ہوتے یہ صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ صفات جمع ہیں ؎

ہر چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ : وہ جو محبوبوں کو تمام حسن ملا ہے تو اکیلا اپنے پاس رکھتا ہے۔

فائدہ : منجملہ ان اماکن کے کہ جہاں دُعا مستجاب ہوتی ہے ایک مقام یہی ہے جو کہ سورۃ ہذا کے دو بڑی عظمت والی آیتوں کے درمیان میں واقع ہوا ہے۔ اللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، یعنی ہر جاننے والے سے بہت زیادہ جانتا ہے۔ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ جس جس جگہ پر رسالت و نبوت رکھنا چاہتا ہے رکھتا ہے اور یہ لوگ اس کے اہل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلیت فضائل نفسانیہ کا نام ہے نہ کہ نسب اور مال کو اہلیت کہا جائے۔

ترکیب : حیث الخ فعل مقدر یَعْلَمُ کا مفعول بہ ہے اور یہ ظرف میں وسعت کی وجہ سے جائز ہوتا ہے۔

سَيُصِيبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا عنقریب ان مجرمین کو مصائب میں مبتلا کیا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ وہ نبوت و رسالت کے بہت بڑے منصب کی تمنا کر کے عزت کے طالب ہیں انہیں ذلت و خواری کا منہ دیکھنا ہوگا۔ عند اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یعنی قیامت کے دن۔ یہ سیصیب کی وجہ سے منصوب ہے اور اس سے قیامت کے دن کی ذلت و خواری مُراد ہے۔ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ اور بوجہ ان کے مکر و فریب کے انہیں سخت عذاب ہوگا۔ چونکہ ان کا یہی بہت بڑا جرم تھا جو مذکور ہوا۔ اس لئے ان کو عذاب شدید کا سبب واضح طور بتایا گیا۔

مرزائیوں کی تردید اس آیت سے ثابت ہوا کہ نبوت و رسالت عطیہ الٰہی ہے۔ اس کی مرضی جسے چاہے عطاء کرے یہ سلطنت و حکومت کی طرح کسبی نہیں (جیسا کہ مرزائیوں نے سمجھا ہے) لہٰذا نبوت کسی کی جد و جہد سے حاصل نہیں ہو سکتی اگرچہ اس میں جمیع اسباب و شرائط (نبوت) بھی پائے جائیں۔

ازالہ وہم ولایت بھی اسی طرح ہے اس لئے کہ ولایت نبوت کے لئے بمنزلہ وزارت کے ہے اس لئے یہ جد و جہد سے حاصل کی جا سکتی ہے لیکن اس کے لئے بھی ضروری نہیں کہ ہر جد و جہد کرنے والا واصل باللہ ہو بلکہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ یہ دولت (ولایت) مجاہدہ کے بغیر بھی نصیب ہو جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی استعداد اور فضل الٰہی بھی شامل حال ہو۔

حکایت منقول ہے کہ یمنی شیخ سیاحت کے لئے زبید سے اہواز کی جانب تشریف لے گئے آپ کے ساتھ ایک شاگرد (خلیفہ) بھی تھا۔ ان کا ایک کھیت سے گزر ہوا جس میں کماد کی موٹی چھڑیاں تھیں۔ آپ نے شاگرد سے فرمایا اس سے ایک بڑی اور موٹی چھڑی اُٹھالے۔ مرید نے حکم بجا لا کر ایک بڑی چھڑی اٹھا لی اور چل پڑے۔ شیخ ایک ایسے مقام پہ پہنچے جہاں کے لوگ اتنے بے دین تھے کہ نہ انہیں نماز کا پتہ نہ دیگر عبادات کا۔ مردار کھانا ان کا کام

marfat.ocm
Marfat.com

تھا۔ شراب پینے کے خوگر تھے۔ جب یہ دونوں پیر و مرید پہنچے تو انہیں شراب میں مست پایا۔ لہو و لعب میں مصروف اور گانے بجانے میں غرق تھے۔ شیخ نے اپنے مُرید سے فرمایا کہ اس مجلس کے سرغنہ کو جو کہ طنبور بجا رہا تھا بلاؤ۔ مرید نے جا کر اُسے کہا کہ تجھے فلاں بزرگ بلا رہے ہیں۔ اس نے طنبور گلے میں لٹکایا اور شیخ کی طرف چل پڑا جب شیخ کے ہاں پہنچا تو شیخ نے مرید سے فرمایا کہ اس کا طنبور ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ مرید نے طنبور توڑ دیا۔ شیخ نے اس مست سے فرمایا۔ چل ہمارے آگے اُس نے چلنا شروع کر دیا۔ جب دریا کے کنارے پہنچے تو شیخ نے فرمایا کپڑے اُتار کر اور انہیں پاک کر اور خود بھی نہا دھو لے۔ اُس نے شیخ کا حکم پورا کیا۔ اس کے بعد شیخ نے اسے وضو کا طریقہ بتایا اور نماز سکھائی۔ ظہر کی نماز کے وقت شیخ نے ان دونوں کو نماز پڑھائی۔ فراغت کے بعد شیخ نے مصلّے اٹھا کر دریا میں ڈال دیا۔ اس نو وارد مرید سے کہا کہ اس دریا والے مصلّٰی پر قدم رکھ کر چلتا جا۔ چنانچہ اُس نے دریا میں مصلّٰی پر قدم رکھا اور روانہ ہو گیا۔ جب نظروں سے اُوجھل ہوا تو پرانے مُرید نے واویلا شروع کر دیا کہ حضرت مجھے عرصہ ہوا آپ کے جوتے صاف کرتے ہوئے لیکن کچھ نہ ملا اور یہ بدمعاش ابھی آیا اور کامل ولی بن کر چلا گیا۔ شیخ نے رو کر فرمایا بیٹے میرے بس کی بات نہیں اور نہ ہی میں نے اُسے کامل ولی بنایا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا ہے۔ اس لئے کہ مجھے حکم ہوا کہ فلاں علاقہ کا ابدال فوت ہو گیا ہے آپ فلاں شخص کو اس کے قائم مقام مقرر فرما دیجئے۔ میں نے حکم مانا جیسے کہ غلام آقاؤں کا حکم مانتے ہیں۔ بلکہ میں تو خود بھی ایسا نہیں جیسے وہ دریا میں جانے والا مراتب لے کر چلا گیا ہے۔

سبق : اس سے معلوم ہوا کہ ولایت بھی اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

چوں حسن عاقبت نہ بر ندی وزاہد لیست
آں بہ کہ کار خود بعنایت رہا کنند

ترجمہ :۔ جب تو حسن عاقبت و زاہدی از خود نہیں لے سکتا تو بہتر ہے کہ اپنے تمام امور اسی کو سپرد کر دے۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ قریہ سے انسان کا ڈھانچہ مراد ہے اور اس کے مجرمین سے وہ چیزیں مراد ہیں جو اس کے حُسن کی استعداد ضائع کر کے اسے بدبختی کا خوگر بناتے ہیں۔ جیسے نفس اور خواہشات نفسانی اور شیطان۔ یہ کردن فیہا سے شرع کی مخالفت اور طبع نفسانی کی موافقت مراد ہے۔ وَمَا یَمْکُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِھِمْ۔ کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جب اپنی حسن استعداد کو ضائع کیا تو اس کا وبال اُن کی طرف عود کرے گا۔ کہ سوائے بدبختی کے انہیں اور کچھ حاصل نہ ہو گا کہ وہ دائمی طور سعادت سے محروم ہو جائیں گے۔ وَمَا یَشْعُرُوْنَ سے مراد ہے کہ انہیں اپنے کرتوت کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ انہیں اس وقت معلوم ہو گا جب

marfat.ocm
Marfat.com

جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ وَاذا جاءوکم قالوا لن نؤمن۔ اس سے نفس وشیطان اور خواہشات نفسانی مراد ہیں اس لئے کہ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آیات الٰہی کو دیکھ کر انکار کر جاتے ہیں۔ کیوں کہ سرکشی اور انکار اُن کی فطرت میں ہے بنا بریں وہ زبانِ حال سے کہہ دیتے ہیں کہ لَنْ نُؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَا اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ یہاں رسل اللہ سے قلب اور سرّ و روح مراد ہیں اس لئے کہ اسرار حق اور الہامات الٰہی کے کی جائے ورود یہی ہیں۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات صرف قلب اور سرّ و روح اور انہیں ارجعی الیٰ ربک کے پیغام سے نوازا جاتا ہے۔ سیصیب الذین اجرموا صغار اس سے نفس امارہ والے لوگ مراد ہیں۔ کہ صرف انہیں ذلت و خواری حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ سے دائمی طور دور ہو جائیں گے اور عذابِ شدید سے فرقت و انقطاع مراد ہے۔ بما کانوا یمکرون بوجہ اس کے کہ انہوں نے حسن استعداد کو ضائع کر دیا۔ اس مکر و فریب اور شر و فساد کی انہیں یہی سزا ملے گی۔ (کذا فی التاویلات النجمیہ)

تفسیر عالمانہ ۱۲۵ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ جس کیلئے اللہ تعالیٰ چاہے اسے ہدایت دینا یعنی اسے طریق حق بتلائے اور اسے ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ ۔ تو اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے یعنی اس میں وسعت اور کشادگی پیدا فرماتا ہے اس سے نفس کا حق کو قبول کرنے کی استعداد مراد ہے کہ وہ استعداد نفس کے اندر حلول کر جاتی ہے اور تزکیہ سے صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور جو امور اسے ترقی سے مانع اور منافی ہیں سب سے فارغ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ تفسیر: آیت کا معنی یہ ہے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ ایمان سے سرفرازنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کفر سے دوری اور ایمان قبول کرنے کے اسباب اس کیلئے مضبوط کر دیتا ہے اور اس کے دل کو ایمان قبول کرنے کے لئے اسباب اس کے لئے مضبوط کر دیتا ہے اور اس کے دل کو ایمان قبول کرنے کے لئے تیار فرماتا ہے تاکہ دل صرف ایمان کی دولت کیلئے مستعد ہو اور جتنا امور ایمان سے مانع اور اس کے منافی ہیں۔ اُن سے یکسر خالی ہو جائے۔

حدیث شریف جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرح صدر کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ڈالتا ہے پھر وہ سینہ واسع اور کشادہ ہو جاتا ہے آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے تو آپ نے فرمایا ہاں اس کی علامت یہ ہے کہ بندے کا رجوع دَارُالخلد (آخرت) کی طرف ہو جائے اور دارغرور (دُنیا) سے اسے نفرت ہو اور موت کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

فائدہ: علم دو قسم ہے (۱) علم معاملہ (۲) علم مکاشفہ۔ پہلا علم بندے کو اللہ تعالیٰ سے ملاتا ہے اور دُوری کے جملہ اسباب کو مٹاتا ہے۔ یہی وجہ ہے دوسرے علم کے حصول سے پہلے اسے حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ

marfat.ocm
Marfat.com

دوسرا علم وہ ہے جو دل میں ظاہر ہوتا ہے جس کے ذریعے بندے کو غیب کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ علم اوّل علم ثانی کے لئے شرط ہے کما قال تعالیٰ " والذین جاھدو فینا لنھدینھم سُبلنا ۔ اور اتنا ضروری کہ وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ حدیث شریف مذکور میں تصریح کی گئی ہے کہ انابت و تجافی اور استعداد علم معاملہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اسی نور کی علامات سے ہیں۔

— **فائدہ :** مکاشفہ کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی اُمتی عالم دین کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت ادنیٰ اُمتی پر ہے نیز مکاشفہ کے سوا باقی تمام امور عمل کے تابع ہیں اس لئے کہ ان کے ثبوت کیلئے عمل شرط ہے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جتنا حجابات رقیق تر ہوتے ہیں اتنا ایمان قوی تر اور دل روشن اور صاف تر ہوتا ہے یہاں تک کہ حجابات اٹھ جانے پر ایمان یقین سے بدل جاتا ہے اور دل کی نورانیت میں جونہی اضافہ ہوتا ہے تو وہ یقین عیان سے بدل جاتا ہے لیکن اُن میں حجابات کا اٹھنا شرط ہے پھر جب دل پر حق کے جمال کا جلوہ ہوتا ہے تو عیان سے عین ہو جاتا ہے لیکن اس میں جمال کے ساتھ جلال کے جلوہ کا ہونا ضروری ہے۔

تفسیر عالمانہ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ ۔ اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے یعنی اس کے اندر گمراہی پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس بندے کے اپنے اختیار کے تقاضے یوں ہو جاتے ہیں کہ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا تو اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ ضیق بمعنی تنگ ہے۔ حَرَجًا اور ایسا تنگ کہ وہ ایمان قبول کرنے سے حرج محسوس کرتا ہے اس طرح اُس کے اندر ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جس کے لئے اللہ تعالیٰ کفر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے ایمان سے دوری اور کفر کے قرب کے اسباب تیار فرماتا ہے۔ الحرج بالفتح مصدر ہے مبالغہ کے طور اسے صفت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور بالکسر بمعنی اسم فاعل یعنی زائد تنگی والا۔ یہ ضیق سے اخص ہے۔ اس معنی پر ہر حرج ضیق ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ضیق حرج ہو۔

— **فائدہ :** بعض کے نزدیک حرج درخت کی گھنی دار جگہ کو کہا جاتا ہے۔ اب مطلب یوں ہوا کہ کافر کے دل میں ایمان کا پہنچنا ایسے مشکل ہو جاتا ہے جیسے درخت کی گھنی دار جگہ پر چرنے والا جانور کا پہنچنا دشوار ہے۔

كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ گویا وہ آسمان پر چڑھتا ہے۔

فائدہ : کافر کو آسمان پر چڑھنے سے تشبیہ دینے کی دو وجہ ہیں۔

(۱) جیسے انسان کو آسمان پر چڑھنے کے لئے کہا جائے تو اُسے آسمان پر چڑھنا سخت دشوار محسوس ہوتا ہے

marfat.ocm
Marfat.com

اسلام سے یہ فعل ایک عظیم مصیبت نظر آتی ہے تو وہ اس کام سے سخت نفرت کرتا ہے ایسے ہی کافر کو ایمان لانا سخت ترین امر نظر آتا ہے اس وجہ سے اسے ایمان سے نفرت ہوتی ہے۔

(۲) کافر کا دل ایمان سے دور ہو چکا ہے بلکہ قبول اسلام سے اس کے دل کو زمین و آسمان کی نسبت ہے اس بنا پر اس بُعد کو زمین سے آسمان پر چڑھنے سے تشبیہ دی گئی۔ چنانچہ کاشفی صاحب اپنی فارسی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ گوئی بالا می رود در آسمان یعنی می گریزد از قبول حق میخواہد کہ با آسماں رود۔ گویا کہ وہ آسمان پہ جاتا ہے۔ یعنی قبول ایمان سے آسمان کی طرف بھاگنا چاہتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

دل کئی قسم کے ہیں۔

(۱) بعض وہ ہیں کہ جن پر ایمان کا قبول کرنا نہایت ہی شاق ہے یہ کافروں کے دل ہیں۔

(۲) بعض وہ ہیں جنہیں ایمان شاق تو نہیں ہوتا لیکن ایمان کے ذوق سے ناآشنا ہوتے ہیں جیسے ناقص مومن۔

(۳) بعض ان میں وہ ہیں جو کلمات عرفانیہ سے محروم بلکہ عارفین کے احوال کے بھی منکر ہیں۔ یہ وہ ہیں جو صفات حیوانیہ میں زیادہ منہمک ہیں اور ان پر صفات بہیمیہ (درندگی) سوار ہیں۔ اور وہ صفات شیطانیہ سے مغلوب ہیں۔ اس وجہ سے انہیں روحانی مشارب سے روحانیت کا قطرہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے اللہ والے اغیار سے اسرار مخفی رکھتے ہیں ؎

چرا صدف نکند چاک سینہ را صائب
دریں زمانہ کہ جوہر شناس نایاب است

ترجمہ: اے صائب صدف اپنا سینہ چاک کیوں نہیں کرتی اس لئے کہ اس زمانہ میں جوہر شناس نہیں رہے۔

كَذٰلِكَ جل مذکورہ کیطرح یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ اللہ تعالیٰ بناتا ہے رجس کو رجس سے عذاب یا رسوائی یا لعنت یا شیطان مراد ہے یعنی ان میں کسی کو مسلط کرتا ہے

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ یہاں پر علیہم کہنا چاہیے تھا لیکن مظہر کے بجائے اسم مظہر لایا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اسم مظہر کا صلہ ان پر لعنت وغیرہ کا سبب بنا یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن پر شیطان وغیرہ کو اس لئے مسلط کیا کہ انہوں نے ایمان قبول نہ کیا اور کفر و طغیان پر اصرار کیا ۱۲۹ وَهٰذَا اور یہ بیان جسے قرآن مجید لایا ہے۔ صِرَاطُ رَبِّكَ تیرے رب کریم کا راستہ ہے یعنی یہ وہی راہ ہے جس سے وہ راضی ہے درآنحالیکہ وہ مُسْتَقِيْمًا ط سیدھا ہے اس کے لئے جو اس پر چلتا ہے تو اُسے ٹیڑھا پن نظر نہیں آتا بلکہ یہاں تک کہ وہی راستہ اسے بہشت میں لے جاتا ہے۔

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ : ہم نے آیات بیان کئے ہیں۔ یعنی انہیں واضح اور کھلے طور بیان کیا ہے کہ اس کا

marfat.ocm
Marfat.com

ایک مضمون دوسرے سے مخلوط نہیں ہو جاتا۔ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ ان لوگوں کے لئے جو نصیحت پذیر ہوتے ہیں ان کی تخصیص اس لئے ہے کہ صرف وہی اُن سے فیض یاب ہوتے ہیں[۱۲۷] لَهُمْ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ گویا کہا گیا کہ جو لوگ قرآنی آیات سے نفع پاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے کتنا انعام تیار کیا ہے اس کے جواب میں کہا گیا کہ اُن کے لئے دَارُ السَّلَامِ۔ ایک ایسی سلامتی کی دار تیار کی گئی ہے جس سے ہر قسم کے دکھ اور درد اور تکالیف دور رکھے گئے ہیں۔ یعنی ان کے لئے بہشت ہے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ یہ دارالسلام سے حال ہے یعنی اُن کے لئے بہشت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی مہمانیاں ہیں یہ ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نحن الیوم عند فلانٍ ہم آج فلان کے ہاں ہوں گے یعنی اس کی مہمانی اور کرم نوازی سے سرشار ہوں گے۔ بعض کے نزدیک عندیہ سے اس کا وعدہ کریمہ مراد ہے کہ قیامت میں ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ کفیل ہوگا۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ وہی ان کا مالک و محب اور ان کے دشمنوں پر وہی ان کو مدد دینے والا ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے۔

خلاصہ تفسیر

آیت مذکورہ میں مندرج ذیل امور کا بیان ہوا ہے

(۱) ایمان کا حسن

(۲) کفر کا قبح

(۳) سعادت مند اور بدبخت کا انجام

(۴) انبیاء و اولیاء کے طریقوں پر چلنے کی ترغیب

(۵) وہ عمل صالح جو صرف رضائے الٰہی کی خاطر کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت دارالسلام یعنی بہشت کے داخلے کا ٹکٹ ہے اور دارالسلام وہ قرار و اطمینان کا گھر ہے کہ جو اس میں داخل ہوگا وہ ہر طرح کے عذاب سے مامون و محفوظ ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے اور انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

حکایت

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیار عجم کے ایک قلعے کو فتح کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ جس میں چار ہزار گھوڑ سوار تھے ان کا امیر لشکر اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اہل لشکر چلتے رہے یہاں تک کہ اس قلعہ کے قریب پہنچے وہ ایک بلند پہاڑی پر تھا۔ اہل لشکر فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا محاصرہ کر لیا لیکن وہاں تک ہتھیار پہنچانے کا کوئی سبب نہ تھا۔ اس قلعہ کے اندر کفار کا لشکر تھا اور امیر لشکر ایک عورت تھی جو نہایت حسینہ و جمیلہ اور شکیلہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس قلعہ کے محاصرہ سے بہت تھک گئے کیوں کہ کفار پر ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ایک دن کفار کی امیر لشکر نے ہمارے لشکر کو

marfat.ocm
Marfat.com

طرف ایک دریچہ سے جھانک کر دیکھا تو اس کی نظر ایک نوجوان عربی پر پڑ گئی جو وہ بھی حسین و جمیل اور شکیل تھا۔ جنگی مہارت میں اسے خوب حاصل تھی۔ وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ کفار کی امیر لشکر ہمارے نوجوان کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہوگئی اور روز بروز اس کے عشق میں پگھلنے لگی۔ اس کی محرم راز نوکرانی نے سبب پوچھا اور کہا کہ آپ ہماری ملکہ ہیں اور قلعہ کے اندر محصور ہیں۔ آپ پر نوجوں کا زبردست پہرہ ہے پھر بھی آپ آہیں بھرتی ہیں۔ اُس نے کہا میرا خیال آتا ہے کہ اس قلعہ کو فلاں نوجوان فتح کرے گا۔ نوکرانی نے کہا وہ کیسے۔ اُس نے کہا دیکھ لے اب چند منٹوں کی بات ہے کہہ کر ملکہ نے اپنا ایلچی اس نوجوان کے ہاں بھیجا اور کہا کہ کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ تیری میری ملاقات ہو جائے۔ اس کے بعد تم میرے اور میں تیری ہو جاؤں۔ نوجوان نے ایلچی کو جواب دیا کہ اسے جا کر کہہ دو دو شرطوں پر تیری میری ملاقات ممکن ہے۔

(۱) باہر والا قلعہ ہمیں دیدے

(۲) اندر والا اُس کو

ملکہ کو جواب پہنچا تو اس نے دوبارہ ایلچی بھیج کر وضاحت چاہی کہ باہر والا قلعہ تو میں سمجھ گئی ہوں کہ میں اپنی شاہی تمہارے سپرد کر دوں لیکن اندر والے قلعہ سے کیا مراد ہے اور وہ کس کو دینا ہے۔ اس نوجوان نے سمجھایا کہ اندر والے قلعے سے تمہارا دل مراد ہے اور اُسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے ملکہ نے یہ سن کر جواب بھیجا کہ نوجوان سے کہو کہ اپنا لشکر اندر قلعہ میں لائے۔ میں یہ قلعہ تمہارے قبضہ میں دے چکی ہوں۔ جب اسلام کا لشکر اندر پہنچا تو اس نوجوان نے ملکہ کو اسلام پیش کیا۔ اُس نے کہا کہ چونکہ میں ایک بڑی ملکہ ہوں اس لئے میں اسلام اس کے سامنے قبول کروں گی جو تمہارا امیر ہو اس نوجوان نے کہا کہ اس وقت تو ہمارا امیر لشکر حضرت عبد اللہؓ جو ہمارے خلیفہ کا بیٹا ہے۔ ملکہ حضرت عبداللہؓ کے ہاں حاضر ہوئی اور انہیں بھی یہی سوال کیا۔ اُس نے کہا اس وقت ہمارے بڑے میرے والد گرامی ہیں ملکہ نے کہا مجھے اُن کے ہاں بھیج دو۔ جب وہ ملکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوئی تو وہاں بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ہم سب کے بڑے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ اُن کی قبر انور ہے ملکہ نے کہا میں انہی کے حضور میں اسلام قبول کروں گی چنانچہ یہ کہہ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ طہر کی طرف چلی اور آکر سلام عرض کیا اور نہایت ہی باادب اور پرسکون ہو کر بیٹھ گئی اور پڑھا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ اور کہا کہ اب میں ظلمات سے نکل کر نور میں داخل ہوگئی۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے خوف ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد گناہوں میں ملوث نہ ہو جاؤں لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیے چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے آپ اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیجئے تاکہ مجھے گناہ کے ارتکاب سے پہلے ہی موت دیدے یہ کہہ کر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا اور وہیں پر وفات پا گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس کے حسن خاتمہ کو دیکھ کر رو پڑے اور

marfat.ocm
Marfat.com

اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ کر کے اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جنۃ البقیع میں دفن کیا گیا۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

بروز واقعہ تابوت من ز سرو کشید۔
کہ میردم بہوا بلند و بالا

ترجمہ: موت کے دنوں میرا تابوت سرو سے بنانا تاکہ میں ہوا میں بہت اونچی پرواز کر سکوں

اے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے بنا جو تیرے سیدھے راہ پر چل کر قلب سلیم کے ساتھ تیرے حضور میں پہنچ کر عذاب الیم سے نجات پاتے ہیں۔ (آمین یا کریم یا رحیم)

تفسیر عالمانہ: ۱۲۸- وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا اور یاد کیجئے اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ وغیرہ کو جس دن اللہ تعالیٰ ثقلین وغیرہ سب کو اٹھا کر قیامت کے میدان میں جمع کر کے انہیں تو بیخاً فرمائے گا۔ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ اے شیطانوں کی جماعت۔

فائدہ: المعشر اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو بیک جہت مضبوط ہوں اور ان کے ایک دوسرے سے مل کر گزریں اور ان کا ایک ہی معاشرہ ہو۔ اس کی جمع معاشر آتی ہے۔ بعض کے نزدیک معشر اس جماعت کو کہتے ہیں جو غایت کثرت کو پہنچ جائے۔

فائدہ: دس کامل عدد اور کثیر ہیں اس لئے کہ اس کے بعد اور کوئی عدد نہیں اگر ہیں تو اس سے مرکب ہو کر مثلاً احد، عشر اثنا عشر وغیرہ سب کہیں کہ معشر تو اس کا معنی ہو گا۔ عشر یعنی کثرت کاملہ کا محل۔

فائدہ: لوگوں سے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جنات کو جن کہا جاتا ہے۔ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ۔ بے شک بہ نسبت انسانوں کے اغواء و اضلال میں کثیر ہو یعنی تم انسانوں کو بہت زیادہ گمراہ کرتے ہو۔

وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ شیاطین کے دوستوں نے کہا یعنی جنہوں نے ان کا کہا مانا درانحالیکہ من الانس وہ انسانوں سے ہیں یہ أَوْلِيَاؤُهُمْ سے حال ہے۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ہمارے بعض نے بعض سے نفع پایا ہے یعنی انسانوں نے جنات سے اور جنات نے انسانوں سے۔ انسانوں کو جنوں سے یہ فائدہ پہنچا کہ جنات نے انسانوں کو شہوات کے قواعد و ضوابط بتلائے۔ انہیں شہوات کی باتیں جنات کے بتانے سے آسان ہوئیں اور جنات نے انسانوں سے یہ فائدہ پایا اور انسانوں پر سرداری نظام قائم کیا اور دستور ہے کہ ہر سردار اپنے چودھراپن سے اپنے تابعدار سے نفع پایا۔

وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا اور ہم اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی یعنی ہم مقرر کردہ میعاد یعنی قیامت کے دن کو پہنچ گئے ہیں۔

فائدہ: مجرمین اپنی غلطیوں کے اعتراف کے طور قیامت میں اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ واقعی ہماری غلطی ہے کہ

marfat.ocm
Marfat.com

نے شیاطین اور شہوات کی اتباع اور قیامت کی تکذیب کی۔ اُن کا یہ اعتراف بطورِ اظہار ندامت ہوگا اور اپنے پر حسرت کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں سرِ تسلیم خم کر کے عرض کریں گے ؎

کنوں باید ای خفتہ بیدار بود
چو مرگ اندر آرد ز خوابت چہ سُود
چہ خوش گفت با کودک آموز گار
کہ کاشے نکردیم و شد روزگار

ترجمہ (۱) ابھی سے اے سونے والے جاگو جب موت نے تجھے خواب سے بیدار کیا تو کیا فائدہ
(۲) کیا خوب فرمایا استاد نے شاگرد کو کہ افسوس ہم نے کوئی کام نہ کیا اور وقت گزر گیا۔

سوال : حسرت بھری باتیں گمراہ شدگان تو کہہ رہے ہیں گمراہ شدگان گمراہ کنندگان سے ایسی باتیں کیوں نہیں بیان ہوئیں

جواب : گمراہ کنندگان کو جب ایک بار لاجواب کر کے خاموش کرا یا گیا اب انہیں بولنے کی ہمت نہیں ہوگی اور اُن کے لاجواب ہونے کا بیان دوسرے مقام پہ مذکور ہوا ہے۔

قال : یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب مجرموں نے بطور اعتراف مذکورہ بالا بیان دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا فرمایا تو اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا۔ اَلنَّارُ مَثْوٰىكُمْ جہنم تمہارا ٹھکانہ ہے مثویٰ بمعنی اقامت خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فائدہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت میں ہمیشہ بہشت و دوزخ میں رہنے والی مخلوق چار قسم کی ہے۔

(۱) ہمیشہ بہشت میں رہنے والے ملائکہ کرام
(۲) ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے شیاطین
(۳) بعض وہ جن و انس بہشت میں جن کے اعمال اچھے۔
(۴) ان کے وہ بعض دوزخ میں جن کے اعمال بُرے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

(۱) تاویلات نجمیہ کی توجیہات میں ہے کہ اِلَّا ما شاء اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی اور خلوص سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ اس معنی پر یہ استثناء لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے دنیا میں اپنی غلطیوں سے سچے دل سے توبہ کی نہ کہ اہلِ خلود سے استثناء ہے اس لئے کہ اہل خلود قابلِ استثناء نہیں ہیں۔

(۲) بعض مفسرین نے فرمایا کہ ما شاء اللہ کا مصدر یہ ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے جیسے اتیک حقوق النجم میں مضاف یعنی وقت محذوف ہے اور یہ استثناء سابقہ جملہ کے مضمون سے ہے یعنی النار مثواکم خالدین فیہا

marfat.ocm
Marfat.com

سے۔ اب معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مگر ان اوقات میں دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ جن وقتوں میں اللہ تعالیٰ چاہے گا یعنی اوقات ابد اسے استثناء ہے اور وہ مستثنیٰ شدہ اوقات اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ دوزخیوں کو بعض اوقات جہنم سے نکال کر زہریر (برف خانے) میں ڈالا جائے گا۔ وہ زہریر اُن کے چمڑے ادھیڑ لے گا۔ سخت سردی سے چیخ کر عرض کریں گے ہمیں جہنم میں رہنا منظور ہے اس سختی سے ہمیں نکال لیا جائے اس بنا پر یہ استثناء اُن کے لئے تہکم و استہزاء کے طور ہوگا۔

(۳) تفسیر جلالین میں ہے کہ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ کا استثناء وقت کے لئے ہے کہ انہیں بعض اوقات جہنم سے نکال کر کھولتے ہوئے گرم پانی میں ڈالا جائے گا۔ اور چونکہ وہ دوزخ کے احاطہ سے باہر ہے اس لئے اِن اوقات کو دوام کے دوام سے مستثنیٰ کیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ۔ پھر ان کا رجوع جحیم (گرم پانی کی طرف ہوگا۔

(۴) بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ دوزخیوں کو دُور سے بہشت کا دروازہ کھول دیا جائے گا وہ طمع کر کے بہشت میں داخل ہونے کے لئے للچائیں گے تو بہشت کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

(۵) بعض کہتے ہیں کہ یہ استثناء ان اوقات کے لئے ہے جنہیں دوزخ کے داخل ہونے سے پہلے انہیں حساب و کتاب تک مہلت ملی تھی۔ گویا کہا گیا کہ تم دوزخ میں ہمیشہ رہو گے صرف ان اوقات میں تمہیں مہلت ہوگی جن میں تم ابھی دوزخ میں داخل نہیں ہوئے تھے پھر خلود کا قاعدہ ہے کہ جیسے اُس کے آخر میں استثناء کیا جا سکتا ہے اس کے اوّل میں بھی کیا جا سکتا ہے یہ توجیہات علمائے ظاہر نے بیان فرمائی ہیں۔ اگرچہ مذکورہ بالا توجیہات بھی حضرت نجم الدین قدس سرہ نے بیان فرمائیں لیکن انہوں نے شریعت مطہرہ کی پاسداری فرمائی ہے۔

تفسیر صوفیانہ

علمائے باطن یعنی صوفیاء کرام نے اس استثناء یعنی اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ کی عجیب و غریب توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ جن سے عوام کے عقول و اذہان اور علوم و افہام چکرا جاتے ہیں۔ ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی وصیت کرتا ہوں کہ انہیں صرف اپنے تک محدود رکھنا۔ یہ عوام میں بیان کرنے کی باتیں نہیں حضرت مولانا رمضان شرح عقائد میں لکھتے ہیں کہ دوزخ والے نجات سے ناامید نہیں ہوں گے یہاں تک کہ جب موت کو ذبح کرنے کے بعد اعلان ہوگا کہ اب دائمی طور بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں رہیں گے اُس کے بعد دوزخی جب دوزخ میں واپس لوٹیں گے تو اُن کو عذاب جہنم بجائے دکھ اور درد کے بجائے انہیں لذت پہنچائیگا۔ ایسی لذت کہ اگر انہیں نسیم جنت عنایت ہو تو بھی انکار کر دیں گے بلکہ الٹا انہیں یہی نسیم جنت عذاب محسوس ہوگی جیسے سیاہ بھنور کو گوہر کی بدبو خوشبو سے زیادہ معطر محسوس ہوتی ہے اگر اسے گلاب سونگھایا جائے تو اُس سے اُلٹا اسے تکلیف ہوتی ہے یہی تقریر حضرت الشیخ الاکبر و الملک الاذفر و الکبریت الاحمر قدس سرہ سے بھی منقول ہے انہوں

marfat.com
Marfat.com

نے فرمایا کہ جہنم دکھ اور درد سے خالی کردی جائے گی اور اس کا عذاب عذب یعنی میٹھے پانی کی طرح ہوگا۔ اُن کے نزدیک عذاب کا مادہ (میٹھا پانی) ہے لیکن عوام کو اس سے وہم کہ نہ کھانا چاہیے کہ حضرت اکبر قدس سرہ اور دوسرے اکابر صوفیاء کرام اجماع اُمت کے خلاف ہو رہے ہیں۔ اسلئے کہ علماء ظاہر و باطن ہر دونوں متفق ہیں کہ جہنم کا عذاب دائمی ہے اور جہنم سے انقطاع ناممکن ہے۔

تطبیق از صاحب رُوح البیان

صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کامل قدس سرہ جن کو اللہ تعالیٰ نے کمالات دینی اور شرافتِ توصف سے نوازا ہے نے فرمایا شیخ اکبر و دیگر اکابر صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات میں کسی قسم کا تضاد نہیں اس لئے کہ دار جمال و بہشت کے مکینوں پر جمال الٰہی کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں بلکہ وہ صرف انہی اثرات جمال سے ہمیشہ تلذذ پاتے ہیں۔ اگرچہ اس جمال میں جلال اور اس کا اثر بھی ہے لیکن غلبہ جمال سے جلال کے اثر کو نہ محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی اسے دیکھتے ہیں اور نہ ہی نہ جلال کے اثرات کا انہیں درد محسوس ہوتا ہے اس طرح جو دار جلال (جہنم) میں سکونت پذیر ہے تو اسمیں عرصہ دراز گذرنے پر جلال کے جمال کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جس کا وہ ہمیشہ ذائقہ چکھتا ہے۔ جلال کے جمال کے اثر کے ظہور کے بعد نار الجلال کے آثار چھپ جاتے ہیں کہ پھر اسے محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے اُسے درد و الم پہنچتا ہے۔ لیکن جلال کے جمال کا اثر بڑے عرصہ دراز کے بعد نمودار ہوگا۔ یعنی اس وقت جب کہ نار جلال جہنمیوں کے بواطن و ظواہر کو جلا کر راکھ بنا دیگی اور اس کے لئے مدت مدید اور عرصہ بعید چاہیے جسے احقاب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حقبہ کی مدت آخرت کے پچاس ہزار سال کا ہے یہ اُن کے دنیا میں ایک دن کے شرک کی سزا ہے اسی طرح اس کی زندگی کے ایک ایک دِن کے شرک کی سزا ایک ایک حقبہ ہوگا۔ جب اس کی زندگی کے تمام حقبات ختم ہونگے تب کہیں اس پر جلال کے جمال کا ظہور ہوگا۔ پھر جس طرح اُن کا ازل میں حالت اور کیفیت تھی ان حقبات کے انقطاع کے بعد وہی ازلی حالت و کیفیت نصیب ہوگی ازل و ابد درمیانی عرصہ اس کیلئے آزمائش کا دور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ آزمائشیں کے حادث ہیں اور حوادث منقطع ہوتے ہیں اور آزمائشوں کے حادث ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دار البوار سے بچائے۔ آمین۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ بے شک تیرا رب حکیم ہے وہ اپنے افعال کی حکمتوں کو خوب جانتا ہے منجملہ ان کے یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ اولیائے شیطان کو دائمی طور جہنم میں ڈالے گا۔ عَلِيمٌ وہ ثقلین یعنی انس و جن اور اُن کے اعمال اور پھر اُن کے اعمال جزا و سزا کو خوب جانتا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ اور جیسے ہم نے جن و انس کو رُسوا کیا۔ یہانتک کہ انہوں نے ایک دوسرے سے نفع پایا۔ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا ۔ ہم ظالمین کے بعض کو بعض پر مسلط کرتے ہیں یعنی ظالم کی ظالم سے پٹائی

marfat.ocm
Marfat.com

کراتے ہیں۔ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ببب اس کے وہ اپنے اعمال کفر و معاصی پر مداومت کرتے ہیں۔

مسئلہ : مَردی ہے کہ جو ظالم کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مدد کرنے والے پر بھی کسی ظالم کو مُسلط کر دیتا ہے۔

ظالم حاکم شامتِ اعمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کیلئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُن پر اچھے حاکم مقرر فرماتا ہے اور جب کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان پر ظالم حاکم مُسلط کرتا ہے۔

(۲) سابقہ کتب سماویہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بادشاہوں کے قلوب میرے قبضۂ قدرت میں ہیں جو قوم میری اطاعت کرتی ہے میں بادشاہوں کو اُن کے لئے رحمت بنا دیتا ہوں اور جو قوم میری بے فرمانی کرتی ہے میں اس پر اُن کے حاکموں کا عذاب بنا دیتا ہوں جو اُن کے اعمال کی انہیں سزا دیتے ہیں۔ فلہٰذا اے اللہ کے بندو ! اپنے نفسوں کو بادشاہوں کا مشغلہ نہ بناؤ بلکہ توبہ کرو تاکہ میں تمہارے حال پر رحم فرماؤں۔

(۳) حدیث شریف میں ہے کہ ظالم انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا مدل ہے۔ وہ لوگوں سے اُن کے گناہوں کا بدلہ لیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس سے اُس کے ظلم کا بدلہ لے گا۔

(۴) مرفوع حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے مبغوض بندے سے مبغوض بندے کے ذریعے بدلہ لیتا ہوں پھر ہر دونوں کو جہنم میں بھیجوں گا۔

(۵) : زبور میں ہے کہ میں منافقوں سے منافقین کے ذریعے بدلہ لیتا ہوں پھر ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ بدلہ لوں گا۔

سوال : اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کیوں حالانکہ اس سے عدل ہی عدل ہوتا ہے ؟

جواب : یہاں پر عدل سے فضل کے بالمقابل مُراد ہے اور عدل کا حقیقی معنی یہ ہے کہ ہر فاعل سے اس کے فعل کا معاملہ کیا جائے۔ اگر اس کا فعل اچھا ہے تو اُسے نیک جزا دی جائے۔ اگر اس کا فعل بُرا ہے تو اُسے سزا دی جائے اور فضل یہ ہے کہ بُرے کو معاف کر دیا جائے۔ یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ بُرے کو سزا دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے وہ اسے عدل کہتے ہیں۔ اس بنا پر وہ اپنا نام اہلِ عدل رکھتے ہیں۔ اہل سنت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ قال تعالیٰ ، وقل رب احکم بالحق" یعنی ظالم کو مہلت نہ دی جائے اور نہ ہی اس سے تجاوز کیا جائے۔ بلکہ اس کی سزا میں جلدی کرنا چاہیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جس کے لئے مہلت دینا یا تجاوز کرنا چاہے تو وہ مالک ہے اور جسے جو چاہے عطا کرے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے۔ اس سے کسی کو سوال کرنے کا حق نہیں۔ دکذا فی المقاصد الحسنہ لامام السخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ مثنوی شریف میں ہے ؎

marfat.ocm
Marfat.com

۱ چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش
زانکہ تخمست و بروید اند خداش

۲ چند گاہے اور پوشاند کرتا
آیدت زاں بد پشیمان و حیا

۳ بارہا پوشد پئے اظہار فضل
باز گرداز پئے اظہار عدل

۴ تاکہ این ہر دو صفت ظاہر شود
آں مبشر گردد ایں منذر شود

ترجمہ ۱۔ جب تجھ سے برائی سرزد ہوئی بے خوف نہ ہو اس لئے کہ یہ سچ ہے جو اسے اللہ تعالیٰ اگائیگا
۲۔ بہت بار تیرے عیب ڈھانپتا ہے تاکہ مجھے پشیمانی اور حیا آئے۔
۳۔ فضل وکرم کے پیش نظر تیرے عیب چھپاتا ہے پھر گرفت کرتا ہے تو وہ اس کا عدل ہے
۴۔ تاکہ اسکی یہ دونوں صفتیں ظاہر ہوں ایک صفت مبشر ہے دوسری منذر ہے۔

تفسیر صوفیانہ ظالم مطلقاً اپنی روحانی فطری استعداد کو ضائع کرتا ہے جو فیض ربانی کے قابل تھی یہی وجہ ہے کہ ظالم پر کلام حق کا اثر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب ریاست کو قدرت وغلبہ زائد دیا جاتا ہے۔

حدیث شریف ۱۔ میں ہے کہ قیامت کے علامات میں سے ہے کہ لوگ نمازیں ضائع کردیں گے۔ اور شہوات کے تابع ہو جائیں گے۔ اس وقت کے امیر خائن ہوں گے اور وزیر فاسق۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونک پڑے اور عرض کی کیا ایسے لوگ پیدا ہوں گے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں اے سلمان ضرور ایسے ہو گا اس وقت مومن ذلیل ترین انسان سمجھیں جائیں گے وہ لوگوں کے سامنے چلے گا تو اسے خوف ہوگا کہ اگر کوئی بات کرے تو اسے کچا کھا جائیں گے۔ اگر چپ رہتا ہے تو غصہ سے مرے گا (کذا فی روض الاخبار) حضرت شیخ سعدی نے فرمایا ؎

۱۔ خبر داری از خسروان عجم
کہ کردند زیر دستاں ستم

۲۔ نہ آں شوکت و پادشاہی بماند
نہ آں ظلم بر روستائی بماند

(باقی صفحہ ۶۸۹ پر)

marfat.ocm
Marfat.com

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ
اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں کے
مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا
رسول نہ آئے تھے تم پر میری آیتیں پڑھتے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے کہیں گے
شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ
ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ
كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
کافر تھے یہ اس لیے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ
غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لیے ان کے کاموں سے درجے ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں
وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا
اور اے محبوب تمہارا رب بے پروا ہے رحمت والا اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ لائے
يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ
جیسے تمہیں اوروں کی اولاد سے پیدا کیا بے شک جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے
اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ
ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہیں سکتے تم فرماؤ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں تو اب جانتا
تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوْا
چاہتے ہو کس کا رہتا ہے آخرت کا گھر بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے اور اللہ نے
لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا
بوکھیتی اور مویشی پیدا کئے ان میں اُسے ایک حصہ دار ٹھہرایا تو بولے یہ اللہ کا ہے ان کے خیال میں اور یہ
لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ
ہمارے شریکوں کا تو وہ جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا اور جو خدا کا ہے وہ ان
يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
کے شریکوں کو پہنچتا ہے کیا ہی برا حکم کرتے ہیں اور یوں ہی بہت مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
نے اولاد کا قتل بھلا کر دکھایا ہے کہ انہیں ہلاک کریں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کر دیں اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ

marfat.ocm
Marfat.com

مَا كَانُوْا يُفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا
کرتے تو تم انہیں چھوڑ دو ہیں اور ان کے افترا اور بولے یہ مویشی اور کھیتی روکی ہوئی ہے اے
يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ
وہ کھائے جسے ہم چاہیں اپنے بنائے خیال سے اور کچھ مویشی ہیں جن پر حرام ہوا اور کچھ مویشی کہ ذبح پر اللہ
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ
کا نام نہیں لیتے یہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے قریب ہے انہیں بدلا دے گا ان کے افترا کا اور بولے جو ان
بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً
پیٹوں میں ہے ان چوپایوں کے خاص ہمارے مردوں کو ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور مرا ہوا ہو تو وہ
فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
سب اس میں شریک ہیں قریب ہے کہ اللہ انہیں بدلا دے ان کے بنانے کا بیشک وہ حکمت والا ہے بیشک تباہ ہوئے
قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ
وہ جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بے جانے اور حرام ٹھہرائے ہیں وہ جو اللہ نے انہیں روزی دی اللہ پر جھوٹ باندھنے کو
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ ع

تشریح ص ۱۹۰

۲۔ مکن تا توانی دل خلق ریش
دگر میکنی میکنی بیخ خویش

ترجمہ: ۱۔ تمہیں معلوم ہے کہ شاہان عجم نے رعایا (عاجزوں) پر ظلم کیا۔
۲۔ پھر نہ شاہی رہی نہ شوکت نہ وہ عاجزوں پر ظلم
۳۔ حتی الامکان مخلوق کا دل زخمی نہ کر۔ اگر کرتا ہے تو اپنی جڑ اکھیڑتا ہے۔
اے اللہ شہر میں ظلم و فساد سے محفوظ فرما۔ اسلئے کہ تو حافظ العباد والبلاد ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

۱۳۰ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ قیامت میں ثقلین یعنی جن اور انسانوں

تفسیر عالمانہ سے فرمائے گا کیا تمہارے ہر دونوں گروہوں کے ہاں سے معین رسول (علیہ السلام) منکم یہ رسول کی نہیں آیا۔ رُسُل اللہ تعالیٰ کی طرف صفت ہے یعنی جو تمہارے جنسوں سے تھے۔

مسئلہ: بالاتفاق انسان اور جن ہر دونوں احکام الٰہیہ کے مکلف ہیں۔ صرف اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں کی طرف جتنے رسول تشریف لائے اُن کے ہمجنس یا ہمجنس پرواز اور ہمجنس سے استفادہ اور انس لینا موزوں تر ہوتا ہے نیز جنات کے لئے یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے لئے رسل ان کی غیر جنس سے تشریف لائے مثلاً جنات کے رسول بشر ہوں۔ اس میں کسی قسم کا اشکال بھی نہیں کہ جنات بشر سے استفادہ کریں کہ اُن کے خواص اُن سے استفادہ کریں کہ اُن کے خواص اُن سے استفادہ کرکے اپنے عوام تک پیغامات پہنچائیں۔ جیسے خواص بشر ملائکہ کرام سے استفادہ کرتے ہیں۔

مسئلہ: اس پر امت کا اجماع ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثقلین یعنی جن و انسانوں کے رسول ہیں آپ نے ہر دونوں گروہوں کو ایمان باللہ و بالیوم الآخر کی دعوت دی۔

مسئلہ: سابقہ پیغمبران عظام علیٰ نبینا و علیہم السلام صرف انسانوں کے نبی تھے۔

سوال: سلیمان علیہ السلام کی جنات پر بھی حکومت تھی تو کیا وہ نبی نہیں تھے۔

جواب: وہ جنات پر حکومت کرتے تھے لیکن اُن کی اُن پر صرف سلطنت و حکومت و سیاست عامہ تھی

جنات کی نبوّت کی تحقیق رُسُلٌ مِّنْکُمْ کے عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ جنات میں بھی رسول اور پیغمبر ہوں، یہی ضحاک اور اس کے تابعین کا مذہب ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ جب آیت میں عموم ہے تو پھر اس کے ظاہری معنی سے عدول نامناسب ہے جب کہ ظاہری معنی

marfat.ocm
Marfat.com

یعنے میں شرعاً قباحت بھی نہیں۔

ضحاک نے اپنی دلیل کی تائید سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے پیش کی۔ انہوں نے ومن الارض مثلہن الخ کی تفسیر میں فرمایا کہ

فی کل ارض نبی مثل بینکم وآدم کادمکم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ

(اس حدیث کو آکام المرجان میں صحیح بتایا ہے اور ابن عباس سے کیسے خلاف کیا جا سکتا ہے جب کہ وہی سلطان المفسرین ہیں اور سخاوی کا قول غیر معتبر ہے جب کہ انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ابن عباس سے ثابت نہیں ہے نیز ضحاک نے اپنی تائید اس قول سے بتائی ہے جو کہ مشہور ہے کہ ہر آسمان میں اس کعبہ کے بالمقابل کعبہ ہے جسے اُس آسمان کے مکین اس کا طواف وغیرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر زمین میں اس کعبہ کے بالمقابل کعبہ ہے جسے اُس کے مکین اس کا طواف وغیرہ کرتے ہیں۔) بات وہی مناسب ہے جو حضرت الشیخ الشہیر بافتادہ آفندی قدس سرہ فرما گئے۔ انہیں حضرت الہدائی کا خطاب بھی ملا اور عالم دنیا میں ہر ایک کے محمد اور افتادہ کے نام سے مشہور ہیں وہ یہی کہ جنات میں کوئی نبی نہیں (ھٰذا ھو الحق) اُس دوسرے معنی پر اُمت کا اجماع ہے۔

مسئلہ: اس سے بشر کی جنوں پر فضیلت ثابت ہوئی اس لئے کہ انبیاء بشروں سے تشریف لائے اور چونکہ جنات بھی احکام میں بشروں کے شریک ہیں اس لئے انہیں اُن کے ساتھ خطاب کیا گیا اور ایسا عرب میں عام ہے اس کی نظیر قرآن مجید میں ہے قال تعالیٰ "یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان" ہما کی ضمیر سے ظاہر ہے کہ مرجان ملح اور ملیح (دریا مراد ہوں۔

ف: بعض مفسرین نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ لفظ "رسل" عام ہے وہ حقیقی رسول پر شتمل ہوتا ہے اور رسول کے رسول پر بھی اور

حدیث شریف میں ہے کہ جنات کی ایک جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے قرآن سنا اور پھر واپس جاکر اپنی برادری کو احکام الٰہیہ کی تلقین کی۔ یہ تحقیق فقیر نے پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ (وھو یقول الحق ویھدی الی الصواب)

یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ پڑھتے تھے تمہارے سامنے میری کتابیں وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ؕ اور میری ملاقات کے اس دن یعنی قیامت کے دن سے تمہیں ڈراتے تھے۔

قَالُوْا وہ اس شدید توبیخ کو سُن کر جواباً عرض کریں گے۔ شَھِدْنَا عَلٰٓی اَنْفُسِنَا۔ ہم اپنے نفسوں پر شاہد ہیں کہ ہمیں تیرے احکام پہنچے اب وہ اپنے کفر اور عذاب کے مستحق ہونے کا اعتراف کریں گے وَشَھِدْنَا

marfat.ocm
Marfat.com

یہ بِعْتُ وَ اشْتَرَیْتُ کی طرح جملہ انشائیہ ہے۔ لفظ ماضی سے شہادت کا متقدم ہونا ضروری نہیں۔
وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور انہیں حیوٰۃ دنیا نے دھوکہ دیا اس لیئے ایمان نہ لاسکے
وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔ اور آخرت میں اپنے نفسوں پر گواہی دیں گے۔ اَنْفُسُ کا نوا ہے شک
وہ دنیا میں تھے کفرین اللہ تعالیٰ کے احکامات و آیات جنہیں رسل کرام لائے تھے اُن سے کفر کرنے والے
تھے۔ یہ اُن کے غلط نظریات کی تردید ہے اور واضح کرنا ہے کہ اُن کی رائے سراسر غلط تھی۔ اس لئے کہ وہ
حیوٰۃ دنیویہ اور لذات نفسانیہ سے دھوکہ کھا بیٹھے اور آخرت سے روگردانی کرلی بالآخر انجام وہی نکلا کہ وہ
خود بخود معترف ہوگئے کہ کفر بھی کیا اب وہ دائمی عذاب کے مستحق بھی ہیں۔ اس میں سامعین کو اُن کا حال
سنا کر انہیں ڈرانا مقصود ہے[131] ذٰلِكَ یہ رسل کرام کا بھیجنا۔ اَنْ یہاں لام مقدر اور ان مخففہ من المثقلہ ہے اصل
لانہ تھا یعنی اس لیے کہ لَمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ تیرا رب بستیوں کو ان کے ظلم کے سبب سے تباہ نہیں
کرتا۔ وَاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ اور ان کے اہل بے خبر ہوں کہ اُن کے ہاں کوئی پیغمبر علیہ السلام نہ بھیجے کہ انہیں احکامات
الٰہیہ بیان کرے۔

فائدہ: بغوی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ کسی کو غلطی کے بغیر سزا نہیں دیتا اور بندہ اس وقت غلط کار سمجھا
جاتا ہے جب اُسے کسی کام کا حکم دیا جائے اور وہ نہ کرے اور کسی فعل سے روکا جائے تو وہ اسی کا ارتکاب کرے
اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ پیغمبران عظام تشریف لائیں اور احکامات الٰہیہ سنائیں (تفسیر مظہری) میں ہے کہ
استقبال: ہیچ قوم نباشد الا بعد از تقدم وعید و اگر نہ ایشاں را بر حق حجت باشد کہ لولا ارسلت الینا رسولا
فنتبع آیاتک۔ کسی قوم کی بیخ کنی نہیں ہوتی جب تک اسے پہلے وعید نہ سنائی جائے ورنہ قیامت میں اللہ تعالیٰ
کے ہاں حجت پیش کریں گے کہ اگر ہمارے ہاں رسول تشریف لاتے تو ہم ضرور تیری آیات کی تابعداری کرتے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ بچپن میں خلق حیوانی سے استعداد روحانی نہیں ملتی۔ ہاں جب بالغ
ہوتا ہے تو اس وقت اس میں دونوں استعدادیں ہوتی ہیں (۱) فیض عقل (۲) فیض الہام حق۔
بلوغت کے بعد جو بندہ الہام حق کی مخالفت کرکے خواہشات نفسانیہ کی اتباع کرتا ہے تو اس کی فیض الٰہی کے قبول کرنے
کی حسن استعداد فنا ہو جاتی ہے۔ کما قال " وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور حدیث شریف میں ہے
کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا جب تک اُن میں رسول علیہ السلام نہ بھیجے اور جب لوگ اپنے رسول علیہ السلام
کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے جسے شریعت نے یوں بیان فرمایا کہ انسان قبل بلوغ اور
امر و نواہی کا مکلف نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ وہ وقت ہے کہ اُن میں اگر ماموریات کا پابند ہوگا تو اس کی روحانیت
کو ترقی ہوگی۔ اگر منہیات پر عمل کرے گا تو تنزل ہوگا۔

marfat.ocm
Marfat.com

سبق : دانا پر لازم ہے کہ اپنے حال کی اصلاح کرے اور قیامت کے قہری خطاب سے بچنے کی جدوجہد کرے ۔

گر بمحشر خطاب قہر کند
انبیاء را چہ جائے معذرت است

ترجمہ : اگر محشر میں قہر کا خطاب ہوا تو انبیاء علیہم السلام معذرت کا کونسا موقعہ ہوگا۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دنیا میں انسان پانچ قسم ہیں

(۱) علماء کرام ۔ یہ ورثۃ الانبیاء ہیں

(۲) زاہدین : یہ نیکی کی خبر دلال ہیں

(۳) غازی : یہ اللہ تعالیٰ کی تلواریں ہیں

(۴) تاجرین : یہ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں

(۵) بادشاہ : یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے نگران ہیں جب علماء دنیا کے طالب اور مال کے جمع کرنے لگیں تو پھر کس کی اقتدا کی جائے ۔

شیخ چوں سائل بمال آید مرید از وے مباش
تاجر دنیا بود گرچہ مالک سودا نہیں

ترجمہ : جب شیخ مال کی طرف مائل ہو تو اس کا مرید مت ہو دنیا دار مال کا عاشق مالک کے دیدار کے لائق نہیں۔

اور جب زاہد کار خیر کے خود خلاف کرے تو پھر کون اس سے رہبری حاصل کرے گا ۔

چوں خضر راہ کہ دانی چہ کند گمراہی

تیغ غازی بود آں گہ کہ بود تیز بدست

ترجمہ : غازی کی تلوار اس وقت تک فتح نہیں دیتی جب تک تیز نہ ہو۔

تاجر صاحب صفا گر نہ بود در معاش

ترجمہ : اگر تاجر خیانت کرے تو پھر اس پر کون اعتبار کرے گا ۔

marfat.ocm
Marfat.com

دریں زمانہ مگر جبرئیل امین باشد

اس وقت شاید صرف جبریل علیہ السلام ہی امین ہوں۔

اور اگر بادشاہ خود بھیڑیا ہو جائے تو پھر بکریوں کی رکھوالی کون کرے گا۔

بادشاہے کہ طرح ظلم افگند
پائے دیوار ملک خویش بکند
نکند رجور پیشہ سلطانی
کہ نیاید ز گرگ چوپانی

ترجمہ (۱) وہ بادشاہ جو ظلم کا طریقہ جاری کرے اپنے ملک کی جڑ خود کاٹتا ہے

(۲) کسی بادشاہ کو ظلم کا طریقہ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ بھیڑیئے سے نگرانی نہیں ہو گی۔

فائدہ مخفی نہ رہے کہ ملک و ملت کو تباہ کرنے والے علماء سُوٗ اور زاہد دنیا پرست اور غازی ریاکار اور تاجر خائن اور بادشاہ ظالم ہیں۔ عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

فائدہ بفضلہ تعالیٰ احکام الٰہیہ زمین کے چپہ چپہ پر پہنچے از آدم علیہ السلام تا ایندم ہر شاہد نے غائب کو پہنچائے اور ایک کے حق کی آواز پہنچی اسے سراسر زیادتی سے کر غریب۔ اپنے اور بُرے نے سُنا۔ کسی کے ہاں کوئی عذر نہیں بن سکا کہ کسی قیامت میں پیش کرے اور کوئی مجرم اپنی بچاؤ کی خاطر قبار جبار رب کے ملنے عذرت کرے ہر جاہل اور عاقل کو پہلے سے پہلے تنبیہ کی جاتی ہے ملکوں کی تباہی اور خلقت کے اصول و فروع کا ظہور انسان کی غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سبق ان امور کے صدور کے وقت انسان اپنے آپ کو ملامت کرے اور یہ امور اس وقت صادر ہوتے ہیں جب اُسے ذاتِ حق سے دوری ہو جاتی ہے ورنہ اُس نے تو انسان کے لئے ہر طرح کا برہان اور حجت قائم فرمائی اور سالکین راہ کے لئے ہر قسم کے دلائل واضح فرمائے۔ چنانچہ فرمایا "فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ" اس سے سالک کو غور کرنا چاہیے کہ اس کا انجام کار کیا ہو گا۔ اُسے چاہیے کہ ہر غلطی سے دور رہ کر تکالیف سے بچے اور غضب الٰہی سے نجات پائے۔ سب سے پہلے اپنے نفس پر نگرانی رکھے ورنہ پھر نفس اُسے ایسے گڑھے میں پھنسائے گا کہ جس سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

۱۳۲ **وَلِكُلٍّ** اور ہر ایک مکلفین کے لئے یعنی وہ جنات ہوں یا انسان مومن ہوں یا کافر **دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا** مراتب ملیں گے۔ ان کے اعمالِ صالحہ یا سیئہ کی وجہ سے نیکوں کو بہشت کے درجات نصیب ہوں گے جو ایک دوسرے سے بلند و بالا ہیں اور مشرکوں کو جہنم میں درکات نصیب ہوں گے جو ایک دوسرے سے عذاب میں سخت ہیں

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ: درجات کو مراتب سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ درجات کی اکثر استعمال خیر اور ثواب میں ہوتی ہے اور کفار کے لئے اس لئے خیر و ثواب نہیں اور آیت میں ہر دونوں مراد ہیں۔

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور تیرا رب اُن کے اعمال سے غافل نہیں کہ اُس پہ اُن کے اعمال مختی ہوں نیکی ہو یا برائی اس سے مقصد یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے عمل پہ جزا و سزا دے گا[۱۳۲] **وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ** اور تیرا رب بندوں اور اُن کی عبادت سے بے نیاز ہے۔

فائدہ: غنی وہ ہے جس کے لئے کسی شے کا ہونا برابر ہو اور اللہ تعالیٰ غیر غنی ہو کبھی نہیں ہاں اُسے غنی کہا جاتا ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے ہاں ضرورت پیش نہ کرے۔ اس لئے کہ غیر اللہ کو اُلٹی خود ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ وہ وجود و عدم میں غنی حقیقی کا محتاج ہے **ذُو الرَّحْمَةِ** صاحبِ رحمت ہے اور انہیں احکام کا مکلف بنا کر اُن پر رحم فرماتا ہے بندوں کو مکلف بنانے میں اُن کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور مجرموں کو گناہوں کی سزا میں مہلت دیتا ہے یہ بھی اس کا رحم ہے۔

تفسیر صوفیانہ یعنی اللہ تعالیٰ کو باوجود یکہ مخلوق کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی اُن پہ رحم فرماتا ہے اور انہیں اس لئے نہیں پیدا فرمایا کہ اُن سے کچھ نفع کمائے بلکہ اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ اس سے نفع پائیں۔ مثنوی شریف میں ہے۔

ہوں خلقت الخلق کے یہ رحم علی
لطف تو فرمود اے قیوم وحی
۱۲ لا لان ارنج علیہم جود تست
کہ شود زو جملہ ناقصہا درست
۱۳ عفو کن ایں بندگانِ تن پرست
عفو اے دریائے عفو اولیٰ ترست
۱۴ عفو خلقاں ہمچو جُو و ہمچو سیل
ہم بداں دریائے خود تا زند خیل

ترجمہ ۱۱ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع پائے ہی لطف کیا ہے اے حی و قیوم
۱۲ یہ نہیں کہ میں ان سے نفع پاؤں اے اللہ تیرا جود و سخا ہے کہ اسی سے تمام ناقص درست ہونگے
۱۳ تن پرست بندوں کو معاف فرما۔ دریائے عفو سے معافی ہی بہتر ہے۔
۱۴ مخلوق کو معاف کرنا نہر اور سیلاب کی طرح ہے تاکہ وہ اپنے دریا میں ہی لشکر لے جائے۔

marfat.ocm
Marfat.com

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اے عاصیو ! تم سب کو اگر وہ چاہے یعنی ہلاک وتباہ اور برباد کرڈالے وَیَسْتَخْلِفْ فارسی میں ہے خلیفہ وجانشین شما سازد۔ تمہارے خلیفے اور جانشین بنادے۔ مِنْۢ بَعْدِكُمْ تمہارے سے جلانے اور تباہ و برباد کرنے کے بعد مَا یَشَآءُ وہ جو چاہے یعنی دوسری ایسی مخلوق پیدا کرے جو نسبت تمہارے اللہ تعالیٰ کی زیادہ مطیع ہو۔

سوال : یہاں پر مَا کے بجائے مَنْ یشاء ہونا زیادہ موزوں ہے۔

جواب : اللہ تعالیٰ کی کمال کبریائی کا اظہار یونہی موزوں تر ہے کہ ان باغیوں بے فرمانوں اور منکروں کو ذوالعقول کے درجہ سے بھی ساقط کرکے اُن سے خطاب فرمایا ہے۔ کَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۝ جیسے تمہیں ایسی قوم سے پیدا فرمایا جو تمہاری طرح نہ تھی۔ اس سے نوح علیہ السلام کی کشتی والے مراد ہیں۔ اُن سے تمہارے اُوپر رحم فرماتے ہوئے تمہیں بچالیا۔ تفسیر فارسی میں ہے۔ ہمچنانکہ شمارا پیدا کرد از ذریۃ قومے دیگر کہ پدران شما بود۔ جیسے تمہیں دوسری قوم سے پیدا فرمایا جو تمہارے آباء واجداد۔

۱۳۴ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ بے شک وہ جو تم وعدہ کئے جاتے ہو۔ یعنی قیامت میں اُٹھنے اور اس میں عذاب کے متعلق لَاٰتٍ ضرور واقع ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا خلاف نہیں۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝ اور تم عاجز کرنے والے نہیں۔ یعنی اس سے کسی صورت میں تم بچ نہیں سکتے اگرچہ کتنا ہی جدوجہد کرکے دُور بھاگو۔

۱۳۵ قُلْ اے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے فرمائیے۔ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اے میری قوم تم اپنی قوت پر قائم رہو۔ اَلْمَكَانَةُ تمکن وقوت واقتدار مراد ہے یعنی تم طاقت وقوت کو آزمالو اور جتنی جدوجہد ہوسکتی ہے کرلو اور اپنے کفر وعداوت پر ڈٹے رہو۔ اِنِّیْ عَامِلٌ بے شک میں بھی عمل کرتا ہوں یعنی صبر کرکے اور ثابت قدم رہتا ہوا۔ عمل صالح پر مداومت کرتا ہوں۔

فائدہ : یہ تہدیدی امر اور استعارہ کے قبیل سے ہے۔ فہدد جلیلم یعنی کفار کے شر کو ماموریہ سے تشبیہ دی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ وہ ہو کر رہے گا۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اعملوا علی مکانتکم الخ اس کے مطابق عمل کرو جو تمہاری جبلی عادت ہے چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ مَنْ یہ من استفہامیہ یا موصولہ ہے۔ یعنی عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کس کیلئے تکون لہ عاقبۃ الدار عاقبت محمود ہوتی ہے یعنی دار جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے وہ کسے نصیب ہوتی ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم معلوم کرلوگے کہ کس کے لئے نیک انجام ہوتا ہے۔ اس تقدیر پر دار سے دنیا اور عاقبت سے عاقبت اصلیہ مراد ہوگی جسے عاقبت بالخیر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عاقبۃ السوء فجار کے انجام کا نام ہے۔ اِنَّهٗ بے شک شان

marfat.ocm
Marfat.com

ہے کہ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ظالمین کو۔ اس سے کفار مراد ہیں۔ یعنی کفار اپنی مراد کے حصول میں کامیاب
ہوں گے۔ فارسی میں اس کا ترجمہ ہوگا۔ کہ پیروزی درستگاری نیابند۔ ستمگاراں۔ یعنی کفار چٹکارا
نہیں پائیں گے

فائدہ: صاحب کشف الاسرار فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت میں تمہیں معلوم ہوگا کہ دنیا کدھر گئی
اور آج فلاح کسے نصیب ہوئی ہے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ ضعیفوں کمزوروں درویشوں کو کرامت و شرافت
نصیب ہوگی۔ انہیں بہشت کے بنگلوں میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ لے جائیں گے اور دنیادار سرکشوں کو
ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کو لے جائیں گے۔ پھر اُن کی ندامت دیکھنے ہوگی ؎

ع اے ایں باش تا کل بینی آنہا را کہ امروز ندجزو
باش تا کل یابی آنہا کہ امروز ندخار
تاکہ از دارالغروری ساختن والا سرور
تاکہ دارالغروری ساختن دارالقرار

ترجمہ: اے ایں ہو تاکہ کل دیکھو گے جو آج لوگ جز ہیں۔ اچھا ہو تاکہ کل دیکھو گے انہیں جو آج خار ہیں۔
۲ دارالغروری میں دلداستی کیسی اور دارالغروری میں دارالقراری کیسی۔

فائدہ: فلاح اور کامیابی صرف علم و عمل اور ترک دنیا اور عاجزی و انکساری میں ہے۔

حکایت: بعض بزرگوں سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک درویش تشریف لایا اور ہمارے گھر کو مال و
متاع سے خالی پاکر کہا کہ تمہارے ہاں کوئی شے نہیں ہے۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے اس
نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ نے دو بنگلے عطا فرمائے ہیں۔ ایک کا نام دارالامن ہے دوسرے کا دارالخوف۔ ہمیں
جو کچھ حلال ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اسے ہم دارالامن میں جمع کر دیتے ہیں۔ یعنی آخرت کے لئے اس درویش نے کہا اس دنیا
کے ضروریات کے لئے بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ میں نے کہا گھر والا ہمیں اس میں کچھ رکھنے نہیں دیتا۔ چونکہ یہ گھر عاریت
کے لئے ہوتے ہیں اس لئے یہاں ہم کچھ رکھ نہیں سکتے۔ کیوں کہ عاریت کا مکان دوسرے کا ہوتا ہے۔ اب اس کی
مرضی جب چاہے سنبھال لے۔ اس لئے ہم تو صرف دارالآخرۃ میں اپنا سب کچھ جمع کرا دیتے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ
شب و روز اللہ تعالیٰ کے لئے نیکیوں میں مصروف اور ہر گھڑی اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

حکایت: ایک نوجوان رات دن عبادت میں لگا رہتا تھا۔ اس سے وجہ پوچھی گئی اُس نے کہا میں نے خواب
میں دیکھا کہ مجھے بہشت میں لایا گیا۔ اس میں میں نے ایک بنگلہ دیکھا جو سونے و چاندی سے
تیار کیا گیا ہے اور اس کے بالاخانہ میں بھی سونے کے ہیں اور ہر بالاخانے پر ایک ایک حوریں بیٹھی ہیں اور ایسی حسین

marfat.ocm
Marfat.com

وجیل ہیں کہ عالم دنیا میں اُن جیسی کی نظیر ملنا مشکل ہے اور وہ اپنی زلفیں لٹکائے بیٹھی تھیں اُن میں سے ایک نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا ۔ کا تبسم سے تمام بہشت منور ہو گئی، اس نے مجھے کہا، اے نوجوان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جتنا ہو سکے جدوجہد فرمائیے تاکہ تیرے مرنے کے بعد میں تجھے ملوں اور تیری ہو جاؤں اور تو میرا۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھا اور اس وقت سے لمحہ بھر بھی مجھے قرار نہیں۔

سبق جو ایک حور دیکھنے سے یہ کیفیت ہو گئی ۔ اگر حور کے مالک خالق کی خاطر عبادت کرے تو اس کی کیا شان ہو گی ؎

فدائے دوست نکردیم عمر و مال دریغ
کہ کار عشق زما ایں قدر نمی آید

ترجمہ : ہم نے دوست پر عمر و مال قربان نہ کیا افسوس ہے کہ عشق کے بارہ میں ہم سے یہ بھی نہ ہوا۔

سبق اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جدوجہد سے انجام بخیر ہوتا ہے اور وہی صلہ و قرب کا سبب بنتی ہے جس کا اثر آخرت میں ظاہر ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ جن ظالموں نے گناہ کر کے اپنی اس تعداد کو ضائع کر دیا تو وہ اس جیسی سعادت سے نہیں نوازے جائیں گے بلکہ انہیں دارالبوار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا دنیا میں انہیں بہت خسارہ نصیب ہے اگرچہ زندگی بہت شان و شوکت کے ساتھ بسر کرتے رہے لیکن کیا حاصل جب کہ باطل ابھرتا ہے تو فوراً مٹ جاتا ہے دنیا میں دنیا والوں کے دنیا و دولت کا ہونا ان کے تنزل کی علامت ہے اور نجات ایمان کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے اور جو شخص ایمان و قوت یقین کے قلعہ میں آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے تو وہ بلند درجات کی طرف ترقی کرتا ہے اگرچہ قلعہ کے باہر کتا شیطان بھونکتا رہتا ہے تو اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حدیث شریف میں ہے **جددوا ایمانکم** ایمان کی تجدید کرو۔ اس سے ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی ترقی کرنا مراد ہے ۔ ورنہ ایمان کی تکمیل کا کیا معنی وہ پہلی بار مکمل ہو گیا۔ لیکن مراتب کے لحاظ سے اس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے جسے نصیب ہو جائیں۔

فائدہ : یاد رہے کہ ہر شخص کی توحید کا مرتبہ اس کے یقین کے مطابق ہوتا ہے اور وہ کبھی ملک وجود میں یقین کے مطابق ہوتی اور کبھی نہیں بھی ہوتی ۔ جو لوگ اپنے دعویٰ کا اظہار کرتے ہیں تو اُن کی توحید صرف ملک وجود میں ہوتی ہے اگر اس سے تجاوز کرتا ہے تو اس سے ندامت اٹھاتا ہے اور مراتب سے گر جاتا ہے۔

سبق دانا پر لازم ہے کہ وہ دین کے امور میں تکاہل و تساہل سے کام نہ لے بلکہ حصول یقین کے لئے جدوجہد کرے اس لئے کہ جدوجہد اس کے حصول کا بہترین ذریعہ بلکہ اس کی تکمیل کے لئے نہایت اعلیٰ وسیلہ ہے اگرچہ حقیقی طور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے کی تکمیل کرنے والا ہے اور تمام امور میں اس کی تاثیر کو دخل ہے

marfat.ocm
Marfat.com

اے اللہ ! ہم سب کو توحید حقانی عطا فرما اور بیان حیوانی کا شرف بخش اس لئے کہ تو غنی ہے اور ہم فقراء۔

تفسیر کلمات ۱۳۶ وَجَعَلُوْا اور مشرکین عرب نے کَا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ اللہ تعالیٰ کے لئے اس میں سے جو اُس نے پیدا کیا مِنَ الْحَرْثِ کھیتی سے۔ لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یہ صرف ان کا اپنا دعویٰ تھا انہیں اللہ تعالیٰ سے کوئی حکم نہیں۔ فَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ ہمارے بتوں کے لئے ہے یعنی اُن کے وہ معبود جنہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھ رکھا تھا اپنے اموال اور تجارتی امور اور کھیتیوں اور جانوروں میں انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ شرکت سے مشتق ہے نہ کہ شرک سے اور اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے۔

فائدہ : مروی ہے کہ کھیتوں اور جانوروں کے بچوں سے کچھ اللہ تعالیٰ کے مخصوص کر کے مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے ہیں اور اُن میں سے کچھ حصہ اپنے معبودوں کے لئے مقرر کر کے اُن کے خدام پر خرچ کرتے بلکہ وہ جانور ان کے تھانوں پر ذبح کرتے اور کبھی یوں بھی کر دیتے کہ جو شے اللہ تعالیٰ کیلئے نامزد ہوتی اور وہ بتوں کے لئے مقرر کردہ سے بہتر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی نامزد شئے کو بتوں کے لئے مقرر کر دیتے اور ردی شے اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر ہو جاتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی نامزد شے ناقص ہوتی تو اس میں تبدیلی نہ کرتے اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کی ضرورت نہیں اس لئے اس کے لئے ردی شے ہو یا اچھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ صرف اپنے بتوں کی محبت کی وجہ سے کرتے تھے۔ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ بُرا ہے ان کا وہ حکم جو فیصلہ کرتے ہیں کہ بتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے زائد محبت کرتے ہیں جس کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ۱۳۷ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح یہ زینت جو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور بتوں کے درمیان تقسیم کر رکھی ہے۔

زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کو قتل کرنے کی زینت دی ہے۔

فائدہ : شرکاء سے اُن کے وہ دوست مراد ہیں جو جنات میں سے تھے۔ بطور وسوسہ کے زینت دیتے تھے یا اُن کے بتوں کے خدام۔ قتل اولاد ہم زین کا مفعول ہے اور اس کا فاعل شرکاء ہم۔

شانِ نزول جاہلیت کے لوگوں کی عادت تھی کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے فقر کے خوف سے یا اس خیال سے کہ ہم کیوں داماد بنا کر اپنا ہمسر بنائیں۔ یا قید کے خطرہ سے۔ ان میں کسی کو اولاد نہ ہوتی وہ نذر مانتے کہ اگر اُسے اتنے لڑکے پیدا ہوئے تو ایک کو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کرے گا جیسے حضرت عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہما) کے لئے قسم کھائی تھی۔

marfat.ocm
Marfat.com

حضرت عبداللہ کو ذبیح بنانے کا تفصیلی واقعہ

حضرت عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ وہ زمزم کا کنواں کھود رہے ہیں خواب میں ہی اس کی نشاندہی بھی کرائی گئی۔ صبح ہوتے ہی انہوں نے چاہ زمزم کھودنا شروع کر دیا۔ اس وقت آپ کی سوائے حارث کے اور کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ نے وہاں منت مانی کہ اگر مجھے دس بیٹے پیدا ہوئے تو اُن میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کروں گا۔ چنانچہ جب دس بیٹے پیدا ہوئے تو اپنے بچوں کو اپنی نذر کا پتہ دیا۔ سب نے اس کو سر تسلیم خم کیا۔ لیکن آپ نے قرعہ اندازی کے طور پر یہ مسئلہ سلجھانا چاہا۔ چنانچہ تمام بچوں کا نام لکھ کر قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کے نام قرعہ نکلا۔ آپ نے ذبح کرنا چاہا لیکن قریش کے سرداروں نے کہا عجلت نہ کیجئے۔ ہمیں مشورہ کرنے دیں۔ یہ مسئلہ عراف مکہ کے ہاں پیش کیا گیا تو اس نے کہا ہر قرعہ اندازی پر دس اونٹ بدلے کے طور مقرر رکھو۔ جتنے بار ان کے نام قرعہ آتا جائے۔ دس اونٹ بڑھاتے جاؤ۔ جب تک اونٹوں کے نام قرعہ نہ نکلے اسی طرح دس اونٹ بڑھاؤ چنانچہ ہر بار حضرت عبداللہ کے نام قرعہ نکلا۔ یہاں تک کہ سو اونٹوں تک نوبت پہنچی تو آپ نے اُن کے بدلے سو اونٹ ذبح کئے جنہیں کسی انسان نے نہ اٹھایا اور نہ ہی ان کو زندہ کھا سکا۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا انا ابن الذبیحین میں دو ذبیحوں کا صاحب زادہ ہوں۔ ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ[1] مراد ہیں۔

لِيُرْدُوهُمْ تاکہ وہ انہیں گمراہ کر کے ہلاک کر دیں۔ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ اور ان پر ان کا دین ملا دیں یعنی انہیں دین اسماعیل علیہ السلام سے ہٹا کر اپنے دین پر چلا دیں۔ پھر انہیں معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دین پر ہیں اور یہ لام تعلیل کی ہے۔ اگر نسبت کسی نسبت شیطان کی طرف ہو یا لام عاقبت کی ہے اگر نسبت کی نسبت شیطان کی طرف ہو اس لئے کہ بتوں کے خدام کا نہ اُن کے گمراہ کرنے کا ارادہ تھا اور نہ دین میں التباس مطلوب تھا۔ بلکہ یہ تو شیطان کے ارادے تھے وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے مَا فَعَلُوهُ تو شرکین وہ کام نہ کرتے۔ یعنی شیطان کے وسوسے سے بچوں کا قتل نہ کرتے۔

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ۔ یہ فاء فصیحہ ہے یعنی جب ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے تو پھر آپ انہیں چھوڑیے اور انہیں اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے دیجئے جب کہ کہتے ہیں کہ بیٹوں کو زندہ رکھنا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے حالانکہ یہ ان کا جھوٹ تھا اور اللہ تعالیٰ باوجود یکہ انہیں تباہ و برباد کرنے پر قدرت رکھتا ہے لیکن انہیں کچھ نہیں کہتا۔ آپ بھی انہیں ان کے حال پر چھوڑیے اس لئے کہ ان کے لئے عذاب کا ایک وقت

---

[1] ہمارے نزدیک حضرت عبداللہ یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی مومن موحد تھے تفصیل کے لئے فقیر اویسی غفرلہٗ کی تصنیف "ابوین مصطفیٰ" کا مطالعہ کیجئے۔ ۱۲

marfat.ocm
Marfat.com

محقر کیا گیا ہے اس وقت اس کے پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے وہ اپنے
کاموں میں حکمتوں کا محتاج نہیں ہے ۱۳۸ وَقَالُوا هٰذِهٖٓ اور انہوں نے کہا یہ اشارہ اس کی طرف ہے جو انہوں نے
اپنے بتوں کے لئے مقرر کیا اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ چوپائے اور کھیتی حرام ہے لَّا يَطْعَمُهَآ اس کا ترجمہ
ہم نے بتوں کے خادم اور مجاور کیا ہے نہ کوئی کھانے گا اور نہ کوئی کھائے گا۔ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ مگر جسے
ہم چاہیں اس سے بتوں کے خادم اور مجاور مرد اور عورتیں تھے ان کی عورتیں کہتی تھیں کہ ایسی قربانیاں صرف مرد کھائیں یا وہ
بتوں کے خادم کہا کرتے تھے بِزَعْمِهِمْ اپنے خیال کے مطابق کہ وہ اپنے گمان باطل پر مبنی تھے ان کے پاس کوئی دلیل
نہیں تھی وَاَنْعَامٌ یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اور اس جملہ کا عطف ہذا انعام پر ہے اور ان دوسرے جانوروں کی
طرف اشارہ کیا کہتے کہ یہ وہ جانور ہیں کہ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا ان کی پیٹھیں حرام ہیں اس لئے بحائر و سوائب
اور حوامی مراد ہیں۔ (اور ان سب کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) وَاَنْعَامٌ اس سے وہی جانور مراد ہیں جن کی تفصیل
پہلے گزر چکی ہے لَا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا انعام کی صفت ہے لیکن یہ ان کا کلام نہیں بلکہ اللہ
تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے تاکہ موصوف معین ہو کر دوسرے جانوروں سے متمیز ہو جائیں۔ اس کی نظیر یہ ہے
جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض تعاسیر میں تصریح کی گئی ہے اب عبارت یوں ہوگی۔ انعام ذبحت علی الاصنام الخ
یعنی یہ وہ جانور ہیں جو بتوں کے نام پر ذبح کئے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی عادت تھی کہ انہیں ذبح کرتے وقت اللہ
تعالیٰ کے نام کی بجائے بتوں کا نام لیتے تھے
افْتِرَآءً عَلَيْهِ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرکے یعنی اللہ تعالیٰ پر بہتان تراشتے تھے کیوں کہ ان کا کہنا تھا کہ اسی طرح
ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ سَيَجْزِيْهِمْ فارسی میں اس کا معنی یوں ہوگا۔ زود باشد کہ خدا جزا دہد ایشانرا۔
یعنی اللہ تعالیٰ انہیں جلد تر سزا دے گا۔ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ ان کے افتراء کرنے کے سبب ۱۳۹ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ
هٰذِهِ الْاَنْعَامِ اور کہتے کہ ان جانوروں کے پیٹ کے بچے جو کھائے ان جانوروں سے بحائر و سوائب کے پیٹ
کے بچے مراد ہیں خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وہ ہمارے مردوں کیلئے خاص ہے اور ہماری عورتوں
پر اُن کا کھانا حرام ہے یعنی اُن کے گوشت صرف ہمارے مردوں کیلئے حلال ہیں اور ہماری عورتوں کیلئے حرام اور خالصۃ
کا مؤنث ہونا لفظ ما کے معنی اور محرم کا مذکر ہونا اس کے لفظ کی وجہ سے ہے یہ انہوں نے اپنی طرف سے بنا رکھا تھا
اور کہتے کہ بحائر و سوائب کے بچے زندہ پیدا ہوئے تو مرد کھائیں گے اور عورتوں پر ان کا کھانا حرام ہے۔ وَاِنْ
يَّكُنْ مَّيْتَةً اور کہتے اگر اُن سے مُردے بچے پیدا ہوئے فَهُمْ فِيْهِ تو وہ ان بحائر و سوائب کے بچوں میں
شُرَكَآءُ عورتوں کے شریک ہوں گے یعنی اُن مُردہ بچوں کو مرد بھی کھائیں گے اور عورتیں بھی سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ

marfat.ocm
Marfat.com

عقاب اللہ تعالیٰ انہیں ان کے وصف یعنی افترا کی سزا دے گا جو کہتے ہیں کہ اس کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ پر صریح جھوٹ تھا اس لئے کہ یہ حلال و حرام کا حکم گھڑتے تھے اِنَّہٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ اس سے جزا کے وعدے کی علت بتانا مطلوب ہے۔ یعنی اُن سے جو برائیاں سرزد ہو رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور انہیں ضرور سزا دے گا۔ انہیں اس کی سزا ہرگز نہیں ملے گی۔ اس لئے اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ مجرموں کو سزا ملنی چاہیئے ۵ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ الخ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔

شانِ نزول یہ ربیعہ و مضر اور عرب کے دوسرے اُن قبائل کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اس خوف سے کہ کہیں ہم ان بچیوں کی وجہ سے تنگدست نہ ہو جائیں اور اُن کی وجہ سے ہمیں مقید نہ ہونا پڑے۔ اب معنی یہ ہوا کہ وہ نقصان میں پڑے جنہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ سَفَھًا بِغَیْرِ عِلْمٍ یہ قَتَلُوْا کے متعلق ہے یعنی اس کی علت ہے اور بغیر علم سفہا کی عادت ہے یعنی اپنی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے بچیوں کو قتل کیا ورنہ انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو رزق عطا فرمائے گا۔

وَحَرَّمُوْا اور انہوں نے اپنے نفسوں پر حرام کیا۔ مَا رَزَقَھُمُ اللّٰہُ وہ جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس سے بحائر و دیگر جانور مراد ہیں۔ اِفْتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ پر افترا کر کے کہا کہ اس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قَدْ ضَلُّوْا۔ وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ اور سیدھے راہ کی طرف ہدایت نہیں پائیں گے۔ اگرچہ انہیں ہدایت کے مخالف طریقے پیش کئے جائیں۔

حکایت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی ہمیشہ نہایت محزون و مغموم رہتا تھا۔ آپ نے ایک دن اس سے سبب پوچھا تو اس نے عرض کی۔ میں ان لوگوں سے ہوں: جنہوں نے اپنی لڑکیوں کو قتل کیا بلکہ میرا جرم ان سے کئی گنا زیادہ ہے آپ نے فرمایا۔ اُس کی تفصیل سنائیے اس نے عرض کی میری ایک لڑکی پیدا ہوئی میری عورت نے مجھ سے بار بار کہا کہ اس بچی کو نہ مارئیے۔ میں نے اس کے کہنے پر بچی کو نہ مارا۔ جب وہ بڑی ہو گئی اور سن بلوغ کو پہنچی اور وہ بہت حسین و جمیل اور شکیل تھی۔ لوگوں نے مجھ سے نکاح کا کہا۔ مجھے غیرت جاہلی نے اُبھارا کہ اسے بجائے نکاح کر دینے کے قتل کر دوں اور نکاح کے بغیر اسے گھر چھوڑے رکھنا بھی ناموزوں سمجھا۔ ایک دن میں نے عورت سے کہا کہ میں بچی کو فلاں قبیلہ کے دوستوں کے ملنے کیلئے لے جانا چاہتا ہوں۔ فلہٰذا اسے میرے ساتھ بھیج دے وہ خوش ہو گئی اور اسے خوب سنگارا اور بہترین لباس اور اعلیٰ زیور پہنا کر میرے ساتھ بھیج دیا اور ساتھ ہی قسمیں دیں کہ اسے قتل نہ کرنا۔ میں اپنی نوجوان بچی کو جنگل کے ایک کنویں پر لے گیا اور چاہا کہ اسے کنویں میں پھینک دوں۔ میری بچی میرے ارادہ کو بھانپ گئی اور بھاگ کر میرا دامن پکڑ کر کہنے لگی۔ ابا جی میرے ساتھ اتنا ظلم نہ کیجئے میں نے اس پر رحم کھایا۔ لیکن پھر مجھے غیرت جاہلی نے اُبھارا۔ میں نے اُسے پکڑا اور وہ

marfat.ocm
Marfat.com

روتی چلاتی ہوئی میرے دامن کو پکڑ کر کہتی اباجی میری ماں کی قسموں کو یاد کیجئے اور میرے حال پر رحم فرمائیے۔ میری ایک نظر کنویں پر تھی اور ایک نظر اس کی جوانی پر بھی آتا اور غیرت جاہلی بھی مدنظر تھی۔ بالآخر شیطان نے مجھے اکسایا اور میں نے اسے جبراً پکڑ کر کنویں میں لٹکا دیا اور وہ دھاڑیں مارتی اور چیختی رہی۔ میں دل کو تھام کر اس کی چیخیں سنتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی آواز ختم ہو گئی اور سمجھا کہ اب وہ مر گئی۔ حضور علیہ السلام اس کی داستان سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ اگر کسی کو جاہلیت کے جرم کی سزا دینا جائز ہوتی تو میں اسے جرم کی بہت سزا دیتا۔

تفسیر صوفیانہ جاہلیت کے لوگوں کا جب اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ختم ہو گیا تو انہیں فقر و تنگدستی کے خطرے نے اولاد کو قتل کرنے پر اکسایا۔ اس لئے اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ یقین اور اس کے حقائق کا ایک علامت کثرت عیال ہے جس میں توکل کا دامن تھاما جائے۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاکبر نے فرمایا کہ جو شادی شدہ تصوف اپنائے تو اسے اپنی عورت کو طلاق نہ دینی چاہیے اور جو غیر شادی شدہ ہو اسے شادی نہ کرنی چاہیے یہاں تک کہ تکمیل کو پہنچے جب اس کی تکمیل ہو جائے پھر جس طرح الہام ربانی ہو اس پر عمل کرے۔

فائدہ ۔ کئی کاملین نے تو طریق تصوف میں قدم رکھ کر اپنی اولاد کا سوال کر دیا۔ منجملہ ان کے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس لئے کہ اولاد اس طریق میں فتنہ ہے۔

حکایت حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا صاحبزادہ انہیں مکہ میں ملا۔ تو ان کے دل میں بچے کی محبت کا خیال گزرا۔ اس پر دعا مانگی یا اللہ یہ تیری محبت کی راہ میں حائل ہو رہا ہے۔ ان کے اس دعا پر ان کا صاحبزادہ ہیں فوت ہو گیا۔

مسئلہ ۔ اگر کسی سالک کو اولاد کی محبت حب الٰہی کے مابین حائل ہو تو توحید کے غلبہ سے اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی موت کا سوال نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ دعا ایک تصرف ہے سلوک میں تصرف صرف ذات حق کو لائق ہے پھر بندے پر غیر کی محبت کا حملہ ہو تو اسے خود بخود دفع کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کر دے۔ پھر انتظار کرے کہ وہ کریم اس کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

فائدہ ۔ قلت مال اور کثرت عیال اور پھر اس پر صبر کرنا بھی مجاہدہ نفس ہے۔ یہی مجاہدہ سلوک میں مفید ہوتا ہے

حکایت حضرت الشیخ افتادہ آفندی نے حضرت ہدائی سے خطاب کر کے فرمایا کہ جب تیرے عیال میں بھوک کا حملہ ہو یہاں تک کہ وہ موت کے گھاٹ اتر جائیں تو بھی توکل نہ چھوڑنا بلکہ اس وقت بھی اپنے جملہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنا۔ صرف زبان سے نہیں بلکہ خلوص قلب سے کہنا کہ الٰہی میں تیرا کمزور بندہ ہوں۔ یہ بھی تیرے بندے ہیں۔ میرا اور ان کا معاملہ تیرے سپرد ہے۔ تیرے اور ان کے معاملہ میں میں حائل نہیں ہونا چاہتا۔ تو جان تیرے بندے جانیں۔ جب تم اس طرح عجز و نیاز پیش کرو گے تو تمہارا کام بن جائے گا۔ اور مشکل آسان ہو جائے گی۔ اور

باقی صـ۷۰۵ پر

marfat.ocm
Marfat.com

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ
اور وہی ہے جس نے پیدا کیئے باغ کچھ زمین پر چھپے ہوئے اور کچھ بے چھپے
مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا
اور کھجور اور کھیتی جس میں رنگ رنگ کے کھانے اور زیتون اور انار کسی بات میں
وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۪ وَلَا
ملتے اور کسی میں ایک کھاؤ اس کا پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کاٹیے اور
تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا
بے جانہ خرچو بے شک بیجا خرچنے والے اسے پسند نہیں اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾
کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے
ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ
آٹھ نر و مادہ ایک جوڑ بھیڑ کا اور ایک جوڑ بکری کا تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر
حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ
حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ
اگر تم سچے ہو اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا تم فرماؤ
ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ
کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں کیا تم موجود
شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ
تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے
كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع
کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ ﴿۱۴۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ ۔ نشا بمعنی خلق ۔ کہا جاتا ہے نشاء الشی نشاۃ ، یہ اس وقت بولتے ہیں جب شے ظاہر اور بلند ہو جائے اور کہتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بمعنی اظہرہ وزدتہ (رغبت) یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پیدا فرمائے انگوروں کے باغات " معروشات " بلند ، اس سے وہ شے مراد ہے جو تناور ہو وَغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ غیر مرتفع یعنی زمین پر پڑے ہوئے ۔ اس لئے کہ بعض انگور کے درخت بلند قامت ہیں اور بعض زمین پر پھیلے ہوتے ہیں یا معروشات سے وہ انگور کے درخت کہ جن کے لئے مروش بنائے جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ابتداء کد اور تربیت کی طرح زمین پر بچھ کر اگتے ہیں ۔ دیکھیں ۔ یا معروشات سے انگور کے وہ درخت مراد ہیں جن کے لئے عریش بنایا جاتا ہے کہ وہی اس کا سہارا مضبوط کئے ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو وہ زمین پر گر جائے جیسے کرم یعنی انگور کے خوشہ دار اور بعض وہ ہیں کہ انہیں عریش کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے پاؤں پر خود بخود کھڑے رہتے ہیں جیسے کھجور اور دیگر کھیتیاں اور دوسرے اشجار اور سبزیاں یا معروشات سے وہ انگور کے درخت مراد ہیں جنہیں باغات اور کھیتوں میں بوتے اور اُن کی خصوصیت سے نگرانی کرتے ہیں ۔

اور غیر معروشات سے وہ انگور کے درخت مراد ہیں جو جنگلوں اور پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و تخلیق سے پیدا ہو جاتے ہیں اور اُن پر نہ کوئی نگرانی ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی پرواہ کرتا ہے ۔

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ اور کھجوریں اور کھیتیاں پیدا فرمائیں ۔

سوال : جب ان کا ذکر جنات میں آچکا ہے تو پھر انہیں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ؟

جواب : باغات کا تمام اشیاء سے اُن سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے ۔ بنابریں انہیں علیحدہ ذکر کیا گیا ہے ۔ الزرع سے وہ تمام دانے مراد ہیں کہ جن سے انسانی قوت کو تعلق ہے ۔

مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ ۔ یہ حال مقدر ہے اس لئے کہ باغات کی تخلیق کے وقت ان کی یہی حالت نہیں تھی بلکہ

بقیہ صـ۷۰۴

اللہ تعالیٰ تیرے تمام مقاصد پورے فرمائے گا ۔ منجملہ توکل میں یہ بھی ہے کہ کسی کی اولاد بھوک سے مر رہی ہو تو بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کرے یا اللہ میں کیا عرض کروں یہ تیرے بندے ہیں ۔ تو ان سے جس طرح چاہے کر ۔ میں نے اپنے جملہ امور تیرے سپرد کر دیئے ہیں تو ہی اپنے بندوں کے حال خوب جانتا ہے ۔ حضرت صائب نے فرمایا ؎

فکر آب و دانہ در کنج قفس بے حاصلست
زیر چرخ اندیشۂ روزی چرا باشد مراد

ترجمہ : پنجرے کے کونے میں روزی کا فکر بے فائدہ ہے ۔ آسمان کے نیچے روزی کا اندیشہ کیوں ۔

marfat.ocm
Marfat.com

بعد کو ہوئی یعنی کھجور اور کھیتی ہر دونوں کو جس بینہ کیفیت سے کھایا جاتا ہے اُن کے اس وقت مختلف ثمرے پیدا فرمائے۔

فائدہ: بغوی نے فرمایا اختلاف سے اُن کے ثمرات اور ذائقے میں کہ بعض ان میں میٹھے ہیں، بعض کھٹے، بعض اچھے ہیں اور بعض ردی **وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ** اور زیتون اور انار پیدا فرمائے۔

مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اس کی نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے یعنی درانحالیکہ اُن کے بعض رنگ اور ہیئت اور ذائقہ میں ایک دوسرے کے ہمشکل اور بعض ہمشکل نہیں جیسے دو انار کہ رنگ دونوں کا ایک سا ہوتا ہے لیکن ان میں ایک میٹھا ہوتا ہے اور دوسرا کھٹا۔ **كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ** ان ہر دونوں کے ثمرات کھاؤ **اِذَآ اَثْمَرَ** جب وہ پھل دینا شروع کریں۔ اگرچہ ابھی کچے ہوں اور **اَثْمَرَ** کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں پکنے سے پہلے یعنی کچے بھی کھانا جائز ہیں۔ **وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ** نصلے اور اُن کے کاٹنے کے وقت ان کے حقوق ادا کرو۔ اس میں مشہور قول یہی ہے کہ انہیں کاٹتے وقت مسکینوں پر صدقہ دینا چاہیے

فائدہ: ابتدائے اسلام میں کھجوروں انگوروں وغیرہ میوہ جات پختہ ہو جانے کے بعد جس وقت انہیں کاٹا جاتا تو غیر متعین مقدار میں کچھ نہ کچھ مسکینوں کو دینا واجب تھا۔ پھر جب عشر کی فرضیت نازل ہوئی اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

مسئلہ: جس کھیتی اور باغ وغیرہ کی آسمان کے پانی سے آبپاشی وغیرہ کی جائے تو اس کا عشر (دسواں حصہ) ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر ان کا پانی کھینچ کر یا جانوروں کے ذریعے یا پانی کی قیمت ادا کر کے آبپاشی کی جائے تو اس میں نصف عشر (بیسواں) ادا کرنا واجب ہے۔ **وَلَا تُسْرِفُوْا** اور صدقہ دینے میں اسراف نہ کرو۔

حکایت: مروی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچسو کھجوریں تھیں جب پک گئیں تو سب کو ایک دن میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹا دیا اور اپنے بال بچوں اور اہل و عیال کیلئے کچھ بھی نہ بچایا

حدیث شریف میں ہے کہ خرچ کرنے میں پہلے اپنے اہل و عیال کا خیال رکھو۔

فائدہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ خطاب بادشاہوں کو ہے کہ اے بادشاہو (حاکمو) رعایا سے اپنے حقوق سے زائد مال نہ لو۔ **اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ** بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کے کردار سے راضی نہیں **وَمِنَ الْاَنْعَامِ** اور بعض جانوروں کو پیدا فرمایا۔ **حَمُوْلَةً** بوجھ اٹھانے والے **وَفَرْشًا** اس سے وہ جانور مراد ہیں جو ذبح کیلئے پالے جاتے ہیں یا جن کے بالوں اور اُون سے بچھونے تیار

marfat.ocm
Marfat.com

ہوتے ہیں انہیں بھی فرش کہتے ہیں شاید یہ صدر سے لے کر موسوم کرنے کے قبیل سے ہے۔
كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یہ من تبعیضیہ ہے اور ما سے حمولۃ اور فرشی مراد ہیں یعنی ان جانوروں کا وہ حصہ کھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے یعنی حلال اشیاء اس میں تصریح ہے کہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندوں کی خاطر اور اُن کی ضروریات کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

سوال: جانوروں سے اور بھی منافع حاصل کئے جاتے ہیں مثلاً سوار ہونا، بوجھ لادنا وغیرہ کفار نے ان چیزوں کو بھی انہوں نے سوائب وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ تو پھر آیت میں صرف کھانے کی تخصیص کیوں؟

جواب: چونکہ جانوروں سے انتفاع کی اشیا میں سے گوشت کو اہمیت وعظمت حاصل ہے اس لئے اسے خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے علاوہ ازیں جانور کے لئے حلال وحرام کے مسائل اسی سے متعلق ہوتے ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ یعنی شیطان کے اس راستہ کو چھوڑو جس نے تمہیں اپنی طرف جانوروں کے حلال وحرام بنانے پر اُکسایا ہے اس لئے کہ وہ تمہیں گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ بے شک وہ تمہارے ساتھ کھلی دشمنی رکھتا ہے جس کا تمہیں بھی علم ہے کہ اُس نے تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام سے کیا کھیل کھیلا تھا۔

۱۴۳ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ حمولۃ وفرشا سے بدل ہے زوج ہر اس جوڑے کو کہتے ہیں جو دونوں ہمجنس ہوں اور اُن کے آپس میں جمع ہونے سے نسل بڑھے اور دیگر دو ہمجنسوں کو زوجان کہیں گے نہ کہ صرف زوج مثلاً کہا جاتا۔ مقراضان۔ مقصان۔ نہ کہ مقراض ومقص اس لئے کہ وہ دو ہیں اور یہاں پر ثمانیہ ازواج سے چار جوڑے مراد ہیں جو آپس میں مل کر آٹھ ہو جائیں گے "مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ" ثمانیہ ازواج سے بدل ہے یعنی بھیڑ سے جوڑا پیدا فرمایا۔ ایک نر دوسری مادہ اور ضان مشہور جانور ہے یعنی وہ جو صوف (اون) والا ہو۔

وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور بکری کے جوڑے سے یعنی اس کا نر و مادہ اور معز ہر وہ جانور جو بالوں والا ہو قُلْ (اے پیارے حبیب) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرمائیے ءَالذَّكَرَيْنِ کیا ان دونوں مذکورہ دو جنسوں بھیڑ اور بکری نروں کو حرام۔ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ جیسا کہ تمہارا گمان ہے کہ ان کے حرام ہونے کا انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا دو مادیوں (بھیڑ بکری) کو حرام کیا۔ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا انہیں کہ جن پر ان دونوں کے رحموں نے اٹھایا۔ یعنی دونوں مذکورہ مادیوں کے حمل کو حرام کیا وہ مذکر ہوں یا مونث نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ مجھے کسی علم سے خبر دو۔ یعنی مجھے بتاؤ وہ امر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی آسمانی کتاب میں یا انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے سے نازل ہوا ہو۔ اسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان چیزوں کے متعلق حرمت بھی نازل ہوئی تھی۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔ اس دعویٰ پر کہ ان اشیاء کی حرمت کا حکم ہمیں

marfat.ocm
Marfat.com

جانب اللہ تعالیٰ ہے ۱۴۴ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ اور ایک جوڑا اونٹ کا۔ اس کا عطف من الضان اثنین پر یعنی اللہ تعالیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ابل میں دو پیدا فرمائے اونٹ اور اونٹنی ومن البقر اثنین اور ایک جوڑا گائے کا نر اور مادہ۔ قُلْ آپ انہیں دلیل دے کر خاموش کر دیجئے۔ ۱۴۵ آلذَّكَرَيْنِ اس نے ان میں سے دونوں نر حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ حرام کئے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے۔ یہ تمام انکار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان چار چیزوں میں سے کوئی شے بھی اُن پر حرام نہیں کی۔ نر ہو یا مادہ یا وہ جو ان کی مادینیاں لئے ہوئے ہیں اس سے ان کا رد کرنا مطلوب ہے اس لئے کہ کبھی وہ جانوروں کے نر حرام کر دیتے جیسے حامی (اونٹ) جب نر اونٹ سے دس گیا بھر حاصل ہو جاتے تو اسے چھوڑ دیتے نہ تو اس پر سواری کرتے نہ اس سے کوئی کام لیتے اور نہ اس کو پانی چارہ سے روکتے۔ اسے حامی کہتے اور کہتے کہ اب اس کی پیٹھ مضبوط ہو گئی ہے۔ اسی طرح وصیلہ بکری جب مادہ جنتی تو کہتے مرد کھائیں گے اور اگر نر جنتی تو وہ بتوں کے لئے دے دیتے۔ اگر دونوں نر و مادہ پیدا ہوتے تو کہتے یہ اپنے بھائی سے مل گئی ہے اور کبھی ان جانوروں کی مادہ حرام کر دیتے۔ جیسے سائبہ اور بحیرہ۔ زمانہ جاہلیت کے کفار کا یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر ہوتا اس کا کان چیر دیتے۔ پھر نہ اس پر سواری کرتے نہ اس کو ذبح کرتے۔ نہ پانی اور چارے پر سے ہانکتے اس کو بحیرہ کہتے اور جب سفر پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ میں سفر سے بخیریت واپس آجاؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بحار) ہے اور اس سے نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے اور یہ بھی ان کی عادت تھی کہ بحیرہ اور سائبہ سے جو بچہ دودھ چھڑانے تک زندہ رہتا تو اسے ذبح کرنے پر اس کا گوشت مردوں کیلئے اور عورتوں کے لئے حرام کہتے اور اگر پہلے مر جائے تو اس کے گوشت میں مرد عورتیں سب برابر ہوتے۔ ایسی صورت میں مرد و عورت کا کوئی فرق نہ رہتا۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ کیا تم موجود تھے۔ یہ ام منقطعہ بل اور ہمزہ کے معنی میں ہے اور ہمزہ میں انکار و توبیخ مطلوب ہوتی ہے اور یہاں امر میں ایک توبیخ سے اعراض کر کے بطریق دیگر دوسری توبیخ کی جاتی ہے۔ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا کہ ان چیزوں کو حرام کرو۔

جب تم نبی علیہ السلام کو مانتے بھی نہیں تو پھر ایک صورت باقی رہ جاتی ہے وہ یہ کہ تمہارے مذہب کا دارومدار اس پر ہو کہ تم مشاہدہ و معائنہ کے طور پر یا اللہ تعالیٰ سے براہِ راست سننے کا دعویٰ کرو۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا " تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یعنی اس کی طرف ایسی تحریم کی نسبت کرے جو اس نے حرام نہیں کی۔ لِيُضِلَّ النَّاسَ تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ یہ افتریٰ کے متعلق ہے۔ حضرت سعدی چلپی منتصر نے فرمایا کہ لام عاقبت کی ہے بغیر علم اپنی جہالت سے یہ لِيُضِلَّ کے فاعل سے حال ہے یعنی درانحالیکہ تم جاہل

(باقی ص۱۰ پر)

marfat.ocm
Marfat.com

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ
فرما دیں میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کچھ کھانا حرام مگر یہ کہ مُردار ہو یا
دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ
گاڑھا خون یا سؤر جانور کا گوشت وہ ناپاک ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا تو جو نا
اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا
ناچار ہوا فرمانی کرے اور زیادی نہ چاہے تو بیشک تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا
كُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ شُحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا
ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو
اَوِ الْحَوَایَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ ۫ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں
فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۴۷﴾
پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں پر سے نہیں ٹالا جاتا
سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ
اب کہیں گے مشرک کہ اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے
شَیْءٍ ۚ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۚ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ
ایسا ہی ان سے اگلوں نے جھٹلایا تھا یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا تم فرماؤ کیا تمہارے پاس
مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۚ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾
کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لیے نکالو تم تو نرے گمان کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو
قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ
تم فرماؤ تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے تو وہ چاہتا تو سب کو ہدایت فرماتا تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو
الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا
گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو تو اے سننے والے ان کے
تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ
ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے

marfat.ocm
Marfat.com

ع ۱۵ يَعْدِلُوْنَ ۝

رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں

تفسیر عالمانہ ۱۲ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ فرمایئے کہ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی۔ ایسا طعام محرما حرام علیٰ طاعم اور کسی کھانے والے کے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس میں اُن کے اس عقیدہ کا رد ہے جو کہا کرتے کہ وہ طعام ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ یَطْعَمُہٗ جو اسے کھاتا ہے یہ طاعم کی تقریر کے لئے ہے اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مگر یہ کہ ہو وہ طعام مَیْتَۃً مردار یعنی جسے شرعی طور ذبح نہ کیا جائے جیسے وہ جانور کہ جس کی گلا گھونٹ کر جان نکالی جائے۔ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا رگوں کا بہتا ہوا خون۔

فائدہ: ہم نے رگوں کی قید لگائی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ رگوں کے ماسوا دوسرے بہتا ہوا خون حرام نہیں جیسے جگر اور طحال کا خون۔ اس لئے کہ یہ خون جامد ہوتا ہے اور شرع نے انہیں مباح کیا ہے۔

حدیث شریف حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے۔ دو مُردار وں سے مچھلی اور ٹڈی اور دو خونوں سے جگر اور طحال مراد ہیں۔

مسئلہ: وہ خون جو گوشت میں ہے کہ اس کا علیحدہ کرنا ناممکن ہے تو وہ بھی مباح ہے اس لئے کہ وہ بہتا ہوا خون نہیں۔ اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ اور خنزیر کا گوشت اس لئے کہ وہ رِجس نجاست ہے کیونکہ خنزیر کو نجاست کھانے کی عادت ہے۔

فائدہ: حضرت مدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس شے سے طبیعت کو طبعی نفرت ہو وہی رجس ہے اور یہ بھی

بقیہ صفحہ ۷۰۸

ہے لاعلمی سے اور وہ اس علمی سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا یعنی اُن کی کسی حالت میں بھی اصلاح نہیں ہو سکتی نہ ہی جلدی اور نہ بدیر۔ جب ظالم سے ہدایت کی نفی ہے تو اظلم کو بطریق اُولیٰ ہدایت نصیب نہ ہو۔

marfat.ocm
Marfat.com

جائز ہے کہ فانہ کی ضمیر خنزیر کے گوشت کی طرف لوٹے اور وہ اس لئے کہ گوشت کو اہمیت حاصل ہے اگرچہ خنزیر نجس العین ہے کہ اس کا گوشت پوست اور اس کی چربی اور ہڈیاں اور بال سب حرام ہیں اور چونکہ ہر حیوان سے مطلوب گوشت ہوتا ہے اور اصالۃً حلت و حرمت اس کی طرف منسوب ہوتی ہے اس لئے اس کے ذکر کی تخصیص مناسب ہوتی ہے اور باقی اشیاء گوشت کے تابع ہوتی ہیں۔

قاعدہ نحویہ حضرت سعدی چلپی مفتی مرحوم لکھتے ہیں کہ ضمیر کا لوٹنا مضاف کی طرف ہوتا ہے اور کلیہ قاعدہ ہے اس لئے مقصود بالذات تو وہی ہے اور مضاف الیہ اسے معرفہ یا خاص کرنے کیلئے ہوتا ہے۔

اَوْ فِسْقًا اس کا عطف لحم الخنزیر پر ہے یا بے ذکی جانور جو کہ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ یہ فسقاً کی صفت موضحہ ہے اور اسے فسق سے اس لئے تعبیر کرتے ہیں کہ ایسا جانور نرا فسق ہی فسق ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ پس جسے ایسی ضرورت گھیرے کہ اُسے کھانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو۔ غَيْرَ بَاغٍ مجبوری پر نہ بغاوت کرنے والا ہو۔ وَلَا عَادٍ اور نہ ضرورت سے بڑھنے والا۔ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک تیرا رب بخشنے والا رحم ہے یعنی بہت بڑی مغفرت و رحمت والا ہے کہ اس پر مواخذہ نہ فرمائے گا۔

فائدہ: یہ آیت محکمہ ہے اس لئے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہی احکام کے خلاف اور کوئی حکم نہیں پایا اور نہ ہی اُن کے بعد کوئی اور وحی تحریم کے متعلق اتری۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں میتۃ سے دنیا مردار مراد ہے اس لئے کہ وہ ایک خوشنما جیفہ ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا۔

وما هی الا جیفة مستحیلة
غلیها کلاب همهن اجتذابها
فان تجتنبها کنت سلما لاهلها
وان تجتذبها نازعتك کلابها!

دنیا ایک خوش نما جیفہ ہے اسے بہت سے کتے اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں۔ اگر تم اس سے کنارکشی کرو گے تو دنیاداروں کے دکھ تکالیف سے محفوظ رہو گے اور اگر اسے تم اپنی طرف کھینچو گے تو تیرے ساتھ دنیا کے کتے خوب لڑیں گے۔

حدیث شریف

میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے ہاں وحی بھیجی کہ اے داؤد (علیہ السلام) یہ دنیا ایک جیفہ ہے جسے بہت سے کتے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں کیا تم بھی اُسے اپنی طرف کھینچو گے۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؎

marfat.ocm
Marfat.com

ہمائے چوں تو عالی قدر حرص استخوانی چیفیست
دریغا سایۂ ہمت کہ برنا اہل افگنی

ترجمہ : تُو تو عالی ہمت ہمائے ہے تجھے ہڈی کا حرص ہے افسوس ہے کہ تو نے سایہ ہمت نااہل پر ڈالا ہے۔

اور الدم المسفوح سے وہ شہوات لذات مراد ہیں کہ جن پر دین کا خون بہایا جاتا ہے اور لحم الخنزیر وہ نجاست جو شیطان کے عمل سے ہو کما قال تعالیٰ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ اور حقیقت میں رجس طریق حق سے ہٹ جانے اور اُس سے دوری کا نام ہے۔

ولادت مبارکہ سے محل کسریٰ کو زلزلہ آگیا

مروی ہے جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو کسریٰ کے محل کو زلزلہ آگیا یعنی اسے ایسے زلزلہ کا اس سے اس سے حرکت کی آواز سنائی دیتی تھی۔

: رجس وہی ہے جو سالک کو حق سے دُور رکھے۔

اوفسقا اھل لغیر اللہ بہ اس سے غیر حق کی طلب میں حق کی طلب سے نکل جانا مُراد ہے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

خلاف طریقت بود گاولیا
تمنا کنند از خدا جز خدا

ترجمہ : یہ طریقت کے خلاف ہے کہ اولیاء خدا تعالیٰ سے غیر خدا کی تمنا کریں۔

امور مذکورہ بالا کا ارتکاب حرام ہے اس لئے کہ ان کے ارتکاب سے بندہ حق کے قرب سے محروم ہو جاتا ہے ہاں بقدر ضرورت حلال ہے اس لئے کہ مقولہ مشہور ہے کہ "الضرورت تبیح المحذورات" ضرورت ممنوع اشیاء کو مباح کر دیتی ہے۔

حدیث شریف

حضور علیہ السلام نے فرمایا "تمعددوا واخشوشنوا" یعنی سعد بن عدنان کی اقتداء کرکے موٹا لباس پہنو اور ننگے پاؤں رہو۔ اس لئے کہ اس طرح سے تواضع حاصل اور تکبر ترفع سے نجات ملتی ہے۔

حدیث شریف

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ دنیاداری سے بچو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے دنیاداری کو پسند نہیں کرتے ؎

نساز و نعمت دنیا منہ دِل
کہ دل برداشتن کار بست مشکل

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ ۔ دنیا کے ناز و نعمتوں پہ دل نہ لگا۔ اس لئے کہ اس سے پھر دل اٹھانا مشکل ہے۔

سبق ۔ دانا پر لازم ہے کہ وہ دنیا کی بے رغبتی اختیار کرے۔ بلکہ اسبابِ دنیا سے کنارہ کش رہے جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام اور کاملین اولیاء رحم اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے۔

حکایت ۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا کہ جنگل میں ایک کنویں سے پانی لینے آیا۔ جب کنویں میں ڈول ڈالا تو رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر گیا۔ اُس درویش نے وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر کہا کہ اے الٰہ العالمین مجھے تیری عزت کی قسم ہے کہ میں ڈول لے کر جاؤں گا یا پھر کوئی اور حکم صادر فرمائیے تاکہ میں چلا جاؤں درویش ابھی وہیں پر کھڑا تھا کہ ایک پیاسا ہرنی کنویں پر آ گئی اور کنویں کے اندر جھانکا تو کنویں کے پانی نے جوش مارا اور کنویں کے لبوں سے باہر اُبلنے لگا اور درویش کا ڈول بھی تیرتا ہوا باہر آ گیا۔ درویش یہ حال دیکھ کر رویا اور کہا یا الٰہ العالمین میں اس ہرنی سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اسے اتنا بڑا مرتبہ عنایت فرمایا اور مجھے اتنا پریشان فرمایا۔ اسپر غیب سے ندا آئی کہ تم ڈول اور رسی لے کر آئے اور ہرنی تمام اسباب توڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے سہارے حاضر ہوئی اس لئے وہ تجھ سے بازی لے گئی۔

سبق ۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ سالک پر لازم ہے کہ غیر اللہ سے کلی طور منقطع ہو جائے۔

تفسیر عالمانہ

۱۴۶ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا اور ان لوگوں پر جو یہودی ہیں یعنی یہ حکم صرف یہودیوں کیلئے ہے یہ پہلے لوگوں کے لئے اور نہ بعد والوں کے لئے۔ حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کیا۔

فائدہ ۔ ہر انگلی والا جانور ذی ظفر کہلاتا ہے اس سے انگلیوں کے درمیان میں کشادگی ہو جیسے درندوں کتوں اور بلیوں کے تمام اقسام یا نہ ہو جیسے اونٹ اور شتر مرغ اور مرغابی اور بطخ۔

فائدہ ۔ ان پر بعض ناخن والے جانور حلال تھے پھر جب انہوں نے نافرمانی کی سزا کے طور تمام ذی ظفر حرام ہو گئے مِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ یہ حرمنا علیہم شحومھما کے متعلق ہے اور گائے بکریوں کی چربی ہم نے اُن پر حرام کی نہ کہ گوشت وہ پر حرام تھا۔ بلکہ ان پر اُن کی حلت باقی رہی۔ شحوم بمعنی شحوب یعنی چربی وغیرہ۔ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا یہ حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی مگر وہ چربی جو ان کی پیٹھوں اور کروٹوں پر ہے یعنی دونوں مونڈھوں سے لیکر دونوں رانوں تک اور بابر والی چربی اُن کے لئے حلال ہے۔

اَوِ الْحَوَايَا اس کا عطف ظہورھما پر ہے یعنی ان کی آنتوں وغیرہ پر جو چربی ہے وہ بھی اُن کیلئے حلال ہے حوایا الحویہ کی جمع ہے کذا فی الصحاح بمعنی آنتیاں وغیرہ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ اس کا عطف عطف ما حملت پر ہے یا وہ چربی جو ہڈیوں سے ملی ہوئی ہوتی ہیں اس سے رانیں مراد ہیں اور اختلاط بمعنی اتصال ہے اور

marfat.ocm
Marfat.com

ہڈی سے عصص مراد ہے یعنی دم کی ہڈی جو پیٹھ کی انتہا سے شروع ہوتی ہے

فائدہ : بعض روایات میں ہے کہ سب سے اسے پہلے پیدا کیا جاتا ہے اور مرنے کے بعد تمام ہڈیوں سے سب سے آخر میں یہی گلتی ہے۔ ذٰلِكَ یعنی جَزَیْنٰهُمْ ہم نے ان یہودیوں کو جزا دی بِبَغْیِهِمْ ان کی بغاوت یعنی ظلم کے سبب سے۔ ان کے ظلم یہ تھے (۱) انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا۔ (۲) سود لینا۔ (۳) لوگوں کا باطل ذریعے سے مال کھانا۔

قاعدہ : ان کے لئے ضابطہ بن چکا تھا کہ گناہ کی سزا میں حلال اشیاء کو اُن پر حرام کر دیا جاتا تھا چونکہ اب اُن کے منکر ہو گئے اور کہتے کہ یہ اشیاء جیسے ہم پر حرام ہیں گذشتہ امتوں پر بھی حرام تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حلال کر کے اسے پھر موکد فرمایا کہ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور بے شک ہم سچے ہیں یعنی ان کی ہر بات کی خبر دینے میں۔

۱۴۷ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ پس اگر وہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اس سے یہود اور مشرکین مراد ہیں اور وہ ان کی تکذیب یہ تھی کہ حلال و حرام کی تفصیل جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی اس کا انکار کر دیا۔

فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ج بس فرمائیے تمہارا رب تعالیٰ بہت بڑی رحمت والا ہے کہ وہ تمہاری تکذیب کے باوجود تمہاری سزا میں عجلت نہیں کرتا لیکن تمہیں اس سے دھوکہ میں نہ رہنا چاہیے اس لئے کہ وہ تمہیں مہلت دے رہا ہے کہیں سمجھ جاؤ۔ لہٰذا اس تصور میں نہ رہو کہ وہ تمہیں سزا بھی نہیں دے گا۔

وَلَا یُرَدُّ بَاْسُهٗ اور اس کا عذاب روکا نہیں جا سکتا۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ مجرم قوم سے جب کہ نازل ہو گا ۱۴۸ سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ عنقریب مشرکین کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں شرک میں مبتلا کرنا نہ چاہتا مَاۤ اَشْرَكْنَا تو نہ ہم شرک کرتے وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ط اور نہ ہمارے آباء و اجداد اور نہ ہم کسی شے کو حرام کرتے اس سے ان کا منشا یہی تھا کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے (معاذ اللہ) كَذٰلِكَ اسی تکذیب کی طرح یعنی جیسے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے شرک کیا یا جن اشیاء کو حرام بتایا یہ سب شروع اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مرغوب ہیں اور کہتے کہ اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم ان باتوں میں معاذ اللہ جھوٹے ہو جب کہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شرک سے روکا ہے اور جن اشیاء کو تم حرام کہتے ہو انہیں اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا۔ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اُن کے متقدمین نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا یہاں تک کہ انہوں نے چکھا یہ حتیٰ امتداد التکذیب کی غایۃ کے لئے ہے بَاْسَنَا۔ ہمارا عذاب جو کہ ان کی تکذیب پر ہم نے اُن پر نازل کیا۔

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ یہ من زائدہ ہے مِّنْ عِلْمٍ یعنی فرمائیے اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیا تمہیں

ف : مفسرین یوں ہو تو بہتر ہو گا۔ گناہ کی سزا میں حلال اشیاء کو الی آخرہ۔

marfat.ocm
Marfat.com

کوئی ایسا امر معلوم بھی ہے کہ جس سے تم اپنے دعویٰ پر حجت کے طور پیش کر سکو۔ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا اگر ہے تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ تم صرف گمان کی اتباع کرتے ہو یعنی جن امور کے تم مرتکب ہوئے ہو یعنی شرک اور حلال چیزوں کو حرام کہتے ہیں تم اپنے گمان کی تابعداری کر رہے ہو۔ حالانکہ وہ سراسر باطل اور جہالت پر مبنی ہے۔ ذرہ بھر بھی اس میں یقین کا شائبہ نہیں ہو سکتا۔ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ۔ اور تم اللہ تعالیٰ پر افتراء کر رہے ہو ۱۴۹ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ یہ فاء محذوف شرط کی جزا ہے اصل عبارت یوں تھی۔ واذا قد ظہر ان لا حجۃ لکم فللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔ یعنی اور جب ظاہر ہو گیا کہ تمہارے ہاں کوئی دلیل نہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں حجۃ بالغہ ہے۔

فائدہ: حجت بالغہ اس دلیل کو کہتے ہیں کہ متانت اور ثبات کے انتہا کو پہنچے یا ایسی دلیل کہ جس سے مدعی اپنے دعویٰ پر صحیح اترے۔ اس سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور ان کا بیان مراد ہے۔ فَلَوْ شَآءَ پس اگر اللہ تعالیٰ تم سب کو ہدایت دینا چاہے لَهَدٰىكُمْ اجمعین تو تم سب کو ہدایت دیدے یعنی تمہیں اسلام لانے کی توفیق بخشے اور ہدایت کے اسباب تیار فرما دے لیکن وہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے تو اسے طریق حق کی طرف پھیر دیتا ہے اور اگر کسی کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے ارادے اسلام کے خلاف کر دیتا ہے۔

۱۵۰ قُلْ هَلُمَّ" یہ اسم فعل ہے بمعنی احضروا یعنی اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمائیے کہ حاضر کرو۔ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا اپنے لیڈروں کو جو ثابت کر دکھلائیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے۔ شہداء سے ان کے وہ لیڈر مراد ہیں جن کے اقوال و اعمال کو وہ اپنا مذہب سمجھتے تھے۔ اس سے وہ شہداء مراد نہیں کہ الٰہی سیدھی مار کر ان کا دعویٰ صحیح کر دکھائیں۔ اس لیے شہداء کے لفظ کو ان کی طرف مضاف فرمایا یہ حکم اس لیے سنایا تاکہ ان پر حجت قائم ہو کر انہیں معلوم ہو جائے کہ واقعی وہ گمراہی پر ہیں ورنہ اُن کے دعویٰ کی دلیل نہ اُن کے پاس تھی اور نہ ہی اُن کے لیڈروں کے پاس۔

فَاِنْ شَهِدُوْا بفرض محال اگر اُن کے لیڈر کچھ کہہ بھی دیں اور ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ تو آپ ان کی تصدیق نہ فرمائیں اس لیے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ خالص جھوٹ ہے اور واضح طور اس کا فساد بیان کیا جا چکا ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ اور آپ ہماری آیات کی تکذیب کرنے والوں اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کی اتباع نہ کریں۔ اس سے بتوں کے پجاری مراد ہیں موصول ثانی کے موصوفِ اول پر عطف ہے یہ عطف الصفۃ علی الصفۃ مع اتحاد الموصوف کے قبیل سے ہے اس لیے کہ جو آیات کی تکذیب کرتا ہے وہی آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اسی طرح بالعکس وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔

marfat.ocm
Marfat.com

اور وہ اپنے رب کے ساتھ اس کا ہمسر مانتے ہیں اس کا عطف " لایومنون " پر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کی اتباع نہ کیجئے جو مذکورہ بالا اوصاف قبیحہ کے جامع ہیں۔

(۱) وہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرتے (۲) آخرت کا انکار کرتے (۳) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اس معنی پر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روکا ہے بلکہ انہیں یوں فرماتا ہے کہ وہ ایسے بدبخت ہیں کہ ان جملہ امور بالا مذکورہ کے جامع اور ان صفاتِ قبیحہ سے موصوف ہیں۔

فائدہ جامعہ اللہ تعالیٰ نے طیبات کو حلال فرما کر کافروں کے ان توہمات کا رد فرمایا جو اپنی طرف سے بعض اشیاء کو حرام کر دیا۔ اس لئے کہ دین کی بنا وحی پر ہے کہ خواہش نفسانی پر اور خبیث ترین چیزوں کو بھی حرام کیا۔ جیسے شراب اور مردار اور بہتا ہوا رگوں کا خون اور خنزیر وغیرہ وغیرہ یعنی ان کا جیسے کھانا پینا حرام ہے ایسے ہی بیچنا بھی حرام ہے۔ ایسے ہی اُن کے بیچنے سے جو قیمت حاصل ہو گی وہ بھی حرام ہے۔ اُن کے ماسوا ان اشیاء سے انتفاع جائز ہے۔ جیسے مردار کی چربی کو کشتیوں کے سوراخ پر لگایا جاتا ہے اور چمڑوں پر تیل کے طور پر لگاتے ہیں اور اُسے بعض لوگ روشنی کے لئے جلاتے ہیں یہ تمام امور حرام نہیں۔

فائدہ: جتنے امور اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں وہ بطور سزا کے روکے یا اُلٹا ان سے انعام دینا مطلوب تھا جیسے یہود پر ان اشیاء کی حرمت بطور سزا کے تھا اور اہل ایمان سے بعض چیزوں کی حرمت محض اس کا فضل وکرم ہے۔ اس لئے کہ اُسے معلوم ہے کہ ان اشیاء کا ضرر نفسانی یا روحانی و نفسانی ہے جیسے زہر کا ضرر اور دیگر وہ اشیاء کہ جن کے استعمال سے ہلاکت جان ہوتی ہے۔ دوسرا ضرر روحانی ہوتا ہے جیسے درندوں اور موذی جانوروں کا گوشت وغیرہ اس لئے کہ اُن کے گوشت سے ان کی عادات کا اثر کھانے والے کے روحانی اخلاق پر پڑتا ہے۔

حدیث شریف: حضور علیہ السلام نے فرمایا " دودھ بھی عادات پر اثر انداز ہے۔

حکایت: حضرت الشیخ ابو محمد الجوینی اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ اُن کے صاحبزادے امام ابو المعالی کو غیر عورت دودھ پلا رہی ہے۔ آپ نے بچے کو اٹھایا الٹا دیا اور پیٹ کو ملنا شروع کر دیا اور منہ کے اندر انگلی دبا دی۔ اسی طرح بار بار کیا۔ یہاں تک کہ بچے نے پیا ہوا دودھ قے کر دیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ میرا بچہ مر جائے تو مجھے اتنا رنج نہیں ہو گا۔ جتنا اس کا غیر عورت کے دودھ پینے سے غم والم ہو گا۔ پھر جب امام ابو المعالی رحمۃ اللہ تعالیٰ جوان ہوئے تو مناظرہ کے وقت ان کی طبیعت پر بوجھ پڑ جاتا۔ فرماتے یہ اس غیر عورت کے دودھ کا اثر ہے۔

فائدہ: ماں کے دودھ سے بچے کے عادات پر اثر پڑتا ہے اگر عورت نیک ہو تو بچے کو نیکی کی عادت ہو گی اگر عورت

marfat.ocm
Marfat.com

بُری تو بچہ کے عادات بھی بُرے ہونگے ۔

فائدہ ۔ حیوانات کے گوشت میں بھی بہت بڑی تاثیر ہوتی ہے ۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گئے بھینس کا دودھ اور گھی لازم پکڑلو اور ان کے گوشت سے بچو اس لئے کہ ان کے دودھ اور گھی میں شفا اور اُن کے گوشت میں بیماری ہے ۔

سوال ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے نزدیک گائے بھینس کا گوشت ناجائز ہے حالانکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی قربانی کے لئے گائے ذبح فرمائی ۔

جواب ۱ ۔ امام حلیمی نے گائے وغیرہ کے گوشت کو بیماری فرمایا ۔ وہ بھی صرف اہل حجاز کی بیوست کے پیش نظر کہ انہیں بھی بیوست اور گوشت میں بھی بیوست ۔ اس سے اہل عرب کی بیماری لازمی امر ہے اور ان کی خشکی کا گائے کے دودھ اور گھی سے دُور ہونا ضروری ۔ جس سے اُن کی شفا ضروری ۔ بنا بریں کہ آپ نے عرب کی طبع کے پیش نظر یونہی فرمایا اور یہی جواب موزوں تر بھی ہے ورنہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کی قربانی کے لئے بُری شے کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش نہ کرتے اور اسے بیماری اس بیوست اور اہل عرب کی بیوست کی وجہ سے تعبیر فرمایا ۔

جواب ۲ ۔ گائے کو قربانی میں ذبح کرنا بیانِ جواز کے لئے ہے ۔

جواب ۳ ۔ اس وقت آپ کو قربانی کے لئے صرف وہی گائے میسر آئی (کذا فی المقاصد الحسنہ) جواب اوّل موزوں تر ہے

جنوں سے حفاظت کا علاج گائے بھینس کے منجملہ فوائد کے ایک فائدہ یہ ہے کہ جو منہ نہار اس کا دودھ پچاس درہم کی مقدار پیئے تو اسے جنوں سے حفاظت ہو گی اگر اُسے ہوگا بھی اس کے دودھ کی برکت سے دفع ہو جائے گا ۔

مسئلہ ۔ حضرت فقیہہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ بقدر ضرورت طب کا پڑھنا مستحب ہے بالخصوص جس بیماری میں مبتلا ہو اُس کے مضرات و مفیدات کے ضروری معلومات یاد کر لئے جائیں ۔ اس لئے کہ علم دو ہیں (۱) علم الابدان (۲) علم الادیان (العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان) علم الابدان کو مقدم فرمانے میں اشارہ فرمایا کہ اس کے ذریعہ انسان بلکہ دیگر حیوانات کے لئے شفا حاصل ہوتی اور جب کہ انسان کا جسم ہی بیمار ہو تو عبادتِ خداوندی نیز حقوق العباد میں کمی آئے گی اور اسی طرح دیگر حیوانات کا حال ہے بالخصوص وہ حیوانات جو کہ انسان سے متعلق ہیں ۔ مثلاً اونٹ گائے بھینس گھوڑا بکری وغیرہ جو انسان کیلئے کارآمد ہیں ۔

(باقی صفحہ ۷۱۹ پر

marfat.ocm
Marfat.com

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ
تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب
وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا
کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی
النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو
وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا
اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے جب تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ
الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ
اور تول انصاف کے ساتھ پوری کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو
فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ کہیں تم
تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
نصیحت مانو اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور اور راہیں نہ چلو
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ اٰتَيْنَا
کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے پھر ہم نے موسیٰ کو
مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ
کتاب عطا فرمائی پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت
رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝
اور رحمت کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ ۱۵۱ قُلْ اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ سے فرمایئے تَعَالَوْا یہ تعالیٰ کا امر ہے دراصل اس لفظ سے اونچے مکان پر چڑھ کر نیچے والے کو بلانے کیلئے وضع کیا گیا ہے گویا جسے بلانے ہوں یا اپنی طرف متوجہ کرنا مطلوب ہوتا ہے تو اس کو جسے مخاطب کر بلایا جاتا ہے بلانے والا خواہ اوپر ہو نیچے

ہے : جیسے انگریزی دان کہا کرتے ہیں come up یا come on اس سے اُن کی مراد دوسرے کو مخاطب کرنا نہیں زور دار لہجے میں ہوتا ہے۔

بقیہ صفحہ

مسئلہ : بوقت ضرورت علماء نے حرام اشیاء سے علاج کی اجازت بخشی ہے

مسئلہ : اشیاء میں سے کہ طعام میں جب تغیر آجائے (یعنی عفونت) تو وہ پلید ہو جاتا ہے[1]

مسئلہ : دودھ۔ زیتون، گھی میں جب بدبو پیدا ہو جائے تو ان کا کھانا حرام نہیں۔

مسئلہ : مرغی ذبح کر کے اس کا پیٹ چاک کئے بغیر ہانڈی پر چڑھا دی جائے تو وہ پانی بھی پلید اور نجس ہوا بھی (خواہ پانی کے بغیر بھونی ہی جائے) ہاں بلی اُسے اٹھا کر لے جائے لیکن خود اس کے آگے نہ رکھیں گے۔ (یہ احتیاطی حکم ہے)

تعلیق دانا پر لازم ہے کہ بدن کو ضرر پہنچانے والی اشیاء سے احتراز کرے بدن کے مضرات میں پیٹ بھر کر کھانا بھی شمار ہوتا ہے۔

حدیث شریف حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بیماریوں کا اصل پیٹ بھر کر کھانا اور اس کا علاج بھوکا رہنا ہے۔

آں حکیمے کہ دُرِ حکمت سفت
کُلُ قلیلا تعش کثیرا گفت

ترجمہ: اس حکیم نے حکمت کے موتی پروئے ہیں فرمایا کہ تھوڑا کھا بڑی عمر تک زندگی بسر کرے گا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ندارند تن پروراں آگہی
کہ پُر معدہ باشد ز حکمت تہی

ترجمہ: نہیں رکھتے تن پرور خبر اس لئے کہ معدہ کو پُر کرنے والے حکمت سے خالی ہوتے ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

اوپر نیچے کے الفاظ محض محاورہ کیلئے ہیں ورنہ واقعۃً ایسا ہونا ضروری نہیں) اُتلُ یہ تعالَوْ امر کا جواب ہے اس لئے مجزوم ہے یعنی اقرار یعنی آؤ میں تمہیں پڑھ سناؤں مَاحَرَّمَ رَبُّکُمْ وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حرام فرمائی ہیں یعنی وہ آیات پڑھ کر سناؤں جن میں اشیاء کی حرمت کا بیان ہے۔ عَلَیْکُمْ یہ حَرَّمَ سے متعلق ہے ان مفسرہ اور لَا ناہیہ ہے۔ تُشْرِکُوْا بِہٖ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ شَیْئًا اس کی تنوین تنکیر کی ہے۔

قاعدہ تفسیریہ ان تین آیات میں یعنی لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ الخ سے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تک دس خصلتوں جو تمام بھلائی کی جامع ہیں کا بیان ہے اور تمام آسمانی کتب تا قرآن مجید میں منسوخ ہو کر مندرج ہو رہی ہیں یہ تمام خصلتیں تمام بنی آدم پر حرام ہیں اور تمام زمانوں اور تمام امتوں میں بحال رہی ہیں کبھی ان میں تغیر و تبدل اور اختلاف نہیں ہوا۔ وہ دس خصلتیں یہ ہیں

(۱) لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا شرک کے بیان میں تقدیم اس لئے ہے

کہ یہ راس المحرمات ہے مشرک کی کوئی نیکی بھی قبول نہیں ہوتی۔ شرک دو قسم ہے (۱) جلی یعنی بتوں کی پرستش شرک جلی ہے (۲) خفی یعنی اللہ تعالیٰ واحد قہار کے ساتھ اغیار کا خیال (صوفیا کے نزدیک) شرک خفی ہے ؎

تا دم وحدت زدی حافظ شوریدہ حال
خامہ توحید کش بر رُخ این و آن

ترجمہ: توحید کا دم بھرتا ہے تو اے حافظ شوریدہ حال تو تجھے چاہیے کہ توحید کا قلم این و آن کے ورق پر

(۲) وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور ماں باپ سے احسان کرو یعنی ان کی نافرمانی نہ کرو۔ اس لئے کہ ان کی نافرمانی حرام ہے

(قاعدہ) شے کا امر اس کی ضد کی نہی کو مستلزم ہے جیسے احسان کے امر سے بدسلوکی کی نہیں ثابت ہوئی اسی طرح فرمایا ھُوَ اَوْفٰی اس میں کم تولنے کی نہیں ہے۔

سوال: اگر نہی مطلوب ہے تو پھر اسے امر سے کیوں تعبیر کیا ہے؟

جواب: تاکہ حقوق کی رعایت میں مبالغہ ہو اس لئے کہ محض ان کے حقوق کی ادائیگی میں ترک اساءت ناکافی ہے ان دس خصلتوں میں یہ دوسری خصلت ہے۔

سوال: تحریم شرک کے بعد تحریم عقوق کے ذکر میں کیا راز ہے۔؟

جواب: والدین بچے کے لئے تربیتی سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کا موجد ہے تو والدین کو پرورش کے لحاظ سے درجہ ثانویہ حاصل ہے لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی میں سستی کرنے کا نام عقوق ہے اور یہی شرک بعد کبیرہ گناہ ہے

حکایت ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے جنگل میں جا رہا تھا۔ دیکھا کہ اچانک میرے ساتھ ایک بزرگ چل رہے ہیں۔ مجھے ان سے تعجب ہوا اور خیال گزرا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں سچ فرمائیے آپ کون ہیں انہوں نے فرمایا میں تیرا بھائی خضر ہوں۔ میں نے عرض

marfat.ocm
Marfat.com

کیا آپ میرے ساتھ کیوں چل رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا چونکہ تم اپنی والدہ کے فرمانبردار ہو اس لئے میں تمہارے ساتھ چلنے پر مامور ہوں۔

جنت کہ سرلئے مادر انست
نیز قہر مات مادر انست

ترجمہ: وہ جنت جسمیں ہماری سرلئے ہے وہ ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(۳) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو یعنی اپنی بچیوں کو زندہ درگور نہ کرو۔
مِنْ اِمْلَاقٍ مفلسی کی وجہ سے املاق یعنی زاد و نفقہ کو جاری کرنا۔ مثلاً کہا جاتا ہے املق الرجل اس وقت بولتے ہیں جب کوئی زاد و نفقہ کا اجراء کرے ملق سے ماخوذ ہے یعنی طلب مراد میں اپنی جد و جہد خرچ کرنا
نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ہم تمہیں اور انہیں روزی دیں گے لہٰذا فقر و افلاس سے نہ ڈرو اس خطرہ سے کہ تم رزق کیسے حاصل کر سکو گے۔

یہ تیسرا حکم ہے ان دس خصلتوں میں جن کے متعلق پہلے بیان کیا گیا ہے

نکتہ: بچوں کو قتل کرنے کی رکاوٹ اس لئے ہے کہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے دین کی بنیاد کو ڈھانا ہے اور ملعون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی بنیاد کو ڈھاتا ہے اور اس طرح سے اس کے درخت کا ثمرہ توڑنا اور اس کی کھیتی کو اجاڑنا اور نسل کو قطع کرنا اور سر رزق میں توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ ان امور سے تکذیب الٰہی لازم آتی ہے اس لئے کہ اس کا وعدہ ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با پادشاہ بگوئے کہ روزی مقدر است

ترجمہ: ہم نے فقر و قناعت کی قدر نہ کی۔ بادشاہ کو کہو کہ روزی مقدر ہے۔

(۴) وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ (اور زنا کے قریب نہ جاؤ) نکتہ فواحش جمع کے صیغہ میں لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ زنا کے جمیع انواع حرام ہیں۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" سے انواحش سے بدل الاشتمال ہے۔ مَا ظَهَرَ سے وہ زنا مراد ہے جو گھروں میں عام زنا کیا جائے۔ جیسے کہ رذیل لوگوں کی عادت ہے وَمَا بَطَنَ سے وہ زنا مراد ہے جو چوری چھپے کیا جائے۔ جیسے شرافت کے مدعیوں سے اس طرح کی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

یہ ان دس خصلتوں سے چوتھا حکم ہے

نکتہ: زنا سے قریب جانے کی نہی سے مبالغہ مستفاد ہے یعنی یہ اس گندی خصلت ہے کہ اس کے قریب بھی نہ جانا چاہئے۔

marfat.ocm
Marfat.com

مسئلہ: اس میں وہ اعمال بھی داخل ہوں گے جو بہشت سے دوری اور دوزخ میں داخلے کا سبب بنتے ہیں مَاظَهَرَ کا یہی مطلب ہے اور بعض امور وہ ہیں جن سے اگرچہ بہشت سے دُوری اور دوزخ کے داخلہ کا سبب تو نہیں لیکن حق سے دُور اور محجوب بنا دیتے ہیں یہ مَا بَطَنَ سے یہی مراد ہے۔

فائدہ: مَا ظَہَرَ سے وہ گناہ مراد ہیں جن کا ارتکاب ہو جائے اور مَا بَطَنَ سے وہ جو ابھی ارادہ میں ہیں اور آنکھ کا زنا بھی اس میں داخل ہے ؎

ایں نظر از دُور چُوں تیراست و سُم
خشت افزوں میشود صبر تو کم

ترجمہ: یہ نگاہ دُور سے تیز و زہر کی طرح ہے اس سے خشت بڑھے گا اور صبر کم۔

اعجوبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مرد میں شیطان کے تین گھر ہیں۔ (۱) دونوں آنکھیں (۲) قلب (۳) اور ذکر اور عورت میں بھی اس کے تین گھر ہیں۔ (۱) دونوں آنکھیں (۲) قلب (۳) فرج۔

(۵) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اور اس نفس کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے یعنی احکام اسلام کی رُو سے یا اس سے معاہدہ ہوا ہے۔ اس سے حربی خارج ہوا کہ اس کے قتل کرنے میں حرج نہیں اس لئے کہ اس کے قتل سے نہ اللہ تعالیٰ نے روکا ہے اور نہ ہی اس سے معاہدہ ہوا ہے۔

اِلَّا بِالْحَقِّ۔ یہ استثناء مفرغ ہے یعنی اس کا مستثنیٰ منہ اعم الاحوال' مقدر ہے یعنی اُسے کسی حال میں بھی قتل نہ کرو۔ مگر بوقت حق سے ملابس ہونے کے اور وہ شرع کا حق ہے یعنی جس کے قتل میں شرع نے اجازت بخشی ہے اور وہ یہ ہیں (۱) مرتد ہونے کے بعد (۲) شادی شدہ کا زنا کرنا (۳) نفس معصوم کو قتل کرنے کے بدلے میں۔ یہ ان دس خصلتوں میں سے پانچواں حکم ہے۔

نکتہ: کسی کو ناحق قتل کرنے میں امر حق کی تعظیم اور شفقت علی الخلق کا ترک لازم آتا ہے اور یہ دونوں امور دین کی بنیاد ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: دراصل قتلِ حق یہ ہے کہ بندہ طلبِ حق میں مرجائے اور جو راہ حق میں مرجائے حقیقتہً وہ زندہ ہے۔

حکایت: حضرت ابو سعید حراز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک دن میرا بو سقیفہ کے ایک گھر سے گزر ہوا۔ میں نے ایک نوجوان کو مُردہ پایا۔ میں نے اُسے جھانک کر دیکھا تو اُس نے میرے دیکھنے پر آنکھ کھولی اور ہنس پڑا اور فرمایا اللہ والے مرتے نہیں۔ بلکہ وہ زندہ رہتے ہیں۔ وہ ایک دار سے منتقل ہو کر دوسری دار میں چلے جاتے ہیں ؎

marfat.com
Marfat.com

شو برگ ز امداد اہل دل نا اُمید
کہ خواب مردم آگاہ ازیں بیدار لیست

ترجمہ : اللہ والوں کی مدد کے بعد ان کی امداد سے ناامید نہ ہو، کیونکہ مردم آگاہ مردان خدا کی نیند میں بیداری ہے۔

ذٰلِكُمْ : مذکورہ بالا امور خمسہ کی طرف اشارہ ہے وَصّٰكُمْ تمہیں ان امور کی اللہ تعالیٰ نے وصیت فرمائی ہے یعنی ان کی حفاظت کا تاکیدی حکم فرمایا ہے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ تاکہ تم سمجھ جاؤ یعنی اگر عقل سے کام لو تو ان امورِ قبیحہ کے ارتکاب سے تمہیں خود بخود رکنا پڑے گا۔

۱۵۲ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ مال یتیم کے قریب نہ جاؤ۔ یعنی ان کے مال کا کسی حال میں بھی تعرض نہ کرو۔

فائدہ : یتیم انسانوں میں اُسے کہا جاتا ہے کہ جس کا سن بلوغت سے پہلے باپ فوت ہو جائے اور حیوانوں میں اُسے کہتے ہیں جس کی ماں مر جائے اور یہ خطاب یتیموں کے متولیوں اور وصیوں کو ہے اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ مگر اس خصلت سے کہ یہ اچھی ہے یعنی اس کے مال کی حفاظت کرتے ہوئے بقدر ضرورت کچھ کھا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یعنی یتیم کے مال کی اس وقت تک حفاظت کرو جب کہ وہ بالغ اور سمجھدار ہو جائے۔ اس کے بعد اس کا مال اس کے حوالے کر دو۔

مسئلہ : حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پختہ عمری پچیس سال تک ہو جاتی ہے جب لڑکا اس عمر کو پہنچے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے لیکن شرط یہ ہے کہ پاگل نہ ہو۔ صرفی تحقیقات فائدہ۔ جوہری نے لکھا کہ "رشد" بمعنی قوت اور یہ پندرہ سے اٹھارہ تیس سال کے درمیانی عمر کا نام ہے، یہ آنک کی طرح واحد ہے اور جمع کے وزن پر آیا ہے۔ ان کے سوا باقی اور کوئی صیغہ واحد ہو کر جمع کے وزن پر نہیں آتا۔ سیبویہ نے کہا کہ یہ جمع ہے اس کا واحد شدہ ہے۔

فائدہ : یہ ان خصلتوں میں سے چوتھا حکم ہے۔

نکتہ : یتیم کے مال کی حفاظت کا حکم اس لئے دیا ہے کہ یتیم عاجز ہوتا ہے اس کے جد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ خود اس کا متولی ہوا اور اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس پر نظرِ شفقت فرما کر اس کے حقوق کی نگرانی کریں ؎

الا تا نگرید کہ عرشِ عظیم
بلرزد ہمی چوں بگرید یتیم

ترجمہ : خبردار یتیم نہ روئے کیوں کہ عرش عظیم کانپ جاتا ہے جب یتیم روتا ہے۔

(۱۵۲) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ ۔ مکیلات کو پورا بھرو یعنی انہیں مکمل کر کے کسی شے کو نہ گھٹاؤ۔ "والمیزان" اور وزن والی چیزوں کو ترازو سے پورا تولو۔ بِالْقِسْطِ ، اُوفوا کے فاعل سے حال ہے یعنی ان دونوں کو پورا کرو۔ درآنحالیکہ تم عدل کرنے والے ہو۔ قسط بمعنی عدل۔

marfat.ocm
Marfat.com

سوال : ایفاء الکیل والمیزان قسط (عدل) کا دوسرا نام ہے پھر تکرار کا کیا فائدہ ؟

جواب : اس میں اشارہ ہے کہ دینے والے کو چاہیے کہ حق والے کو پورا پورا حق ادا کرے۔ اسی طرح لینے والے پر بھی لازم ہے کہ وہ صرف اپنا حق کا مطالبہ کرے۔ لالچ کرکے زائد کا طالب نہ ہو۔

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم کسی کو اس کی طاقت سے زائد تکلیف نہیں دیتے یعنی جتنا اس سے آسانی سے ہو سکے وہ اس پر گراں نہیں ہوتا۔

سوال : اوامر کے بعد ہی اسے بیان کیا گیا ہے۔ اس کا کیا فائدہ۔

جواب : تاکہ معلوم ہو کہ بندے سے جملہ امور کی حقیقی طور پابندی مشکل ہے اس لئے کہیں گھبرا کر ان پر عمل کرنا چھوڑ نہ دے اس سے تسلی ہو کہ مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ میں نجات ہے جتنا اس سے ہو سکے بجا لائے اور جو اس سے نہیں ہو سکتا اس پر مالک مواخذہ نہیں فرمائے گا۔

مسئلہ : جو شخص بھر تول میں اپنے خیال سے کمی بیشی نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے خیال سے اُسے صحیح بھر تول سمجھتا ہے تو اس سے اگرچہ معمولی کمی بیشی ہو جائے تو وہ اسے معاف ہے۔ اُس سے کسی قسم کی گرفت نہیں ہو گی۔

مسئلہ : جو بھر تول میں کمی بیشی کرتا ہے تو اس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

سبق : انسان کو چاہیے حتی الامکان کوتاہی نہ کرے۔ اگر بے خبری میں غلطی ہو جائے تو معاف ہے۔

حکایت منقول ہے کہ ایک شخص بھر تول میں عمداً کمی بیشی کرتا تھا جب اس پر نزع طاری ہوئی تو اُسے لا الٰہ الا اللہ کلمہ توحید کی تلقین کی گئی تو کہنے لگا کیا کروں میری بھر تول کا ترازو میری زبان پر چڑھا ہوا ہے اس لئے کلمہ توحید پڑھا نہیں جا سکتا۔ اس سے پوچھا گیا کیا تم بھر تول میں عمداً کمی بیشی کیا کرتے تھے اُس نے کہا نہیں صرف اتنی غلطی ہوئی ہے کہ کبھی ترازو کے پلڑے میں گرد و غبار کو صاف کئے بغیر سودا دے دیتا تھا چونکہ اس گرد و غبار کی مقدار گاہک کو نقصان ہوتا تھا۔ بنابریں حقوق غیر میں میری گرفت ہو رہی ہے۔

سبق : غور کیجئے جب معمولی گرد و غبار سے اتنی سخت سزا تو جو لوگ منوں کے من ہڑپ کر جاتے ہیں انکا کیا حشر ہوگا۔

حکایت حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک ہمسایہ تھا۔ اس پر نزع طاری تھی۔ آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور حال پوچھا تو اس نے کہا آگ کے دو پہاڑ میرے سامنے ہیں اور مجھے حکم ہوتا ہے کہ ان پر چڑھ جاؤں۔ لیکن میرے سے چڑھا نہیں جاتا۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اُس کے گھر والوں سے پوچھا کہ اس کا عمل کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے دو طرح کے ترازو تھے دینے کا اور لینے کا اور میں کہا دونوں کو میرے ہاں لے آؤ۔ جب ترازو آپ کے ہاں لایا گیا تو آپ نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر پوچھا تو اس نے کہا کہ اُلٹا اُس سے اور زیادہ مصیبت بڑھتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فائدہ : یہ ان دس خصلتوں سے ساتواں حکم ہے۔

تفسیر صوفیہ: آیت میں اشارہ ہے کہ ہر کام کا پہلے وزن رکھو اور میزان شرع سے حق و باطل کو تول لو اور اپنے استعداد کے موافق خطوط کو تکمیل کرو۔ ؎

ہر کسے بقدر بال و پر خویش می پرد

ترجمہ : ہر شے اپنے بال و پر کی طاقت کے موافق اڑتی ہے۔

(۸) وَاِذَا قُلْتُمْ اور جب تم بات کہو حکومت کے متعلق یا گواہی میں اور اسی طرح جملہ امور میں فَاعْدِلُوْا تو عدل و انصاف سے کام لو۔ وَلَوْ كَانَ اور اگرچہ مقول لہ ہو یا مقول علیہ ذَا قُرْبٰى تمہارا رشتہ دار ہو۔ تو رشتہ داری کی وجہ سے اس کی رعایت نہ کرو کیونکہ کامیابی کا دارومدار حق شرع کی اتباع اور طلب رضائے الٰہی میں ہے نہ کہ رشتہ داری اور غیر رشتہ داری پر۔

فائدہ : یہ دس خصلتوں میں سے آٹھواں حکم ہے

تفسیر صوفیہ: عدل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غیریت کا شائبہ نہ ہو اور ہر کلام اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسی کی قیل و قال ہو اور یہ بات صرف اہلِ تحقیق کو نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ دوسروں کے کلام میں کوئی غرض مضمر ہوتی ہے ؎

بانگ ہدہد گر بیاموزد کسے
راز ہدہد گوید و پیغام سبا

ترجمہ : ہدہد کی اگر آواز کسی نے سیکھ لی تو اسے چاہیے کہ ہدہد اور سبا کا راز سمجھائے۔

(۹) وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور اللہ تعالیٰ کا وہ معاہدہ پورا کرو جو اس سے ہوا۔ وہ جس طرح کا بھی ہو مثلاً عدل و انصاف سے کام لینا۔ احکام شرع ادا کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ : عہد اپنے فاعل کی طرف مضاف ہو تو اس سے یا وہ معاہدہ مراد ہوتا ہے جو ہم ایمان و نذور کے ذریعہ معاملات کرتے ہیں یا اس سے وہ ایفائے عہد مراد ہوتا ہے جو انسان آپس میں کرتے ہیں۔ یا اس سے وہ ایفائے عہد مراد ہوتا ہے جو انسان آپس میں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے مضاف ہے کہ اس نے اس کے ایفاء و حفاظت کا حکم فرمایا ہے ؎

وفاء عہد نکو باشد ار بیاموزی
وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند

ترجمہ : وعدہ وفائی اگر تم سیکھو تو اچھا ہے ورنہ جسے بھی دیکھو وہ ظلم کرنا جانتا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

یہ ان دس خصلتوں سے نواں حکم ہے۔

تفسیر صوفیانہ

حقیقی عہد یہ ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور صرف اُسی کی محبت میں مستغرق ہو۔ سوائے اس کے اور کسی کو نہ دیکھے ؎

از دم صبح ازل تا آخر شام ابد
دوستی و مہر بریک عہد و یک میثاق بود

ترجمہ ، صبح ازل سے لے کر ابد کی شام تک دوستی و مہر و محبت ایک عہد و میثاق پر ہے۔

ذٰلِکُمْ ، یہ چاروں امور بالا کی طرف اشارہ ہے جو ابھی مذکور ہوئے وَصّٰکُمْ بِہٖ اُس کی تمہیں اللہ تعالیٰ نے وصیت فرمائی یعنی تاکیدی امر فرمایا ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو یعنی اُن کی تاکید کو سمجھ کر اُن کے مقتضی پر عمل کرو۔

۱۵۳ وَاَنَّ یہاں لام مقدر ہے اور یہ پچھلے امر کی علت ہے یعنی اس لئے کہ ھٰذَا یہ اس سورۃ کے مضمون یعنی اثبات توحید و نبوت اور بیان شریعت کی طرف اشارہ ہے صِرَاطِیْ میرا مسلک اور میری شریعت ہے۔ شریعت کو طریقہ الٰہی اس لئے کہا گیا کہ اس کی وجہ جنت کے ثواب کو حاصل کیا جاتا ہے اور یاء متکلم سے حضور علیہ السلام مراد ہیں اور وہ اس لئے کہ آپ اس راستہ پر چلتے ہیں اور اس نسبت سے صراط کو حضور علیہ السلام کی طرف مضاف کیا گیا نہ اس وجہ سے کہ آپ ہی اس کے واضع ہیں اس لئے کہ اس کا واضع اللہ تعالیٰ ہے اس اعتبار سے اسے صراط اللہ کہا جاتا ہے۔ مُسْتَقِیْمًا سیدھی راہ اور نہایت مضبوط یہ حال موکدہ ہے۔ فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔ پس اس کی تابعداری کرو اور دوسرے راستوں کی اتباع نہ کرو۔

فائدہ: دوسرے راستوں سے وہ راستے مراد ہیں جو صراط مستقیم کے خلاف ہیں جیسے یہودیت و نصرانیت اور دیگر گمراہ ملتیں۔ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ یہ مضارع منصوب ہے اس لئے کہ فاء کے بعد ان مقدر ہے اس لئے کہ نہی کے جواب میں جب فاء مضارع پر ہوتی ہے وہاں ان مقدر ہوتا ہے اور مضارع کی دوسری تاء بھی محذوف ہے۔ دراصل فتتفرق تھا۔ اور یہ باء تعدیہ کی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہی مختلف راستے تمہیں متفرق کر کے ہٹا دیں گے۔ عَنْ سَبِیْلِہٖ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے یعنی اس کے اِس دین سے جسے وہ پسند کرتا ہے اور جس کی اس نے تمہیں وصیت فرمائی ہے اس سے دینِ اسلام مراد ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا راستہ بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔

فائدہ: یہ اُن دس خصلتوں میں سے دسواں حکم ہے ؎

۱۔ خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

۲۔ پسندار سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ :۱۔ پیغمبر علیہ السلام کے اصحاب جس نے راہ اختیار کیا وہ منزلِ مقصود کو ہرگز نہ پہنچے گا۔
۲۔ اے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گمان نہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے بغیر راہ ہدیٰ پائے گا۔

ذٰلِکُمْ یہ اتباع سبیل الٰہی اور ترکِ اتباع سبیل ضلالت کا وہ ہے جس کا اللہ نے تمہیں وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی وصیت فرمائی ہے تاکہ تم سبیل کفر کی اتباع اور گمراہی سے بچ جاؤ۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے ایک لکیر کھینچ کر فرمایا یہی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس راستے کے دائیں بائیں لکیریں کھینچیں (جس کا نقشہ بنا ہوا ہے) اور فرمایا کہ ان راستوں پر شیطان ہے جو ہر راہ پر شیطان بیٹھ کر اپنی طرف بلاتا ہے

فائدہ : شریعت پاک کا دوسرا نام صراطِ مستقیم ہے وہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک تر ہے اس لئے ہم نماز کی ہر رکعت میں بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں "اھدنا الصراط المستقیم" جو دنیا میں اس راستہ سے بھٹک گیا وہ آخرت کے سیدھے راہ سے محروم ہو گیا۔

حدیث شریف حضور علیہ السلام نے فرمایا، دنیا میں اس راستہ سے بھٹکنے والے بہت ہیں اُن میں سب سے زیادہ عورتیں ہیں۔

فائدہ : دورِ حاضرہ میں شہوات رانی اور اپنی من مانی پر عمل کرنے میں مرد عورتوں سے کم نہیں۔ دین غریب ہو کر شروع ہوا اور غریب ہو کر لوٹے گا۔ بہت تھوڑے لوگ اس سے مانوس ہوتے اور اس سے پیار کرنیوالے ہوں گے۔

فائدہ : تفسیر فارسی میں ہے محققین فرماتے ہیں کہ صراطِ مستقیم ہدایت و نہایت کے سوا متعین نہیں ہو سکتا اور عارف کو معلوم ہے کہ سب کی ابتدا کس سے ہے اور سب کی انتہا ایک ہے اور حضرت شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہ نے اعجاز البیان میں فرمایا کہ احاطہ حق ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر محیط ہے اس سے احاطہ وجودی مراد ہے یا علمی یہ اختلاف اقوال اس کا منتہائے سر صراط ہے اور سر کی غایت سالک ہے۔ چنانچہ فرمایا "وہ اللہ کہ زمین و آسمان و ما فیہا جس کے قبضہ میں ہے اس کا راستہ وہ ہے جو صرف اسی کی طرف راجع ہے ؎

۱ : ہر جا قدمے زدیم در کوئے تو بود
ہر گوشۂ کہ رفتیم سوئے تو بود
۲ : گفتیم مگر سوئے دیگر راہے ہست
ہر راہ کہ دیدیم ہمہ سوئے تو بود

ترجمہ :۱۔ جہاں بھی ہم نے قدم رکھا وہی تیری گلی ہی تھی جس کونے میں ہم پہنچے ان کا رُخ تیری طرف ہی تھا۔
۲۔ ہم نے سمجھا کہ کوئی اور راہ ہوگا لیکن جو راہ دیکھا وہ تمہاری طرف ہی تھا۔

(باقی صـ۳۰ پر)

marfat.ocm
Marfat.com

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ
اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور
اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ
پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی
قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا
اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی یا کہو کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان
الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ
سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ
آئی تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ پھیرے عنقریب وہ جو ہماری آیتوں سے
يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ
منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں برے عذاب کی سزا دیں گے بدلہ ان کے منہ پھیرنے کا کاہے کے انتظار میں ہیں
اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ
مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے جس دن تمہارے رب
بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ
کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے
فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ
ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی تم فرما دو رستہ دیکھو ہم بھی دیکھتے ہیں وہ جنہوں نے اپنے دین میں نیا نیا راہ نکالا
وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا
اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالہ ہے پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ
يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ
وہ کرتے تھے جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں اور جو برائی لائے تو اسے بدلہ
فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ
نہ ملے گا مگر اس کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا تم فرما دو بے شک مجھے میرے رب نے
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ
سیدھی راہ دکھائی

marfat.com
Marfat.com

حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ
یکسو دین ابراہیم کی میں اور نہ تھا
الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ
مشرک تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے
الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ قُلْ
جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں تم فرماؤ
أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ
کیا اللہ کے سوا میں اور رب چاہوں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور جو کوئی کچھ کمائے وہ
نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم
اسی کے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی پھر تمہیں اپنے رب
مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِي
کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جس میں اختلاف کرتے تھے اور وہی ہے جس
جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
نے تمہیں زمین میں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ
لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ
تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی بے شک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور
لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٥﴾
بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے

marfat.ocm
Marfat.com

۱۵۴ وَهٰذَا اور یہ قرآن کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے اتارا۔
فائدہ : منکرین کا گمان غلط ہے جب کہ کہتے ہیں کہ اسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔
مُبٰرَكٌ بابرکت ہے یعنی دینی و دنیوی منافع سے پُر ہے۔

بقیہ صـ۷۲۹

۱۵۵ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اس کا عطف فعل مقدر پر ہے اس کی اصل عبارت یوں ہے فَاتَّبِعُوْا تِلْكَ الْوَصِيَّةَ باتباع صراط اللہ ثم اٰتَيْنَا الخ یعنی ہم نے تمہیں حکم فرمایا کہ صراط اللہ کی اتباع کرو۔ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی یہاں کتاب سے تورات مُراد ہے اور لفظ ثم اخبار میں تراخی کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ بلغنی ما صنعت الیوم ثم ما صنعت امس اعجب (تَمَامًا) بحذف الزوائد تم کا مصدر ہے یعنی تمہارے اوپر کرامت و نعمت کو مکمل کیا عَلَى الَّذِيْنَ اَحْسَنَ۔ اوپر اُس کے جس نے نعمت کے حقوق پورے ادا کئے۔
فائدہ : اس سے انبیاء علیہ السلام اور خواص مومنین مراد ہیں۔ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور دین کے امور میں جن باتوں کی ضرورت پڑتی ہے اسمیں اس کا تفصیلی بیان ہے۔
سوال : شریعت میں اجتہاد کا ثبوت ملتا ہے اس لئے کہ جب قرآن مجید میں ہر شے کی تفصیل ہے تو پھر اجتہاد کی کیا ضرورت ہے۔
جواب : قرآن مجید میں مسائل شرع کے اصول کی تفصیل ہے اور اجتہاد فروع میں ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اصول کی تفصیل کا ذکر سورۃ یوسف میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى اور وہ گمراہی سے بچا کر ہدایت دینے والا ہے" ورحمۃ" مومن اور نیک عمل کرنے والے کو عذاب سے نجات دلا کر رحمت عطا فرماتا ہے لَعَلَّهُمْ اس سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔
فائدہ : یہ ضمیر بنی اسرائیل کی طرف اس لئے لوٹائی گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر پہلے آگیا ہے اس قرینہ سے یہاں پر بنی اسرائیل مراد لینا زیادہ موزوں ہے۔ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں یہ ماقبل مومنون کے متعلق ہے تاکہ مرنے اٹھنے پر ایمان لاکر ثواب و عقاب کی تصدیق کریں۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے اس کی برکتیں آپ پر اس لئے ہیں کہ آپ کے قلب اطہر پر اس کا ورود ہوا پھر آپ کی عادات سراپا قرآن ہو گئیں اور آپ کی امت پر برکت اس لیئے ہے کہ قرآن ایک ایسی دستی ہے جو بندے کو اپنے مولا سے ملاتی ہے جو اسے مضبوط پکڑ لیتا ہے وہ اپنے مولائے کریم سے ضرور الفرد ہتا ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ پس اس کی اتباع کرو۔ یعنی اس کے تمام احکام پر عمل کرو واتقوا اور قرآن مجید کی مخالفت سے بچو۔ لَعَلَّكُمْ اس کی اتباع اور اس پر عمل کی وجہ سے امید ہے کہ تم پر رحم ہوگا۔

اَنْ تَقُوْلُوْا الخ یہاں پر بصریوں کے نزدیک مبتدا محذوف ہے دراصل عبارت یوں ہے اَنْزَلْنَاهُ لِاَنْ تَقُوْلُوْا الخ ہم نے اسے نازل کیا تاکہ قیامت میں تم اے اہل مکہ عذر کر کے کہو کہ ہمارے ہاں تو کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تھیں۔ اِنَّمَا اُنْزِلَ بے شک کتاب تورات وانجیل نازل کی گئیں۔ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ دو گروہوں کے مِنْ قَبْلِنَا۔ جو ہم سے پہلے تھے یعنی یہود ونصاریٰ۔

سوال: ان دو کتابوں کی تخصیص کیوں۔ حالانکہ زبور اور دوسرے صحف بھی نازل ہوئے۔

جواب: چونکہ سماوی کتب میں اہل مکہ انہی کو زیادہ جانتے تھے اور شہرت بھی زیادہ انہی کی تھی۔ اور مکہ والے صرف یہود ونصاریٰ سے متعارف تھے۔ اس لئے ان کی تخصیص کی گئی وَاِنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے دراصل اِنَّنَا تھا۔ یعنی بے شک شان یہ ہے کہ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ۔ ہم ان کی قرأت سے

سوال: "دِرَاسَتِهِمَا" کیوں نہ فرمایا؟

جواب: اس لئے کہ ان دونوں یعنی اہل تورات وانجیل میں ہر ایک علیحدہ اور مستقل گروہ تھا۔

لَغٰفِلِيْنَ۔ ہم غافل تھے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس لئے کہ وہ کتابیں ہماری لغت میں نہیں تھیں۔ ہم انہیں پڑھ نہیں سکتے تھے اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ۔ یا کہو کہ ان کی طرح اگر ہمارے اوپر بھی کوئی کتاب نازل کی جاتی لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ البتہ ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے ہیں یعنی حق جو کہ وہی ایمان کا مقصود اعظم ہے کی طرف ہم زیادہ پہنچنے والے ہوتے یا بڑے بڑے احکام اور شرائع اور دقائق کو ہم ان سے زیادہ سمجھتے اس لئے کہ ہم ان سے ذہنی طور تیز اور ہمارے فہم ان سے زیادہ صاف تر ہیں اور علاوہ ازیں علمی فنون سے ہم زیادہ واقفیت رکھتے ہیں، ہم قصص واشعار وخطابتوں کے زیادہ دلدادہ ہیں۔ اگرچہ ہم ان پڑھ ہیں۔ فَقَدْ جَآءَكُمْ اس کا تعلق فعل محذوف سے ہے جو کہ وہی معطل بہ ہے۔ دراصل عبارت یوں تھی لَا تَعْتَذِرُوْا بِذَاكَ الْقَوْلِ یعنی یہی باتیں بنا کر عذر مت کرو۔ اس لئے کہ بے شک تمہارے ہاں آچکے ہیں۔ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ دلائل تمہارے رب کی طرف سے یہاں پر حجۃ واضح مراد ہے۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ اور ہدایت ورحمت ہے۔ قرآن کو بینۃ سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ انہیں معلوم

marfat.ocm
Marfat.com

ہو جائے کہ اس کے پڑھنے اور سمجھنے پر ہمیں پوری قوت و طاقت حاصل ہے اس لئے کہ قرآن مجید اُن کی لغت پر نازل ہوا۔ جب پڑھ سمجھ لیں گے لامحالہ وہ ان کے لئے ہدایت و رحمت کا سبب ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے آیات یعنی قرآن کو جھٹلاتا ہے وَصَدَفَ عَنْهَا اور ان آیات سے لوگوں کو پھیرتا ہے وہ خود گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ قاموس میں ہے صدف عنہ یصدف یہ فلانا صرفہ سے معروف تر ہے۔ سنجزی الذین بہت جلدی ہم انہیں جزا دیں گے اس لئے کہ یصدفون وہ لوگوں کو روکتے تھے عَنْ اٰيٰتِنَا ہماری آیات سے۔ یہ اُن کے لئے وعید ہے اور ان کے گمراہ کرنے کی جزا بتا کر ان کی اپنی گمراہی کی بھی ساتھ ظاہر کی گئی ہے سُوْٓءَ الْعَذَابِ برے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ۔ بسبب اس کے کہ وہ حق سے روکتے تھے۔

فائدہ: انہیں ہمیشہ نت نئے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اس لئے کہ وہ کفر پر مداومت رکھتے اور نت نئے طریقے سے کفر کے مرتکب ہوتے تھے۔

سبق: دانا پر لازم ہے کہ بقدر امکان قرآن پر عمل کرے اور اس کے غیر سے دُور رہے اس لئے کہ ثواب کے درجات و مراتب اللہ تعالیٰ سے ہر اُس شخص کو نصیب ہوں گے جو قرآن پاک کا عامل ہے اور قرآن جو کہ روحانی غذا ہے اس سے اعراض کرنے سے رُوحانی نقصان ہے۔ جیسے جسم کی ضروریات سے روگردانی کرنے سے جسمانی نقصان ہوتا ہے۔ یہی ظاہری تفسیر ہے جسے ظاہری علوم کے علماء نے فرمائی ہے۔

قراتِ سبعہ اہل تحقیق کے اقوال بالمن قرآن کی تفسیر ہے اور ہر ایک کو اپنے مسلک و مشرب کا علم ہوتا ہے

حدیث شریف حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن مجید سات قرآتوں یعنی سات لغات پر نازل ہوا ہے اور وہ عرب میں فصیح ترین سمجھی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ قریش و ہذیل و ھوازن و یمن اور طے اور ثقیف وغیرہ صرف امت کی سہولت کے لئے سات قرآتوں پر نازل کیا گیا تاکہ ہر قبیلہ اپنی لغت کے مطابق قرآن مجید پڑھ سکے بشرطیکہ اس طرح اُس نے حضور علیہ السلام سے سُنا بھی ہو۔ اس لئے کہ اگر انہیں صرف ایک لغت پر قرآن پڑھنے کا مکلف بنایا جاتا تو انہیں شاق ہوتا اس لئے کہ مانوس و مالوف الفاظ کے بجائے دوسرے الفاظ کا استعمال گراں گزرتا ہے یا سبعہ احرف سے سات قرأتیں مراد ہیں جن کا حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کیا گیا انہیں آپ کی اُمت نے جمع کیا۔ پھر ہر قرأت ان کی طرف منسوب ہونے لگی جسے صحابہ کرام کی اکثریت نے اپنایا اور پھر قاریوں میں جس قاری نے جس قرأت کو اختیار کیا تو وہ قرأت اس کی طرف منسوب ہوئی وہ قراء یہ ہیں۔

۱۔ نافع ؒ، ۲۔ ابن کثیر ؒ، ۳۔ ابو عمرو ؒ، ۴۔ ابن عامر ؒ، ۵۔ عاصم ؒ، ۶۔ حمزہ ؒ، ۷۔ کسائی۔

مسئلہ: سات قرأتوں کا منکر کافر ان کے سوا باقی قرأتوں کا منکر آثم و مبتدع ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر صوفیاء جب قرآن عظیم عالم حقیقت سے نازل ہوتا تو لوحِ تمام الواحِ محفوظ پہ لکھ لیا جاتا۔ پھر اس تعلق کی بنا پر بھی اسے سمجھا گیا یہاں تک کہ انسانی وجود کی لوح میں بھی اسے لکھ لیا گیا اور ہر ایک کیلئے اس کے پڑھنے اور سمجھنے کی قابلیت رکھی گئی۔ لیکن اس سے اصل مقصد اس پر عمل اور اس کے مطابق زندگی ڈھالنا ہے جسکے بغیر یہ تمام اوراق اس کے ظاہری انعقاد کو اپنا کر کے پڑھنا کسی نے کیا خوب فرمایا ؎

۱۱ نقد عمرش زکلفت مصحف

خرج شد در حمایت مصحف

۱۲ عمر کہ باقی بہ حیات سرہ

در قرأت سبعہ و عشرہ

ترجمہ ۱۱ تیرے مکلف اس کا نقد عمر ٹیڑھا ہو گیا اس ٹیڑھے پن کی رعایت میں اس کی عمر خرچ ہو گئی۔

۱۲ تمام عمر اس نے خرچ کر دی قرأۃ سبعہ و عشرات میں۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ

قرآن زبر بخوانی در چار دہ روایت

ترجمہ ؛ حافظ کی طرح فریاد گر کو تیرا عشق پہنچے گا قرآن ظاہری طور اگرچہ چودہ روایت سے پڑھ لو تو کوئی فائدہ نہیں جب تک اس کا دل پر اثر نہ ہو۔

حافظ قرآن کے فضائل ؛ حدیث شریف ہے کہ اگر قرآن مجید ایک چمڑے میں ہو تو اُسے آگ نہیں لگے گی۔ اس کی شرح کرتے ہوئے قاضی بیضاوی نے لکھا کہ اگر قرآن مجید کو کسی چمڑے میں رکھا جائے اور پھر اسے آگ میں ڈالا جائے تو قرآنِ مجید کی برکت سے اُسے آگ نہیں لگے گی۔

فائدہ ؛ اس سے اس کا شان خود معلوم کر لیجئے جو قرآن مجید کا حافظ ہو بشرطیکہ وہ اسکی تلاوت پر مداومت کرتا ہو۔

حدیث شریف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو قرآن مجید رات کے نوافل میں کھڑے ہو کر پڑھتا ہے تو اسے ایک حرف کے بدلے میں سو نیکی نصیب ہو گی جو اسے بلا وضو پڑھتا ہے تو اسے ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

حکایت ایک شخص قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرتا تھا۔ اُسے جب نزع طاری ہوئی تو کسی نے اُسے کہا پڑھو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ سورۃ طٰہٰ کو مع تسمیہ شروع کر کے الا ھو الا

marfat.ocm
Marfat.com

سَمَارُ الْحُسْنیٰ تک پڑھ جاتا۔ اسے بار بار کہا گیا تو وہ بار بار اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔

سبق : اس سے ثابت ہوا کہ موت سے پہلے انسان کو جس کام کی عادت ہوتی ہے اُسی پر روح پرواز کرتی ہے۔

حکایت : ایک شخص گھاس فروش تھا جب نزع طاری ہوئی تو اسے کہا گیا پڑھو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اس کے جواب میں کہتا کہ یہ گٹھڑی۔ اتنا پیسوں میں ہی کہتے ہوئے اس کی موت واقع ہوئی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ اسلام پر ہو۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ : ۱۵۸ هَلْ يَنْظُرُوْنَ یہ هَلْ استفہامیہ بمعنی نفی ہے اور يَنْظُرُوْنَ بمعنی ينتظرون اس لئے کہ نظر بمعنی انتظار عام مستعمل ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کہ باوجودیکہ میں نے اہل مکہ پر حجت قائم کی اور اُن پر کتاب نازل فرمائی لیکن وہ بجائے ایمان لانے کے اب اس انتظار میں ہیں۔ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کہ اُن پر ملائکہ نازل ہوں یعنی ان کی ارواح قبض کرنے کے لئے ملک الموت اعوان کے خدام تشریف لائیں۔ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ یا تمہارا رب یعنی اس کے عذاب و انتقام کا حکم صادر ہو۔

؎ بغوی نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلاکیف میدان قیامت میں جلوہ گری فرما کر ہمارا فیصلہ فرمائے یا اللہ تعالیٰ کے تشریف لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا زور لگا کر ہمارے ہاں جملہ آیات بھیج دے یعنی قیامت قائم کر کے ہماری تباہی کے جملہ اسباب استعمال کرے۔

اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ سے معلوم ہوتا ہے یعنی یا تمہارے رب کے بعض آیات آئیں۔ اس سے علامات قیامت مراد ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) دھواں (۲) دابۃ الارض (۳) مشرق و مغرب میں خسف یعنی زمین میں دھنس جانا (۴) جزیرۂ عرب میں خسف کا ہونا (۵) دجال کا آنا (۶) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا (۷) یاجوج و ماجوج (۸) عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۹) علاقہ عدن سے آگ کا نکلنا وغیرہ وغیرہ۔

سوال : انہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں یا اللہ تعالیٰ کے آنے یا آیاتِ قاہرہ کے ہونے کا انتظار ہی کیا تھا وہ تو ایسے امور کے منکر تھے پھر انہیں ان کا منتظر کیوں کہا گیا۔

جواب : ان کی روش ہی ایسی تھی کہ گویا وہ ان کے منتظر ہیں۔ منتظرین سے مشابہ ہونے کی وجہ سے انہیں منتظرین کہا گیا۔

يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یہ ظرف ہے لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا کے لئے۔ یعنی جس دن تمہارے رب کی ایک نشانی آئے گی تو کسی کو ایمان لانا کام نہ دے گا۔ جیسے نزع روح کے وقت ایمان لانا بیسود ہے ایسے ہی اس وقت اس لئے کہ قیامت کے علامات دیکھ لینا روح کی نزع کے مشابہ ہیں جیسے وہ ایمان غیر قابل قبول ہے ایسے ہی یہ کیونکہ دیکھ کر ایمان لانے سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اس لئے کہ ایمان بالغیب ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و منظور ہے۔

لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ جو جان پہلے ایمان نہ لائی تھی یہ صفت نفسًا کی اور من قبل سے بعض ایسای

marfat.ocm
Marfat.com

بعض آلآیات مُراد ہے۔ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اٰیَمَانِهَا خَیْرًا یا اپنے ایمان سے کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔

سوال: اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان عمل صالح کے بغیر بھی غیر قابلِ قبول ہے حالانکہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ عمل صالح نہ ہو تب بھی ایمان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی گویا آیت سے اہلسنت کے مذہب کی تردید ہوگئی

جواب: حضرت الشیخ الشہیر بالہدانی الاسکداری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

۱: اَوْ کَسَبَتْ کا عطف آمنت مقدر پر ہے نہ کہ آمنت مذکور پر۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ایمان غیر قابلِ قبول ہے جب کہ اس سے قبل نہ ایمان لایا یا ایمان بھی نہ لایا اور نیک عمل بھی نہ کئے۔

۲: اس کا عطف اُسی آمنت مذکور پر ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ لَمْ میں بھی ایک مقدر ہے اور نثر میں بھی اس کی اصل عبارت یوں مانی جائے۔ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا وَ لَا کَسْبُهَا خَیْرًا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا یعنی اب ایمان نفع نہ دے گا نہ نیکی جب کہ اس سے قبل نہ ایمان لایا نہ کوئی نیکی کی۔ قُلِ انْتَظِرُوْا۔ فرمایئے تم جن باتوں کا انتظار کرنا چاہتے ہو جب کہ کہتے کہ ان امور ثلثہ میں سے کوئی ایک آجائے تو دیکھیں کیا ہوتا ہے، تو کرلو انتظار۔ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ہم بھی ان کا انتظار کرتے ہیں کیوں کہ ان کے آنے سے تو ہمیں کامیابی ہے اور تم پر چونکہ عذاب نازل ہوگا اس لئے تمہارے لئے وبال ہوگا۔

فائدہ: بغوی نے فرمایا کہ مذکورہ آیت میں بعض آیات سے طلوع الشمس من المغرب مُراد ہے۔ یہی اکثر مفسرین کی رائے ہے۔

حدیث شریف (سورج کا مغرب سے طلوع کرنا اور اس کی تفصیل)

جداوی نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزانہ جب سورج ڈوبتا ہے تو ساتویں آسمان کی طرف ایک سیکنڈ میں ملائکہ کرام کی طرح اُڑتا ہے اور زیرِ عرش جاکر ٹھہر جاتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ مغرب سے طلوع کروں یا مشرق سے۔ اسی طرح چاند کا طریقہ ہے وہ دونوں روزانہ ایسے ہی طلوع غروب کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت لائے گا جو بندوں کی توبہ کے دروازے کی بندش کا ہے۔ اس وقت زمین پر گناہوں کی کثرت ہوگی اور نیکی کا نام تک نہیں رہے گا اور نہ ہی کوئی امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرے گا۔ اور برائی عام پھیل جائے گی۔ کوئی کسی کو برائی سے روکنے والا نہ ہوگا جب یہ بات عام ہوجائے گی تو پھر سورج عرش کے نیچے ایک رات کی مقدار ٹھہرا رہے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرکے عرض کریگا۔ اب مجھے طلوع کے متعلق کیا حکم ہے کہاں سے طلوع کروں۔ اسے کوئی جواب نہ ملے گا۔ یہاں تک کہ چاند بھی حاضر ہوجائے گا۔ دونوں بارگاہِ حق میں اکٹھے سجدہ ریز ہوکر عرض کریں گے کہ سورج کہاں سے طلوع کرے پھر بھی کوئی جواب نہ ملے گا۔ اس طرح سے انہیں تین راتیں گذر جائینگی۔ اس مقدار کو زمین پر صرف تہجد گزار لوگ سمجھیں گے اس وقت تہجد گزار تمام روئے زمین پہ صرف چند

marfat.ocm
Marfat.com

ایک گنتی کے ہوں گے اس لئے کہ اس وقت لوگوں کو نماز سے سستی بہت زیادہ ہو گی۔ حسبِ دستور رات کو لوگ سو جائیں گے اور تہجد گزار لوگ اپنے وقت پر اٹھ کر تہجد پڑھیں گے اُن کے اوراد و وظائف کی سپردگی کے بعد کافی وقت گزر جائے گا۔ تب بھی صبح نہیں ہو گی۔ باہر نکل کر آسمان کو دیکھیں گے تو بدستور رات نظر آئے گی اور ستارے گھوم رہے ہونگے اس سے وہ اپنی کوتاہی سمجھ کر دل میں کہیں گے کہ ہم نے نماز میں جلدی کی ہے یا تھوڑی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یا وقت سے پہلے اٹھ بیٹھے ہیں۔ پھر لوٹ کر دوبارہ مصلّٰی پر کھڑے ہو نماز پڑھیں گے۔ اسی طرح اُن دوسری رات کا پروگرام بھی ایسے ہی گزرے گا۔ لیکن اس رات بھی صبح کا نشان کہیں نہیں اس لئے خوف بڑھے گا۔ اس رات ہر علاقے کے تہجد گزار اپنی اپنی مساجد میں جاکر روئیں گے اور آہ وزاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو سورج اور چاند کے ذریعے پیغام بھیج کر فرمائے گا کہ تم مغرب کی طرف سے طلوع کرو۔ لیکن اب تم سے روشنی چھین لی گئی ہے وہ سُن کر روئیں گے جسے ساتوں آسمان بلکہ عرش کے نیچے والے سب سُنیں گے بلکہ وہ سب خوف کے مارے رو پڑیں گے اور سمجھیں گے کہ اب قیامت آگئی۔ اس وقت جب کہ تہجد گزار رو رہے ہوں گے اور غافل لوگ اپنی غفلت کے نشے میں ہوں گے تو سورج اور چاند مغرب سے طلوع کریں گے جن کا رنگ کالا سیاہ ہو گا نہ سورج میں روشنی ہو گی نہ چاند میں چمک جس طرح ان کی خسوف وکسوف کے وقت کیفیت ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " وجمع الشمس والقمر" مغرب سے اوپر کو اٹھیں گے جیسے دو اونٹ اٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے اس کیفیت کو دیکھ کر زمین والے دہشت کے مارے روئیں گے۔ نیک لوگوں کا رونا فائدہ دیگا کہ دنیا اُن کے اعمالنامہ میں عبادت لکھی جائے گی لیکن فساق کو اس وقت کا رونا کوئی فائدہ نہیں دیگا بلکہ وہ رونا ان کے حسرت اور ندامت ہو گی۔ جب سورج اور چاند مردونوں آسمان کے درمیان میں پہنچیں گے تو جبریل علیہ السلام دونوں کو پکڑ کر واپس مغرب کی طرف لے جائیں گے اور وہ بردونوں باب التوبہ میں گم ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ فرمائیے کہ باب التوبہ کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا "اے عمر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے مغرب کی جانب ایک دروازہ پیدا فرمایا جس کی دونوں چوکھٹیں سونے کی ہیں ہر دونوں چوکھٹوں کے درمیان چالیس سال کی راہ ہے جو ایک سوار سواری پر سفر کرے جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اُس وقت سے وہ کھلا ہے۔ اسوقت بند ہو گا جب سورج مغرب کی جانب سے طلوع کرے گا۔ جب وہ دونوں سورج اور چاند غروب کریں گے۔ اس کے بعد اس کے دونوں دروازے آپس میں مل جائیں گے اور ایسے معلوم ہوں گے کہ گویا وہ تھے ہی نہیں۔ جب توبہ کا دروازہ بند ہو گا تو اس کے بعد بھی نیکیاں فائدہ دیں گی۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا"

ترجمہ:۔ اس دن کہ تیرے رب کی بعض آیات آئینگی تو جو ان سے پہلے ایمان نہیں لایا اب اسے ایمان نفع نہ دیگا نہ ہی اس ایمان والے کے بعد کوئی نیکی فائدہ دیگی۔ **سوال:** اس وقت ایمان کیوں قابلِ قبول نہیں ہو گا۔

marfat.ocm
Marfat.com

جواب : اس وقت کا ایمان اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہوگا۔ یعنی ہلاکت کے خوف سے ایمان لائیں گے اور خوفِ ہلاکت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَمْ یَنْفَعْهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا۔ ترجمہ: تو انہیں ایمان لانا نفع نہ دیگا جب ہمارا عذاب دیکھ لیں گے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱ ۔ سود از درد آنکہ توبہ کردن
کہ تواں کند انداخت برگاخ

۲ ۔ بلند از میوہ کوتاہ کن دست
کہ ایں کوتہ ندارد دست بر شاخ

ترجمہ: ۱ اس چور کو توبہ کرنے کا کیا فائدہ محل (مکان) پر کمند ڈالنے کی طاقت نہیں رکھتا۔
۲ بلند قد والے کو کہو کہ درخت کے میوے سے ہاتھ ہٹا لے ورنہ چھوٹے قد والا تو خود بھی ہاتھ درخت تک نہیں لے جا سکتا۔

مسئلہ: توبہ و ایمان کی عدم قبولیت مخصوص ہے صرف ان لوگوں سے جو طلوع شمس کا مشاہدہ کریں گے۔ یہی صحیح تر اور اقویٰ ہے اس لئے کہ جو شخص طلوع شمس کے بعد پیدا ہوا اس وقت موجود تو تھا لیکن اُسے کفر و ایمان کی تمیز نہیں تھی اگر یہ طلوع شمس کے بعد بھی ایمان لائیں تو قابل قبول ہے۔ اس کو شرح المصابیح میں صحیح تر کہا۔

حدیث شریف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب قیامت کی علامات میں سے پہلی علامت ظاہر ہو گی تو اس پر قضاء قدر کی قلمیں پھینک دی جائیں گی اور کراماً کاتبین فارغ ہو جائیں گے اور اجسام اپنے اعمال کی خود گواہی دیں گے۔

امام مہدی کا ظہور حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام مہدی دجال سے سات سال پہلے ظاہر ہوں گے اور دجال طلوع شمس سے دس سال پہلے آئے گا۔ امام مہدی علی نبینا و علیہ السلام کا ظہور بارہویں یا چودھویں صدی کے بعد ہوگا۔ وَاللہُ اَعْلَمُ۔

فائدہ: حضرت ابن العربی قدس سرہ نے فرمایا بیسویں صدی ہجری سے پہلے ظہور ہوگا۔ (کذا قال شاہ احمد رضا فی ملفوظاتہ)

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس اور قلب کو ایمان کے بیج اور اس کے انبات و تربیت کی بہترین زمین بنائی ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ انسان کے دل میں ایمان کو ایسے اُگاتا ہے جیسے سبزی کو پانی اُگاتا ہے۔ ایمان بیج کلمہ شہادت کا بیج ہے جب کہ اسے قلب کی تصدیق اور زبان کے اقرار سے ادا کرے یہ عالم دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ

marfat.ocm
Marfat.com

(دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جس نے عالم دنیا میں کھیتی نہ بوئی اسے آخرت میں کوئی شے کام نہیں دے گی یا جس نے دنیا میں وہ اعمال صالحہ نہ کئے جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اٹھا کر لے جانے والے ہیں اور یہی وہ درخت ہے جس سے ثمرے نصیب ہوتے ہیں اور یہ ثمرات ہر وقت آخرت میں بہشت میں دوہرے ہوتے دیں گے۔ معرفت و محبت و کشف و مشاہدہ وصول وصال اور نیل اکمال سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے تحقیق توحید کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ ۱۰۵ اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ یعنی یہود و نصاریٰ نے فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا یعنی علیحدہ علیحدہ اجزاء بنا دیئے۔ جس کے ہر جزو کو ہر فرقہ نے اپنا علیحدہ دین بنا لیا وَكَانُوْا شِيَعًا شیعۃ کی جمع ہے مثلاً کہا جاتا ہے شایعہ علی الامر یہ اس وقت کہتے ہیں جب اس امر میں وہ اس کی تابعداری کرے یعنی اُن میں ہر فرقہ نے اپنا علیحدہ امام بنا لیا تھا۔

حدیث شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کے اکہتر فرقے ہو گئے جو سب کے سب جہنم میں اور اُن میں سے صرف ایک بہشت میں جائے گا اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے وہ سب جہنم میں۔ اُن میں سے صرف ایک بہشت میں جائے گا اور میری امت تہتر فرقے ہو گی وہ بھی سب جہنم میں صرف ایک فرقہ بہشت میں جائے گا۔

فائدہ : یہود و نصاریٰ میں ایک فرقے کا استثناء کا جواز اس وقت تک سمجھا جائے گا جب تک اُن کی شریعت منسوخ نہ ہوئی اور جب منسوخ ہوئی تو بھی اپنے مذہب پر رہے اور نسخ کا کوئی اعتبار نہ کیا تو وہ بھی جہنم میں جائیں گے لَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ آپ ان کی کسی شے میں نہ ہوں۔ آپ ان کے متفرق ہونے پر کسی بحث میں نہ پڑیں اور نہ ہی اپنے ہمعصر اہل کتاب سے اُن کے متعلق جھگڑا اور مواخذہ کریں۔

اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ۔ بے شک ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ نفی مذکور کی تعلیل ہے یعنی صرف وہی ایک اُن کے اُمور کا متولی و متصرف ہے اُن کے پہلے اور پچھلے سب اسی کے قبضۂ اختیار میں ہیں۔ اپنی حکمت کے تقاضا پر اُن کے اُمور کی تدبیر جس طرح چاہتا ہے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ پھر انہیں جتا دے گا یعنی قیامت میں بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ اُن کے اعمال کی جس کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ اظہار کو تنبیہ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اُن کو آپس میں گہری مناسبت ہے اس لئے کہ یہ ہر دونوں علم کے سبب ہیں۔ نیز اس سے انہیں تنبیہ ہو گئی کہ وہ اپنے جملہ اُمور کے انجام سے بے خبر تھے اس لئے انہیں معلوم کرانا مقصود ہے کہ ان امور کے ارتکاب سے تمہارا انجام برباد ہو گا اور اللہ تعالیٰ انہیں برسر میدان ظاہر کر کے دکھلائے اور بتلائے گا کہ جن امور کا تم ارتکاب کرتے تھے وہ سب بہت بُرے تھے لہٰذا اتنی ہی سخت اور بُری سزا ملے گی۔

فائدہ : جتنے امور کا عالم دنیا میں ارتکاب کیا جاتا ہے اُن کی آخرت میں نہایت قبیح صورت نظر آئے گی اگرچہ اب

marfat.com
Marfat.com

دنیا میں بھی ان کی گندی اور نہایت قبیح صورت ہوتی ہے لیکن بوجہ امتحان و آزمائش کے وہی صورت انسان کو اچھی اور بہتر محسوس ہوتی ہے اس کی مثال یوں ہے کہ شہد میں زہر ملائی جائے تو پینے والا شہد کی لالچ میں اُسے پی کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے (ہم اللہ تعالیٰ سے بُرے اعمال کے ارتکاب سے پناہ مانگتے ہیں)

فائدہ: بہشت کو تکالیف کا اور دوزخ کو شہوات کا احاطہ دیا گیا۔ یعنی بہشت کے گرد مکروہ اشیاء کا احاطہ ہے اور دوزخ کے گرد انِ اشیاء کا احاطہ ہے جو نفس کو محبوب و مرغوب ہیں۔

فائدہ صوفیانہ

روح اپنے مولیٰ اور دین کی طرف توجہ رکھتی ہے اور چاہتی ہے کہ دین کی وہ باتیں نصیب ہوں۔ جنہیں اس کا کمال مضمر ہے لیکن یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب انسان ظاہری باطنی طور اعمال صالحہ سے آراستہ و پیراستہ ہو۔ لیکن انسان قلبی طور ان سے دوری حاصل کرتا ہے اور باطنی طور یا وسعتہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ گمراہ فرقوں میں شمار ہوتا ہے یعنی ان لوگوں میں ہو جاتا ہے جو حقیقت کے مُدعی ہوتے ہیں لیکن ان کا معاملہ حقیقت کے برعکس ہوتا ہے۔

فائدہ: حضرت الشیخ الشہیر بافادہ آفندی نے حضرت ہدائی قدس سرہما کو مخاطب کر کے فرمایا کہ شکر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ملحدوں کی صحبت سے بچایا۔ اس لئے کہ الحاد جذام کی طرح لاعلاج بیماری ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور اُن کا دوزخ میں خروج ناممکن ہے اس لئے کہ وہ گفار کے غازی تو ہیں لیکن کردار سے عاری ہیں

بعض گمراہ پیر فقیروں کا رد

ان ملحدوں میں ایک قلندریہ فرقہ بھی ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے سر کے بال اور داڑھی کا صفایا کرتے ہیں ؎

۱: قلندری نہ بریشست و موی و یا ابرو
حساب راہ قلندر بدانکہ موی بوست

۲: گذشتن از سر مو در قلندری سہلست
چو حافظ آنکہ سر بگذرد قلندر اُوست

ترجمہ: ۱: قلندری داڑھی اور مونچھ اور ابرو صاف کرنے کا نام نہیں قلندر کا حساب ذرہ ذرہ معلوم کر
۲: سر کے بال چھوڑنا تو آسان ہے ہاں حافظ کی طرح سر سے خالی ہو جائے تو وہ قلندر ہے۔

بعض گمراہ فقیروں کا دوسرا گروہ

ایک مبتدعہ فرقہ جوالقیہ بھی ہے جو داڑھی منڈاتے اور ٹاٹ لپیٹتے اور گاڑھے کپڑے پہنتے ہیں۔

حدیث شریف[1]: حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرت کے لباس سے روکا ہے خواہ وہ نرم و نازک ہو یا موٹا کھدر وغیرہ کا۔ اس لئے کہ وہ ایسے لباس سے لوگوں سے نمایاں ہو کر عوام میں مشہور ہوتے ہیں۔

[1] اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

حدیث شریف[۲] : حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، لوگوں میں عمومی شکل وصورت سے بچا کرو۔

فائدہ :۔ جب بندہ ریاکاری میں مبتلا ہو تو اُسے ٹاٹ پہننا فائدہ دیتا ہے نہ درویشانہ لباس۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱ ، بروئے ریا خرقہ سہلست دُوخت
گرش با خدا در توانی فروخت

۲ ، گر آوازہ خواہی در اقلیم فاش
بروں حلہ کن کو درون حشو باش

۳ ، در غزا کند مرد یا بد مرد
بر مخنث سلاح جنگ چہ سود

ترجمہ ۱ ، روُ و ریا سے گدڑی سینا آسان ہے اگر تو اسے اللہ تعالیٰ کے بیچنا (قبول کرانے) کا ارادہ رکھنا چاہتا ہے

۲ ، اگر تو اپنا دنیا میں آوازہ (شہرہ) ظاہر (مشہور) چاہتا ہے۔ حلہ باہر کر اس لئے کہ اندر صحیح ہو۔

۳ ، جنگ کے میدان میں مرد چاہیے۔ ہیجڑہ پر جنگ کے ہتھیار کا کیا فائدہ۔

کرامت مجذوب

حضرت الشیخ قطب الدین حیدر مجذوب بہت بڑے صاحب حال تھے اُن کی کرامت مشہور ہے کہ انہوں نے لوہار کی بھڑکتی ہوئی آگ کی بھٹی سے گرم لوہا ہاتھ سے باہر نکال لیا جیسے کوئی چھوٹے سے انگارے کو اٹھائے پھر اس گرم لوہے کو اپنی گردن پر رکھ دیا۔ اور گھنٹہ بھر وہ گرم لوہا اُن کی گردن پر رکھا رہا۔ اور انہیں بال برابر بھی نقصان نہ ہوا۔ انہیں مجذوب کی وجہ سے بعض لوگ اپنے آپ کو حیدریہ سے منسوب کرتے اور گلے میں لوہے کے زنجیر لٹکائے پھرتے ہیں۔

مسئلہ : لوہا پہننا سونے کے پہننے سے زیادہ گناہ ہے

سبق : دانا پر لازم ہے کہ وہ بدعت سیئہ اور اہل بدعت (سیئہ) سے پرہیز کریں۔

---

[۲] سابقہ صفحہ سے : یہ فرقہ اپنے کو حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر قدس سرہ سے منسوب کرتا ہے حالانکہ یہ بات اُن کے قول وفعل سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ یہ لوگ شریعت مطہرہ کے علانیہ منکر ہوتے ہیں اور ہر وقت بھنگ چرس کے نشے میں مخمور اور حقوق اللہ وحقوق العباد کے سراسر تارک رہتے ہیں اور بعض تو یہ کہہ کر ؎ دم مست قلندر دھر گڑا۔ نہ رہے شرع کا کوئی جھگڑا (معاذ اللہ) شرع محمدی کے منکر ہی ہو جاتے ہیں۔ بُو علی قدس سرہ تو پرلے درجے کے متشرع اور متقی پرہیزگار تھے اور وہ تو فقر کے تمام اسرار ورموز کے واقف اور پورے پورے سلوک قلندری کے کاربند اور بلند پرواز تھے۔ بلکہ یہ نقلی قلندر علم وعمل سے کورے سر منڈا لینے کو ہی قلندری سمجھ کر گمراہ ہیں انہیں کے متعلق فرمایا گیا ہے ؎

ہزار نکتہ باریک بر زمو ایں جاست .. نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

marfat.com
Marfat.com

حکایت : حضرت ابن المبارک رضی اللہ عنہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ فرمایا مجھے منکر کے لئے تیس سال تک کھڑے ہونے کی سزا ملی صرف اس لئے کہ میں نے ایک دن مبتدع (گمراہ بدعتی) کو نظرِ شفقت سے دیکھا اور فرمایا گیا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو ایک دین کے مخالف کو نظرِ عنایت سے کیوں دیکھا۔

سبق یہ اس محدث اور بزرگ کی کہانی ہے جس پر محدثین کو ناز ہے پھر ایک معمولی کم فہم انسان پر کیا گزرے گی جو گمراہوں کی مجلسوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔

مسئلہ : بدمذہبی صرف انسانوں سے مخصوص نہیں بلکہ جنات وغیرہ میں بھی بدمذہب ہوتے ہیں۔

حکایت شیعہ کش حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ ہماری کسی مجلس میں ایک جن شریک ہوا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہیں کونسی غذا مرغوب ہے کہا چاول۔ میں نے چاول کی ایک پلیٹ اس کے آگے رکھ دی۔ دیکھا گیا کہ لقمے اُٹھ رہے ہیں لیکن اٹھانے والا نظر نہیں آتا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تم میں بدمذہب بھی ہوتے ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا تمہارے ہاں شیعہ رافضی کیسے ہیں۔ اس نے کہا ہم میں بدترین سمجھے جاتے ہیں۔

علامت رافضی شیعہ رافضی شیعہ وہ ہیں جنہوں نے حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ چھوڑا۔ جب کہ ان لوگوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ ہم آپ کی بیعت اس شرط پر کرتے ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے برأت کا اظہار کریں۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے تعلقات توڑ سکتا ہوں لیکن ان حضرات سے کسی طریق سے دور نہیں ہو سکتا۔ اسی روز سے یہ لوگ اُن سے علیحدہ ہو گئے اور ان کا یہی لقب (رافضی) اسی روز سے پڑا۔ اب بھی اُن میں یہی بُری عادت ہے کہ شیخین کی مذمت میں غلو کرتے ہیں بلکہ صحابہ کرام کو لعنت کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔

حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کا دعویٰ خلافت

حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو کوفہ کے بعض لوگ آپ کی خلافت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوئے لیکن اس شرط پر کہ آپ شیخین سے اظہارِ برأت کریں۔ آپ نے انکار کیا تو انہوں نے کہا (نرفضک) ہم آپ کو چھوڑتے ہیں۔ اس دن سے شیعوں کا نام رافضی پڑ گیا۔ اور کوفہ کی ایک دوسری جماعت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لی اور کہا ہم شیخین کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور جو اُن سے بُری ہے ہم اس سے بُری ہیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیعت ہوئے اس لئے ان کا نام "زیدیہ" ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شیعہ کے بغض کا ایک سبب

شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس لئے بغض رکھتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ جب غزوہ اُحد میں

marfat.ocm
Marfat.com

شیطان نے پکار کر کہا قَدْ مَاتَ مُحَمَّدٌ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یقین ہو گیا کہ واقعی حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا اس پر برسوں تک جھگڑا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ نزاع طول پکڑ گئی۔ آپ نے سب کو بلا کر فرمایا کہ اگر اس کے خلاف ثبوت مل جائے یعنی ثابت ہو جائے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اس وقت یہی عقیدہ تھا جو میرا تو پھر میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو ان لوگوں کا خیال غلط نکلا باوجودیکہ قتل ہو جانے کے مستحق تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی محبت میں اضافہ ہوا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے حق میں بدستور بغض و عداوت میں رہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرد
میلش اندر طعنۂ پاکاں بُرد

ترجمہ : جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ فاش کرتا ہے تو اس کا میلان طبیعت اللہ والوں پر طعنہ زنی کا ہو جاتا ہے۔

سبق دانا پر لازم ہے کہ اللہ والوں سے بہت زیادہ محبت رکھے تاکہ قیامت میں ان کی شفاعت سے نوازا جائے۔ اس کے لئے اور کونسی بدبختی ہو گی کہ جو حضرات شفاعت کریں وہ اُلٹا کل قیامت میں اس کے دشمن ہو کر اسے جہنم میں لے جائیں (اے اللہ تعالیٰ ہمیں بچا اور ہمارے قلوب ٹیڑھے نہ ہوں اور ہمیں سیدھے راہ پر چلا اور طریق تحقیق کی توفیق عطا فرما آمین)

۱۵۹ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ جو مومن قیامت میں صرف ایک نیکی لائے گا۔ ہم نے ایمان کی قید اس لئے لگائی ہے کہ قیامت میں نیکی صرف اہلِ ایمان لائیں گے۔

مسئلہ : حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ کفار کو قیامت میں کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچائے گی اور نہ ہی انہیں کسی نیکی کا ثواب ملے گا اور نہ ہی ان کے عذاب کی تخفیف ہو گی۔ البتہ کسی کو سخت تر عذاب ہو گا اور کسی کو کم۔

مسئلہ : اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کی حالت کی خیرات کا ثواب ملے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ حَسَنَاتُ الْكُفَّارِ مقبولۃ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ۔ کفار اسلام قبول کر لیں تو کفر کی حالت میں ہوئی نیکیاں بھی قبول ہو جائینگی۔ یعنی اسلام کے بعد ان کا ثواب اب لکھا جائے گا۔

تفسیر الکاشفی میں ہے کہ جو شخص دنیا میں ایک نیکی کر کے آئے گا فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا تو اے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک کے عوض دس نیکیاں نصیب ہونگی۔

فائدہ : لفظ امثالہا عشر کی تمیز نہیں بلکہ اس کی تمیز حسنات ہے اور امثال اس حسنات کی صفت ہے اس لئے

marfat.ocm
Marfat.com

کہ عشر پر حرف تا نہیں داخل کیا گیا۔

فائدہ ؛ بعض نحویوں نے کہا کہ یہ عشر مونث ہے اس لئے کہ اس کا قاعدہ ہے کہ جب وہ ایسے اسم جمع کی طرف مضاف ہو جس کا واحد مذکر ہو ۔ چنانچہ امثالہا کی ضمیر مونث بتاتی ہے کہ یہ عشر مونث ہے اس پر صرف تا تانیث داخل نہیں ہوتا۔ اس قاعدہ کی بناء پر جیسے یلتقطہ بعض السیارۃ میں لفظ بعض کو مونث کہا گیا ہے اس لئے کہ اس کا مضاف الیہ مونث ہے یاد رہے کہ امثالہا کی ضمیر مونث حسنۃ کی طرف راجع ہے ۔ "وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ اور جو ایک برائی لائے گا۔ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا تو اسے صرف ایک برائی کی سزا ملے گی جیسا کہ وہ کریمہ ہے کہ "اَلْوَاحِدَةُ بِالْوَاحِدَةِ"

سوال ؛ کفر صرف ایک لمحہ کے لئے سرزد ہوتا ہے لیکن سزا بہت بڑی سخت کہ وہ دائمی طور جہنم میں پڑا رہے گا اس سے "الواحدۃ بالواحدۃ" کا اصول کہاں گیا۔

جواب ؛ کافر اپنے کفر پر عزم بالجزم دائمی طور رکھتا ہے بنا بریں اسے عذاب بھی دائمی ملے گا۔ بخلاف مومن گنہگار کے کہ وہ اپنے گناہ سے ہٹنے کا عزم رکھتا ہے اگرچہ گناہ میں مبتلا ہے لیکن اسے گناہ سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس سے بچ جائے لیکن نفس کی شرارت باز نہیں ہونے دیتی۔ بنا بریں اس پر عذاب منقطع ہوگا۔

مسئلہ ؛ وعدہ کریمہ میں ایک نیکی کے عوض سات سو ستر کی تعداد بھی بتائی گئی ہے اور بغیر حساب کا ارشاد بھی وارد ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ " اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے کہ ثواب کم ہے اور عذاب زیادہ ہو۔

فائدہ ؛ امام حدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نعمتوں میں اضافہ کرنا جائز ہے اور عذاب کی ابتدا ناجائز ہے۔

فائدہ ؛ دوہرا ثواب کرنا اس کی کم از کم مقدار دس گنا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اس سے بڑھ کر ہو تو اس کی کوئی حد نہیں۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱؎ نکو کاری از مردم نیک رائے
یکے را بدہ می نویسد خدا

۲؎ تو نزائے پسر ہر کرا یک ہنر
بہ بینی زدہ عیبش اندر گزر

ترجمہ ۱؎ نیک مرد سے ایک نیکی ہو تو اس کی ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھتے ہیں

۲؎ تو بھی اے عزیز کسی کا ایک ہنر دیکھتا ہے تو اس کے دس عیوب سے درگزر کر۔

نکتہ ؛ لفظ عشر کا ذکر حصر کے لئے نہیں بلکہ کثرت کے لئے ہے جیسے کوئی کسی کو کہتا ہے کہ اگر تو مجھے کچھ دیگا تو میں تجھے اس کے عوض دس گنا دوں گا۔ اس سے بھی کثرت مراد ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

نکتہ: ایک عوض انگنت نیکی اس لئے کہ کل قیامت میں اگر خصار نیکیاں اپنے حق کے عوض میں لے جائیں تو بندے کیلئے کچھ تو بچ جائے۔ مثلاً اس کے خصم کو ایک نیکی عوض کے طور دی جائے تو نیکیاں اسے اپنے لئے بچ جائیں

مسئلہ: یاد رہے کہ حقداروں کا حق ان زائد نیکیوں سے ادا کیا جائے گا۔ اصل نیکی بندے کے ہاں باقی رکھی جائے گی اس لئے کہ زوائد اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ جو اپنے بندے کو عنایت فرمایا ورنہ اصل نیکی بندے کی صرف ایک ہے اور وہ کسی کو دینے کی نہیں کیوں کہ ایک کا بدلہ ایک دنیا میں اس کا عدل ہے اور اس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا

حدیث ۱: میں ہے کہ بدبخت وہ ہے کہ جس کے احاد اعشار پر غالب ہو جائیں یعنی برائیاں نیکیوں پر بڑھ جائیں۔

حدیث شریف ۲: اعمال چھ قسم ہیں، پہلے موجبتیاں

۲، مثل بمثل

۳، حسنۃ بحسنۃ

۴، حسنۃ بعشر امثالہا

۵، حسنۃ بسبعمأۃ

موجبتیاں یعنی واجب کرنے والی۔ انمیں پہلی یہ ہے کہ جو شخص مومن ہو کر مرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے تو اس کے لئے بہشت واجب ہو گئی (۲) دوسری یہ کہ جو شخص مشرک ہو کر مرے تو جہنم میں جائے گا مثل بمثل کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص برائی کا ارتکاب کرے تو اس کے لئے ایک برائی لکھی جائے گی (۳) حسنہ بحسنہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صرف نیکی کا ارادہ کرے اگرچہ عمل کرنے کا موقع بھی نہ ملے تب بھی اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی (۴) حسنۃ بعشر امثالہا کا مطلب یہی ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے تو اسے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے (۵) ایک کے عوض سات سو کا ثواب اللہ تعالیٰ کے راہ میں خرچ کرنے کا نصیب ہوتا ہے ؎

کنوں بر کف دست نہ ہر چہ ہست
کہ فردا بدنداں گزی پشت دست

ترجمہ: آج جو تیرے ہاتھ میں راہِ خدا میں دے (ورنہ کل مرنے کے بعد) تو افسوس کے ہاتھ ملیگا۔

نکتہ: شریعت مطہرہ جس عمل کی ترغیب میں ثواب کا اظہار فرمائے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جن اعمال کے ثواب کا بیان نہیں ہوا وہ اس عمل سے درجہ میں کم ہیں۔ حالانکہ ان کے لئے ثواب کا بیان تو نہیں ہوتا البتہ تاکید شدید ہوتی ہے اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ بندہ کو ان کا ثواب بتاتے ہوئے اعمال میں رغبت ہو۔ مثلاً حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ضحیٰ کی بارہ رکعتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت میں سونے کا محل بنائے گا۔ حالاں کہ سب کا اتفاق ہے کہ نماز ظہر کی

marfat.ocm
Marfat.com

سنتیں موکدہ اور نفل کے نوافل سے افضل ہیں باوجودیکہ اپنے اُن ظہر کی سنتوں کے متعلق اس قسم کا ثواب بیان نہیں کیا گیا۔ اسی طرح مغرب و عشا کے مابین چھ رکعت (اوابین) کے متعلق حضور علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو انہیں پڑھتا ہے تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ حالانکہ مغرب کی سنتیں ان سے موکدہ ہیں۔ لیکن ان کے متعلق اتنا بڑا ثواب نہیں ہوا۔

نکتہ: رغبت اس لئے دی گئی ہے کہ یہ اوقات انسان کے غفلت کے ہیں لہٰذا دلائی گئی تاکہ بندہ غفلت کو ترک کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور میں سر جھکائے اور اس طرح کے نظائر بے شمار ہیں جس کا نتیجہ نکلا کہ سنن موکدہ کی افضلیت اپنے مقام پہ حق ہے اگرچہ ان کے متعلق ثواب اور فضائل کا اظہار نہیں۔

قاعدہ: اہل علم کا اتفاق ہے کہ فرائض کے درجہ کو واجبات نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی واجبات کے درجہ کو سنن پہنچ سکتی ہیں۔ درجہ سے اجر اور فضیلت یا حکم مراد ہے اسی طرح نوافل سنن موکدہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے اگرچہ سنن کے متعلق اتنے بڑے فضائل بیان نہیں ہوئے جتنا چند ایک نوافل کے لئے بیان کئے گئے ہیں اس لئے کہ فرائض کے اندر کمی واقع ہونے کے احتمال پر سنن موکدہ کو اس کمی کی تکمیل کے لئے اور سنن میں کمی تکمیل کے لئے سنن غیر موکدہ مشروع ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں نوافل فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ فرائض کی قضا ہے ایسے بھی نہیں ہو سکتا کہ نوافل سے قضا ساقط ہو جائے۔

فائدہ: بعض جہال کی عادت ہے کہ نوافل بکثرت پڑھتے ہیں لیکن فرائض قضا کر دیتے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ نوافل پڑھنے سے فرائض کے درجات خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب کہ نوافل کا اتنا ثواب ہے تو پھر فرائض کی اُن سے کمی پوری ہو جائے گی۔ مثلاً مغرب کے فرائض کسی نے نہ پڑھے ہوں وہ اوابین کے نوافل سے ادا ہو جائیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ نوافل فرائض کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے کہ اعمال و اذکار کے اجر کی ترتیب وحی و الہام ربانی پہ موقوف ہے۔ اس میں اپنے خیالات اور تخمینے نہیں چل سکتے۔

تفسیر صوفیانہ

اللہ تعالیٰ نے بندے سے اپنے فضل و کرم سے فرمایا کہ ابھی تو نے نیکی نہیں کی تو تیرے لئے دس نیکیاں پہلے لکھ دی گئیں۔ کما قال مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ یعنی ابھی نیکی عمل طور سامنے نہیں ہوئی تو اسے دس حسنات عطا فرما دیں۔ یہاں تک کہ اُسے قدرت نصیب ہو جائے کہ ان دسوں نیکیوں کو حاصل کرنے کے بعد اور نیکی عمل میں لائے۔ وہ دس حسنات یہ ہیں۔

۱ : حسنۃ الایجاد بعد العدم ۲ : حسنۃ الاستعداد بانیلوکہ اسے احسن تقویم میں پیدا فرمایا تاکہ احسان کے لئے مستعد ہو سکے۔

marfat.ocm
Marfat.com

۳ ، حسنۃ التزبیۃ ۴ ، حسنۃ الرزق
۵ ، حسنۃ بعثۃ الرسل ۶ ، حسنۃ انزال الکتب
۷ ، حسنۃ تعین الحسنات والسیات ۸ ، حسنۃ التوفیق
۹ ، حسنۃ الاخلاص فی الاحسان ۱۰ ، حسنۃ قبول الحسنات

، مَنْ جاء بالسیئۃ الا یجزیٰ الا مثلھا اس میں یہ راز ہے کہ برائی ایک بیج ہے جو نفس میں بویا گیا اور نفس خبیث ہے اس لئے کہ وہ برائی کا حکم دیتا ہے اور نیکی بھی ایک بیج ہے جو قلب میں بویا جاتا ہے اور قلب پاک ہے اس لئے کہ ذکر اللہ قلوب مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا

نکتہ عجیبہ ؛ قرآن مجید یا حدیث شریف میں جن نیکیوں کے مختلف درجات کا وعدہ ہے اس میں بھی ایک راز ہے کہ گنتی کے اعداد کے مراتب چار ہیں (۱) احاد (۲) اعشار (۳) مآت (سینکڑے) (۴) الوف (جمع الف) ہزار احاد میں واحد اعشار میں عشر (دس) مئات میں یکصد اور الوف ایک ہزار اور اسی طرح انسان میں بھی چار مراتب ہیں (۱) نفس (۲) قلب، (۳) روح (۴) سر۔ پس واحد کا مرتبہ نفس کو دیا گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا۔ اس لئے کہ نفس سے ہی برائی ہوتی ہے اور عشار میں سے عشر (دس) کا مرتبہ قلب کو دیا گیا، فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا۔ اس لئے کہ قلب اعشار کے مرتبہ میں ہے اور مرتبہ روح سے عبادت ہو تو اسے مآت کا درجہ دیا جاتا ہے اس لئے کہ روح مرتبہ مآت سے ہے اور مرتبہ سر میں عبادت ہو تو اس میں ہزاروں بلکہ مالا نہایۃ مراتب عطا ہوتے ہیں۔ جس قدر سفلی قلب اور خلوص نیت ہوتی ہے اسی قدر اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے اور اس کا کوئی انتہا نہیں اور یہی مرتبہ الوف کا ہے۔ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے احسان فرمایا کہ ابھی انہوں نے نیکی نہیں کی تو دس ایسی حسنات عطا فرمائیں جو بے شمار حسنات پر مشتمل ہیں پھر جب انہوں نے نیکی تو ان میں کسی قسم کی کمی نہ فرمائی بلکہ دوہرے اجر و ثواب سے نوازا۔ چنانچہ آیت وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ دلالت کرتی ہے۔ ترجمہ:۔ اللہ ذرہ برابر بھی ظلم کریگا اگر اسکی نیکی ہے تو اسے دوگنا کریگا اور اپنی جانب سے بہت بڑا اجر عطا فرمائیگا

تفسیر عالمانہ ۱۶۰ قُلْ ؛ اے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ سے فرمائیے جو مدعی ہیں کہ وہی حق پر ہیں اور صرف وہی دین حق کے عامل ہیں۔ اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ بیشک میرے رب تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعہ صحیح راستہ بتایا ہے اور آفاق و انفس میں آیات تکوینیہ کے ایسے دلائل

marfat.ocm
Marfat.com

فرمائے ہیں کہ اُن سے راہِ حق نصیب ہوتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وہ صراطِ مستقیم جو موصل الی الحق ہے دِیْنًا
الی صراط کے محل سے بدل ہے۔ اصل عبارت یوں تھی۔ ھَدَانِیْ صِرَاطًا قِیَمًا ایسا دین جو مضبوط ہے یہ
مصدر ہے بمعنی القیام للمبالغہ کے۔ یہ دین کی صفت ہے دراصل عرض کی طرح قوم ہونا چاہیے تھا۔ لیکن چونکہ
اس کے فعل پر قانون صرفی جاری ہوا اس لیے اس پر بھی جاری کیا گیا ہے۔ جیسے قیام دراصل قوام تھا۔ اس پر
اسی فعل کی وجہ سے قانون جاری ہوا۔ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا کا عطف بیان ہے۔ مِلَّۃ، ملت الکتب سے
مشتق ہے بمعنی املیتہ وہ امور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائے ہیں انہیں ملت سے تعبیر کیا جاتا ہے
کیونکہ ان امور مشروعہ کو مدون کیا اور وہ لکھے گئے اور مومنین اس کی اتباع کی وجہ سے آپس میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ
جاری رکھتے ہیں اس لئے انہیں ملت کہا گیا اور چونکہ جن لوگوں کے لئے یہ امور مشروع ہوئے اور وہ اس طریقہ کی طاعت
کرنے لگے بنابریں اسے دین سے تعبیر کیا گیا۔ یعنی اسے اللہ تعالیٰ نے ان کا طریقہ اور حق پر چلنے کا راستہ بنایا۔
حَنِیْفًا یہ ابراہیم سے حال ہے یعنی وہ ادیان باطلہ سے ایسے روگردان تھے کہ ان کا اُن کی طرف میلان کا
گمان تک نہیں۔ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ وہ مشرکین کے امور میں سے کسی امر پر نہیں تھے
نہ اصول میں نہ فروع میں۔

نکتہ: ملت کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے میں یہ راز ہے کہ اہلِ عرب انہیں معظم جانتے اور
ان کے دلوں پر اُن کی عظمت راسخ تھی۔ بلکہ ہر صاحبِ دین اپنے دین کو انہی کی طرف منسوب کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ
نے ان کی تردید میں ارشاد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام مشرکین سے نہیں تھے۔ اس لئے کہ نہ ان کا عقیدہ مشرکانہ
تھا اور نہ اعمال رسوم کفر کے مطابق تھے اور وہ یہودی بھی نہ تھے۔ اس لئے کہ یہودیوں کا عقیدہ تھا۔ عزیر علیہ السلام
اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے اس عقیدہ کا تصور تک نہیں ہو سکتا اور وہ نصرانی بھی نہ تھے
اس لئے کہ نصرانیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے
ایسا عقیدہ تصور کرنا حماقت ہے۔

تفسیر صوفیانہ

حقیقت میں مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کی طلب کو جگہ دے اور اس
کے سوا کسی دوسرے سے طلب کرے۔

شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

خلاف طریقت بود کار ولیاء
تمنا کنند از خدا جز خدا را

ترجمہ: یہ طریقت کے خلاف ہے کہ اولیاء اللہ خدا کے سوا غیر خدا کو چاہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ

سوال: قل جب مضمون ایک ہے تو پھر قُل کا اعادہ کیوں ؟

جواب : پہلے قل میں اصول عقائد کا بیان تھا۔ اب دین کے فروع کا بیان کرنے کیلئے قل کا اعادہ کیا گیا۔ اِنَّ صَلَاتِیْ فرمائیے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کہ میری پانچ فرض نمازیں وَنُسُکی اور تمام عبادتیں ۔ نسک دراصل میں اس عمل کو کہا جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب مطلوب ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے کو ناسک کہتے ہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ صلاتی سے نماز عید اور نسکی سے قربانی مراد ہے

حدیث شریف : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سینگ والا ملیح مینڈھا قربانی کے لئے لاکر فرمایا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ان صلاتی ونسکی الی قولہ وانا اول المسلمین ۔ اس کے بعد آپ نے اسے ذبح فرمایا اور فرمایا کہ اس کے بال اور اُون میرے بالوں کے لئے اور اس کا چمڑہ میرے چمڑے کے لئے اور اس کا خون میرے خون کے لئے اس کا گوشت میرے گوشت کے لئے اور اس کی ہڈیاں میری ہڈیوں کے لئے اور اس کی رگیں میری رگوں کے لئے آتشِ جہنم کے لئے فدیہ ہیں صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مینڈھا بہت خوب ہے یہ صرف آپ کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں میری تمام امت کے لئے جو قیامت تک پیدا ہوں گے اسی طرح جبرائیل علیہ السلام نے میرے رب تعالیٰ سے خبر دی ہے وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ اور جن اعمال پر زندگی گزار رہا ہوں اور جس پر میری موت واقع ہوگی یعنی ایمان وطاعت وغیرہ اصل عبادت ذاحیاتی و ذاماتی یعنی جو اعمال ذخیرہ حیات وممات میں واقع ہوں گے جیسے کہا جاتا ہے "ذاتاتک" یعنی میرے برتن والی شئے ۔ اس سے طعام مراد ہے ۔ یہاں بھی ذاحیات وذاممات سے اعمال وایمان مراد ہیں۔ ادنیٰ ملابست کی وجہ سے اُس کی طرف اضافت ہوئی ہے۔ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶۲ شَرِیْکَ لَہٗ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لئے اور اس کا کوئی شریک نہیں یعنی میرے جملہ امور مذکورہ بالا خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ۔ میں کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَبِذٰلِکَ اور اسی اخلاص کے لئے اُمِرْتُ مجھے حکم ہے اس کے غیر کا میں مامور نہیں ۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ۔ اس لئے کہ ہر نبی کا اسلام اپنی امت کے اسلام سے مقدم ہوا کرتا ہے ۔ اس میں تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں سبقت فرماتے اور جملہ امورات کی فرمانبرداری صرف حضور علیہ السلام سے ہی مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کو حکم ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی اقتداء میں جملہ مامورات کی تعمیل کریں ۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ اِنَّ صَلَاتِیْ یعنی منہاج الصلوٰۃ کی طرف میری سیر۔ اس سے معراج الی اللہ مراد ہے اور نسکی سے اپنے نفس کو ذبح کرنا مطلوب ہے و محیای قلب اور روح حیات و مماتی۔ اس سے نفس کی موت مراد ہے۔ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی طلب حق و وصول الی اللہ کیلئے لاشریک لہٗ طلب میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس لئے کہ اس کے سوا ہمارا اور کوئی مطلوب نہیں۔ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ یعنی میری طلب اور قصد الی اللہ یعنی میرا اپنا نظریہ یا اپنی عقل اور طبیعت سے نہیں۔ بلکہ میں مامور من اللہ ہوں۔ جو کچھ کرتا ہوں اسی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی کی ہدایت سے کرتا ہوں۔ یہ اس کی عنایت ہے کہ مجھ میں یہ طلب اور اشتیاق پیدا فرمایا۔ میرے ہاں اس کی وحی آتی ہے اور میں وحی کا عامل ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ــــ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا اور فرمایا ثُمَّ ذَرْھُمْ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اور میں وہی ہوں جس نے امر کُن کے سامنے سب سے پہلے سر تسلیم خم کیا۔ جب فیضِ محبت نے جوش مارا تو میں نے سب سے پہلے قبول کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا " یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ " بلکہ محبت حق کے لئے سب سے پہلے میں نے سر جھکا لیا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے اس محبت کا افتتاح میں نے فرمایا۔ اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا " اَنَا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ " (کذا فی التاویلات النجمیہ)

مسئلہ صوفیانہ ۔ آیت میں توحید کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اخلاص کا سبق دیا گیا ہے ان دونوں کی علامت یہ ہے کہ بندہ ماسوی اللہ سے ظاہراً و باطناً بری ہو جائے یہاں تک کہ وہ اپنے نفس سے بھی بیزار ہو اور حقائق ذاتیہ کی محبت میں مستغرق ہو جائے۔

حکایت حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حج کے لئے نکلا۔ راستہ میں مجھے ایک نوجوان ملا جس کے پاس نہ زادراہ تھا اور نہ سواری۔ میں نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے، میں نے پوچھا کہاں جاؤ گے۔ کہا اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ میں نے پوچھا سامان بھی ساتھ ہے اس کہا اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے میں نے کہا آخر اتنا بڑا لمبا سفر ہے اس میں زادراہ کی ضرورت ہے اور پانی ساتھ رکھنا لازمی ہوتا ہے اس نے کہا یہ اشیاء میرے پاس ہیں۔ میں نے کہا وہ کہاں۔ اُس نے کہا جب میں گھر سے نکلا تو پانچ حرف ساتھ لائے۔ میں نے پوچھا وہ کونسے کہا " کٓھٰیٰعٓصٓ " میں نے کہا ان کا کیا مطلب ہے اس نے کہا کاف " الکافی " ھآ سے (الہادی) یآ سے الھدی، عین سے العالم ص سے الصادق مُراد ہے میں نے کہا جس کے ساتھ " الکافی " الہادی، ھادی، العالم۔ الصادق ہوں وہ کبھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ کسی سے ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اسے زادِ راہ کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی رزق کی کمی ہوتی ہے۔ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں جب میں نے اس سے یہ کلام سنا تو میں نے اپنا قمیص اتار کر اسے پہنانا چاہا۔ اُس نے کہا حضرت جی!

marfat.ocm
Marfat.com

اس دارِ فنا کی قمیص سے ننگا رہنا بہتر ہے اس لئے کہ حلال مال سے پہنو تو حساب ہوگا حرام سے حاصل کروں تو سزا ملے گی۔ اس سے بہتر ہے کہ نہ پہنوں۔ پھر جب رات ہوئی تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ اے اللہ تعالیٰ تو کس سے خوش ہوتا ہے اور برائیاں تجھے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتیں جو امور تجھے خوش کرتے ہیں اُن کی مجھے توفیق عطا فرما۔ اور جن سے تجھے کوئی نقصان نہیں ان سے مجھے محفوظ رکھ اور کئے گناہ معاف فرما۔ جب لوگوں نے احرام باندھ کر لبیک پکارا تو میں نے اسے کہا کہ آپ بھی لبیک پکاریئے۔ جواب دیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں پکاروں تو اس سے جواب ملے لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ اور فرمائے کہ نہ میں تیری بات سنتا ہوں اور نہ تیری طرف دیکھتا ہوں یہ کہہ کر کہیں چلا گیا۔ پھر میں نے اسے منیٰ میں دیکھا۔ دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے یا اللہ تمام لوگوں نے تیری راہ میں قربانیاں پیش کی ہیں اور ہدایا بھی۔ میرے ہاں کوئی ایسی شے نہیں کہ میں تیرے حضور پیش کر سکوں ہاں صرف یہی نفس ہے اسے قبول فرمالے۔ یہ کہہ کر چیخ ماری اور اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا۔ اچانک کوئی قائل کہتا تھا۔ ھٰذا حبیب اللہ ھٰذا قتیلُ اللہ قتلَ بسیف اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب و مقتول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے محبت کی تلوار سے قتل فرمایا ہے۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اسے دفن کر دیا رات کو میں اُس کے متعلق متفکر ہو کر سو گیا تو میں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا ہوا۔ اُس نے کہا وہی نوازشیں ہوئیں جو شہدائے بدر سے ہوئیں۔ اس لئے کہ وہ کفار کی تلوار سے اور میں سیفِ جبار سے مارا گیا ؎

۱ ؎ جان کہ نہ قربانیٔ جاناں بُود
جیفہ تن بہتر از آناں بود

۲ ؎ ہر کہ نشد کشتۂ شمشیرِ دوست
لاشۂ مردار بہ از جانِ اوست

ترجمہ ۱؎ وہ جان جو محبوب پر قربان نہ ہوا اس سے مردار بہتر ہے۔
۲؎ جو دوست کی تلوار سے ذبح نہ ہوا مردار بیکار اس جان سے بہتر ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر چلنے کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ

۱۶۳ قُلْ ۔ اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے ان کافروں سے جو آپ کو کہتے کہ آپ ہمارے دین میں آجائیے اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو طلب کروں۔ درانحالیکہ رَبًّا۔ وہ دوسرا رب ہو اور میں اسے عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراؤں وَھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ حالاں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا رب ہے اور میری طرح باقی اس کے تمام مربوب یعنی پالے ہوئے ہیں۔ پھر مربوب کو کیسے رب کی عبادت میں شریک بنایا جائے۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا اور جو کچھ کوئی کمائے وہ اسی کے ذمہ ہے۔

شانِ نزول کفار مسلمانوں سے کہتے تھے تم ہمارے دین کی طرف آجاؤ۔ اگر اس کا کوئی گناہ ہے تو وہ ہم اٹھا لیں گے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس سے اگر کوئی گناہ لکھے جاتے ہیں تو ہم اپنے اعمالنامہ میں لکھوا لیں گے یا اس کا یہ مطلب ہوتا کہ قیامت میں اگر اس کا کوئی گناہ ہوگا تو ہم اپنے سر پر رکھ لیں گے۔ آیت میں اُن کے اس قول باطل کا رد ہے کہ ہر ایک اپنے گناہوں کا خود ذمہ دار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عدل کے خلاف اور بالکل محال ہے کہ کرے کوئی تو بھرے کوئی۔ جب یہ غلط ہے تو تمہاری دعوت خود بخود غلط ہو گئی۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی یہ اُن کے دوسرے قول کا رد ہے۔ یعنی قیامت میں کوئی کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یعنی الثقل یعنی بوجھ۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ پھر تمہیں اپنے رب تعالیٰ کی طرف پھرنا ہے یعنی وہ تمہارے جملہ امور کا مالک ہے اور قیامت میں اسی کی طرف تم نے پھرنا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ پس اس دن وہ تمہیں بتادے گا۔ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ یعنی ہدایت گمراہی سے کھل جائے گی اور اہل حق اہل باطل سے نمایاں ہو جائیں گے۔

خلاصہ تفسیر آیت ہذا سے چند امور ثابت ہوئے۔ غایت مقصود اور منتہائے مراد صرف ذات حق ہے جسے خدا تعالیٰ مل گیا اسے خدائی مل گئی۔ جو اس سے گیا وہ گم گشتہ راہ ہوا۔ پھر اسے کہیں ٹھکانا نہیں ملے گا۔ عاقل عاشق تو صرف اس کو چاہتا ہے کیونکہ حقیقی محبوب وہی ہے اور محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں آتا۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

درد مرا طبیب نداند دوا کہ من
بے دوست خستہ خاطر دیا درد خوشترم

ترجمہ: میرے درد کا دوا طبیب نہیں جانتا میں تو دوست کے بغیر دل کا زخمی اور درد سے ہوں اور اسی میں بہت خوش ہوں

جو کوئی کچھ کماتا ہے بھلائی یا برائی تو اس کا نفع و نقصان اپنا ہے شر سے گرفتار ہو کر سزا پائے گا اور خیر سے کامیابی لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ صرف رضائے الٰہی مطلوب ہو اور ریا و عجب اور فخر سے پاک۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

چہ قدر آورد بندۂ بد دریں
کہ زیرِ قبا دارد انداہ پیس

ترجمہ: کیا قدر لائے گا بندہ بدطریقہ والا جو قبا کے نیچے گندا جسم رکھتا ہے"۔

یہ تو ظاہر ہے کہ نفس برائیوں کا امر دینے والا ہے اور یہ سوائے برائی کے اور کچھ نہیں چاہتا اس لئے

marfat.ocm
Marfat.com

برائی کی اسے سزا ملے گی نہ کہ اس سے نفع اور نفس کا کام نقصان پہنچانا ہے جو بھی اپنے آپ کو اس کے سپرد کرتا ہے تو وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے ہاں جسے اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے بچالئے۔ اس سے ہم ہمیشہ یہ دعا عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ آنکھ جھپکنے کی دیر یا اس سے کم بھی مجھے اپنے نفس کے سپرد نہ فرما۔ حالانکہ نفس کو بھی میرا ہی اللہ کے لئے حکم تھا کہ وہ عبدیت کا اظہار کر کے طاعت الٰہی سے لگا رہے اور اعمالِ صالحہ پر مداومت کرے۔

نسخہ روحانی

حضرت الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے تعجب ہے اس سالک سے جو بڑی پُرخطر وادیوں اور ویرانے جنگلوں اور سنگستان مقامات کو طے کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی کعبہ معظمہ میں پہنچتا ہے اس لئے کہ یہیں پر انبیاء علیہم السلام کو زیارت کا موقعہ نصیب ہوتا ہے باوجود اس کے وہ اپنے نفس کو نہیں چھوڑتا اور خواہشات کے پورے کرنے میں لگا رہتا ہے پھر وہ کیسے اپنے مالک سے ملاقات کر سکتا ہے جب کہ ان کو مٹانے کے بعد ہی قلب میں مولیٰ کریم جاگزین ہوگا کیوں کہ وہ صرف پاک قلب والوں کو ہی ملتا ہے ہر شخص صرف اپنے گناہوں کی وجہ سے گرفتار ہوگا کسی دوسرے کے گناہوں کی وجہ گرفتار نہ ہوگا اور نہ کسی دوسرے کے گناہوں سے متعلق اس سے بازپرس ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حق اگر کسی کا دینا ہے تو آج دیدو۔ مثلاً کسی کو رنجایا ہے تو معافی مانگ لو اور کسی کے حق میں کوئی کمی بیشی کی ہے تو ابھی سے ختم کرلو۔ اس دن سے پہلے جب کہ اس وقت نہ دینا نہ ہوگا نہ درہم۔ اُس دن صرف اعمال صالحہ ہوں گے جس کا حق دینا ہے تو حکم ہوگا کہ اس کی نیکیاں اس کے حق خواہ کو دیدو۔ اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو حکم ہوگا کہ حق والے کی برائیاں اس کے سر پہ رکھدی جائیں۔

سوال : حدیث شریف مذکورہ بالا آیت کے مضمون کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے عدل کے خلاف ہے کہ ایک شخص کی برائیاں دوسرے شخص کے علامے میں ڈال یا کسی کے عمل چھین کر ایسے کو دیدے جس سے اعمال نہیں کئے۔

جواب : امام قرطبی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی منجملہ حکمتوں و مصلحتوں میں سے ایک ہے جن پر بندوں کو مطلع ہونا ضروری نہیں اور نہ اس کی حکمتوں و مصلحتوں کو کوئی پا سکتا ہے اگر ہر وہ امر جو بندوں کے عقول کے مطابق نہ ہو تو اسے چھوڑ دینے و نوامات ہے تو پھر شریعت کے اکثر احکام سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اس لئے کہ بہت سے امور شریعہ ایسے ہیں کہ جن کا معقول و افہام کو ادراک ناممکن ہے۔

قواعد شرعیہ

بندہ راقم الحروف کہتا ہے گناہ دو قسم میں (۱) لازم (۲) متعدی۔ لازم جیسے شرب الخمر مثلاً اس سے وہی گرفتار ہوگا جس نے شراب پی ہے دوسرے اس کا مواخذہ نہ ہوگا ایسے گناہ صرف ایک جہت رکھتے ہیں۔ متعدی جیسے قتل النفس مثلاً اگرچہ اسمیں بھی صرف اس سے مواخذہ ہوگا جس نے قتل کا ارتکاب کیا ہے لیکن اس کی دو جہتیں ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

(۱) قاتل کا حد شرع سے تجاوز (۲) وقوع البغایۃ علی العبدای اشاعل ایسے مجرم کی نیکیاں لیکر مقتول کو دی جائیں اور مقتول کی برائیاں قاتل کے سر ڈالی جائیں تو یہ درحقیقت اس کے اپنے کئے کی اسے سزا مل رہی ہے اس میں نیکوں کے پھینکے جانے کا شبہ ہے اور نہ ہی ظلم کا واہمہ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ آیت و حدیث نتیجہ کے لحاظ سے متحد ہیں اگرچہ بظاہر تناقض معلوم ہوتی ہیں۔ (واللہ اعلم الحقیقۃ الحال)

(۲) جیسے اہل کفر و اہل ایمان کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے ایسے ہی اہل اخلاص و اہل ریا میں بھی ہوتا ہے جس سے حق و باطل والے کے مابین امتیاز شروع ہوتا ہے لیکن حقیقت حال کا انکشاف اور اقوال و افعال کے پرتوں کا ظہور اس دن ہوگا جب کہ اندرونی راز کھلیں گے اور دل کی باتیں ظاہر ہوں گی۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

۱؎ چون کند و جان باز گونہ پوستیں
چند واویلا برآید از اہل دیں

۲؎ بُردکان ہر زرنما خنداں شدہ است
زانکہ سنگ امتحان پنہاں شداست

۳؎ قلب پہلو می زند با زر بشب
انتظار روز می دارد ذہب

۴؎ باز زباں حال زر گوید کہ باش
اے مزور تا برآید روز فاش

ترجمہ ۱؎ جب کرتا ہے کوئی جان کو پوستین (ظاہر) کو اچھا چند اہل دین سے شور اٹھے گا۔
۲؎ ہر زرگر کے دکان پر ہنسی نظر آتی ہے اس لئے کہ اس کے امتحان والا پتھر پوشیدہ ہے۔
۳؎ کھوٹا سونا رات کو تو سونے کے ساتھ برابری کا دم بھر سکتا ہے سونے خالص کو دن ہونے کا انتظار ہوتا ہے
۴؎ پھر زر خالص زبان حال سے کہتی ہے اے کھوٹا سونا ذرا دیر کر ابھی دن آنے والا ہے پھر پتہ چل جائے گا تو کون ہے اور میں کون۔

حدیث شریف سے تبلیغی جماعت کی علامت

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے قرب میں ایسا دور آئے گا کہ جس میں لوگ دنیا کو دین کے ذریعے حاصل کریں گے۔ ان کا طریقہ یہ ہوگا کہ اللہ والوں کا بھیس بدل لیں گے اور ان کا کلام کھانڈ سے زیادہ میٹھا لیکن ان کے دل بھیڑیئے کی طرح ہوں گے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا کیا میری وجہ سے یہ کام

؎ جیسے آجکل تبلیغی جماعت کا طریقہ ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

کرتے تھے یا میرے اوپر جرأت کر کے دین کے عوض دنیا لوٹتے تھے۔ مجھے اپنی ذات کی قسم کہ میں انہیں سے فتنہ کھڑا کروں گا یعنی وہ ہی بڑے فتنوں کے اصل سبب ہوں گے کہ ان فتنوں کو دیکھ کر ہر ذی فہم حیران ہو جائے گا۔

سبق مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کو صاف رکھے اور ہر اختلاف سے دُور رہے اس لئے کہ حق صرف ایک ہے اور حق کے بعد باطل ہی باطل ہے۔

مسئلہ : فروعی مسائل میں امت کا اختلاف عوام کے لئے رحمت ہے اسے لفظاً تو اختلاف کہا جا سکتا ہے لیکن درحقیقت یہ اختلاف یونہی نہیں اس لئے اختلاف میں تو لڑائی جھگڑا وغیرہ ہوتا ہے بلکہ وہ جھگڑے اشخاص اور اُن کے احوال پر مبنی ہوتے ہیں اور آئمہ کی شخصیات مبارکہ اور اُن کے احوال طیبہ کو دنیا جانتی ہے کہ اُن کے معاملات مبنی بر قتل و جدال نہیں تھے۔ بنا بریں وہ حق پر تھے اور جن کی اتباع لازمی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اختلاف سے بچائے جو دین کے فساد کا سبب بنے اور جھگڑوں سے محفوظ فرمائے کہ جن سے دائرہ یقین ختم ہو اور ہمیں ان لوگوں سے سنائے جو صواب کے توفیق یافتہ ہیں اس لئے کہ وہ کریم اور فیض سخا اور جود و عطا کا مالک ہے۔

تفسیر عالمانہ

۱۶۴ وَهُوَ اور وہ اللہ تعالیٰ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ وہ ہے جس نے تمہیں بنایا۔ اے لوگو خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ۔ زمین میں نائب یعنی جنات کے بعد یا نوع بنی آدم سے سابقہ امتوں سے یا تم اللہ تعالیٰ کی زمین میں نائب ہو۔ تو تم اس میں تصرف کرتے ہو۔

فائدہ ۱: خلائف خلیفہ جیسے وصائف وصیف کی جمع ہے ایسے ہی خلائف خلیفہ کی جمع ہے ہر وہ جو کسی جانے والے کا مقام سنبھالے اس کا اُسے خلیفہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کا جانشین ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ہر آدم کا بچہ اپنے وقت کا آدم (علیہ السلام) اور میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور خلافت کا راز بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے کہ وہی حیاتیو۔اً سمیعاً بصیراً عالماً قادر متکلماً مریداً ناظر ہے

۱ ، آدمی چیست ۔ برزخ جامع
بصورت خلق و حق در واقع

۲ ، متصل با دقائق جبروت
مشتمل بر حقائق ملکوت

ترجمہ ۱ ، آدمی کیا ہے برزخ جامع ہے ظاہر خلق درحقیقت (جلوہ) حق ہے۔
۲ ، دقائق جبروت کے متصل اور حقائق کے ملکوت پر مشتمل ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ اور شرف و غنا میں تمہارے بعض کو فَوْقَ بَعْضٍ بعض پر بلند مرتبہ بنایا۔
دَرَجٰتٍ درجات میں کہ ان کے ایک دوسرے کے مراتب و درجات میں بہت بڑا فرق ہے لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا اٰتٰىكُمْ تاکہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی۔ مال و جاہ سے۔ یعنی تاکہ تمہارے ساتھ وہ معاملہ کرے جیسے کسی سے امتحان لیا جاتا ہے اور اس کی آزمائش کی جاتی ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ تم شکر کرتے ہو یا ناشکری۔

حکایت حضرت جنید رضی اللہ عنہ بچپن میں بچوں سے کھیل رہے تھے تو حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کا اُن سے گزر ہوا۔ حضرت سری سقطی نے حضرت جنید سے پوچھا بیٹا بتلیئے شکر کسے کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کی نعمت کو گناہوں کی اعانت میں صرف نہ کیا جائے۔ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ بے شک تیرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب تعالیٰ کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے احکام کی پاسداری اور نہ ہی شکر گزاری کرتا ہے تو اس کے عذاب دینے میں دیر نہیں لگاتا۔

سوال: وہ حلیم صبور ہے اور پھر مہلت بھی دیتا ہے پھر سریع العقاب کیسے؟

جواب: جس کے لئے عذاب دینے کا وقت آجاتا ہے اُس کے لئے عذاب میں دیر نہیں ہوتی۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

مہلتے کہ بپہرت دہد ز راہ مبرد
ترا کہ گفت ایں زال ترک دستاں کرد

ترجمہ: وہ مہلت جو تجھے آسمان نے دی۔ سیدھے راہ سے نہ ہٹ، تجھے کس نے کہا کہ بوڑھی (دنیا) تو مکر و فریب سے پُر ہے۔

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بے شک وہ غفور رحیم ہے اس کے لئے جو اس کے حقوق و احکام میں حتی الامکان پاسداری کرتا ہے۔

حدیث شریف قیامت میں ایک شخص کو لایا جائے گا۔ جس نے حرام مال جمع کر کے حرام پر خرچ کیا ہو گا اس کے لئے حکم ہوگا اسے جہنم میں لے جاؤ اور ایک کو لایا جائے گا جس نے حلال کمائی کر کے حلال پر خرچ کیا ہوگا لیکن اسے کہا جائے گا کہ تو نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کمی کی ہو گی۔ مثلاً نماز نہیں پڑھی ہو گی یا پڑھی تو اس کے ارکان رکوع سجود قیام وغیرہ میں غلطیاں کھائی ہوں گی کہ بلا ضرورت سواری خریدی یا کپڑے۔ جنہیں فخر و ریا کا شائبہ ہوگا۔ عرض کریگا نہیں یا اللہ اس طرح میں نے نہیں کیا تھا۔ پھر حکم ہوگا کہ تو نے اس مال کے خرچ کرنے میں کوتاہیاں کی ہوں گی کہ کسی کے حقوق ادا نہ کئے ہوں مثلاً عورت کے حقوق اسی طرح دیگر رشتہ داروں اور یتامیٰ و مساکین اور مسافروں کے حقوق میں کمی کی ہو گی۔ عرض کرے گا نہیں یا اللہ۔ ان کے حقوق میں بھی

marfat.ocm
Marfat.com

میں نے کوتاہی نہیں کی تھی۔ میں نے مال حلال کمائی سے کمایا اور فرائض میں کسی قسم کی کمی نہیں کی اور نہ ہی حقوق العباد میں کوئی کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے حق داروں کو بلاؤ۔ وہ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ جب انہیں بلایا جائے گا تو وہ گواہی دیں گے یا اللہ تو نے اسے مال دیا اور یہ ہمارا کفیل تھا اسے تیرا حکم تھا کہ وہ ہمارے حقوق ادا کرے اُس نے ہمارے پورے پورے حقوق ادا کئے اور تیرے فرائض کی ادائیگی میں بھی کوتاہی نہیں کرتا تھا پھر اُسے حکم ہوگا ٹھہر جا مجھے میری عطا کی ہوئی نعمتوں کی ادائیگی شکر کا حساب دے اور ایک ایک لقمہ اور ایک ایک گھونٹ پانی اور ایک ایک لذت کا شکرانہ تو نے کیا یا نہ۔ اسی طرح اس سے کئی طرح کے سوالات ہوں گے۔ تب کہیں اسکی نجات ہوگی۔

تفسیر صوفیانہ جس طرح اللہ تعالیٰ جاہ و مال دیکھ کر دیکھتا ہے کہ ان میں کون شکر گزار ہے اور کون ناشکرا۔ اسی طرح حال یعنی خلافت کی استعداد عنایت فرما کر دیکھتا ہے کہ متخلق باخلاق اللہ اور اوامر و نواہی کا پابند اور حقوق العباد و البلاد وغیرہ پر قائم رہتا ہے اور کون رجعۃ قہقری کر کے صفات بہائم و انعام کی طرف لوٹتا ہے۔

فائدہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے صفات کو صفات بہیمیہ میں تبدیل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب اور سمع و بصر پر مہر لگا دیتا ہے پھر وہ اس غیبی مکان کی طرف نہیں لوٹ سکتا کہ جس سے وہ مہجور ہو کر یہاں دنیا میں پھنسا بلکہ اسفل سافلین کے ملک طبیعہ میں گرفتار رہتا ہے ہاں جو خواہشات اور اتباع نفس اور مخالفت حق سے تائب ہو کر کورا مومن ہو جاتا ہے اور خلافت کے لئے عمل صالح کرتا ہے تو اسے ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور نہ ہی وہ رجعت قہقری میں پھنستا ہے۔

حکایت سیدنا ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حج کیلئے تشریف لے گئے حرم شریف میں طواف کر رہے تھے اچانک ان کی نظر ایک نوجوان حسین و جمیل پر پڑ گئی اور اس نوجوان کے حسن و جمال نے لوگوں کو فریفتہ کر رکھا تھا۔ حضرت ابراہیم بھی اسے دیکھنے لگ گئے اسے دیکھتے بھی جاتے اور روتے بھی جاتے۔ آپ کے بعض مریدوں نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" ان کا خیال تھا کہ شیخ بھی اس نوجوان پر عاشق ہو گئے ہیں اور آپ غفلت کا شکار ہو گئے ایک مرید نے عرض کی حضرت اس نوجوان کو دیکھ کر کیوں روتے تھے۔ آپ نے فرمایا "اے عزیز میں نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا تھا کہ اس کا توڑنا ناممکن ہے ورنہ تو مجھے اس کے بالکل قریب دیکھتا۔ بلکہ اس کے پاس جا کر اس سے علیک سلیک کرتا۔ یہ تو میرا لختِ جگر اور آنکھوں کی ٹھنڈک پیارا بیٹا ہے اسے میں دودھ پیتا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی تلاش میں نکلا تھا۔ اب بفضلہ تعالیٰ جوان ہو کر یہاں میری تلاش میں نکلا ہے۔ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میں اسے جا کر گلے لگاؤں لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ اپنے وعدہ کے خلاف کروں اب اے عزیز تم چلے جاؤ۔ اسے سلام جا کر کہو کچھ تو تجھے تسلی مل جائے گی اور اس کی جدائی سے جو آگ بھڑک رہی ہے کچھ تو ٹھنڈی

marfat.ocm
Marfat.com

ہو جائے گی۔ مرید جا کر نوجوان سے کہنے لگا اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو خوش رکھے وہ نوجوان سن کر چونکا اور کہا میرا باپ کہاں انہیں تو کئی برس گزرے جو اپنے تخت کو چھوڑ کر راہِ حق میں نکلے تھے۔ کاش اب مجھے ان کی زیارت کے بعد مجھے موت بھی آ جائے یہ کہہ کر باپ کی یاد میں جب آنسو بہائے پھر کہا کاش مجھے ان کا دیکھنا نصیب ہوتا۔ پھر اگرچہ وہیں پر میں مر جاؤں مرید صاحب فرماتے ہیں میں واپس حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ہاں لوٹا تو انہیں دیکھا کہ وہ مقام ابراہیم میں سربسجود ہو کر خوب رو رہے تھے۔ آپ کے آنسوؤں سے وہاں کے پتھر تر ہو گئے۔ آہ و زاری کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے

فجرت الخلق طرا فی ھواک

وادمت العیال لکے اراک

فلو قطعتنی فی الحب ارباً

لما مسکن الفواد الی سواک

ترجمہ : میں نے صرف تیری محبت سے تمام مخلوق سے قطع تعلق کر لیا اور صرف تمہارے دیدار کے لئے میں نے بچوں کو یتیم بنایا اگرچہ تو مجھ سے لاکھ بار دور ہو لیکن میرا دل تو تیرے سوا قرار نہیں پائے گا۔

میں نے کہا اگر بچے سے ملنا منظور نہیں تو اس کے لئے دعائے خیر فرمائیے۔ آپ نے بچے کیلئے کیا اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے بچائے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے اس کی مدد فرمائے۔

سبق : یہ اس کا حال ہے جس نے حق کی تلاش میں تخت و سلطنت کو لات ماردی اور فقر و فقیری میں زندگی بسر فرمائی۔ ایک ہم ہیں کہ دولت کے پیچھے سرگرداں اور فقر و فقیری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے حضور علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اتنی فرما کہ جس سے فقط سانس باقی رہ سکے۔

فائدہ : قوت کفایۃ بلا اسراف کو کہتے ہیں۔

سبق : اس سے معلوم ہوا کہ کفایت شعاری دنیا داری سے افضل ہے اس لئے کہ اگر یہ افضل نہ ہوتی تو اس کے لئے حضور علیہ السلام آرزو نہ کرتے اور آپ نے اپنے لئے افضل الاحوال کی تمنا فرمائی حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

دریں بازار گر سودیست یا درویش خورسندی

الٰہی منعم گرداں بدرویشی و خرسندی

ترجمہ : یہ بازار پُر منافع والے کی یا کسی درویش خوشحال کی۔ مجھے تو یا رب درویشی اور خورسندی عطا فرما۔

بقیہ صفحہ ۷۵۹

marfat.ocm
Marfat.com

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ

یہ سورۃ مکیہ ہے۔ اس سورۃ کی کل دوسو پانچ آیات ہیں۔ صرف آٹھ آیات جو فاسئلھم سے شروع ہو کر واذ نتقنا الجبل الآیۃ تک ختم ہوتی ہیں مدنیہ ہیں۔ تمام آیات محکمہ ہیں۔ بعض نے کہا واعرض عن المشرکین تک مدنیہ ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اٰيَاتُهَا ۲۰۶ رُكُوْعُهَا ۲۴

سورۂ اعراف مکی ہے اور اس میں اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا ہے دوسو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

الٓمّٓصٓ ۝۱ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ

اے محبوب ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رکے اس لیے کہ تم اس

بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا

سے ڈر سناؤ اور مسلمانوں کو نصیحت اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا

اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ بہت ہی کم سمجھتے ہو اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کیں تو ان پر ہمارا عذاب

فَجَاۗءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَاۗىِٕلُوْنَ ۝۴ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَاۗءَهُمْ

رات میں آیا یا جب وہ دوپہر کو سوتے تھے تو ان کے منہ سے کچھ نہ نکلا جب ہمارا عذاب

بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ

ان پر آیا مگر یہی بولے کہ ہم ظالم تھے تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے

وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَاۗىِٕبِيْنَ ۝

اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے تو ضرور ہم ان کو بتادیں گے اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے

وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور اس دن تول حق ضرور ہونی ہے تو جن کے پلے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے

marfat.ocm
Marfat.com

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
اور جن کے ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی ان زیادتیوں کا بدلہ ہو
يَظْلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا
ہماری آیتوں پر کرتے تھے اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں جماؤ دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی
مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝
کم شکر کرتے ہو

بقیہ صفحہ نمبر ۷۵۷

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان لوگوں سے بنائے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدسہ پر چلنے والے ہیں اور ہماری تمنائیں وصول الی مقام التوکل والیقین کی طرف لگادے اور وہ اپنے مسائل کو ناامید نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے دعا مانگنے والے کی دعا کو رد کرتا ہے اور نہ ہی کسی کی کوشش کو ضائع فرماتا ہے۔

صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ سورۃ انعام بفضلہ تعالیٰ جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ ۱۱۰۱ھ میں ختم ہوئی۔

"وقد تمت هذه السورة من قلم الفقير القادري ابي الصالح محمد فيض احمد الاويسي الرضوي غفر له ربه يوم ولادة حبيب رب العلمين في السادس والعشرين من الشهر صفر المظفر المنتظم في سلك شهور سنة الف وثلاثمائة وخمس وتسعين ۱۳۹۵ھ من هجرة امام الانبياء والمرسلين صلى الله عليه وعلى آله واصحابه اجمعين في دار التصنيف والتاليف التي من دار العلوم لاهل السنة والجماعة المعروفة بالجامعه الاويسيه الرضويه الواقعة في البلدة دار السرور الشهيرة ببهاولپور من بلاد الباكستان"

marfat.ocm
Marfat.com

صوفیانہ نکات

المص ۝ (الف) ذاتِ احدیہ کی طرف (ل) مع ذات صفۃ العلم کی طرف اشارہ کرتے ہیں (م) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی یعنی آپ کی ذات اور حقیقت یہ دلالت کرتا ہے اور (ص) صُورۃ محمدیہ یعنی آپ کے جسد اطہر اور ظاہری صورت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (صٓ) مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے جب رات، تھی نہ دن تھا اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش اس پہ تھا۔ اس بنا پہ اس پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے حضور علیہ السلام کے جسد مبارک اور عرش رحمٰن سے آپ کا قلب شریف مُراد لیا ہے۔

حدیث شریف

میں ہے "قلب المومن عرش اللہ" مومن کا دِل عرش الٰہی ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا کہ اس وقت رات تھی نہ دن تھا یعنی وحدت ہی وحدت تھی اس لئے کہ قلب جب نفس کی زمین کے سایہ میں ہو کر صفات نفس سے محجوب ہو جاتی ہے تو اس کے لئے وہی کیفیت بمنزلہ رات کے ہوتی ہے پھر جب اس پہ روح کے سورج کی کرن پڑتی اور وہ اس سے نُور حاصل کرتی ہیں تو وہ حالت اس کے لئے بمنزلہ دن کے ہوتی ہے پھر جب معرفت الٰہی اور شہود ذاتی سے وحدۃ میں پہنچتی ہے تو اس میں نور و ظلمت مساوی ہو کر فانی ہو جاتے ہیں تو اس کے لئے یہی ہوتا ہے کہ اس کے لئے نہ رات ہے نہ دن اس وقت پر عرشِ الٰہی مستقر ہوتا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ وجودا لکل من اعلہ الی الآخرۃ ایک کتاب ہے جس کا علم ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا (کذا فی التاویلات النجمیہ)

دوسری صوفیانہ تقریر

حضرت الشیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذات وصفات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے بیان فرمائے تو اپنا ذاتی تعارف المص سے کرایا۔ یعنی وہ اپنے لطف سے معبود ہے اور بندہ محبت و معرفت سے فرد ہے اس نے آپ پر نازل کردہ کتاب کے واسطہ سے معرفت و محبت کے کمال کو قبول کرنے سے صبر و صدق سے نوازا گیا۔

فائدہ: تفسیر فارسی میں ہے کہ "المص" قرآن پاک کا نام ہے یا اس سورۃ کا نام ہے یا اس کا ہر حرف اسمائے الٰہی کے کسی اسم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیسے الف سے اللہ لام سے لطیف میم سے ملک، صاد سے صمد یا ہر حرف اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً الف اکرام پر لام لطف پر اور میم مجد پر صاد۔ صدق پر یا اسم "المصور" سے کنایہ ہے یا بعض حروف اسماء پر دلالت کرتے ہیں اور بعض افعال و تقدیر پر۔ اب اس کا معنی ہوا "انا اللہ اعلم وافضل" میں اللہ ہوں۔ جانتا اور بیان کرتا ہوں یا یہ کہ میں تمام سے زیادہ عالم اور حقائق میں حق و باطل کا فرق بتاتا ہوں۔

فائدہ: حضرت سلمی فرماتے ہیں کہ الف کا اشارہ ازل کی طرف اور لام ابد کی طرف اور میم ازل و ابد

marfat.com
Marfat.com

کے ا بین کی طرف اور صاد کا اشارہ ہر متصل کے اتصال اور ہر منفصل کے انفصال کی طرف ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسمیں اتصال کی گنجائش ہے نہ انفصال کو ؎

۱ ؎ این چہ راہست این بروں از فصل و وصل
کاندروں فرع می گنجد نہ اصل

۲ ؎ نے معانی نے عبارت نے بیان
نے حقائق نے اشارت نے بیان

۳ ؎ برتر است از مدرکات عقل و وہم
لاجرم گم گشت درو ے فکر و فہم

۴ ؎ چوں بکلی روئے گفت و گوئی نیست
ہیچکس را جز خموشی روئے نیست

ترجمہ ۱ ؎ یہ کیا راہ ہے فصل و وصل سے خارج اسمیں خواص سما سکتے ہیں نہ فروع
۲ ؎ نہ معانی نہ عبارت نہ ظاہر نہ حقائق نہ اشارہ نہ بیان
۳ ؎ مدرکات عقل و وہم سے برتر ہے۔ بہرحال اس میں وہم و فکر گم ہے۔
۴ ؎ جب مکمل طور اس میں گفتگو نہیں ہو سکتی تو پھر کسی کو خاموشی کے سوا چارہ نہیں۔

صاحب روح البیان کا فیصلہ

فقیر کہتا ہے کہ یہ حروف مقطعات متشابہات سے ہیں ان میں عقول کو کسی قسم کا ورک نہیں البتہ اسے اہل اللہ ضرور جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے وہ اُن سے خوب واقف ہیں۔ انہیں مفسرین نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے معانی و لوازم و حقائق سے اشارہ سمجھ کر کہا ہے۔ بنا بریں ہم بھی اُس کے متعلق کچھ کہتے ہیں۔ وہ یہ کہ ان حروف میں ترکیب صفاتی و فعلی واحدی ابدی ہے۔ یہ مرتبہ وحدۃ ذاتیہ میں ایک علیحدہ علیحدہ افراد تھے پھر تجلی الٰہی سے وہ فرد مرکب ہو گیا اور جمع سے متفرق ہو گیا۔ وہ قوت سے فعل ہو گیا اور جمع سے متفرق ہو گیا۔ اس سے نسب و اضافات کا صدور ہوا جیسے کلام ترکیبی کا اصل حروف مفردہ ہیں یعنی حروف، تہجی پھر ترکیب سے آب و ہوا پھر ابجد ہوا بعد ازاں الحمد للہ ہوا یوں سمجھئے کہ انسان اصل تعین جسم کے لحاظ سے ایک نطفہ ہے ہے پھر اس کی ایک تصویر کھینچی گئی اس سے ترکیب جسمانی ہوئی۔ واللہ اعلم"

الٓمٓ کِتٰبٌ یہ کتاب ہے اُنْزِلَ اِلَیْکَ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے آپ کے ہاں نازل کیا گیا فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ پس آپ کے سینہ میں کوئی تنگی نہ ہو یعنی اس کے حق ہونے میں شک نہ ہو یہ ایسے ہے

marfat.ocm
Marfat.com

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ صرف فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسے حرج صدر سے تعبیر فرمایا ہے جو کہ شک کو لازم ہے اس لئے کہ شک کی وہی دلتنگی ہوتی ہے جیسے یقین کرنے والے کو انشراح صدر ہوتا ہے ۔ یہ خطاب حضور علیہ السلام کو ہے لیکن اُمت مراد ہے۔ یعنی اے اُمتیو! شک نہ کرو اور منہ حَرَجٌ کے متعلق ہے مثلاً کہا جاتا ہے " حرج منہ " ای ضاق بہ صدرہ ۔ اور جائز ہے کہ حرج اپنے حقیقی معنی پر ہو یعنی آپ کفار کے خوف سے تبلیغ کرتے ہوئے ملال نہ فرمائیں۔ اس خیال سے کہ کفار تکذیب کریں گے جیسا کہ ابتداء اسلام میں آپ کو اپنی قوم کی تکذیب اور ان کے اعراض سے خوف رہتا تھا۔ اس لئے کہ تبلیغ کے وقت آپ کو ملال ہوتی اور کھل کر آپ تبلیغ نہیں کر سکتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو امن وسلامتی عطا فرمائی اور فرمایا کہ آپ بے پرواہ ہو کر انہیں تبلیغ فرمائیں۔

لِتُنْذِرَ بِهٖ یہ اُنزل کے متعلق ہے تاکہ اس کتاب منزل من اللہ سے ڈرائیں وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ تاکہ مومنین کو خوب نصیحت فرمائیں ۵ اِتَّبِعُوْا اتباع کرو اے حکم بردارو۔ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ اس کی جو تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے اُترا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی اتباع کرو۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اور اس کی تابعداری مت کرو جو تمہارے رب تعالیٰ سے نہیں اُترا۔ اس لئے کہ وہ تمہیں حق کی طرف نہیں لے جائے گا۔ من دونہ ولا تتبعوا ۔ کے فاعل سے حال ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ تابعداری نہ کرو درانحالیکہ تم اللہ تعالیٰ سے تجاوز کرنے والے ہو ۔ اولیاء یعنی وہ من دونہ اولیاء الجن والانس ہیں تم ان کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی میں پڑو گے۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ تذکرون دراصل تتذکرون تھا اس کی ایک تا حذف کر دی گئی اور قلیلاً ما میں لفظ ما زائدہ ہے اسے علت کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی تم تھوڑی یا تھوڑی دیر نصیحت پا سکو گے یعنی اس کا زیادہ دیر اثر نہیں رہے گا۔ پھر بہت جلدی تم اس سے متنفر ہو جاؤ گے قرآن کے موجب پر عمل نہیں کرو گے بلکہ سرے سے اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر غیر دین کی پیروی کرنے لگ جاؤ گے۔

ربط ، اب گذشتہ امتوں میں سے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہ کی بلکہ اپنے دوستوں کی باتوں کی اتباع کرتے اور اس پر اصرار کرنے لگے، ان کی سزاؤں اور انجاموں کا بیان فرمایا کہ ۶ وَكَمْ یہ کم خبریہ اور مبتدا ہے آنے والا جملہ اس کی خبر ہے مِّنْ قَرْيَةٍ یہ کم تکثیریہ کی تمیز ہے۔ اَهْلَكْنٰهَا ھا کی ضمیر کم کے معنی کثرت کی طرف راجع ہے یعنی بہت سے علاقوں کو ہم نے تباہ کرنے کا ارادہ کیا یا ان علاقوں کے بہت سے لوگوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا۔ اس تقدیر ثانی پر کم اھلکنا سے محلاً منصوب ہے جیسے بقدر " انا کل شیٔ خلقناہ " میں محلاً منصوب ہے۔ فَجَآءَهَا پس اُن کے اہل کے ہاں آیا۔ بَاْسُنَا بَيَاتًا ہمارا عذاب

marfat.com
Marfat.com

ا مصدر ہے بمعنی فاعل اور وہ حال کے قائم مقام ہے۔ بیاتا ای باتین درانحالیکہ وہ رات میں سونے والے تھے۔ جیسے لوط علیہ السلام کی قوم کے ساتھ ہوا۔

فائدہ :۔ حدادی نے فرمایا کہ رات کو بیاتا سے اس لئے تعبیر کرتے ہیں کہ اس میں شب باشی ہوتی ہے اور ظلول کی ضد کو کہا جاتا ہے یعنی تمام رات سونے کو کہتے ہیں اس میں نیند کی جائے یا نہ جیسے فارسی والے رات گزاشتن رات گزرنا کہتے ہیں۔ اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ۔ اس کا عطف "بیاتا" پر ہے اور قیلولۃ کہتے ہیں دوپہر کے آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی انہیں دوپہر میں اللہ تعالیٰ کے عذاب پہنچے۔ جیسے شعیب علیہ السلام کی قوم سے ہوا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تباہ و برباد کیا۔

نکتہ :۔ تفسیر فارسی میں ہے کہ عذاب کو ان دونوں وقتوں سے اس لئے مخصوص کیا گیا کہ یہ دونوں استراحت اور آرام کے اوقات ہیں۔ ان دونوں وقتوں میں عذاب کا وقوع غیر متوقع ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ عدم توقع میں عذاب سخت تر محسوس ہوتا ہے جیسے نعمت غیر مترقبہ کا حصول لذیذ اور جوبتر ہوتا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ پس اس وقت انکا کوئی دعویٰ نہ تھا انہوں نے نہ کوئی دعا کی اور نہ ہی عجز زاری اِذْ جَآءَهُمْ ان پر جب ہمارا دیا ہوا عذاب آیا۔ (یعنی اس کے علامات معلوم کئے) اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر یہ کہ کہا كَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ بے شک ہم ظالم ہیں یعنی اپنی غلطیوں کا اب اعتراف کیا کہ واقعی جن امور کا ارتکاب کرتے تھے وہ غلط تھے۔ اس وقت ان کی اپنی غلطی کی خود گواہی دینا حسرت و ندامت اور جان کے طمع پر تھا۔ لیکن اب وقت نکل گیا اس لئے کہ نزول عذاب کے وقت توبہ بھی ناقابل قبول ہے پھر صرف حسرت وغیرہ انہیں کیا فائدہ دیتی۔ اس لئے کہ توبہ اور مکلف ہونا ہر دونوں اسوقت لکھے مرتفع ہوجاتی ہیں۔ لیکن یونس علیہ السلام کی قوم اس سے مستثنیٰ ہے اس کا مفصل بیان آئے گا (انشاء اللہ) مثنوی میں ہے ؎

۱ : ہمچوں آن مرد مفلسف روز مرگ
عقل را می دید لبس بے مال و برگ

۲ : بے غرض می کرد آندم اعتراف
کز ذکاوت را ندہ ایم اے اسف از گزاف

۳ : از غروری کہ کشیدیم از رجال
آشنا کردیم در بحر خیال

۴ : آشنا ہیچیست اندر بحر روح
نیست آنجا چارہ جز کشتی نوح

marfat.ocm
Marfat.com

۵ ؛ اینچنیں فرمودہ آں شاہِ رُسل
کہ منم کشتی دریں دریائے کُل
۶ ؛ ہر کسے کو دربصیرتہائے مَن
شُد خلیفہ راستی برجائے مَن
۷ ؛ کشتیٔ نُوحیم در دریا کہ تا
رو نہ گردانی ز کشتی اے فتیٰ

ترجمہ ۱ ؛ اس فلسفی کی طرح جو موت کے وقت عقل کو بے سروسامان دیکھ کر
۲ ؛ بلا تاخیر اعتراف کرتا ہوا کہتا ہے کہ تیزیٔ عقل سے ہم بلا فائدہ گھوڑے دوڑاتے رہے
۳ ؛ غرور سے لوگوں سے ہم علیحدہ رہے ہم صرف بحر خیال میں غرق رہے۔
۴ ؛ بحر روح میں کون آشنا ہے وہاں کشتیٔ نوح کے سوا کوئی چارہ نہیں۔
۵ ؛ ایسے شاہ رسولاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسی دریائے کل کا میں ہی کشتی
۶ ؛ جو بھی میری بصیرتوں پر میرا خلیفہ تابعداری ہوا۔
۷ ؛ ہم کشتی نوح ہیں اس دریا میں اے نوجوان اس کشتی سے منہ نہ پھیرنا۔

۵ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ ۔ یہ فاء ترتیب کے لئے ہے کہ احوالِ اُخرویہ کو احوال
مرتب کرنا ہے یعنی قیامت میں ہم تمام اُمتوں سے سوال کریں گے درانحالیکہ ہم انبیاء علیہم السلام سے پو
کہ جن کے ہاں تم بھیجے گئے انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ اور ہم پیغمبرا
علیہم السلام سے بھی پوچھیں گے کہ تمہاری امتوں نے کیا کہا۔ اس سے کافروں کو توبیخ اور انہیں تبہ
مطلوب ہے۔

سوال ؛ دوسری آیت میں امت سے سوال کی نفی ہے "قال و لا یسال عن ذنوبہم المجرمون"
جواب ۱ ؛ استعلام کے سوال کی نفی ہے یعنی اُن سے صرف حالات کے اظہار کا سوال نہیں ہوگا۔ اگرچہ
کے طور۔
جواب ۲ ؛ سوال ہوگا موقف حساب میں لیکن ان سے موقف عقاب میں سوال نہ ہوگا بلکہ حساب کے بعد
بغیر جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔
جواب ۳ ؛ (فخر الدین رازی) تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اُن سے ان کے اعمال کے متعلق سوال ہوگا بلکہ
کے اسباب کے متعلق ہوگا کہ یہ اعمال تم نے کیوں کئے اور ان کے ارتکاب پر کس چیز نے تمہیں ابھارا

marfat.ocm
Marfat.com

صَنَّ عَلَيْهِمْ۔ جب انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے۔ "لاعلم لنا انک انت علام الغیوب"
ہیں بیان کریں گے (یعلم) علم سے اس لئے کہ ہم ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتے ہیں وَمَا كُنَّا
ہیں اور ہم اُن سے کسی وقت بھی غائب نہیں اس لئے ہمارے سے ان کے اعمال و احوال مخفی نہیں
رہ : قیامت میں رسل کرام علیہم السلام کہیں گے "سَلِّمْ سَلِّمْ" ۔ انہیں اپنی امت کا بہت بڑا خوف ہوگا
وہ عذابِ الٰہی سے مامون و محفوظ ہوں گے۔ لیکن قربِ الٰہی کی وجہ سے خائف ہوں گے۔ وہ ظاہر و مظہر
ن کے بواطن ضلالت و گمراہی کی ہر طرح کی گرد و غبار سے محفوظ رہے اور اُن کے ظواہر کے لئے
مخالفت کا پہلو بھی نہیں نکل سکتا۔ وہ ہر طرح کے امن و سکون میں ہوں گے کہ انبیاء علیہم السلام
ن مراتب سے بوجہ خوشی رشک کریں گے۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی اُمتوں کا خوف ہوگا
ہیں کسی قسم کا خطرہ ہی نہیں ہوگا۔

ت میں کون لوگ محفوظ ہوں گے

جس کی موت اس حالت میں واقع ہوئی کہ
(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔
(۲) نبی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا۔
(۳) ہر عمل صالح اخلاص سے کرتا تھا۔
(۴) سحر اور جادو سے پاک تھا۔
(۵) مسلمانوں کے ناحق خون نہیں بہاتا تھا
(۶) اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا خیر خواہ تھا۔
(۷) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے فرمانبردار بندوں سے محبت کرتا تھا۔
(۸) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے باغیوں سے بغض رکھتا تھا۔

کو عرشِ الٰہی کے نیچے جگہ ملے گی اور قیامت کے ہر غم اور الم سے محفوظ ہو جائے گا اور جو ان امور میں کسی ایک
ب کرتا ہوا مرا یا دینی باتوں میں سے اس کا دل بگڑا یا شک کیا تو وہ قیامت میں ایک ہزار سال سخت
لم والم اور عذاب میں مبتلا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی جس طرح چاہے، فیصلہ فرمائے۔

ت کندہ کا بادشاہ بہت بڑا عیاش تھا ہر گھڑی عیش و عشرت میں گزارتا۔ ایک دن شکار یا کسی کام
کے لئے گھر سے نکلا۔ دُور جا کر لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔ ایک جگہ دیکھا کہ ایک شخص نے مُردوں کی
یاں جمع کی ہوئی ہیں اور انہیں لے کر بچوں کی طرح الٹ پلٹ کر رہا ہے۔ بادشاہ نے اُس سے پوچھا اے
یہ کیا کر رہے ہو اور تجھے کیا ہے کہ رنگ فق ہے اور حالت تبدیل ہے اور اکیلا جنگل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُس نے

marfat.ocm
Marfat.com

کہا بھائی کیا پوچھتے ہو۔ میں دور کا مسافر ہوں اور مجھے دو سپاہی ایسے گھر کی طرف دھکیلتے جا رہے ہیں جس گھر میں نہ
ساتھی اور نہ کوئی آرام کے اسباب نہایت ہی ویرانہ اور سخت تاریک ماحول میں اور گہرائی کا کیا کہنا اور ٹھہرنے کے
طبیعت کو سخت کراہت و نفرت، وہاں مجھے سوائے گلنے اور سڑنے اور تباہی و ہلاکت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ایسی جگہ
تک مجھے بھیجا جا رہا ہے وہ زمین کے اوپر نہیں بلکہ زمین کے اندر ہے۔ مجھے پھر اس میں ایک حال پہ نہیں رکھا
جائے گا بلکہ وہاں تنگی اور وحشت اور جسم کو کیڑے مکوڑے کھا جائیں گے اور میرے جسم کی بوٹی بوٹی نوچ لیں
اور ہڈیاں چورہ چورہ ہو جائیں گی تو پھر جسم کو پہلے کی طرح کیا جائے گا باوجودیکہ اب تک یہ نہیں پتہ کہ میرے
انجام کیا ہوگا۔ نام معلوم مجھے سعیدوں میں رکھا جائے گا یا بدبختوں میں۔ مجھے پھر اس گھر سے نکال کر میدان حشر
لے جائیں گے۔ اس میں مجھ سے زندگی بھر کے جرائم و معاصی و دیگر اعمال کے متعلق بہت بڑی دیر تک حساب ہوتا رہے
گا۔ پھر معلوم نہیں مجھے کونسی دار میں رہنا نصیب ہو۔ اب سوچ کر بتلائیے جس کا یہ حال ہو وہ کس طرح عیش و عشرت
سے گزارے۔ بادشاہ اس کی یہ بات سن کر خوفزدہ ہو کر گھوڑے سے اترا اور اس مرد کے قریب بیٹھ گیا اور اس کی
باتوں سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میرے دل پر ان کا گہرا اثر ہوا ہے مہربانی کر کے کچھ اور سنائیے اس
مرد سے کہا تمہیں معلوم ہے یہ ہڈیاں کیسی ہیں۔ بادشاہ نے کہا فرمائیے۔ اس مرد نے کہا یہ ان بادشاہوں کی ہڈیاں
جنہیں دنیا نے دھوکہ دیا اور اس کی رونقوں کے فریب میں آ گئے اور ان کے دلوں کو دنیا کی رنگینیوں میں پھنسا
اور موت کے جھٹکوں کو بالکل فراموش کر بیٹھے یہاں تک کہ ان پر موت نے حملہ کیا۔ جس سے ان کی تمام تمنائیں
مل گئیں اور ان کی تمام شان و شوکت ملیا میٹ ہو گئی یہی ان کی ہڈیاں ہیں جنہیں چند دنوں کے بعد جسم دیکھا
جائیں گے۔ اُن سے دنیا کی نعمتوں کا حساب ہوگا۔ پھر یا انہیں دار القرار (بہشت) میں جانا نصیب ہوگا یا
والبوار (جہنم) میں۔ یہ کہہ کر وہ نوجوان بادشاہ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنے ساتھیوں
جا ملا لیکن اس کا حال متغیر تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جب رات ہوئی تو شاہی لباس اتار کر پھٹے پرانے
پہنے اور راتوں رات وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور مرتے دم تک اسی حال پر رہا۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ؎

افنی القرون التی کانت صنیعتہ
کرالیسیلات اقبالا و ادبارا
یا راقد باللیل مسرورا باولہ
ان الحوادث قد یطرقن اسحارا
لا تامنن بلیل طاب اولہ
ضرب اخر لیل اجمر النار

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ : بہت سے خوشگوار زمانہ کے لوگوں کو راتوں کی آمد و رفت نے فنا کیا۔ اے پہلی رات کو خوش ہو کر سونے والو۔ (خوف کرو) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آخری رات کو حوادث گھیر لیتے ہیں پہلی رات کے سہانے سے خوش ہو کر نہ سو (ممکن) ہے کسی غلطی سے، تم رات کے آخر میں جہنم کا ایندھن بن جاؤ۔

حضرت امام زین العابدین کی نصیحتیں

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس اترانے والے متکبر سے تعجب ہوتا ہے کہ وہ نہیں سمجھتا کہ کل نطفہ تھا چند روز کے بعد اسے جیفہ بنا کر مٹی میں دبا دیا جائے گا اور اس شخص پر بھی بڑا تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق شک کرتا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ یہ تمام مخلوق اس کی پیدا کردہ ہے اور اس بندے پر بھی تعجب ہے جو قیامت کا انکار کرتا ہے حالانکہ اسے یقین ہے کہ دنیا فانی ہے اس انسان پر بھی تعجب ہے جو دارِ فنا کے لئے تو کمائی کرتا ہے لیکن دار بقا کے لئے کچھ نہیں کماتا۔

سبق دانا پر لازم ہے کہ اپنی گذشتہ زندگی سے عبرت پکڑے۔ اس وقت افسوس کے ہاتھ ملے گا جبکہ قضاء و قدر کا پیغام پہنچیگا۔ طریق حق کے لئے جدوجہد کرے اور ہر صبح و شام اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بسر کرے۔ موت کے نزول سے پہلے ہی تیار رہے۔ وقت ہوا کی طرح گزر جائے گا۔ غور کیجئے اب وہ بدبخت کہاں ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے تھے۔ انہیں بھی دارِ جزاء کی طرف دھکیلا گیا ہے ایک دن یہ دنیا فنا ہو جائے گی۔ پھر اس عالم دنیا پر کوئی نہ ہوگا فرشتے۔ جن بنو آدم سب کو فنا ہے اس وقت تمام اعمالنامے لپیٹ لئے جائیں گے اور سوال و جواب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سب حاضر ہوں گے پھر ہر چھوٹا بڑا عمل سامنے آ جائے گا۔ بدبختوں کو بدبختی اور نیک بختوں کو سعادت نصیب ہو گی۔ اے اللہ ہم موت کی یاد کا سوال کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہمیں ہر وقت اطاعت کی توفیق نصیب ہو اور ظاہری باطنی طور سیدھے راہ پر چلنے کی طاقت حاصل ہو اے قادر قوت رب کریم ہم ضعیفوں کی مدد فرما۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ

وَالْوَزْنُ یعنی وزن اعمال یعنی واضح کرنا کہ راجح عمل کونسا ہے اور کمزور کون اور انمیں کھرا کون ہے اور کھوٹا کون۔ فارسی میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا کہ "سنجیدن اعمال ہر یک" کے اعمال کی تول الحق ہے۔ فارسی میں اس کا ترجمہ ہے "راست و بودنی" سچ اور ہونے والی بات ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ پس جس کے اعمال بھاری ہوں گے یعنی وہ نیکیاں جو تولی جائیں گی اگر بوجھل ہونگی موازین موزوں کی جمع ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ میزان کی جمع ہو۔ بوجہ مختلف ہونے موزونات اور متعدد ہونے وزن کے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ موازین کو جمع لانے میں راز یہ ہے کہ ہر ایک بندے کے مناسب حال پر علیحدہ علیحدہ ترازو کھڑے کئے جائیں گے۔ مثلاً بدن کے لئے ایک ترازو ہو گا کہ اس سے

marfat.ocm
Marfat.com

بدن کے اوصاف تولے جائیں گے۔ اسی طرح سر کا ترازو ہوگا۔ اس سے اس کے احوال تولے جائیں گے خفی کا ایک اور ترازو ہوگا اس سے اس کے اخلاق تولے جائیں گے۔

فائدہ : خفی لطیفہ روحانیہ کا نام ہے یہی اخلاق ربانیہ کے فیض کے قابل ہے۔

حدیث شریف حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خلق حسن کا بوجھ تمام اعمال سے زیادہ وزنی ہوگا اس لئے کہ خلقِ حسن بندوں کے اوصاف سے نہیں بلکہ رب العالمین کی صفت ہے اس لئے بندوں کو حکم ہے کہ وہ اخلاقِ الٰہیہ کی عادت پیدا کریں۔

فَاُولٰٓئِكَ لفظ من کے معنی میں جمع کے معنی کا اعتبار کرکے اشارہ جمع کا لایا گیا۔ هُمُ یہ ضمیر فصل کی ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ اَلْمُفْلِحُوْنَ وہی لوگ کامیاب ہیں یعنی نجات وثواب پانے والے وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ " فارسی میں اس کا ترجمہ یوں ہے" عملہائے وزن کردہ اوشاں سبکی بمعصیت خواہد بود" یعنی جس کے عمل ہلکے ہوں گے یعنی دوسرا پلڑا گناہوں کی نحوست سے ہلکا ہلکا فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی فطرت سلیمہ (کہ جس پر ان کی تخلیق ہوئی) کو ضائع کر دیا اور ایسے اعمال کا ارتکاب کیا جو عذاب کے سبب بنے تو انہوں نے اپنے نفوس کو خسارے میں ڈالا۔

فائدہ : حدادی نے فرمایا کہ" خسران یعنی اس اعمال ضائع کر دینا اور انسان کا اس اعمال اپنا نفس ہے پھر جب وہ برے اعمال سے ہلاک و تباہ ہوا تو گویا اس نے نفس کو ضائع کر دیا۔ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۔ بوجہ اس کے کہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ یعنی ان کی تصدیق کے بجائے تکذیب کی اور بِمَا خَسِرُوْا کے متعلق ہے اور ھا مصدریہ اور بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ کے متعلق ہو کر تکذیب کے معنی کو متضمن ہے۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ترازو صرف اہلِ حق اور ارباب صدق اور نیک عمل والوں کے لئے ہوگا اہل باطل کے لئے کوئی ترازو نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔

حدیث شریف : قیامت کے دن ایک ایسے مرد کو لایا جائے گا کہ دنیا میں بہت بڑا عظیم المرتبہ بڑا قد آور اور کھاتا پیتا تھا اُسے تولا جائے گا تو مکھی کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہیں ہوگا۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ وزن صرف اشخاص کا ہوگا نہ کہ اعمال کا جیسا کہ بعض علماء کا مذہب ہے لیکن جمہور کا مذہب ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا ان اعمال کے صحیفے ہوں گے وہی صحیفے ترازو میں رکھے جائیں گے اس ترازو کے دو پلڑے ہوں گے اسے تمام لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تاکہ حق تعالیٰ کے عدل و انصاف کا ظہور ہو اور مجرموں کا عذر ختم ہو جب کہ اللہ تعالیٰ اُن سے سوال فرمائے گا تو وہ اپنے گناہوں کا انکار کریں گے لیکن ان کی زبان اور دوسرے اعضاء گناہوں کی گواہی دیں گے اس کے بعد حضرات انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام اور دوسرے گواہ بھی گواہی دیں گے اور اُن کے اعمال اعمال ناموں میں

marfat.ocm
Marfat.com

کھڑے ہوں گے جنہیں مجرموں کے سامنے رکھ کر ان کی نیکیوں سے پڑھایا جائے گا۔ یہ یوم حساب کے وقت ہوگا۔

حدیث شریف: قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس کے ننانوے اعمالنامے کھولے جائیں گے جنہیں وہ بندہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا لیکن ایک ایسا پرچا نکالا جائے گا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا اس کے تمام اعمال ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں وہی کلمہ شہادت کا پرچہ رکھا جائے گا باوجودیکہ وہ پرچہ نہایت ہی چھوٹا ہوگا لیکن دوسرے تمام اعمال سے بوجھل ہو جائے گا۔

فائدہ: حدیث مذکور میں لفظ بطاقہ واقع ہوا ہے کاغذ کے اس چھوٹے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے کہ جو کپڑے کی پیٹ میں رکھ دیا جاتا ہے اسی پر کپڑے کی قیمت لکھتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی حکایت

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ الٰہ العالمین مجھے ترازو کی اصل صورت دکھائیے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سامنے ترازو کی اصل صورت ظاہر فرمائی۔ دیکھا تو اس کا ایک کونہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں۔ یہ دیکھ کر داؤد علیہ السلام پر غشی طاری ہوئی جب افاقہ ہوا تو عرض کی یا اللہ کس سے اس کے پلڑے کے لئے نیکیاں جمع ہو سکتی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے داؤد علیہ السلام میں جس بندے سے راضی ہو جاؤں تو صرف ایک کھجور کے صدقے سے اس پلڑے کو پُر فرما دونگا

فائدہ: تفسیر فارسی میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ترازو کا ایک ستون پچاس ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے اس کا ایک پلڑا نوری ہے دوسرا ظلماتی۔ نیکیاں نوری پلڑے میں اور برائیاں ظلماتی پلڑے میں رکھی جائیں گی۔

حکایت ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اُن سے پوچھا آپ کے ساتھ کیا ہوا انہوں نے فرمایا کہ میری نیکیاں اور برائیاں تولی گئیں میری برائیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اچانک ایک تھیلی آسمان سے اتری اور میری نیکی کے پلڑے میں رکھ دی گئی۔ اس سے میری نیکی کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ میں نے اس تھیلی کو دیکھا تو اس میں وہ مٹی کا ڈھیلا تھا جو میں نے ایک مسلمان کی قبر پر رکھا تھا۔

حکایت ایک دوسرے شخص کا واقعہ ہے کہ اس کے عمل نامے لائے جائیں گے تو اس کی برائیاں بھاری ہو جائیں گی اس کے بعد ایک بادل سا آسمان سے اُترے گا جو اس کی نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ جائے گا اس سے اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا پھر اسے کہا جائے گا تجھے معلوم ہے یہ کیا ہے کہا واللہ اعلم۔ اُسے کہا گیا یہ تیرا علم ہے اسی کی برکت سے تیرا کام بن گیا۔ یعنی وہ علم کہ تو لوگوں کو پڑھاتا تھا۔

حکایت ایک اور شخص کا واقعہ ہے کہ اس کے دونوں پلڑے برابر ہو جائیں گے یعنی نیکیاں اور بدیاں برابر ہو جائیں گی عرض کرے گا یا اللہ اب میرا کیا ہوگا کہ نہ میں بہشتی اور نہ دوزخی۔ اس کے بعد ایک پرچہ اس کی

marfat.ocm
Marfat.com

بریوں میں اچانک آکر پڑے گا تو اس کی برائیاں بوجھل ہو جائیں گی دیکھا جائے گا تو اس میں وہ جھڑکی ہو گی جو اس نے اپنے ماں باپ کو کی ہو گی اور یہ گناہ اتنا بوجھل ہے کہ پہاڑ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس کے بعد حکم ہو گا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ۔ بندہ عرض کرے گا مجھے جہنم سے تو انکار نہیں لیکن ایک دفعہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں لے جاؤ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے میرے ہاں لے آؤ۔ جب وہ حاضر ہو گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے باپ کے بے فرمان تو مجھے کیا کہتا ہے عرض کرے گا یا اللہ مجھے معلوم تھا کہ میرے باپ نے جہنم میں جانا ہے۔ جیسا کہ اس کے اعمال تھے۔ میں نیکیوں پر بھروسہ کرتا تھا کہ میں بہشت میں جاؤں گا لیکن مجھے وہ بہشت دوہرا عذاب محسوس ہوتی جب کہ والد دوزخ میں ہو اس سے میرا ارادہ تھا کہ جہنم میں جاکر اسے چھڑا لوں گا اور جہنم میں جانے کا یہی واحد سبب تھا۔ جو میں نے کیا اللہ تعالیٰ اُس کی اس بات سے خوش ہو کر فرمائے گا کہ دنیا میں تو باپ کا بے فرمان رہا اب آخرت میں اُس کی فرمانبرداری کا دم بھرتا ہے۔ جا میں نے تجھے بخش دیا اور تیرے والد کو بھی۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

طمع ز فیض کرامت مبر کہ خلق کریم
کہ بخشد و بر عاشقاں ببخشاید

ترجمہ: فیض کرامت سے امید منقطع نہ کر۔ وہ بخشتا ہے اور بخشتا بھی عشاق کو ہے

بے حساب و بے کتاب

ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جو بغیر حساب و کتاب بہشت میں داخل ہوں گے اُن کے لئے کوئی ترازو نہیں لایا جائے گا۔ اس طرح اہل مصیبت کیلئے بھی کوئی ترازو نہیں رکھا جائے گا ان پر اجر و ثواب موسلا دھار بارش کی طرح برسے گا اس وقت دنیا میں تندرست رہنے والے لوگ آرزو کریں گے کاش ہمارے اجسام کو مقراضوں سے کاٹا جاتا جب کہ وہ بیماری و تکلیف والوں کے اجر و ثواب ملاحظہ کریں گے اس لئے کہ وہ لوگ بہشت کے ایک درخت کے سایہ تلے ہوں گے۔ شجرۃ البلوی نام ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

تفسیر صوفیانہ

اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ توحید رسمی کے لئے ترازو رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ اس کی خدیائی جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث سجلات سے معلوم ہوا توحید حقیقی کے لئے ترازو رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ اس کا مدمقابل کوئی نہیں اس لئے کہ ایمان و کفر کا اجتماع محال ہے۔ البتہ ایمان اور سیئات کا اجتماع ہوا کرتا ہے اس لئے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ افضل الاذکار ہے اور صرف اللہ اللہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر افضل ہے۔ یہی عارفین کا مذہب ہے کیوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جامع ذکر ہے اس لئے کہ اس میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی اور علم و عرفان پر مشتمل ہے جس سے خلق کے عین کی نفی صرف حکماً

marfat.ocm
Marfat.com

کی اور علماً نہیں تو اس نے حق کا اثبات کیا حکماً بھی علماً بھی اور اللہ جامع جمیع الاسماء ہے اور وہ صرف ایک ہے کسی دوسرے پر اس کے اطلاق کا شائبہ تک نہیں۔ یہی ذات حق کا مستحق ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں سے اونچا نیچا کرنا۔

فائدہ: حضرت الشیخ الاکبر قدس سرہ اللہ نے فرمایا کہ میزان صرف سات اعضاء کے اعمال کے لئے ہے اور وہ اعضاء سات یہ ہیں (۱) سمع (۲) بصر (۳) زبان (۴) ہاتھ (۵) پیٹ (۶) فرج (۷) پاؤں۔

فائدہ: اعمال معنویہ کے لئے بھی میزان ظاہری نہیں بلکہ ان کے لئے عدل کا ترازو ہوگا وہ بھی معنوی ترازو ہے اس سے واضح ہوا کہ ظاہری اعمال کے لئے ظاہری ترازو ہوگا اور معنوی اعمال کے لئے معنوی ترازو ہوگا۔ اس لئے کہ ہر شے اپنی جنس کے بالمقابل ہوتی ہے۔

فائدہ: علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حساب کے اختتام کے بعد ہی ترازو رکھا جائے گا اس لئے کہ اعمال کا وزن جزاء کے لئے ہوگا اور وہ محاسبہ کے بعد ہی موزوں ہے کیوں کہ محاسبہ تقریر اعمال کے لئے ہوتا ہے اور وزن مقادیر کے اظہار کے لئے تاکہ جزاء اسی کے مطابق دی جائے۔ (کذا فی تفسیر الفاتحہ للفناری)

سبق: ہر رجال پر لازم ہے کہ وہ خیرات و حسنات و طاعات میں سبقت کرے بالخصوص وہ حسنات جو سب سے افضل و اعلیٰ ہو اور وہ کلمۂ شہادت ہے اس لئے کہ اعمال میں یہی سب سے زیادہ وزنی ہے تاکہ اسے کامیاب لوگوں کے زمرہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہو۔

تفسیر عالمانہ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ۔ اور بے شک ہم نے تمہیں زمین پر قدرت بخشی یعنی تمہارے لئے زمین پر مکان و قرار بنایا اور تمہیں اس میں تصرف کرنے کی قدرت دی کہ جیسے چاہو اس میں تصرف کرو۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ اور تمہاری اس میں وجہ معاش بنائی یعنی اس میں تمہاری ضروریات و مصلحتوں کے لئے اسباب پیدا کئے تاکہ تم اس میں زندگی بسر کرسکو معاش معیشۃ کی جمع ہے وہ شے جس سے زندگی بسر کی جائے۔ مثلاً کھانے پینے و دیگر ضروریات کی اشیاء یہ قریش کو خطاب ہے اس لئے کہ انہیں جملہ عرب پر فضیلت تھی پھر وہ گرمیوں میں ملک شام میں اور سردیوں میں ملک یمن میں تجارت کے لئے جاتے انہیں ایسے سفروں میں کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا جیسے اور جب چاہتے چلے جاتے۔ انہیں کسی سے کوئی خوف نہ تھا اور لوگ عزت و احترام سے پیش آتے اس لئے کہ حرم شریف سے نسبت رکھتے اور اس کے مجاور تھے۔ لوگ ان کے گرد جمع ہوتے اور وہ تجارت کے کام میں سے اپنے کھانے پینے و دیگر ضروریات پہ کامیاب تھے۔ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ تم میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو میری دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ "تمکین" لفظ عام اور جامع ہے اس سے ہر قسم کے اسباب خیر کی تحصیل کی تمہید و تسہیل و قدرت مراد ہو سکتی ہے وہ دینی ہو یا دنیوی یا آخروی

marfat.ocm
Marfat.com

اسی طرح کمال استعداد المعرفۃ والمحبۃ اور طلب اور سیر الی اللہ ونیل الوصول و الوصال وغیرہ اور یاد رہے کہ اس تمکین کا شرف صرف حضرت انسان کو نصیب ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اس وجہ سے وہ مسجودِ ملائکہ ٹھہرا اور اسی سے اس کی خلافت کا امر پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اور وہ نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام سے مخصوص ہے بلکہ اس کی اولاد کو بھی یہ دولت عطا ہوئی چنانچہ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ کے عموم سے معلوم ہوتا ہے یعنی اے بنو آدم علیہ السلام ہم نے تمہیں زمین کی خلافت بخشی جو کہ اور کسی دوسرے زمین کے مکینوں کو نصیب نہ ہوئی اور نہ ہی آسمان والوں کو اور صرف تمہیں اُس کی معاش سے ہر قسم کی اشیاء بخشیں کہ تمہارے اندر ملکیت حیوانیت شیطانیۃ کے جواہر رکھ دیئے گئے کہ تم اُن سے دنیا میں زندگی بسر کرو۔ یا معنیٰ یہ ہے کہ تمہارے لئے انہیں میں وجہ معاش بنائی ہے کہ تم ان چہار عناصر یعنی ملکیت شیطانیہ حیوانیہ و انسانیہ کا مجموعہ ہو۔ اس بنا پر ملکی معیشہ انسان کے روح کو نصیب ہوئی اور حیوانی اس کے بدن اور شیطانی اس کے نفسِ امارہ کو جب کسی کو یہ تینوں معیشتیں نصیب ہوتی ہیں تو وہ اس ترکیب سے مرتبۂ انسانیت کو پاتا ہے۔ اسی طرح کا مجموعہ نہ ملک کو نصیب ہے نہ کسی دیگر حیوان کو اور نہ شیطان کو اور انسانی مراتب یہ ہیں (۱) قلب (۲) سر (۳) خفی قلب کی معیشت شہود اور سر کی معیشت کشوف اور خفی کی معیشت وصال وصول، قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ بہت تھوڑے ہیں جو ان نعمتوں کا شکر کرتے ہیں۔ وہ نعمتیں یہ ہیں (۱) نعمۃ التمکین (۲) نعمۃ الانس، ان نعمتوں کو سامنے رکھ کر انہیں بیان کرو اس لئے کہ نعمتوں کو جاننا شکر ہے تو انہیں بیان کرنا بھی شکر ہے (کذا فی التاویلات النجمیہ) ؎

نعمت بے شکر گزار ندہ اندکیست
گوئندۂ سپاسِ الٰہی زصد یکیست

ترجمہ: نعمتیں بہت لیکن شکر کرنے والے کتنے ہیں۔ اللہ کا شکر کرنے والا سو میں ایک ہے

قاعدہ جو نعمت کا شکر نہیں کرتا کبھی اُس سے وہ نعمت چھین لی جاتی ہے اور اس سے بھی نعمت چھن جاتی ہے جو اس کی قدر نہیں کرتا۔

حکایت مروی ہے کہ کسی نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ بلعم باعورا کو اتنی بڑی نعمتیں اور کرامتیں دیکر اس سے کیوں چھینی گئیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسے جب سے یہ نعمتیں اور کرامتیں عطا کیں اس نے کبھی کسی ایک دن بھی اس کا شکر ادا نہ کیا۔ اگر وہ ایک دفعہ بھی ان کا شکر ادا کرتا تو کبھی اس سے یہ نعمتیں و کرامتیں نہ چھینتا۔

marfat.ocm
Marfat.com

سبق اے بندۂ خدا ضرور فکر کر اللہ تعالیٰ ہر نعمت پر شکر کرنے کی جدوجہد کر بلکہ اُس کی حمد بجا لا کہ اُس نے اپنی کرم نوازی سے تجھ اسلام جیسی نعمت سے نوازا۔ مثلاً اپنی تسبیح و تہلیل کی توفیق بخشی اور [illegible] استعمال کرنے سے بچایا جو اس کی نافرمانی کا موجب ہے۔ یہی اس کا لطف ہے کہ ہم اس کا شکر ادا کریں تو مزید نعمتوں سے نوازتا اور ایسی ذلت سے بچاتا ہے کہ اسکے بندے سے نہیں ہٹاتا ورنہ سب سے بڑی ذلت و خواری اس کے لئے یہی ہے کہ بہت بڑے درجہ سے نیچے گرا دیا جائے بلکہ اس سے وہ عہدہ و مرتبہ چھین لیا جائے اسے کہتے ہیں الا یتہ بعد الاکرام یا عزت سے کر ذلیل کرنا۔ المعروف بالتقریب (قربت سے نکالنا) مشہور ہے۔ "الفراق بعد الوصل" وصال دیگر جدا کر دینا۔

شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں

۱ ؎ نداند کسے قدر روز خوشی
گر روزے افتد بسختی کشی

۲ ؎ مکو تکیہ بر دست گاہے کہ ہست
کہ باشد کہ نعمت نماند بدست

۳ ؎ بسا اہل دولت بیازی نشست
کہ دولت برفتش بیازی زدست

۴ ؎ فضیحت بود خویشتن اندوختن
پس از خرمن خویشتن سوختن

۵ ؎ تو پیش از عقوبت دعفو کوب
کہ سودے ندارد فغاں زیر چوب

۶ ؎ اگر بندہ کوشش کند بندہ وار
عزیزش بدارد خداوند گار

۷ ؎ وگر کند ایست در بندگی
ز جانداری افتد بجز بندگی

ترجمہ ۱ ؎ خوشی کے ایام کی قدر کوئی نہیں جانتا تو ایک دن وہ سختی کھینچنے میں مبتلا ہوگا۔

۲ ؎ اس طاقت پر جو تجھے ملی ہے تکیہ نہ کر ہو سکتا ہے تیرے ہاتھ میں یہ نعمت نہ رہے۔

۳ ؎ بہت سے دولتمند کھیل کود میں بیٹھے ہی تھے کہ ان کے ہاتھ سے دولت چھین لی گئی۔

باقی صہ پر

marfat.ocm
Marfat.com

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ
اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا آدم کو سجدہ کرو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ
تو وہ سب سجدے میں گرے مگر ابلیس یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب
اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝
میں نے تجھے حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا
قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ
فرمایا تو یہاں سے اتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ہے ذلت
الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ
والوں میں بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا تجھے مہلت
الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝
ہے بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا
ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ
پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان
شَمَاۗىِٕلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ
کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا
لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ
ضرور جو ان میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا اور اے آدم تو اور تیرا
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا
جوڑا جنت میں رہو تو اس سے جہاں چاہو کھاؤ اور اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ ہو جاؤ
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا
بڑھنے والوں میں ہو گے پھر شیطان نے ان کے جی میں وسوسہ ڈالا کہ ان پر کھول دے ان کی شرم کی چیزیں جو
مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا
ان سے چھپی تھیں اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم
مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝
دو فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں

marfat.ocm
Marfat.com

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ
تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر
عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ
جنت کے پتے چپٹانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا
وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا
اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا
وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا
آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔ فرمایا اترو تم میں
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا
ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے فرمایا اسی میں
تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع
جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے اٹھاؤ گے

بقیہ ص

۴ : رسوائی ہے خوشے جمع کرنا اپنی خرمن جلانے کے بعد۔
۵ : سزا سے پہلے معافی کا دروازہ کھٹکا۔ ڈنڈہ برسنے وقت فریاد بے سود ہے۔
۶ : اگر بندہ بندوں کی طرح کوشش کرے تو اس سے مالک پیار کرتا ہے۔
۷ : اگر خدمت میں سستی کرے تو عزت سے ذلت میں گریگا۔
اے اللہ ہمیں ناشکری سے بچا اور ہر گھڑی اور ہر آن ہمیں شکر کرنیکی توفیق عطا فرما۔

marfat.ocm
Marfat.com

اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے[۲۲] دونوں نے عرض کی کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ بُرا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے[۲۳] فرمایا اُترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے[۲۴] فرمایا اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں اٹھائے جاؤ گے"[۲۵]

تفسیر عالمانہ "وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ۔ اور ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری تصویر بنائی یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو پہلے مٹی سے بلا صورۃ مخصوصہ بنایا۔ اس کے بعد اس کا نقشہ تیار کر کے اس کی صورت بنائی یعنی سارے آدم علیہ السلام کی مکمل تخلیق مراد ہے گویا یوں کہا گیا کہ پہلے ان کی تخلیق کا ارادہ ہوا پھر اس کی مکمل تخلیق فرمائی یا یہ مراد ہے کہ ان کی اولاد کو زمین پر آباد کیا۔ اگر صرف آدم علیہ السلام مراد ہیں احسان کی اطلاق ان کے ضمن میں مطلوب ہے تو ضمیر کا جمع لانا مجازی ہے ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ پھر ہم نے تمام ملائکہ سے فرمایا اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں کہ لفظ عام ہے اور اس کا مخصص بھی کوئی نہیں۔ اِسْجُدُوْا لِاٰدَمَ آدم علیہ السلام کو تحیۃ تکریم کا سجدہ کرو۔ اس لئے شرعی سجدہ یعنی عبادت کی نیت پر سر زمین پر ٹیکنا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے فَسَجَدُوْٓا حکم سنتے ہی بلا جھجک تمام فرشتے سجدے میں گر گئے "اِلَّآ اِبْلِيْسَ" لیکن شیطان ابلیس لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ" ان حضرات سے نہ ہوا جنہوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کو تو سجدہ کرتا تھا[۱۲] قَالَ یہ نیا جملہ ہے اور سوال کا جواب ہے گویا پوچھا گیا کہ جب شیطان نے سجدہ نہ کیا تو اسے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا تو اس کے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "مَا" کونسی شئے نے مَنَعَكَ اِلَّا تَسْجُدَ تجھے سجدہ کرنے سے روکا۔ لفظ لا لئلا یعلم اھل الکتاب کی طرح صلہ کا ہے۔ وہاں بھی یہی مطلب ہے کہ اہل کتاب کا علم محقق ہو جائے جیسے یہی مطلوب ہے کہ ابلیس کا سجدے سے انکار محقق ہو جائے۔ اِذْ اَمَرْتُكَ جب کہ میں نے تجھے حکم فرمایا۔ قَالَ ابلیس نے کہا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ مجھے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے اس بات نے روکا ہے کہ میں اس سے افضل ہوں۔ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ تو نے مجھے آگ سے اور اُسے مٹی سے پیدا کیا۔ نار ایک نورانی لطیف جوہر ہے اور طین ظلمانی اور کثیف جسم ہے لہٰذا نار طین سے افضل ہوئی۔ وہ لعین فضیلت کا دارومدار مادیہ عنصریہ کو سمجھ بیٹھا۔ تب ہی تو دھوکا کھا گیا۔

۱۲ : ز آدمی ابلیس صورت، دید و بس
غافل از معنی شد آں مردود خس

۱۲ : نیست صورت، چشم را نیکو بحال
تا بینی شمع نورِ جمال

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ ۱ : ابلیس ملعون آدمی کا صرف ظاہر دیکھتا ہے کیونکہ معنی سے غافل ہوتا ہے۔
۲ : بال کی طرح آنکھ لگائے رکھنا چاہئیں اس سے ہٹ کر نور جلالی کی شعاعیں دیکھ۔
کسی نے کیا خوب فرمایا ہے

۱ : صورتِ خاک ار چہ دارد زیر و زبر گی و تیرگی
نیک بنگر کز و مجلی صفا و ز صفاست
۲ : ایں ہمایوں خاک را کلک و صف او صاحبدلی
نکتہ گفتش کہ از و شد دیدۂ جانرا جلاست
۳ : جستن گوگرد احمر مر صنائع کردنست
روئے بر خاک سیاہ آور کہ کبریت ایست

ترجمہ ۱ : صورت خاک اگرچہ تاریکی و تاریک ہے (اندھیرا ہی اندھیرا ہے) اچھی طرح دیکھ اس لئے کہ معنی کا دیکھنا صفائی میں ہی ہے۔
۲ : اس مبارک خاک کے متعلق کسی صاحب دل نے نکتہ کہا ہے کہ اس سے دیدۂ ہی دیدۂ جان کو روشنی نصیب ہوتی ہے۔
۳ : گندھک سرخ کی تلاش سراسر ضائع کرنا ہے اسی خاک سیاہ کی طرف توجہ کر یہ کہ سراسر کیمیا ہے۔
مثنوی شریف میں ہے ؎

۱ : گفت نار از خاک بے شک بہتر است
من ز نار او ز خاک اکدر ست
۲ : پس قیاس فرع بر اصلش کنیم
او ز ظلمت من ز نور روشنیم
۳ : گفت حق نے بلکہ لا انساب شد
زہد و تقوی فضل را محراب شد
۴ : ایں نہ میراثِ جہاں فانیست
کہ با نسابش بیان جانیست
۵ : بلکہ ایں میراثِ انبیاء ست
وارث ایں جانہا اتقیا ست

marfat.ocm
Marfat.com

۶ : پُور آن بوجہل شد مؤمن عیاں
پُور آں نوح نبی از گمرہاں

۷ : زادۂ خاکی منور شد چو ماہ
زادۂ آتش توئے اے روسیاہ

۸ : ایں قیاسات و تحری رُد زابر
یا بشب مر قبلہ را کردست خبر

۹ : لیک با خورشید و کعبہ پیش رو
ایں قیاس و ایں تحری را مجو

۱۰ : کعبہ نادیدہ مکن رَو رَو متاب
از قیاس واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ ۱ : کہا کہ نار خاک سے بہتر ہے میں نار سے ہوں اور وہ میلی پختگی سے ہے۔
۲ : تو فرع کا اصل پر قیاس کریں گے وہ اندھیرے سے میں روشن نور سے ہوں
۳ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا قانون لاانساب (نسب کی کوئی بات نہیں) زہد و تقویٰ فضیلت کی محراب (اصل) ہے۔
۴ : یہ میراث جہان فانی کی نہیں اسکی انساب تو روحانی میراث ہے۔
۵ : بلکہ یہ انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے ایسی جانوں کے وارث متقی ہیں۔
۶ : بوجہل کا بیٹا مومن (کامل) ہوا۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا گمراہوں میں مل گیا۔
۷ : مٹی کا پیدائشی روشن چاند کی طرح ہوگیا۔ آتش کا پیدائشی تو ہے اے سیاہ چہرے والا (لعنتی)
۸ : یہ قیاسات اور سوچیں ابر کے دن میں ہوتی ہیں یا رات میں کہ اسے قبلہ مجبوراً بنایا گیا۔
۹ : لیکن جب سورج سامنے اور کعبہ آگے ہو تو یہ قیاس اور سوچ کی تلاش کیوں۔
۱۰ : کعبہ دیکھے بغیر کسی طرف منہ نہ کر ہاں نظر نہ آئے تو قیاس سے منہ نہ پھیر (واللہ اعلم بالصواب)

تفسیر صوفیانہ

حضرت آدم علیہ السلام کی مسجودیت اور سجدہ کرنے والوں پر فضیلت اسی مٹی سے خیر ہونے کی وجہ سے نہیں تھی۔ اگرچہ ان کا یہ شرف بھی کچھ معمولی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ خود اپنے دستِ قدرت سے بنایا۔ کَمَا قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اور حدیث شریف میں ہے " خَمَّرَ اللّٰهُ طِينَةَ آدَمَ بِيَدِهٖ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا " آدم علیہ السلام کے گارے کو چالیس روز تک

marfat.ocm
Marfat.com

اپنے دستِ اقدس سے گوندھا۔ بلکہ اُن کی یہ خصوصیت و فضیلت نفخ رُوح سے تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلا واسطہ کما قال تعالیٰ ونفخت فیہ من روحی۔ اور اس خصوصی تجلی کی وجہ سے تھی جو نفخ رُوح کے وقت انہیں نصیب ہوئی۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے "ان اللہ خلق آدم فتجلی فیہ۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر انہیں اپنی خصوصی تجلی سے نوازا یہی وجہ ہے کہ ملائکہ کو ان کے سجدہ کا حکم تخلیق کے بعد نہیں بلکہ نفخ رُوح کے بعد ہوا چنانچہ فرمایا " انی خالق بشرا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین"

نکتہ: آدم علیہ السلام نفخ رُوح کے بعد تجلی حق کے مستعد ہو گئے کیوں کہ رُوح میں بوجہ لطافت و نورانیت تجلی حق کا استحقاق حاصل تھا۔ پھر وہ مٹی کا ڈھانچہ جس نے فیضِ الٰہی کو قبول کیا اور تجلی کے وقت اسے اپنے اندر محفوظ رکھا وہ سجود ملائکہ حق دار ٹھہرا۔ اس وجہ سے وہ حقیقی کعبہ کہلانے کا مستحق ہے اور حقیقی کعبہ ہونے کی وجہ سے ملائکہ کرام نے سجدہ کیا۔

تفسیر عالمانہ

قال: قال اللہ تعالیٰ نے فرمایا " فاھبط اے ابلیس اُتر جا منھا بہشت سے۔

سوال: ابھی بہشت کا ذکر نہیں ہوا۔ اور ضمیر اس کے لئے پہلے لائی گئی۔ اس سے ضمار قبل الذکر لازم آ گیا اور وہ ناجائز ہے۔

جواب: اس کے ساکنین کی وجہ سے وہ بہشت مشہور تھی اور کسی کی شہرت پر معہود فی الذہن کی بنا پر ضمیر لائی جاتی ہے

فائدہ: وہ اس وقت جنتِ عدن میں تھے نہ کہ جنت خلد میں اور اسی جنت عدن میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور ابلیس کو یہ امر سزا کے طور ہے جب کہ اُس نے حکم الٰہی سے انکار کر کے معصیت کا ارتکاب کیا۔

فما یکون لک تیرے لئے ناروا ہے یا نامناسب یا تیرے شان کے لائق نہیں کہ ان تتکبر فیھا یہ کہ تو بہشت میں تکبر کرے۔

مسئلہ: اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ باہر تکبر جائز ہے بلکہ وہ ہر جگہ ناجائز ہے۔ فاخرج پس نکل جا۔ فاھبط کی تاکید کے طور واقع ہوا ہے۔ انک من الصغرین بے شک تو ذلیلوں سے ہے یعنی تو اُن ذلت والوں سے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کے نزدیک ذلیل و خوار ہیں صرف تیرے تکبر کی وجہ سے۔

مسئلہ: آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس لئے اپنی درگاہ سے ہٹا کر بہشت سے نکالا کہ اُس نے تکبر کیا نہ کسی دوسری غلطی کی وجہ سے۔

حدیث شریف: جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی اسے اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ دے گا اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کرے گا۔ مثنوی شریف میں ہے

marfat.ocm
Marfat.com

۱ ؛ علتی بد ترز پندار کمال
نیست اندر جانت اے مغرور ضال

۲ ؛ از دل و دیدہ ات لبس خوں رود
ناز تو میجے بیروں رود

۳ ؛ علت ابلیس اناخیر بدست
دیں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

۴ ؛ گرچہ خود را بس شکستہ بیند او
آب صافی دادِن و سرگیں زیر جو

۵ ؛ چوں بشورا ند ترا در امتحان
آب سرگیں زنگ گردد در زماں

۶ ؛ در تگ جو ہست سرگیں اے فتی
گرچہ جو صافی نماید مر ترا

ترجمہ ۱ ؛ کوئی بیماری پندار (خیالی قیاس سے خود کو اچھا سمجھنا) سے بد۔ اے مغرور اے گمراہ تیری جان میں کوئی بیماری۔

۲ ؛ تیری دل اور آنکھ سے بہت خون جاری ہو گا یہ تیرا ناز و فخر اور عجب خارج ہو جائیگا

۳ ؛ اناخیر (میں بہتر ہوں) کی بیماری ابلیس کو ہوئی اور یہ بیماری مخلوق کے ہر نفس میں ہے۔

۴ ؛ اگرچہ وہ بظاہر خود کو نہایت عاجز ظاہر کرے اور صاف پانی کی طرح صاف ہو لیکن سرگین (گندگی) تو نیچے چھپی ہوئی ہے۔

۵ ؛ امتحان کے وقت تجھ سے ظاہر ہو جائے گی اسی وقت میں وہ سرگین کے پانی سے صاف پانی گدلا ہو جائے گا۔

۶ ؛ نہر کے تہہ میں اے نوجوان سرگین (گندگی) ہے اگرچہ وہ تجھے صاف نظر آتا ہے۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفس کی شرارتوں سے خون کے آنسو بہاتے تھے۔

حکایت منقول ہے کہ شہر کا قاضی حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا تمہاری طرح ہم بھی تو پڑھے ہیں لیکن جتنی تمہارے اندر کشش اور تاثیر ہے ہمارے میں نہیں اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ سیر بھر اخروٹ لے کر ایک برتن میں ڈال کر اپنے گلے میں ڈال دے اور برسر بازار اعلان

marfat.ocm
Marfat.com

کرتا جا کہ جب ایک طمانچہ لگے گا میں اسے ایک اخروٹ دوں گا۔ یہاں تک کہ تمام اخروٹ ختم ہو جائیں اسی طرح طمانچے کھاتے جاؤ اور اخروٹ دیتے جاؤ۔ جب تم اس طرح کرو گے تو تمہارے اندر بھی ہماری جیسی کشش اور تاثیر پیدا ہو جائے گی۔ قاضی نے کہا "استغفراللہ" حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا یہ تم نے دوسرے گناہ کا ارتکاب کیا اس لئے کہ تجھے تکبر سے بچنے اور خلوص پیدا کرنے کا نسخہ بتاتا ہوں اور تو اس پہ استغفار پڑھتا ہے یہی تو تکبر ہے جو تمہیں ہماری جیسی تاثیر اور کشش پیدا نہیں کرنے دیتا۔

روحانی نسخے : حضرت ابو جعفر بلخادی نے فرمایا چھ خصلتیں چھ آدمیوں سے اچھی نہیں ــــ
(۱) طبع علماء سے (۲) عجلت امراء سے (۳) بخل اغنیاء سے (۴) تکبر فقراء سے (۵) کینہ پن مشائخ سے (۶) خطرہ سلامت محاسبین سے۔

سبق : سالک کو توحید کا پابند ہونا لازمی ہے اس لئے کہ وہ سیف بتراں ہے کہ وہ گندی خصلت کو نفس سے کاٹ کر باہر پھینک دیتی ہے۔ قَالَ شیطان نے کہا جب کہ وہ بارگاہِ حق سے دھتکارا گیا۔ انظرنی مجھے مہلت دیجئے یعنی موت واقع نہ ہو۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ اس وقت تک جب کہ لوگ اٹھائے جائیں یعنی آدم علیہ السلام اور اگلی اولاد جزا کے دن اٹھائے جائیں۔ فنا ہونے کے بعد۔ اس سے نفخ صور ثانی مراد ہے اس سے اس ملعون کا یہ ارادہ ہوا کہ آدم اور آدم زادوں کو گمراہ کرنے اور ان سے ایمان کی پونجی چھیننے کا مقصد تھا اور ارادہ کیا کہ وہ موت سے بچ جائے گا قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انکَ من المنظرین ۝ بے شک تجھے مہلت دی گئی یعنی تو منجملہ ان لوگوں کے ہے جن کی عمریں نفخہ اولیٰ تک باقی رکھی جائینگی۔

سوال : شیطان نے مہلت مانگی نفخہ ثانیہ تک۔ تم نے آیت میں نفخہ اولیٰ کی قید کیوں لگائی۔

جواب : ہم نے اپنی طرف سے اضافہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ المنظرین کو دوسرے مقام پہ "الیٰ یوم الوقت المعلوم" سے تعبیر فرمایا ہے اور بالاتفاق الوقت المعلوم سے نفخہ اولیٰ مراد ہے اس لئے کہ اس دن تمام مخلوق مرے گی۔ اس میں ان کے ساتھ ابلیس بھی مرے گا۔

فائدہ : نفخہ اولیٰ و ثانیہ کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض دعا مستجاب ہوئی نہ کہ کل۔

مسئلہ : اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ استدراج کے طور کافر کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اس پر علماء کا فتویٰ ہے

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ فرمایا حالانکہ اس وقت سوائے ابلیس کے اور کوئی نہ تھا۔ گویا آنے والوں کو مدنظر رکھ کر کہا گیا۔

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ عجیبہ ابلیس زمانہ کی رفتار کے مطابق بوڑھا ہو کر پھر اسے تین سالہ بنایا جاتا ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ؎

غافلاں از مرگ مہلت خواستند
عاشقاں گفتند نے زود باد

ترجمہ : غافلوں نے موت سے مہلت چاہی لیکن عشاق نے کہا بہت جلد ہو۔

نکات : ابلیس کو مہلت دینے کے چند وجوہ ہیں (۱) وہ گمراہ کرنے پر زور لگائے اس سے واضح ہو کہ بندوں میں فرمانبردار کون ہے اور نافرمان کون ۔ گویا بندوں کی آزمائش کے لئے اسے مہلت دیدی (۲) اسے مہلت دیکر مخلصین کے ثواب میں اضافہ فرمایا تاکہ وہ اس کی شرارت سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے مستحق بنیں اور مجرموں کی سزا کا معیار قائم ہو جائے کہ نافرمانی سے یوں سزا ملتی ہے

(۳) اسے اس لئے مہلت ملی کہ اس نے لاکھوں سال آسمان وزمین پر عبادت کی اس کی عبادت کا ثمرہ اسے ابھی مل جائے تاکہ قیامت میں اس کا مطالبہ نہ کر سکے اور معلوم ہو کہ وہ کریم کسی کے عمل ضائع نہیں کرتا ۔

(۴) استدراجاً اسے طویل عمر عطا ہوئی کہ اسے معلوم ہو بھی نہیں کہ اس سے اس کا بیٹا غرق ہو رہا ہے کہ قیامت میں تمام اشرار وکفار سے اس کے جرائم کا انبار بڑھا ہوا ہوگا ایسے طویل عمر پانے سے مقتل والوں کو عبرت دلانے کے لئے ہے کہ طویل عمر ہونا کچھ اچھا معاملہ نہیں۔ اگر یہ معاملہ اچھا ہوتا تو شرارتیوں کے سردار کو لمبی عمر نصیب نہ ہوتی ۔

فائدہ : اسمیں اختلاف ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے بلا واسطہ کلام فرمایا یا کہ فرشتہ کا درمیان میں واسطہ تھا ۔ اصح یہی ہے کہ اس وقت اس سے فرشتے کے واسطے سے کلام کیا گیا۔ اس لئے کہ بلا واسطہ کلام کرنا ایک شرافت اور بزرگی اور عزت واحترام پر دلالت کرتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ کلام ان کی عزت واحترام کی وجہ سے تھا اور یہ مرتبہ صرف حضرت موسیٰ اور حضرت خلیل اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور بس ۔

سوال : بذریعہ پیغام اس سے ہمکلام ہونا بھی ایک شرافت ہے حالاں کہ یہ ابلیس کے لئے ثابت ہے جیسے تم نے بھی مانا ۔ پھر جیسے پیغام ابلیس وغیرہ کے لئے ثابت ہے اور اس سے شرافت اور بزرگی کا پہلو نہیں نکلتا کلام میں بھی ایسے ہی ہو۔

جواب کسی کی طرف پیغام بھیجنا ہمیشہ شرافت اور بزرگی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام حجت کے لئے بھی ہوتا ہے ۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فرعون اور ہامان کو میرا فلاں پیغام پہنچا دو تو اس سے

marfat.ocm
Marfat.com

ان کی شرافت کا کیا معنیٰ جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن تھے۔ بہرحال بلاواسطہ کسی سے ہمکلام ہونا ایک شرافت ہے جو ابلیس کو نصیب نہ ہوئی۔

سوال: قرآن مجید میں ہے "یوم ینادیھم" یہ ضمیر کفار کی طرف لوٹتی ہے قیامت میں کفار سے ہمکلام ہونا ثابت ہوا۔

جواب: وہاں بھی بالاتفاق یہ ندا ملائکہ کرام کے واسطہ سے ہوگی[۱] قَالَ کہا ابلیس نے فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ پس تیری وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کیا۔ یہ بار قسم محذوف فعل سے متعلق ہے اور اغوار بمعنی اضلال (گمراہ کرنا) یعنی بیکار سے بٹھا دیا اور اس کی وجہ سے مجھے اپنی رحمت سے محروم کر دیا تو میں تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ میں آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی تاک میں بیٹھا رہوں گا جیسے راہگیروں کے لئے ڈاکو ڈاکہ مارنے کے لئے راستوں پر تاک میں بیٹھتے ہیں۔ صِرَاطَکَ تیرے سیدھے راستہ پر اَلْمُسْتَقِیْمَ وہ راستہ جو بہشت کی طرف لے جائے۔ اس سے دین اسلام مراد ہے اور قعود سے بنو آدم کو گمراہ کرنے میں جدوجہد کرنا مراد ہے اس لئے کہ جو شخص شیطان کی جدوجہد کی وجہ سے گمراہی کے گھاٹ اترا تو گویا وہ اپنی منزل مقصود سے محروم رہ کر فارغ البال ہو کر بیٹھ گیا[۲] ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ پھر میں ان کے ہاں آؤں گا۔ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ یوم آخرت سے پہلے اور انہیں آخرت کے متعلق شک میں ڈال دوں گا یا ان کے دلوں میں حسد ڈالوں گا اور اس طریقہ سے بہتر بنا کر ان کے دلوں میں حسد پیش کروں گا کہ وہ اپنے ہم زمان علماء مشائخ پر حسد کر کے ان کے احوال و اعمال و اقوال پر طعن زنی کریں گے[۱] وَمِنْ خَلْفِھِمْ اور ان کے پیچھے فہمی از جہت دنیا کہ انہیں دنیوی امور کی رغبت دلاؤنگا یا از جہت تعصب کہ وہ صحابہ تابعین اور سابقہ مشائخ و اولیاء کرام پر طعن و تشنیع کریں گے اور ان کے بغض میں مبتلا ہوں گے۔ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ اور ان کی دائیں جانب یعنی از جہت حسنات کہ انہیں عجب و ریاء میں مبتلا کروں گا یا از جہت انبساط کہ مریدین کو باوجود بکثرت مشائخ و علماء و اولیاء کی صحبت میں گزاریں گے لیکن آداب مجلس سے محروم ہونگے کہ ان کی عظمت و ہیبت ان کے دلوں میں اٹھا لوں گا اور ایسا بے باک بنا دوں گا کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر بلا تکلف کلام کریں گے اور مذاق اور ہنسی اور ٹھٹھہ مخول کرنے سے نہیں رکیں گے۔ اس بنا پر وہ صحبت کے فیوض و برکات سے محروم ہو جائیں گے۔ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ اور ان کی بائیں جانب سے یعنی از جہت مخالفت کے اپنے مشائخ

---

[۱] جیسے عموماً وہابیہ، دیوبندیہ اور ان کے جملہ فرقوں، شیعہ، نماز جی، تبلیغی، احراری، مودودی وغیرہ کا حال اور عادت ہے یا پھر آج کل کے نیچری و طلوع اسلامی و مغرب زدہ۔

۱۲ اویسی غفرلہٗ۔

marfat.ocm
Marfat.com

وعلماء کے اوامر نواہی کی صریح مخالفت کریں گے۔ اور انہیں ان کی مخالفت پر سخت اکساؤنگا۔ پھر غربت وذلت کے حملوں سے انہیں تباہ و برباد کر ڈالوں گا۔ اگرچہ وہ اُن کے ارشادات کے قبول کرنے کے مدعی ہونگے لیکن ہونگے پکے مخالف۔

فائدہ ۱۰ ان چہار جہتوں کی تخصیص صرف اس لئے ہے کہ دشمن کا حملہ ہمیشہ انہیں جہات سے ہوتا ہے اس سے شیطان کی سخت جدوجہد کا بیان ہے کہ وہ انسان کو بہکانے اور سیدھے راہ سے ہٹانے میں کیسی جدوجہد کرتا ہے۔ جس طرح سے اس سے بن پڑتا ہے وہ انسان کو راہِ حق سے ہٹا کر جہنم کی طرف لے جانا چاہتا ہے

نکتہ ۱ اس وجہ سے تحت وفوق کا ذکر نہیں کیا گیا کہ دشمن کا حملہ ان دو جہتوں سے ہوتا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو بہت کم۔

نکتہ ۲ چار جہتوں میں پہلی دو جہتوں کو مِنْ سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دو جہتوں سے شیطان انسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور دوسری دو جہتوں کو لفظ عن سے اس لئے کہ ان دونوں جہتوں سے مجاوزت مطلوب ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ "جَلَسْتُ عَنْ یمینہٖ۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ میں اس کی جانب یمین سے متجاوز ہو کر بیٹھا گویا اس سے منحرف ہو کر بیٹھنا ہوا۔ اس سے شیطان کے شدید حملہ کی طرف اشارہ ہے۔ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ اور تم اُن کے اکثر کو ناشکرا پاؤ گے۔ یعنی اُن کے اکثر میلع نہیں ہوں گے۔ تفسیر فارسی میں ہے کہ کافر ہے وہ جو اپنے منعم کو پہچانتا۔

فائدہ ۱۔ شیطان نے یہ بات بطور ظن وتخمینہ کے کی نہ کہ اسے اس کا علم یقینی تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد صدق علیھم ابلیس ظنہ اس لئے کہ اولاد آدم کے جب اوصاف سُنے تو ان میں متعدد اوصاف مبدا شرور وفساد تھے۔ مثلاً شہوت، غضب اور دیکھا کہ ان میں مبداء خیر وفلاح ایک ہے یعنی عقل اور اس خیال گزرا کہ متعدد کو اکیلے پر غلبہ ہو سکتا ہے بنا بریں وہی کہا جو مذکور ہوا۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا

۱۔ نہ ابلیس در حق ما طعنہ زد
کہ نیاں نیاید بجز کارِ بد

۲۔ فغاں از دو چیز کہ در نفس ماست
کہ ترسم شود ظن ابلیس راست

۳۔ چوں ملعون پسند آمدش قہرِ ما
خدا ایش بر انداخت از بہرِ ما

marfat.ocm
Marfat.com

۴ ؎ کجا سر بر آریم ازیں ننگ و نام
کہ با او بصلح و با حق بجنگ

ترجمہ ۱: کیا ابلیس نے ہمارے حق میں طعنہ نہیں مارا تھا کہ ان سے سوائے برے کاموں کچھ نہیں آئے گا۔
۲: نفسوں کی برائیوں سے زیادہ ہے کہ کہیں ابلیس کا گمان سچا نہ ہو جائے۔
۳: چونکہ ملعون کو ہمارے لیئے قبر پسند ہے اسی لئے اسے اللہ تعالیٰ نے ہماری خاطر مرتبہ سے گرایا۔
۴: اس ننگ و عار سے ہم کب سر اونچا کر سکتے ہیں کہ اس دشمن ابلیس کے ساتھ ہمیشہ صلح اور حقانی کے ساتھ جنگ۔

۱۸ قال اللہ تعالیٰ لابلیس فرمایا " اُخْرُجْ مِنْهَا بہشت سے نکل جا درانحالیکہ مَذْءُوْمًا تو مذموم ہے ذامہ سے ماخوذ ہے بمعنی ذم و ذام۔ مہموز الفاء اور مضاعف کا ایک معنیٰ ہے دراصل کسی کو سخت عیب دار کرنے کو کہا جاتا ہے۔ مَذْحُوْرًا ۔ دھتکارا گیا جب کہ اس نے عیب کیا اور اپنے آپ کو اعلیٰ افضل سمجھا۔

فائدہ: اس سے آنے والی تمام مخلوق کو عبرت حاصل کرنی چاہیے لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ ۔ یہ لام قسم کے لئے اور من شرطیہ ہے اس کا فارسی میں معنی ہوا کہ بخدا کہ ہر کہ در پے تو آید " خدا کی قسم جو بھی تیری تابعداری کریگا۔ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ میں تمہیں جہنم سے بھر دونگا۔ یہ قسم کے جواب اور شرط کی جزا کے جواب کے قائم مقام ہے۔ یعنی اے ابلیس میں تجھے اور تیری اولاد سے آدم علیہ السلام کی کافر اولاد سے جہنم کو بھر دوں گا۔

حدیث شریف جہنم اور جنت نے آپس میں جھگڑا کیا۔ دوزخ نے کہا میرے اندر سرکش اور متکبر ہوں گے۔ بہشت نے کہا میرے اندر ضعیف و مسکین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ میں جسے چاہوں عذاب دوں گا اور بہشت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے اندر انہیں داخل کروں گا۔ جن پر میرا رحم و کرم ہو گا اور میرا وعدہ ہے کہ میں تم دونوں کو پُر کرونگا۔

فائدہ: شیطان کے تابع وہی لوگ ہوں گے جنہیں چار جہتوں سے شیطان گمراہ کرنے کی قسم کھا چکا ہے اور وہ اس کے حکم کو مانیں گے۔

سبق: دانا پر لازم ہے کہ شیطان کی اتباع سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں زندگی بسر کرے تاکہ جہنمیوں کے ساتھ اسے جہنم میں داخل نہ ہونا پڑے۔

حدیث شریف جب قیامت کا دن ہو گا تو ہر مومن کو ہر دینِ باطل کا ایک فرد دکھایا جائے گا کہ اسے تجھ پر فدا کر کے جہنم میں داخل کیا گیا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ : اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اہلِ ایمان سے بہت بڑا لطف وکرم ہے کہ اُن پر اپنے دشمنوں کو فدا کرے گا۔

فائدہ : فدیہ بننے کا کچھ معنی اور ہے وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے وعدہ کیا کہ تمہیں جنوں اور انسانوں سے پُر کیا جائے گا تو اب جب کہ اسے کافروں مجرموں سے بھر دیا تو گویا یہی لوگ اہلِ ایمان کا فدیہ بن گئے۔

فائدہ : اہلِ اسلام جب پُل صراط سے گزریں گے تو جہنم سے بچنے کے لئے کفار کو شعلوں میں جھونکا جائے گا اس معنی پر انہیں اہل اسلام کا فدیہ کہا گیا۔

حکایت : ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو بکر بن الحسین القری کو اس رات خواب میں دیکھا جس شب کو ان کا انتقال ہوا میں نے اُن سے پوچھا۔ استاد کیا معاملہ ہوا انہوں نے کہا کہ جس رات میں فوت ہوا اسی رات ابُوالحسن عامری فوت ہوا تو اسے میرا فدیہ بنا یا گیا (ابوالحسن عامری مشہور فلسفی تھا اور مجھے کہا گیا کہ اسے تیرا فدیہ بنایا گیا ہے۔

حدیث شریف قیامت میں اہلِ اسلام پہاڑوں کی طرح گناہ لائیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا اور ان کے گناہ یہود و نصاریٰ کے سر پہ رکھ دے گا۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اہل اسلام پہ اہل کفر کو فدا فرما دے اور یہ بھی اہلِ معصیت کے ساتھ اس کا عدل اور اہلِ اسلام سے فضل ہے۔ اسمیں معتزلہ کا اختلاف ہے۔ وہ اس مسئلہ میں کہتے ہیں کہ کسی کا گناہ کسی دوسرے پر نہیں رکھا جائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" اگرچہ اس آیت کا اہلِ سنت کے نزدیک کچھ اور معنی ہے لیکن یاد رہے کہ معتزلہ اس مسئلہ میں قرآن سنت کے خلاف چلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ۔ یہ آیت مذکورہ بالا مسئلہ کی تائید کرتی ہے اس کا پہلی آیت سے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ جن گناہوں کا بوجھ کفار پر رکھا جائے گا اگرچہ لفظاً غیروں کے ہیں لیکن درحقیقت یہ اُنہیں کے ہیں۔ "وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَاِلَیْہِ الْمَآل"

۱۹ وَيٰٓاٰدَمُ اور ہم نے کہا اے آدم علیہ السلام۔ یہ ارشاد آدم علیہ السلام کو ابلیس کو بہشت سے نکالنے کے بعد ہوا اُسْكُنْ اَنْتَ، تم ٹھہرے رہو۔ یہ امر اباحت کا ہے۔ آدم کی عزت وتکریم کے لئے فرمایا وَزَوْجُكَ اور اپنی زوجہ سمیت (یعنی بی بی حوا) زوج کا لفظ اہل عرب کے نزدیک اس عددی فرد کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ دوسرا ساتھی ہو اور وہ ان دونوں پہ زوجان مستعمل ہوتا ہے۔ (اَلْجَنَّةَ) بہشت میں۔

فائدہ : اس سے یا تو دارالخلد مُراد ہے، دارالجزا ہے۔ اسی کو اکثر اہلِ علم نے لیا ہے اسپر چند دلائل بھی قائم

marfat.ocm
Marfat.com

کئے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے وہ جنت مراد ہے جو آسمان میں ہے۔ جس سے یہ حضرات نیچے اُترے تھے اور بہشت جیسے سلسلہ اور نعمتیں اور رونق و سرور وغیرہ اسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے امتحان کے لئے یہاں زمین پر تیار فرمائی۔ بعض محققین اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں چند اہل ظاہر ہیں اور کچھ اہل باطن اُن کی دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اسی میں ٹھہرا کر حکم فرمایا کہ فلاں درخت سے نہ کھانا۔ یہ حکم تکلیفیہ ہے اور بہشت میں احکام تکلیفیہ کہاں۔ وہاں تو احکام کی خبر ملے گی۔ علاوہ ازیں وہ اس میں نیند کرتے رہے اور پھر نکالے گئے اور اس کے اندر ابلیس بھی چلا گیا۔ حالانکہ بہشت میں نیند کیسی اور آدم علیہ السلام کا خروج بعد الدخول کیا اور پھر ابلیس کہ جب بہشت سے نکالا گیا تو پھر اس کا داخلہ کیسا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ قابل مدعی تھا کہ میں بہشت کا بچہ ہوں۔ (یعنی میری ولادت بہشت میں ہوئی۔)

حکایت مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو وصال کے وقت بہشت کے انگور کی خواہش ہوئی آپ کی اولاد میں سے چند لوگ اس کی تلاش کے لئے نکلے۔ راستہ میں انہیں ملائکہ کرام ملے اور پوچھا کہاں کا ارادہ ہے انہوں نے کہا ہمارے والد ماجد کو بہشت کے انگور کی خواہش ہوئی۔ فرشتوں نے کہا اب تم واپس جاؤ۔ تمہارا کام بن گیا جب وہ واپس لوٹے تو ملائکہ کرام نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔ انہیں غسل دیا گیا۔ ان کے کفن کو خوشبو لگائی گئی آپ کی نماز جنازہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پڑھائی۔ آپ کی اولاد نے اُن کے پیچھے پڑھی پھر انہیں دفنایا گیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا قیامت تک تمہارے مُردوں کے لئے یہی طریقہ رہے گا۔

فائدہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر جنت زمین پر نہیں اور اس کا ملنا ناممکن ہے تو پھر اس کی تلاش کیسی۔ معلوم ہوا کہ بہشت زمین پر ہے نہ کہ آسمان پر۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ دریائے نیل بہشت سے نکلتا ہے اگر وہ زمین پر نہیں تو دریائے نیل کے نکلنے کا کیا مطلب۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ وہ بہشت زمین کے باغ سے ہے[1]۔ (واللہ اعلم) فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا پس کھاؤ جہاں سے چاہو اور بہشت کی جن نعمتوں اور اس کے ثمرات سے جس طرح کھاؤ۔ تمہارے لئے عام اجازت ہے اور وہ بہت بڑی وسعت ہے۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔ اور اس درخت کے قریب مت جانا۔

فائدہ اس درخت کے متعلق بھی اختلاف ہے جس کا تفصیلی ذکر سورہ بقر میں گزر چکا ہے اور اسے مبہم رکھنے اور ذکر نہ کرنے میں مصلحت ہے اگر اسے ذکر کیا جاتا تو آدم علیہ السلام کو جس مصلحت کے لئے روکا گیا ہمیں بھی اس کے کھانے سے روکا گیا۔ ہمیں بھی اس کے کھانے سے روکا جاتا جیسے کہ دوسرے امور کا معاملہ ہے اس طرح سے ہمارے لئے تکلیف ہوتی اور اللہ تعالیٰ بندوں کی تکلیف نہیں چاہتا۔ (کذا فی احکام المرجان) فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ پس تم دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔ یعنی تم بھی منجملہ ان لوگوں سے ہو جاؤ گے جو اپنے نفسوں

---

[1] ان اقوال کی تردید فقیر کی تفسیر اُویسی میں ہے (۱۲)

marfat.ocm
Marfat.com

پر ظلم کیا کرتے ہیں۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ای یبدالیہما۔ اہلِ عرب مجموعہ فعل کو کسی کی طرف پہنچانے کا اسے وسیلہ بناتے ہیں۔ دراصل اس خفی کلام کو کہا جاتا ہے جو بار بار شیطان کسی انسان کے دل میں ڈالے تاکہ جو چیز شرعاً بُری ہے وہ اسے اچھی محسوس ہو۔

فائدہ: شیطان نے جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکلنے کی تدبیر بتائی تو پہلے بی بی حواء اور اُن کے سامنے بہت رویا۔ ایسا کہ اُس کے رونے سے دونوں میاں بیوی غمگین وحزیں ہوئے انہوں نے اس سے پوچھا۔ ارے بیچارے تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا مجھے تمہارا غم لاحق ہوا ہے وہ یہ ہے کہ تم مرجاؤ گے تو ایسے اعزاز واکرام سے محروم ہو جاؤ گے۔ شیطان کی بات اُن کے دل پر اثر کر گئی۔ اس کے بعد اُن کے پاس آیا اور وسوسہ ڈالا اور کہا "ما نہاکما" اس کا بیان ابھی آتا ہے لِيُبْدِيَ لَهُمَا تاکہ انہیں ظاہر کردے یہ لام عاقبت کی ہے اس لئے کہ اس لعین نے اُن کے دل میں اس لئے ڈالا تاکہ اس کا انجام یہ ہو کہ وہ دونوں معصیت میں مبتلا نہ ہوں۔ اس کا ارادہ نہیں تھا کہ اُن کے عورات ظاہر ہوں۔

سوال: جب اس کا ارادہ معصیت میں ڈالنے کا نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ظہورِ عورات کا نام کیوں لیا۔

جواب: چونکہ معصیت کے بعد انجام یہی ہونا تھا اس لئے بطور تشبیہ اسے بیان فرمایا گیا۔

فائدہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لام غرض کی ہو اس لئے کہ شرمساری میں مبتلا ہوں وہ اسی طرح ہو سکتا تھا کہ ملائکہ کے سامنے اُن کے ستر کھل جائیں اس لئے کہ ابلیس نے ملائکہ کی کتابیں پڑھی تھیں کہ آدم علیہ السلام کا بھی ستر ہے لیکن خود آدم علیہ السلام کو اپنے ستر سے (بوجہ استغراق وغیرہ) بے خبری تھی۔

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ ستر کا کھولنا خلوت میں بھی ناجائز ہے کہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔

مسئلہ: اپنی زوجہ کے سامنے بھی بلاضرورت کشف عورت قبیح اور ناموزوں ہے۔

حکایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے زندگی بھر اپنا فرج نہیں دیکھا۔ اس نیت پر کہ جن آنکھوں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس دیکھا پھر نہایت قبیح امر ہے کہ اُن آنکھوں سے فرج کو دیکھوں۔[1]

سبق: جب اپنے فرج کو دیکھنے کے متعلق علماء کرام کا یہ خیال ہے تو پھر غیر کے فرج کو دیکھنے کے متعلق وہ کیا فرمائیں گے۔

مسئلہ: ستر کھولنا سب سے قبیح ترین فعل ہے۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زندگی بھر نہ میں نے حضور علیہ السلام کا ستر دیکھا اور نہ آپ نے میرا۔ مَا وُرِيَ عَنْهُمَا وہ جو ان دونوں سے چھپایا گیا

---

[1] بعض روایتوں میں یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے منقول ہے ۱۲۔ اویسی رضوی غفرلہ۔

marfat.ocm
Marfat.com

دوری" واری کا ماضی مجہول ہے مِنْ سَوْاتِهِمَا ان دونوں کے ستر سے وہ نہ ملے۔ اپنا ستر دیکھتے تھے اور نہ ہی ایک دوسرے کا۔ اس لئے کہ انہوں نے کچھ اس طرح کا لباس پہنا ہوا تھا کہ انہیں اندر کے حصے نظر نہیں آتے تھے۔

فائدہ: سَوْآت سَوْءَة کی جمع ہے اور اسے سَوْءَة اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سے انسان شرمساری اور رسوائی پاتا ہے۔

سوال: ان دونوں کے لئے جمع صیغہ کیوں۔

جواب ۱: نحوی قاعدہ ہے کہ تثنیہ کا صیغہ تثنیہ کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور ایسی اضافت کروہ ہے بوقت ضرورت مضاف کو جمع کر دیا جاتا ہے۔

جواب ۲: اسے جمع لانا ہی موزوں تھا۔ اس لئے کہ ان دونوں کے دو دو علیحدہ ستر شمار ہوئے مثلاً دُبر و قبل اس طرح سے چار ہوئے اور اس کے لئے صیغہ جمع کا لانا مناسب ہے۔

سوال: انہیں سَوْءَة سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔

جواب: اُن سے کھلنے سے انسان کو شرمساری اور خجالت ہوتی ہے بنابریں انہیں سوءۃ سے تعبیر کیا گیا۔

وَقَالَ اس کا عطف اور ہوس پر ہے اور اس کی وضاحت کے لئے شیطان نے کہا۔ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے کھانے سے نہیں روکا۔ اِلَّا مگر اس لئے کہ اسے ناپسند ہے۔ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ۔ یہ کہ تم دونوں ملائکہ کی طرح ہو جاؤ جسمانیت کے لحاظ سے یا غذا کھانے پینے سے مستغنی ہو جانے سے وغیرہ وغیرہ۔

مسئلہ: ملائکہ کا بعض باتوں میں (مثلاً نہ کھانا نہ پینا) انبیاء کرام پر مطلقاً افضلیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ نوع بشر میں بعض دوسرے وجوہ موجود ہیں جو ان کی ملائکہ پر افضلیت کو ترجیح دیتے ہیں اَنْ تَكُوْنَ مَلَكَيْنِ میں یہ بھی مراد نہیں کہ اس کی حقیقت بشریہ حقیقت ملکیہ سے تبدیل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ایسا انقلاب محال ہے

فائدہ: سعدی مفتی نے فرمایا کہ اشاعرہ کے نزدیک انقلاب حقیقت جائز ہے۔ اس لئے کہ اجسام ایک دوسرے کے ہمجنس ہیں۔

فائدہ: انسان، ملک، جن کی صورت اور شکل میں ایک دوسرے کے مباین ہیں۔ اگر انسان اس صورت اور شکل پہ باقی رہے تو انسان ہے۔ اگر اس شکل و صورت سے اسے تبدیل کیا جائے تو وہ انسان نہیں رہتا فرشتے اور جن تشکلات ظاہرہ کے بدلنے سے اپنی حقیقت سے مختلف نہیں ہو جاتے اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔ یا ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ یعنی تمہیں موت نہ آئے اور ہمیشہ بہشت میں رہو ۵ وَقَاسَمَهُمَا اور اُن کے سامنے

marfat.ocm
Marfat.com

قسمیں کھائیں۔

سوال : قسم تو صرف ابلیس نے کھائی پھر تناعلہ کیوں جب کہ یہ جانبین کے لئے مستعمل ہوتا ہے اس نے قسم کھانے کی ایسی جدوجہد کی گویا اس کی ایک قسم دو کے برابر تھی۔ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ بے شک میں تمہارے لئے خیرخواہ ہوں سے ہوں یعنی جو کچھ کہتا ہوں اس میں تمہاری خیرخواہی مطلب ہے النصح یعنی بذل الجہد فی طلب الخیر فی حق الغیر۔ دوسرے کی طلبِ خیر میں جدوجہد کرنا۔ فَدَلّٰهُمَا پس درخت سے کچھ کھانے کیلئے انہیں اوپر سے نیچے اُتارا۔ یا بلند مرتبہ سے گرا دیا۔ یعنی اطاعت کے مرتبہ سے گرا کر معصیت کے مرتبہ میں پہنچا دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا راستہ ہے۔

فائدہ : التدلیۃ یعنی ارسال الشی من الاعلیٰ الی الاسفل کارسال الدلو فی البئر یعنی شئے کو اوپر سے نیچے لٹکانا جیسے بُقّہ (بوکہ) کو کنویں لٹکایا جاتا ہے۔ بِغُرُوْرٍ بوجہ اس کی جھوٹی قسم کھا کر دھوکہ میں ڈالنے کے وہ اس لئے کہ جب آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ قسم کھا کر دھوکہ میں ڈالنے کے وہ اس لئے کہ جب آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ قسم کھا کر بات کر رہا ہے تو سمجھے کہ جھوٹی قسم کون کھاتا ہے اس لئے دھوکہ کھا گئے اس لئے کہ مومن کی شان یہی ہے کہ قسم کا اعتبار کرے خواہ جھوٹی ہو۔ اس لئے کہ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے نام عظمت ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض علماء کا فرمان ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نام سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں مومن اچھا اور کریم ہے اور فاجر کم بخت لئیم ہے۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا۔ پس جس وقت انہوں نے درخت کو چکھنے کا ارادہ کیا تو انہیں سزا نے گھیرا اور معصیت کی شامت سامنے آگئی تو اُن سے لباس اُترنے لگا اور ان کے ستر کھل گئے اس سے دونوں حضرات حیاء میں ڈوب گئے۔

حدیث شریف

اخبار میں ہے کہ اُن کے ستر کو اُن کے سوا اور کسی نے نہ دیکھا (آدم علیہ السلام کا لباس جنت میں ان کا لباس ناخنوں کی طرح تھا جو نہایت لطیف اور نرم اور بہت سفید تھا۔ جس سے اصلی بدن پر کسی کی نظر نہ پڑ سکتی تھی۔ جب انہوں نے گندم دانہ کھایا تو وہ تمام لباس اُتر گیا صرف ان کے انگلیوں کے سروں پر باقی رہا تاکہ چھنی ہوئی نعمت کی یاددہانی ہو سکے اور انہیں دیکھ کر ہر وقت نادم ہوتے رہیں۔ بعض کہتے ہیں ان کا لباس نورانی تھا جو اُن کے بدن کے اندرونی حصہ کے نظر سے حاجب تھا۔ بعض کے نزدیک بہشت کے لباسوں سے ایک لباس تھا۔ وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ اور وہ دونوں ڈھانپنے اور چھپانے لگے ایک پتے کو دوسرے پتے پر عَلَیْهِمَا اپنے بدن پر یا اپنے ستر پر۔ اگر سوآتہما یعنی سرمراد ہو تو صفت تلوکبما کے قبیل سے ہوگا۔ یعنی جمع کے صیغے کی طرف تثنیہ کا ارجاع اور وہ جائز ہے جبکہ اس جمع سے تثنیہ کا معنیٰ مراد ہو۔ جس کا قاعدہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں[1] اور قاعدہ مذکورہ کے علاوہ جب مقصد

---

[1] : اس کی تفصیل فقیر کی کتاب "نعم الہادی" میں دیکھئے۔ اویسی غفرلہٗ

marfat.ocm
Marfat.com

ومراد میں التباس نہ ہو تو بھی جمع کی طرف تثنیہ کی ضمیر لوٹانا جائز ہے۔ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ جنت کے پتوں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ انجیر کے پتے تھے۔

انجیر کی کہانی بہشت میں آدم و حوا علیہما السلام کو انجیر کے سوا کسی اور درخت نے پتے نہ دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ جیسے تو نے آدم و حوا علیہما السلام کو پتے دیئے ہیں ایسے ہی تجھ سے تیرا پھل پہلے نکالوں گا اور دوسرے درختوں کے پھل بعد کو ہوتے ہیں[1] یہی وجہ ہے کہ انجیر کے سوا باقی تمام درختوں کے ثمر پہلے ایک غلاف میں ہوتے ہیں اور جب پکتے ہیں تو ظاہر ہوتے ہیں بخلاف انجیر کے کہ اس کا پھل غلاف کے بغیر ابتداءً ہی ظاہر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہی قبیح ہے کسی شریعت نے اسے جائز نہیں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آدم و حوا علیہما السلام ستر کھلتے ہی فوراً پتوں سے ستر ڈھانپنے کے درپے ہوئے کیونکہ اُن کے عقول میں یہ مسئلہ راسخ تھا کہ کشف عورت قبیح ہے وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا اُن کے رب نے فرمایا یعنی اُن کے مامنعک کے امر سے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں زجر و توبیخ و محبت کرتے ہوئے) فرمایا۔ ممکن ہے کہ یہ حکم انہیں بذریعہ وحی پہنچا ہو اگرچہ فرشتے کے ذریعے یا اُن کے دل میں الہام کے طور کہا گیا ہو۔

ف: بعض مفسرین فرماتے ہیں اس دفعہ کی خجالت اُن کے لئے تمام دُکھ اور تکالیف سے سخت تر تھی۔

اَلَمْ اَنْهَكُمَا۔ کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا۔ یہ نَادٰهُمَا کی تفسیر ہے اور اس کا علیحدہ کوئی اعراب نہیں۔

عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَا۔ کیا میں نے تمہیں نہیں فرمایا تھا۔ وَاَقُلْ لَّكُمَا کا اَلَمْ اَنْهَكُمَا پر عطف ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یہ قول باری تعالیٰ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى کی طرف اشارہ ہے اور لکما فیہ کے معنی سے متعلق ہے۔

آدم علیہ السلام کا زمین پر اُترنا

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام کیا بہشت کے دوسرے درخت اس درخت سے بہتر نہیں تھے۔ عرض کی یا اللہ بہتر تھے لیکن مجھے یہ خیال گزرا کہ یہاں کون جھوٹی قسم کھا سکتا ہے۔ جب ابلیس نے قسم کھا کر کہا تو مجھے اعتبار آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا عیش تا قیامت نہیں ملے گا۔ اب زمین پر جاؤ اور کما کر کھاؤ۔ دکھ اور تکلیف سے رزق ملے گا۔ آدم علیہ السلام زمین پر اُترے اور لوہے کے کاروبار اور کھیتی باڑی کے لئے مامور ہوئے۔ آپ نے کھیتی کی اُسے پانی دیا۔ بڑی ہوئی تو اسے کاٹا اور کاٹ کر گاہا اور صاف کر کے پیسا اور چھانا اور آٹا گوندھ کر روٹی پکائی و پھر کھائی) وَّقَالَا غلطی کا اعتراف اور اظہار توبہ کر کے دونوں نے کہا۔

---

[1] یعنی عام درختوں کو پہلے پھول لگتے ہیں پھر پھل، مگر انجیر کو پہلے پھل پھر پھول۔

marfat.ocm
Marfat.com

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا یعنی خطا کرکے اپنے آپ کو ضرر پہنچایا اور بہشت سے نکالے جانے کا سبب ہم نے خود تیار کیا۔ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا اور اگر تو ہمیں نہ بخشے یعنی ستر پوشی نہ فرمائے۔ وَتَرْحَمْنَا اور ہماری توبہ قبول کرکے ہمارے اوپر رحم نہ فرمائے۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ تو ضرور ہم ہلاکت والوں سے ہوں گے۔ جنہوں نے گھڑی بھر کی لذت کے بدلے آخرت کا بہت بڑا حصہ ضائع کیا۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ صغائر پر بھی سزا ہوتی ہے اگر انہیں معاف نہ کیا جائے۔ ان میں مغفرت مشکوک ہے یقینی نہیں۔

بیلیہہ: آدم علیہ السلام کا یہ فعل بھی صغائر سے ہے اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ قصداً گندم دانہ نہیں بلکہ شیطان لعین کی جھوٹی قسم پر اعتماد کرکے کھایا تھا کہ اس ملعون نے قسم کھا کر جھانسا دیا۔ جس سے اُن کی طبیعت کا میلان ہو گیا۔ جیسے فطرۃ انسانی کا تقاضا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کے پیشِ نظر پھر بھی آپ رُک گئے۔ چند لمحات کے بعد انہیں حکم ربانی یاد نہ رہا اور جو حکم اس درخت کے کھانے سے مانع تھا وہ زائل ہوا تو میلانِ طبع کے تحت اسے تناول فرما لیا اور یہ کوئی قابلِ گرفت بات نہیں جب کہ نسیان کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود ہی دی ہے۔ کما قال ونسی آدم اور اُن کے قصداً کھانے کی نفی فرمائی ہے۔ کما قال "ولم نجدلہ عزماً" اور جو فعل نسیان سے کیا جائے وہ عام انسانوں کے لئے بھی گناہ نہیں چہ جائیکہ ایک پیغمبر علیہ السلام۔

دوسری تقریر: آدم علیہ السلام نے اجتہاد کے طور گندم دانہ کھایا اور انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد روا ہے جیسے داؤد علیہ السلام کا اجتہاد مشہور ہے اور وہ اجتہاد یہ تھا کہ "نہی ربانی" مبنی بر تنزیہ ہے اگرچہ ان کا یہ اجتہاد مبنی برصواب نہیں تھا اور وہ قابل گرفت نہیں جیسے داؤد علیہ السلام کا اجتہاد[1]

مسئلہ: کھیتی میں مبنی برصواب نہیں تھا اور انہیں کوئی گرفت نہ ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بھی (سلیمان علیہ السلام) کی تعریف فرمائی۔

تیسری تقریر: آدم علیہ السلام نے ایک خاص درخت کی طرف اشارہ سمجھا۔ اگرچہ اشارہ خاص درخت کی طرف تھا۔ لیکن اس سے اس کے جمیع انواع مُراد تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ریشم اور سونا ہاتھ میں لے کر ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں میری اُمت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کے لئے حلال (جائز) ہیں۔ اس کے اجتہادات قابلِ گرفت نہیں ہوتے[2] قال اللہ تعالیٰ نے فرمایا اھبطوا،

---

[1] ایسے ہی امیر معاویہ کا اجتہاد جو انہوں نے حضرت علی سے جنگ لڑی۔ رضی اللہ عنہما۔ ۱۲۔ اویسی غفرلہ،

marfat.ocm
Marfat.com

اُتر جاؤ یہ خطاب آدم و حوا علیہما السلام اور ان کی اولاد کو یا انہیں اور ابلیس کو ہے بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تم میں ایک دوسرے کے ہو۔ یہ اھبطوا کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی در انحالیکہ تم ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے والے ہوگے۔ ابلیس کی عداوت کی عادت ایسے ہے جیسے کتے کو ڈسنے کی اور بھیڑیے کو بکری وغیرہ پر جھپٹنے کی عادت ہے کہ اسے اس لئے عداوت ہوئی کہ اس کی شان و شوکت آدم علیہ السلام نے چھینی ہیں اسی لئے ابلیس سے عداوت کرنے کا حکم ہے کہ بیٹے پر لازم ہے کہ وہ باپ کے دشمن سے دشمنی رکھے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تمہیں زمین پر ایک وقت ٹھہرنا (مستقر) یعنی قرار گاہ اور آرام کی جگہ۔ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ ایک وقت تک یعنی جب تمہاری عمریں ختم ہوں گی۔

(ربط) یہ سن کر آدم علیہ السلام مغموم و محزون ہوئے کہ شاید ان کی بہشت کی طرف واپسی نہ ہو گا قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فِيهَا تَحْيَوْنَ۔ اسی زمین میں زندہ رہو گے یعنی زندگی بسر کرو گے۔ وَفِيهَا تَمُوتُونَ۔ اور اسی میں تمہاری قبریں ہوں گی۔ یعنی اس میں تم مدفون ہو گے۔ وَمِنْهَا اور اسی سے جزا کے لئے نکالے جاؤ گے

فائدہ:۔ آیت کے مضمون سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام بہشت میں واپس تشریف لائیں گے اور اس میں قبلی بھی دی گئی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نوازے گا اور ان کے ساتھ بہشت کا وعدہ کریمہ بھی ہے۔

فائدہ عجیبہ: امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عجائبات سے نوازا کہ وہ ملائکہ کے مسجود ہوئے تو انہیں ان کا مسجود بنایا گیا۔ ان کے سر پہ موصل وصال کا تاج شاہانہ رکھا گیا اور ان کے جسم اطہر کو کرامت کا لباس پہنایا گیا اور ان کی کمر میں قربت کا کمر بند باندھا گیا اور ان کے گلے میں قربِ الٰہی کا ہار پہنایا گیا۔ اپنی مخلوق میں اس سے اور کسی کو افضل نہ بنایا اور نہ ہی کوئی ہم پلہ پیدا ہوا نہ ہو گا۔ ہر لحظہ انہیں اللہ تعالیٰ سے تسلی کے لئے ندا آتی۔ یا آدم یا آدمؑ لیکن جب لباس اُتارا گیا تو اس سے وہ اُنس اٹھا گیا اور وہ مراتب (وقتی طور) چلے گئے اور زمانہ کا رنگ بدل گیا۔

سبق سالک کو خود کرنا چاہیے کہ جب ایسے ذی شان بزرگ سے صرف ایک سہو (خطا) کے ساتھ کی وجہ سے ایسے ہوا تو اس کا کیا حشر ہو گا جو معمولی انسان ہو کر سر سے پاؤں تک جرائم و معاصی میں گھرا ہوا ہو۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

چہ گونہ دعوی وصلت کنم بجانکہ شداست
م وکیل قضاؤ دلم ضمان فراق

ترجمہ:۔ کیسے وصال کا دعویٰ کروں اس جان سے جس کی قضاء کا وکیل اور دل فراق کی ضمانت میں ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

قاعدہ : اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر ہر ایک پر جاری ہوتی ہے نبی علیہ السلام ہو یا ولی کامل ؎

نہ از پردہ تقویٰ پدر اُفتام ولیس
پدرم نیز بہشت ابداز دست بہشت

ترجمہ : پردہ تقویٰ سے ہمارا دادا علیحدہ ہوا میرے باپ نے بھی دائمی بہشت ہاتھ سے گنوادی تھی۔

تفسیر صوفیانہ درحقیقت حضرت آدم علیہ السلام نے محبت کے درخت کا پھل کھایا جس سے محبت کے جال میں گرفتار ہوئے تو انہیں بحر فراق کی تلقین کی گئی اور فرمایا کہ چند دنوں کے بعد تمہیں اس دیدار سے نوازا جائے گا پھر سب نے دیکھا کہ تنزلات صوریہ سے انہیں کتنی ترقیات معنویہ نصیب ہوئیں

مقام عیش میسر نمی شود بے رنج
بلیٰ بحکم بلا بستہ اند عہد الست

ترجمہ : عیش کا مقام بلاتکلیف حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں بحکم قالوا بلیٰ الست کے حکم کے ہم پابند ہیں۔

فائدہ صوفیانہ شجرۂ علم مجرد مکاشفہ ومشاہدہ ومعائنہ کے بغیر قریب جانے سے منع کیا گیا اس لئے کہ صاحب شجرہ لذات ثمرات الحقیقۃ سے محروم ومحجوب کردیا جاتا ہے اسے چاہیے کہ ابتداء میں مشاہدہ کے لئے ہمت سے کام لے تاکہ موت سے پہلے ایسے کمال تک پہنچ سکے۔ اچانک موت نے گھیر لیا اور وہ ابھی راستہ میں ہوا۔ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُسے منزل تک پہنچادے گا۔ اگرچہ دنیا میں نہ سہی برزخ میں ہی۔

سبق : سالک پر لازم ہے کہ وہ شجر تدبیر کے قریب بھی نہ بھٹکے اس لئے کہ تقدیر نہ غنی کو چھوڑتی اور نہ فقیر کو۔ یہی راز ہے صوفی کی نماز میں۔

صوفی نماز : قیام صلوٰۃ میں تقدیر ازلی کی طرف اشارہ ہے یعنی اپنے جملہ اُمور اللہ تعالیٰ کی سپرد کردے اور رکوع میں تقدیر ابدی یعنی تسلیم ورضا کی طرف اشارہ ہے اور سجدہ میں فنا کلی کی طرف اس لئے کہ جیسے سالک پر لازم ہے کہ وہ جیسے ان صفات کی عادت ڈالے ایسے ہی پورے طور فنائیت بھی حاصل کرے۔

دوسری آیت کی تفسیر صوفیانہ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فِیْهَا تَحْیَوْنَ" یعنی محبت وصل طلب صبر کے کشادگی کا دروازہ کھٹکھٹانے اور عہد پر ثابت قدم رہنے کی زندگی بسر کروگے۔ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ طلب حق میں اقدام طریقت سے شریعت پر مروگے۔ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ اور اس سے عالم حقیقت کی طرف رجوع کروگے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام

marfat.ocm
Marfat.com

نے فرمایا " جیسے زندگی بسر کروگے اسی حال پہ مروگے اور جس حال پہ مروگے اسی پہ اٹھوگے۔

۱۰ بکوشش خواجہ واز عشق بے نصیب معاش
کہ بندہ را خرد کس بعیب بے ہنری

۲۰ مرا دریں ظلمات آنکہ رہنمائی کرد
دعائے نیم شب بود و گریہ سحری

ترجمہ ۱۰ اے خواجہ کوشش کر عشق سے بے نصیب نہ ہو۔ کوئی بھی اس بندے کو نہیں خریدتا جس میں عیب کے ساتھ بے ہنری ہو۔

۲۰ میری اس ظلمات میں کس نے رہبری کی وہ دعائے نیم شب اور سحر کے وقت کی گریہ وزاری۔

marfat.ocm
Marfat.com

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ
اے آدم کی اولاد بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری
ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ
کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت لیں اے آدم کی اولاد خبردار تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا
اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ
تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا اتروا دیئے ان کے لباس کہ ان کی شرم کی چیزیں انہیں نظر پڑیں بیشک
يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ
وہ اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے بیشک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا
لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ
ہے جو ایمان نہیں لاتے اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ
اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا
نے ہمیں اس کا حکم دیا تو فرماؤ بیشک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں
تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۡ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
خبر نہیں تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت
وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَ
اور اس کی عبادت کرو نرے اس کے بندے ہو کر جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے ایک فرقے کو راہ دکھائی
فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور ایک فرقے کی گمراہی ثابت ہوئی انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو والی بنایا اور سمجھتے یہ
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
ہیں کہ وہ راہ پر ہیں اے آدم کی اولاد اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ
وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝
اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں

تفسیر عالمانہ ۲۶ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ یہ تمام لوگوں کو خطاب ہے۔

شانِ نزول: مروی ہے کہ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ وہ بیت اللہ شریف کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اور کہتے کہ ہم وہ کپڑے پہن کر طواف نہیں کرتے۔ جن سے ہم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ چنانچہ یہی آیت اُن جوابی رَد میں نازل ہوئیں۔ قَدْ اَنْزَلْنَا لِبَاسًا۔ اے

marfat.com
Marfat.com

اے آدم ہم نے تمہارے لئے لباس اُتارا۔ یعنی آسمان سے ایسی بارش نازل فرمائی جو تمہارے لباس کی پیدائش کا سبب بنے۔ جو کچھ بھی زمین سے نکلتا ہے مثلاً کپاس روئی وغیرہ یہ سب آسمان کے پانی سے پیدا ہیں۔ ایسے ہی جانوروں کے بال اور اُون وغیرہ بھی آسمان کے پانی سے ہیں۔ کیوں کہ جانور جب تک گھاس وغیرہ نہ کھائیں پیئیں تو اُون وغیرہ کہاں سے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا قوام بھی آسمان کے پانی پر ہے۔

فائدہ: آسمان کے پانی میں قوت فاعلیہ ہے اور زمین میں قوت قابلہ اور تمام حوادث ارضیہ آسمان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام وہ اشیاء جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں تمام کی تمام آسمانی تدبرات سے ہوتی ہیں۔ یُوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ جو تمہارے ستروں کو ڈھانپے۔

فائدہ: باوجودیکہ ستر ڈھانپنے کا کپڑا بھی موجود ہو تب بھی کوئی اس سے ستر نہ کرے تو قبیح ترین عمل ہے

فائدہ: جیسے شیطان نگرا کرتا ہے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے جیسے آدم وحوا علیہما السلام سے گیا جیسے ان کا

وَرِیْشًا یہ اس قبیل سے ہے کہ جس کا موصوف محذوف کر کے اس کی صفت اس کے قائم مقام کھڑی کر دی جائے یعنی دراصل لباس ریشاً تھا ای ذات ریش وزینۃ تجعلون بہ" یعنی ایسا لباس جو ہر دل وزینت والا ہے جس سے تم سنگھتے ہو۔ زینت کو ریش سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ جیسے پرند کے لئے پر زینت ہیں ایسے ہی لباس انسان کے لئے بناؤ سنگار ہے۔ ہم نے تمہارے اُوپر دو لباس نازل کئے ہیں ایک وہ جو تمہارے لئے ستر عورت کرے اور دوسرا وہ جو تمہاری زینت بنے۔ اس لئے کہ لباس سے اصل غرض زینت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لتر کبوھا وزینۃ۔

فائدہ: حسین کاشفی نے فرمایا کہ" زاہد کی یہی تفسیر ہے کہ وہ لباس روئی وغیرہ کا پہنے۔ اور ریش ابریشم و کتان وپشم وغیرہ سے ہوتا ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی اور اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیہ کا لباس۔ یہ مبتدا، ہے اور ذٰلِکَ خَیْرٌ خبر ہے وہ اچھا ہے۔ تقویٰ کو لباس سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے لباس انسان کو چھپاتا ہے اور حفاظت کرتا ہے۔ ایسے ہی تقویٰ انسان کو ضرر رساں چیزوں سے بچاتا ہے۔

فوائد، فائدہ: قتادہ وسدی تقویٰ سے عمل صالح مراد ہے اس لئے کہ عمل صالح ہی بندے کو عذاب سے بچاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تقویٰ کا لباس اس ظاہری لباس سے بہتر ہے اس لئے کہ فاسق کتنا ہی اچھا لباس پہنے تو صرف ظاہری ستر ڈھانپنے کا ہے ؎

انی کانی اری من لاحیاء لہ
ولا امانۃ وسیط القوم عریانا

ترجمہ: میں حیاء وامانت کے عاری کو قوم کے اندر ننگا دیکھتا ہوں۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

marfat.ocm
Marfat.com

قلندراں حقیقت بہ نیم جو نخرند
قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست

ترجمہ :

فائدہ : تفسیر فارسی میں ہے ۔ وہ لباس جو تقویٰ کے طور متواضعانہ منکسرانہ لباس پہنتے ہیں جیسے اُونی اور موٹا کپڑا وغیرہ ایسا لباس عبادت کے وقت اللہ والے پہن کر یادِ خدا میں گزارتے ہیں ۔ وہ زرق برق اور نرم و نازک لباس متکبرانہ طور نہیں پہنتے ۔

حدیث شریف : جس کا نرم و نازک لباس ہو تو اس کا دین بھی ضعیف ہے ۔

فائدہ : مروی ہے کہ اُون کا لباس سب سے پہلے حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے پہنا ۔ جب کہ بہشت عزت و احترام کا لباس اُتر گیا اس سے اُتار لیا گیا ۔ (ہم شیطان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں)

سے نکالے گئے ۔

فائدہ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُون کا لباس پہنتے اور درخت کے پتے کھاتے تھے جہاں شام ہوتی وہیں قیام پذیر ہو جاتے ۔

فائدہ : اون اور بالوں کے کپڑے پہننا تواضع کی علامت نہیں البتہ مسکینوں درویشوں سے مشابہت ضرور ہے

سبق : دانا وہ ہے جو نیک بخت لوگوں کی سیرت کو اپنانے کی جدوجہد کرتا ہے ۔ صائب نے فرمایا ؎

جمعے کہ پشتِ گرم بعشق نیند
ناز سمور و منت سنجاب میکشند

ترجمہ : وہ لوگ جن کی پشت عشق سے گرم نہیں وہی سمور کا ناز اور سنجاب کی منت اٹھاتے ہیں ۔

تفسیر صوفیانہ

انسان کا ہر جزو ایک لباس ہے اور ہر جز اپنے ظاہری باطنی ستر کو ڈھانپتا ہے پس شریعت کا لباس احکام شریعت ظاہرہ سے افعال قبیحہ کو ڈھانپتا ہے اور باطن میں آداب طریقت سے صفات ذمیمہ نفسانیہ حیوانیہ کا ستر ڈھانپا جاتا ہے تقویٰ قلب کا لباس ہے اسی طرح روح اور سر اور خفی کا لباس بھی، یہی تقویٰ ہے لیکن ان چاروں کے لباس تقویٰ سے مختلف اطوار ہیں قلت کے لئے تقویٰ کا لباس یہ ہے کہ بندہ طلب میں صداقت کر کے طبع دنیا و مافیہا کے ستر کو ڈھانپے اور روح کا لباس یہ ہے کہ محبتِ حق سے بغیر مولیٰ کے تعلق کے ستر کو ڈھانپے اور سر کا لباس یہ ہے کہ شہود انواع تعدد سے مولیٰ کے دیدار کے ستر کو ڈھانپے اور خفی کا لباس ہویتِ حق کی بقا سے ہویت خلق کے ستر کو ڈھانپے یعنی تعینات مضمحل اور لاشے ہو جائیں ۔ موجودات سے پندار

marfat.ocm
Marfat.com

جابات ہٹا کر سر لن الملک کے ساتھ وحدت واحد کے دریچے کو جھانکے ؎

۱ ؎ ملک ملک اُوست او خود مالکست
غیر ذاتش کل شئے ہالکست

۲ ؎ کل شئے ما خلا اللہ باطل
ان فضل اللہ غیم ہاطل

۳ ؎ ہالک آمد پیش وہش ہست نیست
ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

ترجمہ ۱ : تمام ملک اسی کی ملک ہے وہی سب کا مالک ہے اس کی ذات کے سوا باقی سب فانی ہیں۔
۲ : ہر شے اللہ کے سوا باطل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل برسنے والا بادل ہے۔
۳ : یہ سب فانی ہیں اس کی وجہ وہی ہے کہ اس کی حقیقت نیست ہے عجیب بات ہے کہ نیستی ہستی کے رنگ میں کیونکر آئی۔

تفسیر عالمانہ ذٰلِكَ لباس کو نازل کرنا مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے آیات سے ہے جو اس کے فضل اور رحمت پر دلالت کرتی ہیں۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ تاکہ نصیحت حاصل کریں اس کی نعمتوں کو پہچانیں کہ پتوں کے پیٹنے کے بجائے لباس سے نوازا یا معنیٰ یہ ہے کہ نصیحت حاصل کر کے قبائح فحشاء ورۃ کی طرح جمیع قبائح سے بچیں۔

تفسیر صوفیانہ اسرار محمدیہ میں ہے کہ تمام جہان ارواح سے پُر ہے۔ گھر کی کوئی جگہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں روح نہ ہو اسے خدا جانتا ہے کیوں کہ وہ اپنے لشکروں کو آپ جانتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ہی)
فائدہ: حجۃ الاسلام نے اپنی کتاب معراج السالکین میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے تنہائی میں ننگے ہونے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ننگے ہو کر زن و شوہر جماع نہ کریں۔
فائدہ: حضرت حسن و حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانی میں داخل ہوتے تب بھی سلوار پہن کر تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ پانی کے اندر مکینوں سے بھی حیاء آتا ہے۔

حکایت حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک جماعت کو غسل خانے میں ننگے نہاتے دیکھا تو میں نے حدیث پاک کو مدنظر رکھ کر غسل خانے میں ننگے نہانے سے احتراز کیا۔ وہ حدیث پاک یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ حمام میں چادر پہنے بغیر داخل نہ ہو۔ اس ارشاد پر میں نے ننگے ہو کر غسل نہ کیا تو اسی رات میں نے کسی کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے فرما رہا ہے تمہیں مبارک ہو اے احمد بن حنبل۔

marfat.ocm
Marfat.com

تجھے اللہ تعالیٰ نے سُنت پر عمل کرنے کی وجہ سے بخش دیا۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے انہوں نے فرمایا۔ میں جبریل علیہ السلام ہوں اور تمہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کا امام بنائے گا۔ تمام مخلوق آپ کی اقتدا کرے گی

مسئلہ : لباس پہننے میں ستر عورت کی نیت کرے اور اُن سے عیوب کو چھپانے کے لئے کہ جن کا ڈھانپنا ضروری ہے اور اہل اسلام کی نظروں میں محبت رکھنے کے لئے اور نہ حظِ نفس کے لئے۔ اس لئے کہ ایسا لباس تصفیہ قلب اور عقل کو جلا بخشتا ہے اور عقل کی تمام کدورتیں دُھل جاتی ہیں۔ ایسی نیت کرنے سے نفس کی تمام اُمنگیں مٹ جاتی ہیں اور وہ اپنے حظ کو ملیا میٹ سمجھتا ہے پھر ایسی نیت سے ثواب بھی ملتا ہے یہی فرق ہے انسان اور حیوان میں کہ انسان کا ہر عمل نیک نیتی سے ہوتا ہے اور حیوان کی سرے سے نیت ہی نہیں اور جس انسان کی حالت حیوان سی ہو اُسے صُورتاً انسان کہا جاتا ہے لیکن حقیقی انسان کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں۔

سبق : دانا پر لازم ہے کہ وہ اپنے عزم کو اتنا بلند کرے کہ اس کے دل میں سوائے حق کے کسی کا گذر تک نہ ہو

تفسیر عالمانہ ۲۷ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اے بنی آدم تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے یعنی تمہیں فتنہ و محنت میں نہ واقع کرے بایں طور کہ وہ تمہیں گمراہ کرکے بہشت میں داخل ہونے سے روکے گا۔ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ جیسے اُس نے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اصل عبارت یوں ہے۔ لَا یَفْتِنَنَّکُمْ فِتْنَةً مِثْلَ فِتْنَةِ اِخْرَاجِ آدَمَ وَحَوَّاءَ مِنَ الْجَنَّةِ اس لئے کہ جب وہ آدم و حوا کے ساتھ مکر کرکے گمراہ کرنے پر قدرت پا گیا تو وہ ان کی اولاد کو گمراہ کرنے پر بطریق اولیٰ قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے تمہارے لئے واجب ہے کہ تم اس کے وسوسے سے احتراز کرو۔ اس میں نہی شیطان کی طرف منسوب ہے لیکن مراد عوام ہیں اس لئے کہ انہیں شیطان کی اتباع اور اس کے فتنہ ڈالنے سے روکنا مطلوب ہے۔ یہ عبارت لَا تُقَلِّبُوْا فِتْنَةَ الشَّیْطَانِ سے زیادہ بلیغ ہے۔ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا یہ مِنْ اَبَوَیْکُمْ سے حال ہے۔ یعنی درانحالیکہ وہ شیطان اُن کے لباس اُتارتا تھا۔

اعجوبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی طرح تھا یعنی ناخن کے مشابہ تھا۔ یعنی ان کے جسم پر وہ لباس ناخن کی طرح پیدائشی تھا۔

سوال : شیطان کی طرف لباس اُتارنے کا کیا معنی۔ اس لئے کہ اُس نے ان کا لباس نہیں اُتارا تھا بلکہ بحکم خداوندی ملائکہ نے اُتارا تھا۔

جواب : چونکہ لباس اُترنے کا سبب شیطان ہوا اس لئے لباس اُتارنے کی نسبت اس کی طرف کی گئی۔ لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا۔ تاکہ انہیں ان کا ستر دکھائے اس لئے کہ اس سے پہلے نہ انہوں نے اپنا ستر دیکھا تھا نہ کسی

marfat.ocm
Marfat.com

آدم علیہ السلام کی کہانی

مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام طویل القامۃ تھے ایسے معلوم ہوتے تھے گویا ایک کھجور کا درخت ہے اور آپ کثیر بالوں والے تھے جب آپ سے خطا ظاہری سرزد ہوئی تو آپ کا ستر کھل گیا۔ آپ نے ستر دیکھا تو فوراً بہشت کی طرف دوڑے۔ آگے آپ کو ایک درخت نے اپنے پتوں سے گھیر لیا اور آگے نہ جانے دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدم مجھ سے بھاگ کر کہاں جاتے ہو۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے مولا کریم مجھے آپ سے بھاگنے کا ارادہ نہیں بلکہ ستر کھلنے سے حیا دامنگیر ہوا۔ اِنَّہٗ بے شک شیطان ہے کہ شیطان " یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ تمہیں وہ اور اس کا قبیلہ یعنی شیطان کا لشکر اور اُس کی اولاد بھی دیکھتی ہے۔ " مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ " یہ من ابتدائیہ ہے جو رویت کی غایت کے لئے ہے اور حَیْثُ رویت کی نفی کا ظرفِ مکان ہے یعنی تمہیں شیطان اور اس کی اولاد اس لئے نہیں نظر آتی کہ اُن کے اجسام نہایت باریک اور لطیف ہیں اور چونکہ تمہارے اجسام کثیف ہیں اس لئے وہ تمہیں دیکھتے ہیں۔ جس کا دشمن چھپا ہوا ہو وہ بہت زیادہ خطرناک ہوتا ہے بنابریں تمہیں اُن سے زیادہ خوف رکھنا چاہیے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

۱؎ از نبی برخواں کہ دیو و قوم او
می برند از حال انسی خفیہ بُو

۲؎ از زہے کہ انس ازاں آگاہ نیست
زانکہ محسوس ست ایں اشباہ نیست

۳؎ مسکے دارند از دیدہ دروں
مانروز دیہائے ایشاں سرنگوں

۴؎ دمبدم خبط و زیانے مے کنند
صاحب نقب و شگافِ زور بند

ترجمہ ۱؎ نبی علیہ السلام سے پڑھ کہ شیطان اور اس کی قوم انسان کے حالات پوشیدہ طور لے جاتے ہیں۔
۲؎ اس راہ سے کہ انسان بے خبر ہے، اس لئے کہ وہ محسوس صورتوں سے تو نہیں ہیں۔
۳؎ وہ راستہ ایسا رکھتے ہیں جو آنکھوں کے اندر ہے یعنی مخفی ہے۔ ہم انکی جوری سے پریشان ہیں۔
۴؎ ہر گھڑی پریشان اور ہمارا نقصان کرتے ہیں یہ صاحب نقب اور طاقتور ہیں۔

فائدہ ہمارا شیاطین کو نہ دیکھنا اس صورت میں ہے جب کہ وہ اپنی اصلی شکلوں میں ہوں ورنہ اگر وہ متمثل

marfat.ocm
Marfat.com

ہو کر دوسری شکلیں اختیار کر کے نظر آجائیں تو یہ ناممکن نہیں۔ مثلاً ہوا کتنی لطیف ہے جب اپنی صورت میں ہتی ہے تو ہمیں نظر نہیں آتی۔ لیکن جب وہ غبار کی صورت اختیار کرے تو اُسے ہم دیکھ لیتے ہیں۔

فائدہ: بعض لوگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے جنات کو اپنی اصلی صورت میں کُلم کھلا دیکھا علاوہ ازیں "کام المرجان فی احکام الجان" میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اُن کے اجسام کو ظاہر فرمائے اور ہماری آنکھوں کو روشن تر بنا دے تو ان کو دیکھ لیں گے۔ نیز لوں بھی ہے کہ وہ ان کے اجسام کثیف ہو جائیں تب بھی ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں جیسے کہ ہوا اپنی لطافت پر رہے تو ہمیں نظر نہیں آتی لیکن جب وہ کثیف ہو کر غبار بن جائے تو ہم اسے دیکھ لیتے ہیں۔

فائدہ: جنات کا ہمارے اجسام میں داخل ہونا ناممکن نہیں جیسے ہوا اور ہماری اپنی سانس ہمارے اجسام میں سرایت کر جاتے ہیں یعنی ہماری روح ہمارے اجسام میں ہر وقت اِدھر اُدھر پھر رہی ہے جیسے یہ ممکن ہے تو وہ بھی ایک لطیف اجسام ہیں تو اُن کا داخل ہونا بھی ممکن ہے۔

حدیث شریف: شیطان آدم میں خون کی طرح پھرتا ہے

انسان سے جنات کے نکالنے کا طریقہ: اگر کسی کے اندر جن گھس جاتا ہے تو اس کو جن سے جان چھڑانے اور شیطان کے بھگانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس انسان کے پاؤں پر ایک مضبوط ڈنڈا تین یا چار سو بار یا اس سے کم و بیش زور سے مارا جائے تو یہ مار جن پر پڑے گی جس پر جن کا حملہ ہے اسے محسوس تک نہ ہو گا۔ ورنہ اگر یہی مار انسان پر پڑتی تو کبھی وہ بچ کر نہ نکلتا فوراً مر جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن انسان کے اندر گھس جاتا ہے۔

فائدہ: جن پتھروں کے اندر بھی شگاف کئے بغیر گھس جاتے ہیں جب کہ اس پتھر میں پہلے سوراخ ہوں۔ جیسے اس سوراخ دار پتھر میں ہوا داخل ہو جاتی ہے

سوال: اگر یہ عقیدہ مان لیا جائے کہ جن انسان کے اندر گھس جاتا ہے تو دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

(۱) تداخل الاجسام یعنی ایک جسم کا دوسرے میں داخل ہونا اور یہ اسلامی نظریہ کے خلاف ہے

(۲) جن ناری جسم ہے اگر اس کا انسان میں داخل ہونا مانا جائے تو اس کا جل جانا ماننا پڑے گا۔ حالانکہ وہ جلتا نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن انسان میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جواب: یہ قاعدہ ہے کہ جسم لطیف جسم کثیف کے سوراخوں کے اندر داخل ہو جاتا ہے جیسے ہوا تمام اجسام میں داخل ہو جاتی ہے اس سے کسی نے نہیں کہا کہ ایک چیز میں متعدد جواہر کا اجتماع ہو گیا۔ یہ اس لئے کہ ان کا اجتماع طے طریق اجاورۃ نہیں نہ ہی طے سبیل الحلول ہے ان کا ہمارے اجسام میں داخل ہونا ایسے ہے جیسے برتن سوراخ دار میں ہوا

marfat.ocm
Marfat.com

کا داخل ہونا ہوتا ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جن نار محقہ دکھانے والی نہیں۔ بلکہ ان کی نار سے تخلیق ہے جیسے آدم کی تخلیق مٹی سے ہے پھر شے کسی سے کسی غلبہ کی وجہ سے اس کی طرف منسوب ہوتی ہے ایسے ہی یہاں سے کہ جن نار کے عنصر کا غلبہ ہے اس لئے اس کی طرف وہ منسوب ہے۔

تفسیر صوفیانہ بعض الحقائق میں فرماتے ہیں کہ آیت میں اشارہ ہے کہ وہ تمہیں اس حیثیت بشریت سے دیکھتے ہیں کہ دراصل ہیں صفات حیوانیہ کا منشا ہے اور تم انہی صفات حیوانیہ کی وجہ سے ان سے محجوب ہو کر انہیں نہیں دیکھ سکتے ہو اور حیثیت روحانیت کو اس میں دخل نہیں۔ کیوں کہ وہ تو علوم اسماء و معرفت سے عبارت ہے بنابریں وہ تمہارے اس مقام کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ تم انہیں اس نظر روحانی بلکہ نظر ربانی سے دیکھتے ہو۔ اِنَّہٗ یَرٰىکُمْ نہ دیکھنے کی علت ہے کہ وہ تمہارا ایسا سخت دشمن ہے کہ تمہارا اس کے شر سے بچنا مشکل ہے اس لئے کہ جو دشمن ہمیں دیکھ سکتا ہو اور ہم اُسے نہ دیکھ سکیں تو اس کے شر سے بچنا نہایت ہی ملال ہوتا ہے۔ ہاں جسے اللہ تعالیٰ کا فضل حمایت کرے وہ ہر طرح سے اس کے شر اور ضرر سے محفوظ ہوتا ہے۔

سبق : دانا پر لازم ہے کہ ہر وقت ایسے دشمن شیطان سے ڈرتا رہے۔

سوال : جسے ہم دیکھ بھی نہیں سکتے پھر ہم اس سے جنگ کیسے کریں اور اس سے بچ بھی کس طرح سکتے ہیں اور ہمیں اس کا حکم بھی دیا جا رہا ہے یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

جواب : ہمیں ان کی ذات سے لڑائی اور بچنے کا حکم نہیں بلکہ اُن کے وسوسے کو دور کرنے اور اس کے شر کو قبول نہ کرنے کا حکم ہے کہ جس وقت وہ ہمارے دلوں میں اس طرح کے وسوسے ڈالے تو ہم انکار کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آکر اس کے شر سے بچیں۔

نکتہ : سیدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ وہ ہمیں دیکھتا ہے اور ہم اُسے نہیں دیکھ سکتے لیکن ہمارا رب تو اُسے دیکھتا ہے اور وہ رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ پھر ہم اپنے رب کریم سے استمداد کر کے شیطان کے شر اور مکر سے بچنے کی کوشش کریں اس لئے کہ اس کا مکر اور شر اللہ تعالیٰ کے سامنے بیکار ہے اور نہایت کمزور ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم شیطانوں کو ان کا یار بنایا ہے جو بے ایمان ہیں کہ اُن کے مابین خذلان و غوایت (گمراہی) کی مناسبت پیدا کر دی۔ جس سے وہ ایک دوسرے کے دوست ہو کر بے ایمان لوگ اُن کی گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اولیاء ولی کی جمع ہے بمعنی پکا دوست اس معنی پر ولی عدو کی نقیض ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے "تولاہ" فلاں نے فلاں کو پکا اور گہرا دوست بنایا ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

شیطان حضور علیہ السلام کی خدمت میں

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان ابلیس سے کہا کہ میرے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سوالات کا جواب دے۔ شیطان حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک بوڑھے کی شکل میں ایک گٹھڑی لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ عرض کی ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے ہاں کیوں آیا۔ عرض کی مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضری دوں اور جن باتوں کا آپ مجھ سے سوال کریں میں اُن کا جواب دوں۔ آپ نے اس سے ایک سوال کیا جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ابلیس لعین کے پندرہ دشمن اور دس دوست

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں تیرے کتنے دشمن ہیں۔ شیطان نے کہا پندرہ۔

(۱) آپ میرے سب سے بڑے دشمن ہیں (۲) امام عادل (۳) غنی متواضع (۴) سچا تاجر (۵) خدا ترس عالم دین۔ (۶) مومن دین کا جاں نثار (۷) مومن رحیم القلب (۸) توبہ کرکے اس پر مضبوط رہنے والا (۹) حرام سے بچنے والا۔ (۱۰) وضو پر مداومت کرنے والا (۱۱) مومن بہت زیادہ صدقہ خیرات دینے والا (۱۲) حُسنِ خلق (۱۳) لوگوں کو نفع پہنچانے والا (۱۴) قرآن کا حافظ پھر اس کی تلاوت پر مداومت کرنے والا۔ (۱۵) رات کو اُٹھ کر عبادت کرنے والا جب کہ دوسرے لوگ نیند کر رہے ہوں۔

ابلیس کے دس دوست

پھر حضور علیہ السلام نے شیطان ملعون سے پوچھا کہ تیرے دوست کتنے ہیں۔ اُس نے کہا۔ (۱) سلطان ظالم (۲) غنی متکبر (۳) تاجر خائن (۴) شرابی (۵) چغلخور (۶) سود خوار (۷) یتیم کا مال کھانے والا (۹) مانع زکوٰۃ (۱۰) ریا کار (۱۰) بڑی بڑی آرزو دل میں لانے والا۔

فائدہ: مذکورہ بالا تقریر سے ثابت ہوا کہ اس کے دوست نہ صرف کفار و مشرکین ہیں بلکہ اہلِ ایمان کے فساق میں سے بھی بعض اُس کے دوست ہیں (نسال اللہ العنایۃ والتوفیق)

حکایت

منقول ہے کہ ابلیس ملعون نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے ہاں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں آپ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا مجھے تیری نصیحتوں کی ضرورت نہیں ہاں بنو آدم کے متعلق کوئی باتیں سنانی ہیں تو سنا دے۔ اُس نے کہا بنو آدم ہمارے نزدیک تین قسم ہیں۔ (۱) یہی ہمارے لئے سخت پریشان کن ہیں ہم جتنا ہی ان کے بہکانے کی تدبیریں بناتے ہیں وہ تمام رائیگاں جاتی ہیں۔ وہ لوگ استغفار پڑھنے والے ہیں کہ ہم جب انہیں بہکانے کا پروگرام بناتے ہیں تو وہ استغفار پڑھ کر ہمیں بھگا دیتے ہیں لیکن ہم بھی ان کے گمراہ کرنے سے نا اُمید بھی نہیں ہوتے۔ مگر وہ ہمارے قابو میں نہیں آسکتے۔

marfat.ocm
Marfat.com

(۲) یہ لوگ ہمارے ہاتھوں کے اشارہ پر ہوتے ہیں جیسے بچوں کے ہاتھ میں گیند ہی ہمارے اور ہم اُن کے۔ یعنی وہ لوگ گناہوں میں ہر وقت لگے رہتے ہیں

(۳) آپ جیسے معصوم حضرات پر ہمارا کسی قسم کا بس نہیں چل سکتا۔

حکایت: حضرت یحیٰی علیہ السلام سے ایک دفعہ شیطان ابلیس کی اصلی شکل میں ملاقات ہوئی تو حضرت یحیٰی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تیرے محبوب ترین کون لوگ ہیں اور مبغوض ترین کون۔ شیطان نے کہا ہمیں محبوب ترین وہ مومن ہیں جو بخیل ہو اور مبغوض ترین وہ فاسق ہے جو سخی ہو۔ یحیٰی علیہ السلام نے فرمایا وہ کیسے؟ ابلیس نے کہا وہ اس لئے کہ بخیل کو میرے بخل سے تعلق پڑا اور فاسق سخی کی سخاوت سے مجھے خطرہ رہتا ہے کہ اس کی سخاوت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے یہ کہہ کر چل پڑا اور کہہ رہا تھا کہ اگر آپ یحیٰی علیہ السلام نہ ہوتے تو میں آپ کو یہ راز نہ بتاتا (کذا فی احکام المرجان فی احکام الجان)

۲۸ وَاِذَا فَعَلُوْا اور جب کرتے ہیں (کفار قریش) (مکہ) فَاحِشَةً کسی برائی کو۔ یعنی ایسا فعل جو برائی کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ جیسے بت پرستی اور ننگا ہو کر طواف کرنا جیسے قریش مکہ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ جنہیں مذکورہ بالا برائیوں سے روکا گیا تو وہ نصیحت گروں کو جواب دیتے گویا وہ انہی افعال قبیحہ کے اچھے ہونے پر حجت کے طور کہتے کہ ان میں قباحت کیسی جب کہ وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا۔ ہم نے ایسے ہی اپنے آباء کو پایا علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ پر افتراء کر کے کہتے کہ (معاذ اللہ) ان کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے چنانچہ کہا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا اور ان کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

سوال: ان کی دو حجتیں ہیں (۱) تقلید آباء (۲) "امر الٰہی" اللہ تعالیٰ نے ان کی امر الٰہی کی حجت کی تو تردید فرمائی۔ لیکن تقلید آباء کی کوئی تردید نہیں فرمائی۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب: تقلید آباء درحقیقت ایسی دلیل نہیں جسے صحتِ فعل پر حجت قائم بنایا جا سکے بالخصوص ایسے فعل کے لئے جس کے بطلان پر دیگر دلائل قاطعہ موجود ہوں گویا تقلید آباء کی حجت ایسی ظاہر البطلان ہے کہ جس کی تردید کی ضرورت ہی نہیں اور دوسری دلیل بھی ان کی ایسی ہی ہے لیکن چونکہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا ان کا افتراء

marfat.ocm
Marfat.com

بنا بریں ان کی تردید میں فرمایا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ فرمایئے اللہ تعالیٰ برائی کا حکم نہیں فرماتا اس لئے کہ اس کی عادت کریمہ ہے کہ وہ صرف محاسن افعال کا حکم فرماتا ہے اور مکارم خصال کی ترغیب دیتا ہے۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ کیا اللہ تعالیٰ پر ایسی باتوں کا افتراء کرتے ہو جن کا تمہیں خود بھی علم نہیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے یا نہ اس لئے کہ علم کا حصول یا تو ابتداءً اللہ تعالیٰ سے ہو یعنی کسی نبی علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر کہ اسے کسی نبی علیہ السلام سے تبلیغ کے طور معلوم نہ ہوا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست علم ہو اور وہ اس کے منکر تھے کہ انہیں نبی علیہ السلام نے بتایا ہے اس لئے کہ وہ تو ہر نبی علیہ السلام کی نبوت کے منکر تھے دوسرا طریقہ علم کے حصول کا انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے ہوتا ہے اور وہ علی الاطلاق انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ احکام الٰہی کے حصول کا ان کے ہاں کوئی طریقہ ہی نہیں تھا۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ جو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ ان کی یہ بات ایسی کہ جسے وہ خود بھی نہیں جانتے۔ اتقولون ان کے ماموریہ کے قول کا تتمہ ہے اور یہ ہمزہ انکار کے لئے ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کا کوئی وجود ہی نہیں اور تمہارا دعویٰ طریقہ سے

تفسیر صوفیانہ آیت ہذا میں اشارہ ہے کہ فاحشہ سے دنیا اور طلب دنیا اور اس کے جمع کرنے کی حرص مراد ہے اس لئے کہ تمام فواحش کا سرچشمہ حب دنیا ہے جو کہ ہر برائی کی جڑ اور سردار ہے اب آیت کا معنیٰ یوں ہوا کہ جب اہل غفلت طلب دنیا اور اس کی زینت اور اس سے متمتع ہونے میں شیطان کے اکسانے اور اس کی تدبیریں بتانے اور اس کی زینت کے ابھارنے سے واقع ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے داعی نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور فرمایا دنیا اور اس کی طلب کو چھوڑ دو تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم نے اپنے آباء کو بھی حب دنیا اور اس کی شہوات میں پایا۔ پھر ہم ان کی تقلید کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں علاوہ ازیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے کسب حلال کی طلب کا حکم بھی دیا ہے۔ اے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ فحشاء یعنی حب دنیا اور اس کے جمع کرنے کے حرص کا نہیں بلکہ اس نے تو بقدر ضرورت کسب حلال کا حکم فرمایا کہ جس سے تمہارے بدن کا قوام صحیح رہ سکے اور بقدر ضرورت لباس مہیا کر سکو تاکہ حقوق عبادت میں تساہل و تکاہل نہ ہو۔ اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون کیا تم اللہ تعالیٰ پر ایسے امور کا افتراء کرتے ہو جن کے آفات کو تم نہیں جانتے اور نہ ہی تم ان کے عاقبت کے وبال کو جانتے ہو اور یہ بھی تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بھی منجملہ شیطان کے فتنوں سے اور اس کی تزیین و اغواء سے ہے (وکذا فی التاویلات النجمیہ) مثنوی شریف میں ہے ؎

این جہان جیفہ است و مردار خیص
بر چنیں مردار چوں باشم حریص

ترجمہ: یہ جہان مردار اور نہایت ہی بدبودار مردار ہے تو ہم ایسے مردار کے لئے کیسے حریص بن سکتے ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ۔ (فرمایئے اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے رب تعالیٰ نے عدل و انصاف کا حکم فرمایا ہے (ربط) جس امر کی غلط نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اس کی نفی کے بعد اب بامور بہ کا بیان فرمایا۔ القسط یعنی عدل ہر وہ درمیانہ امر جو افراط و تفریط سے خالی ہو۔ حدیث شریف میں ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا۔ امور میں وہ امر بہتر ہوتا ہے جو اوسط ہو ؎

تَوَسَّطْ اِذَا مَا شِئْتَ اَمْرًا فَاِنَّہٗ
کِلَا طَرَفَیِ قَصْدِ الْاُمُوْرِ ذَمِیْمٌ

ترجمہ۔ جب تم کسی کام کو کرنا چاہتے ہو تو اس کے درمیانہ کام کو اختیار کرو۔ اس لئے کہ شے کے درمیان کی ہر دونوں طرفیں مذموم ہوتی ہیں۔

وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ اس کا امر مقدر ہے۔ یعنی قل محذوف ہے۔

سوال: تم نے فعل قُلْ کو مقدر کو کیوں مانا ہے۔

جواب: تاکہ جملہ خبریہ پر جملہ انشائیہ کا عطف ڈالا جائے اب معنیٰ یوں ہوا کہ فرمایئے اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیجئے (انکا لیکہ تم سیدھے یعنی خلوصِ قلب سے عبادت کرو۔ عبادت سے منہ نہ موڑو۔ یا یہ معنی ہے کہ تم اپنے چہرے قبلہ کی طرف متوجہ رکھو۔ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ نزدیک یا ہر نماز کے سجدے کے وقت اس سے ظرفِ زماں مراد ہے یا ظرفِ مکاں یعنی سجدے کے وقت یا سجدہ کے مکان میں اور مسجد سے سجدہ نماز مراد ہے۔ جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے۔

مسئلہ: کلبی نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے اور اس وقت تم مسجد میں ہو تو تم نماز پڑھو یہ نہ کہو کہ ہم اپنی مسجد میں جا کر نماز پڑھیں گے۔

مسئلہ: اگر مسجد میں نہ ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو جونسی مسجد مل جائے اس میں نماز پڑھ لو۔

مسئلہ: نماز کی ادائیگی محلہ کی مسجد میں جامع مسجد سے افضل ہے۔ بشرطیکہ مسجد محلہ میں نماز پڑھانے والا (متقی) عالم دین ہو۔

مسئلہ: کاروباری لوگ اور دکانداروں کے لئے اس علاقہ کی مسجد محلہ کہلائے گی۔

مسئلہ: حدادی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے فرضی نماز کو باجماعت ادا کرنے کا وجوب ثابت ہوا۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کی اذان سنی اور وہ بلا عذر نماز کے لئے حاضر نہ ہوا تو اس کی نماز کامل نہ ہوئی۔

مسئلہ: اکیلی نماز سے باجماعت نماز کا ستائیس درجے زائد ثواب ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

نکتہ: ایک نماز باجماعت ادا کرنے سے دن رات کی نمازوں کا ثواب مِل جاتا ہے اس لئے کہ دن اور رات کی جملہ فرضی نمازیں سترہ اور سنتیں دس رکعتیں ہیں اُن کا مجموعہ ستائیس ہوتا ہے۔

مسئلہ: فرائض و تراویح کو مسجد میں باجماعت ادا کرنا انہیں گھر پہ ادا کرنے سے افضل ہے کذا قال العلماء

نکتہ: اس لئے کہ مسجد میں نماز ادا کرنا شعائر اسلام سے ہے۔ جیسے گھر پہ اکیلے نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت گھر پہ باجماعت نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔ وَادْعُوْهُ۔ اور اللہ تعالیٰ کو پکارو یعنی عبادت کرو۔

قاعدہ: دعا بمعنی عبادۃ اطلاق الخاص علی العام کے قبیل سے ہے[1] اس لئے دُعا بھی ایک عبادۃ ہے۔ اس لیے کہ دُعا کے وقت فقیری و مسکینی کا اظہار ہوتا ہے اور عبادۃ بھی اس اظہار فقر و فقر اور مسکینی کو کہتے ہیں بلکہ دُعا کا جوہر یہ خضوع و خشوع ہے[2] مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط اس لئے دین یعنی اطاعت کو اخلاص کے ساتھ ادا کرنے والے ہو کر۔ اس لئے کہ تم سب کا رجوع آخرت کی طرف ہے ؎

فردا کہ پیش گاہِ حقیقت شود پدید
شرمندہ رہروئے کہ عمل بر مجاز کرد

ترجمہ: کل قیامت میں حقیقت کے سامنے شرمسار ہوگا وہ راہرو جس نے مجاز کے مطابق عمل کیا ہوگا۔

كَمَا بَدَاَكُمْ: جیسے تمہاری ابتداء کی ہے یعنی تمہیں ابتداءً پیدا فرمایا تَعُوْدُوْنَ ۝ تم اسی کے بولانے پر اسی کی طرف لوٹو گے۔ پھر وہ تمہارے اعمال کی تمہیں جزا دے گا اور کاف محل نصب میں ہے اور وہ مصدر محذوف کی صفت ہے اصل عبارت یوں تھی۔ تَعُوْدُوْنَ عَوْدًا مِثْلَ مَا بَدَاَكُمْ اور بداء ہمزہ کے ساتھ بمعنی انشاء و اختراع۔

سوال: انشاء (پیدا کرنے) کو بدأ سے کیوں تعبیر کیا ہے۔

جواب: تاکہ معلوم ہو کہ یہ فعل ممکن اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے یعنی اپنے لوٹنے کو اپنی پہلی پیدائش پر قیاس کر کے قیامت میں لوٹنے کا انکار نہ کرو اس لئے کہ جو ذات ابتدائی تخلیق پر قدرت رکھتی ہے اسے لوٹانے کی بھی طاقت و قدرت ہے اسے تمہاری تخلیق سے تمہارا لوٹانا کوئی مشکل نہیں ۝ فَرِيْقًا مابعد کی وجہ سے منصوب ہے هَدٰى ایک گروہ کو ہدایت دی بایں طور کہ انہیں ایمان کی ہدایت بخشی وَفَرِيْقًا مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ پھر معنوی لحاظ سے فعل مابعد اس فعل مقدر کی تفسیر کرتا ہے اور وہ فعل مقدر کا اصل ہے اب معنی یوں ہوا الاصل فریقاً ایک گروہ کو گمراہ کیا۔ حَقَّ عَلَيْهِمُ۔ ان کے لئے لائق ہو گئی۔ الضَّلٰلَةُ گمراہی قضائے سابق

---

[1] لیکن اس قاعدہ سے وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں وغیرہم کو انکار ہے ۱۲۔ اُویسی غفرلہ،

[2] اس لئے حدیث شریف میں ہے "الدعا مخ العبادۃ" دعا عبادت کا مغز ہے ۱۲، اُویسی غفرلہ،

marfat.ocm
Marfat.com

پر جو کہ مشیت کے تابع ہے اور اس میں بے انتہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ بے شک انہوں نے شیطانوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا دوست بنایا۔ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی وہ گمراہ اسلئے ہوئے کہ انہوں نے شیطان کو دوست بنایا اور اُن کی دعوت کو بلا تامل قبول کر لیا اور حق و باطل کی تمیز نہ کر سکے۔

مسئلہ ۔ اگرچہ ہدایت و گمراہی کی تخلیق اللہ تعالیٰ کرتا ہے لیکن اس وقت جب کہ بندہ ہدایت و گمراہی کے آمادہ ہو کر اس کے حصول کی سعی کرتا ہے۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔ اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

مسئلہ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطاً سے کفر کرنے والا اور ضد میں عمداً کفر کرنے والا ہر دونوں برابر ہیں اس لئے کہ خطاً کفر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے کہ اس کا گمان ہے کہ وہ جس دین پر ہے وہ حق ہے اِس بناء پر گمراہی اس کے دل میں راسخ ہے اس لئے کہ یہ بھی معاند و جاحد کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں صرف گمان اور خیالی ارادہ بیکار ہے جب تک کہ اس پر یقین اور جزم نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی مذمت اُن کے گمان کی وجہ سے کی ہے۔ کما قال وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔ کیوں کہ اگر محض گمان مفید ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُن کی مذمت نہ کرتا۔

تنبیہ ۔ دانا پر لازم ہے کہ یقین اور تحقیق حاصل کرے محض تقلید اور اصحابِ تحقیق کی تقلید میں گرفتار نہ رہے اس لئے کہ عقائد میں تقلید معتبر نہیں بلکہ مسائل میں تقلید ضروری ہے اس لئے کہ حال و مقام کا مرتبہ عرفان سے معلوم ہوتا ہے۔ صائب نے خوب فرمایا ؎

واقف نمے شوند کہ گم کردہ اند راہ
تا در ہر واں بہ رہنمائی نمے رسند

ترجمہ ۔ آگاہ نہیں ہوتے کہ وہ راہ گم کر چکے ہیں۔ ایسے گمراہ کہ اب راہ بتلانے والوں سے بھی رہنمائی نہیں لیتے تاکہ منزل تک پہنچ سکیں۔)

تفسیر صوفیانہ تقلید باطل اور شک و ریا اور حُبِ دنیا و حبِ خلق سب کی سب اللہ تعالیٰ کے ہاں مذموم ہیں اور انمیں کسی قسم کا فائدہ نہیں۔

حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کے قریب سے گزرا تو دیکھا کہ ایک بندۂ خدا نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے گرداگرد درندے گھوم رہے ہیں۔ گویا اس کا پہرہ دے رہے تھے۔ جب مجھے دیکھا تو وہ درندے بھاگ گئے اور اس بندۂ خدا نے نماز مختصر کر کے مجھے فرمایا

marfat.ocm
Marfat.com

اے ابوالفیض اگر تم طلبِ حق میں خلوص کرو تو یہ درندے بھی تمہارے غلام ہیں اور پہاڑ بھی تیرے حکم کے پابند۔ میں نے کہا۔ خلوصِ قلب کا کیا معنیٰ۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر کا تصور تک نہ ہو۔ میں نے پوچھا۔ وہ کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس نے فرمایا کہ جب خلق کو دل سے نکال دو۔ جیسے شرک کو دل میں جگہ نہیں ایسے حبِ خلق کو جگہ نہ دو۔ میں نے کہا یہ تو ہمارے لئے مشکل ہے۔ انہوں نے فرمایا عارفین کیلئے یہ معمولی بات ہے۔

سبق : جب عام مخلوق کی دوستی کا یہ حال ہے تو پھر سوچیے کہ شیطان کی دوستی کا کیا حال ہوگا۔ یاد رہے کہ جیسے شیطان سے دوستی اچھی نہیں ایسے ہی شیاطین الانس کی یاری و دوستی بھی نہایت ناموزوں ہے

سبق : سالک کے لئے حُبِ الٰہی ضروری ہے وہ بڑا بدبخت ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دم بھرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ماسویٰ اللہ کی دوستی کو مِن دُونِ اللہ سے تعبیر کرکے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ دم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ جانے سے قلوب کو ہدایت کا راہ دکھانے کے بعد ٹیڑھا نہ بنائے بلکہ اپنی محبت کا وافر حصہ نصیب فرمائے اور ہمیں اپنی طاعت و عبادت کا راہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ اے آدم زادو ہر نماز کے وقت اپنی زینت لو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اگرچہ زینۃ بمعنی ما یتزین بہٖ ہے یعنی ہر وہ لباس فاخرہ کہ جس سے زینت حاصل کی جائے۔ لیکن یہاں پہ بالاتفاق وہ کپڑے مراد ہیں جن سے ستر ڈھانپا جاتا ہے جیسا کہ اس کا شانِ نزول بتاتا ہے۔

شانِ نزول

جاہلیت کے دَور میں عرب کے چند قبیلے کعبہ معظمہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے اور کہتے کہ ہم ان کپڑوں سے کیسے طواف کریں جن میں ہم گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اُن کے مَردوں کو اور عورتیں رات کو طواف کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ وہ کپڑے پہن کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور عبادت ننگے ہو کر نہ کریں۔ طواف ہو یا نماز۔ ان کی عادت تھی کہ طواف کے لئے جب حاضر ہوتے تو کپڑے اُتار کر کعبہ معظمہ کے باہر رکھ لیتے اور پھر طواف کرتے۔

فائدہ : تفسیر حدادی میں ہے کہ ان کی عادت تھی کہ جب وہ منیٰ میں حاضر ہوتے تو کپڑے اُتار کر سامان میں رکھ دیتے اور پھر ننگے طواف وغیرہ کرتے۔ اگر کسی کے بدن پر کپڑے ہوتے تو اُسے مارتے اور اس کے کپڑے اتار لیتے اور عورتیں رات کے وقت تمام کپڑے اتار لیتی تھیں۔ صرف ایک لنگوٹا زانوؤں تک باندھتی تھیں جس سے وہ اپنا پورے طور سے بھی ڈھانپتی تھیں۔

مسئلہ : یہی آیت اصل ہے اس مسئلہ کی کہ نماز میں سترِ عورت واجب ہے اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ نماز

marfat.ocm
Marfat.com

یا طواف کے وقت اپنے ستر عورت کے لئے کپڑے لے لو۔

مسئلہ: شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ نماز یا طواف کے وقت بہترین کپڑے پہننا مستحب ہے اس لئے کہ زینت سے مُراد لباس ہے سبب بول کر سبب مُراد لیا گیا ہے۔

مسئلہ: خلاصہ یہ کہ نماز میں مطلق اور بہترین لباس پہننا مسنون ہے۔

امام ابوحنیفہ کی کہانی سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے ایک مخصوص لباس تیار کرایا تھا وہ لباس یہ تھا۔ (۱) قمیص (۲) عمامہ (۳) چادر (۴) سلوار۔ اس زمانہ میں ان کی مجموعی قیمت ڈیڑھ ہزار درہم تھی اور وہ اسے دن رات پہنتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کو لباس فاخرہ سے بندوں کے ملنے سے اولیٰ ہے۔

مسئلہ: فقہاء کرام نے فرمایا اگرچہ اندھیری رات ہو تب بھی نماز کے لئے لباس واجب ہے اس لئے کہ ستر عورت صرف حقوق الخلق سے نہیں۔ بلکہ یہ حقوق الصلوٰۃ سے بھی ہے۔

تفسیر صوفیانہ تفسیر فارسی میں ہے کہ ظاہری لباس شریعت میں نماز کے لئے اور طریقت میں راز کے لئے حضور قلب ضروری ہے ؎

ذوق طاعت بے حضور دل نیابد ہیچکس
طالبِ حق را دل حاضر بریں درگاہ بس

ترجمہ: حضور دل کے سوا کسی کو بھی طاعت کا ذوق نصیب نہ ہوگا طالبِ حق کو اس درگاہ میں دل حاضر رکھنا ضروری ہے۔

تفسیر عالمانہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا۔ اطعمہ واشربہ میں سے جو دِل چاہے کھاؤ اور پیو۔

شانِ نزول: مروی ہے کہ بنو عامر ایام حج میں معمولی طور کھاتے اور گھی والی غذا سے تو بالکل پرہیز کرتے اس سے وہ سمجھتے کہ اس طرح سے وہ حج کی عزت وعظمت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں کا اسلام قبول کرنے کے بعد اسی طرح حج کی عظمت میں مذکورہ بالا طریق کے ارتکاب کا ارادہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ اہلِ بیات یعنی فقراء کی طرح مقام عبودیت میں وہی طعام کھاؤ اور وہی پانی پیو جو انہیں اس طعام میں نصیب ہوا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں شب باش رہتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور حضور علیہ السلام رمضان میں جس خصوصیت کے ساتھ عبادت کرتے اور کسی دوسرے مہینہ میں نہ ہوتی یہاں تک کہ کئی راتیں کھانے پینے کا نام تک نہ لیتے تاکہ

marfat.ocm
Marfat.com

عبادت سے وافر حصہ نصیب ہو۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے روکتے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ آپ خود تو صوم وصال رکھتے اور ہمیں روکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کے ہاں گزارتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے رب کے ہاں ہوتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

• رب کے اس دیئے طعام وشراب کے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے اور اس میں دو قول ہیں۔

(۱) طعام وشراب (پانی) اس قسم سے تھا جسے ہم کھاتے پیتے ہیں۔ اس طرح سے حدیث شریف کا حقیقی معنی مراد ہوگا اور حقیقت سے مجاز کی طرف رجوع نہیں کرنا پڑتا اور وہ طعام بہشت سے لایا جاتا ہے (انوار ومعارف مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کو لذتِ مناجات میں اور اس کے قرب سے جو آپ کو آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے اور محبت کی وہ نعمتیں جنہیں حضور علیہ السلام نے پایا اور یہ غذا مسلسل ملتی رہی جو قلوب کی غذا اور ارواح کی نعمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور نفوس کی رونق ہے۔

حکایت منصور حلاج

حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ایک خادم خاص کہتا ہے کہ حضرت الشیخ منصور مرحوم ومغفور دو سال کعبہ معظمہ میں ٹھہرے رہے۔ آپ کے ہاں ایک جگہ سے روزانہ طعام بھیجا جاتا لیکن آپ اسے ہاتھ تک نہ لگاتے وہ جوں کا توں پڑا رہتا۔ جسے پھر میں کھا جاتا۔ اس طرح سے آپ نے دو سال مسلسل گزار دیئے۔ لیکن کبھی آپ کو ہم نے طعام کھاتے نہیں دیکھا۔

حضور علیہ السلام طعام کے محتاج نہیں کھایا تو امت کی تعلیم کیلئے

حضرت الشیخ الشہیر بافادہ امندوسی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے طعام اس لئے کھایا کہ امت ضعیفہ کو تعلیم نصیب ہو ورنہ آپ کو کھانے پینے کی حاجت و ضرورت نہیں تھی۔

ازالۂ وہم : آپ کا کبھی کبھی فقر وفاقہ کے دوران شکم اطہر پر پتھر باندھنا بھوک کی وجہ سے تھا کہ کہیں یہ لطیف جسم عالم ملکوت کی طرف پرواز نہ کرے۔ اس لئے پتھر باندھ دیتے تاکہ عالم دنیا میں رہ کر خلقِ خدا کے لئے راہ ہدایت کا کام سرانجام دے سکیں اور انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام حدوثِ عالم پر نظر رکھ کر تجلی بقا سے بہرہ یاب رہے

وَلَا تُسْرِفُوْا : حلال کو حرام کی طرف تعدی نہ کرے یعنی وہ اشیاء جو ماکولات ومشروبات وملبوسات میں حرام فرمائی ہیں انہیں عمل میں نہ لاؤ۔ یا اس کے معنی یہ ہے کہ طعام حد سے زیادہ نہ کھاؤ اور اس کی حرص کرو کہ بدن کے قوام کے لئے ضرورت ہی نہیں تو تم خواہ مخواہ لذت کے طور کھاؤ اس لئے کہ یہ بھی اسراف کے قبیل سے ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کے عمل سے محبت نہیں کرتا۔ یعنی ان سے راضی نہیں اور نہ ہی ان کی تعریف کرتا ہے۔

فائدہ : بعض کے نزدیک اسراف یہ ہے کہ جو جی چاہے کھا ڈالے اور یہ بھی اپنے مقام پہ صحیح ہے کہ جو ہر وقت

marfat.ocm
Marfat.com

کھانے پینے کی فکر میں لگا رہے وہ خسیس اور ذلیل ترین انسان ہے ؎

۱ : خواجہ را بیں کہ از سحر تا شام
فکرد اندیشۂ شراب وطعام

۲ : شکم از خویش دل وخوشحالی
گاہ پُر میکند گہے خالی

۳ : فارغ از خلد وایمن از دوزخ
جائے او مزبست و یا مطبخ

ترجمہ ۱ : خواجہ کو دیکھ کہ صبح سے شام کھانے پینے کی فکر نہیں۔
۲ : پیٹ خوشدلی اور خوشحالی سے پُر ہے کبھی اسے پُر کرتا ہے کبھی خالی کرتا ہے
۳ : یہ بہشت کے خیال سے خالی اور دوزخ کے خوف سے فارغ ہے اس کی جگہ یا پاخانہ یا باورچی خانہ ہے

نکتہ عجیبہ : حضرت شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسراف اس کا نام نہیں کہ ساری دنیا کے طعام اُٹھا کر منہ میں ڈالدیں بلکہ اسراف وہ لقمہ ہے جو رضائے الٰہی کے لئے نہیں بلکہ نفس پروری کے لئے کھایا جائے

؎ یک جواں را کہ خیر دائم داشت
پند می داد راہبے در دیر
کائے پسر خیر نیست در اسراف
گفت اسراف نیست اندر خیر

ترجمہ : ایک جوان کو نیکی کا حرص تھا۔ اسے دیر میں ایک راہب نے نصیحت کی کہ اے بیٹے اسراف اچھا نہیں نوجوان نے کہا۔ بزرگ خیر میں اسراف ہوتا ہی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اسراف دو قسم ہے۔ (۱) افراط ۔ (۲) تفریط۔ افراط یہ ہے کہ حاجت ضروریہ سے زائد کا ارتکاب یا خلاف شرع عمل عمل یا طبع وشہوت کے مطابق کیا۔ یا غفلت میں یا ترک ادب کرکے یا حرص کے طور پر ہو وغیرہ وغیرہ اور تفریط یہ ہے کہ حاجتِ ضروریہ میں بلاوجہ کمی اور قوت وطاقت جو حقوق عبادت کے قوام میں کوتاہی یا اپنے نفس کو ضائع کرکے یہاں تک کہ وہ تباہ ہو جائے پر زور دیا جائے یا اپنے نفس کے خواہشات پورے کرکے حقوق ربوبیت ضائع کئے جائیں یا خواہشات نفسانی میں حقوق قلب وروح وسر ضائع کردیئے جائیں۔ اب آیت کا معنیٰ یوں ہوا کہ اپنے حقوق حظوظ نفسانیہ کی وجہ

marfat.ocm
Marfat.com

سے ضائع نہ کرو۔

حکایت عجیبہ ہارون رشید کا ایک حکیم حاذق نصرانی تھا اس نے ایک مرتبہ حضرت علی بن حسین بن واقد پر سوال کیا کہ تمہارے قرآن مجید میں علم طب کا معمولی سے معمولی مسئلہ بھی بیان نہیں کیا گیا حالاں کہ علم دو ہیں ۔ (۱) علم الابدان و علم الادیان ۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام طبی مسائل کو صرف ان دو لفظوں میں جمع فرما دیا ہے ۔ کما قال تعالیٰ کُلُوا واشربُوا وَلَا تُسرِفُوا ۔ نصرانی نے کہا کہ کیا تمہارے نبی علیہ السلام کو بھی طب سے کچھ واقفیت تھی ۔ انہوں نے کہا ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طب کے جمیع مسائل مختصر الفاظ میں بیان فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں ۔

(۱) المعدۃ بیتُ الداء معدہ بیماریوں کا گھر ہے ۔

(۲) الحمیۃ راس کل دواء حمیت ہر دوا کی سرتاج ہے ۔

(۳) عود کل جسم ما عتاد جسم کو عادت پر چلاؤ ۔

نصرانی حکیم نے کہا تمہارے قرآن مجید اور تمہارے نبی علیہ السلام نے تو جالینوس کا کوئی طبی مسئلہ نہیں چھوڑا

فائدہ ؛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو مرضی آئے کھاؤ پیو اور جو چاہو پہنو ۔ صرف اسراف اور تکبر کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دو ۔

ف ؛ اگرچہ ہمارے لئے جائز ہے کہ بلا اسراف جتنا چاہیں کھائیں لیکن پھر بھی صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ صرف دو لقموں پر اکتفا کرنا چاہیے ۔ ایک دن کو دوسرا رات کو اور یہ بھی عوام کے لئے اور وہ بھی غیر رمضان میں اور خواص کو دن اور رات کے لئے صرف ایک لقمہ پر قناعت چاہیے ۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں اگر عوام دو لقموں سے تیسرا لقمہ اور خواص ایک لقمہ سے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے تو اصراف کے مرتکب ہوں گے اور جہنم کے لئے حق پہنچتا ہے کہ اُن کو کہا جائے کہ وہ بہائم (جانوروں) کے صفات سے موصوف ہیں ۔

ف ؛ ہندی اطباء کہتے ہیں کہ تمام امراض کا علاج الحمیۃ ہے اس لیے کہ مریض کو کھانے پینے اور بولنے سے روکا جائے تو وہ خود بخود تندرست ہو جائے گا ۔

سبق ؛ دانا پر لازم ہے کہ الحمیۃ پر مداومت کرے ۔

marfat.ocm
Marfat.com

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ
تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور ستھری روزی تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں
اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
کے لیے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خالص انہیں کی ہے ہم یونہی مفصل آیتیں بیان کرتے
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا
ہیں علم والوں کے لیے تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو
بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے
بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ
سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب
فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا
ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے اے آدم کی اولاد اگر
يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ
تمہارے پاس تم میں کے رسول آئیں میری آیتیں پڑھتے تو جو پرہیزگاری کرے اور سنورے تو اس پر نہ کچھ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ
خوف اور نہ کچھ غم اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا وہ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا
دوزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس
اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ
کی آیتیں جھٹلائیں انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے
رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا
ہوئے ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے

marfat.ocm
Marfat.com

عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ
گم گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے اللہ ان سے فرمائے گا تم سے پہلے
خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِى النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ
جو اور جماعتیں جن اور آدمیوں کی آگ میں گئیں انہیں میں جاؤ جب ایک گروہ داخل
اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ
ہوتا ہے دوسرے پر لعنت کرتا ہے یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے رب ہمارے
اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾
انہیں نے ہم کو بہکایا تھا تو انہیں آگ کا دونا عذاب دے فرمائے گا سب کو دونا ہے مگر تمہیں خبر نہیں
وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
اور پہلے پچھلوں سے کہیں گے تو تم کو ہم سے اچھے نہ رہے تو چکھو عذاب بدلہ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾
اپنے کیے کا

ع ۱۴

شانِ نزول ۳۲ قل جب مسلمانوں نے کعبہ شریف کا طواف کپڑے پہن کر شروع کر دیا اور گوشت کھانے لگے اور گھی والی اشیاء بھی۔ تو مشرکین نے مسلمانوں کو عار دلائی اس لئے کہ وہ بوقت احرام ننگے ہو کر طواف کرتے اور گوشت اور گھی والی اشیاء بھی نہیں کھاتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اے میرے پیارے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ان سے فرمادیجئے کہ مَنْ یہ استفہام انکاری ہے۔ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ کس نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی زینت دی ہوئی اشیاء کو مثلاً کپڑے یا اس طرح کی وہ دوسری چیزیں جن سے زینت اور سنگار کیا جاتا ہے اَلَّتِیْٓ اَخْرَجَ وہ چیزیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے نکالا ہے لِعِبَادِهٖ اپنے بندوں کے لئے۔ نباتات مثلاً لباس کتان وغیرہ اور جانوروں میں سے جیسے ریشم اور اون وغیرہ اور معادن میں سے جیسے رنگ وغیرہ اور یہ تمام چیزیں لباس سے تعلق رکھتی ہیں وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ اور دیگر پاکیزہ چیزیں رزق میں سے اس کا عطف "زینۃ اللہ" پر ہے۔ یعنی کس نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی لذیذ چیزیں یعنی کھانے پینے کی اشیاء اور گھی والی چیزیں اور دودھ وغیرہ۔

مسئلہ: انسان فرائض کی ادائیگی میں خوش خوراک خوش پوشاک رہے اس ارادہ پر کہ خوش منظر نظر آئے تو اس کے لئے جائز ہے۔

مسئلہ: جو معمولی معاش پر گزارہ کر کے باقی دولت اللہ تعالیٰ کے نام لٹا دے تو یہی افضل و اولیٰ ہے

marfat.ocm
Marfat.com

اس لئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہے۔

مسئلہ: آدمی کو اس پر گزر اوقات رکھنا مزید ہے۔ اعلیٰ اور بہتر خوراک و پوشاک کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ فرائض میں کوتاہی نہ ہو اور وہ حلال مال سے ہو۔

مسئلہ: آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خوراک و پوشاک میں تمام قسم کے کھانے اور لباس استعمال کرنا مباح ہیں بشرطیکہ اس میں شرعی قباحت کی صراحۃً نہ ہو) اس لئے کہ آیت میں استفہام انکار کے لئے ہے جیسا کہ امام شافعی اور اکثر اصحاب ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے کہ " الاصل فی الاشیاء الاباحۃ " اشیاء میں اصل اباحت ہے

فائدہ: بعض کے نزدیک توقف ہے کہ نہ اباحت اور نہ عدم اباحت اور جس کے نزدیک اشیاء میں اصل حظر یعنی ممانعت ہے۔

قاعدہ شرعیہ و نکتہ عجیبہ الاصل فی الاشیاء الاباحت کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور علی الاطلاق جواد ہے اور جس کی ایسی شان ہو وہ اپنے مال کو اپنے بندوں سے منع نہیں کرتا۔ صرف ان چیزوں سے روکتا ہے جو اُن کے لئے مضر ہوں اس سے ثابت ہوا کہ اصل اباحۃ ہے اس اعتبار سے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور غنی اور جواد ہے اور حرمۃ و ممانعت ضرر کے لئے عوارض میں سے ہے اور اس کا جب تک ثبوت نہ ہو اس کا اجرا نہیں ہوتا اور یہاں آیت میں بھی ایسی صورت ہے مانعین کی دلیل یہ ہے کل اشیاء علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ کسی کے مال میں تصرف کرنا مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور اس مالک کی اجازت کی خبر نہیں۔ یعنی اس کا ثبوت نہیں جب اباحۃ کا ثبوت نہیں تو اباحت کی بالمقابل حظر باقی ہے اس لئے کہ اس کا موجود ہے یعنی ملک الغیر۔ اس سے ثابت ہوا۔ یا الاصل فی الاشیاء الحظر ہے۔ توقف کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ شے کی حلت و حرمت شرع کے حکم پر موقوف ہے۔ شرعی حکم کے ورود سے پہلے ہم نہ اباحت کو ثابت کر سکتے ہیں اور نہ حظر کو بنابریں توقف ہی لازم ہوا۔

فائدہ: عبدالظاہر بغدادی نے کہا کہ فقہاء کے نزدیک توقف اس ہر عمل کو کہا جاتا ہے کہ جس کے متعلق شریعت سے اباحت و حظر کا کوئی ثبوت نہیں ہو۔ اس پر اگر عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مرتکب کو ثواب ہوگا اور نہ (عذاب) قُلْ هِيَ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے یہ زینت اور طیبات (کذا فی التفسیر الفارسی) لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ لِلَّذِين کا تعلق مُستقِرّة محذوف سے ہے۔ " فی الحیٰوۃ الدنیا اس کا تعلق آمنوا سے ہے۔ بعض نے کہا کہ مستقرۃ کے متعلق ہے کہ جس سے لِلَّذِين سے ہے۔

فائدہ: طیبات کی تخلیق کا اصلی مقصود یہی ہے کہ بندگان خدا کو عبادتِ الٰہی پر تقویت حاصل ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں پاکر عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوں اور کفر و معاصی سے بیزاری کا اظہار کریں۔

marfat.ocm
Marfat.com

نکتہ: نعمتیں حقیقتہً اہلِ ایمان کے لئے پیدا ہوئیں اور کفار اہلِ ایمان کے طفیلی ہیں تاکہ قیامت میں ان کو کوئی عذر نہ ہو اس لئے یہ نہ فرمایا " لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لِغَیْرِھِمْ فِی الدُّنْیَا۔ خَالِصَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ " قیامت میں نعمتیں خالص اہلِ ایمان کے لئے ہوں گی۔ اس وقت ان کا کوئی شریک نہ ہوگا۔ اگرچہ دُنیا میں ان کے ساتھ نعمتوں میں کفار بھی شریک ہیں اور خالصتہً کا منصوب ہونا جو لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے معنوی طور حال ہونے کی وجہ سے ہے اور "یوم القیمۃ" خالصۃً کے متعلق ہے۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ تمہیں طلبِ کمالات سے کون منع کرسکتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غیب الغیب سے اپنے مخصوص بندوں یعنی انبیاء و اولیاء کے لئے پیدا فرمایا اور تمہارے اُوپر اُن کمالات و کمالات کے کون حرام کرسکتا ہے جو انہیں طلب کرنے کی سعی کرتا ہے تو بلا تاخیر اور بلا کم و کاست اسے نصیب ہوتی ہیں اور زینۃ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے الطاف اور کرم نوازیوں کے حقائق سے پیدا فرمایا۔ مثلاً ابدان کو شریعتوں اور اُن کے آثار سے اور نفوس کو آداب اور اُن کے اقتباسات اور قلوب کو شواہد اور اُن کے انوار اور ارواح کو معارف اور ان کے اسرار سے اور اسرار سے (جمع سر) کو طوالع اور اُن کے اثمار سے زینت بخشی بلکہ یوں کہو کہ انسان کے ظواہر کو آثارِ جُود سے اور بواطن کو انوارِ وجود سے زیب و زینت بخشی۔ الطیبات من الرزق درحقیقت ان اُمور کو جاتا ہے۔ جنہیں نفس کے حقوق کو نہ ہو اور نہ ہی اس کے حظوظ انہیں شامل ہوں بلکہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے حقوق و عطیات اور حقوق ہوں۔

قُلْ ھِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا " یہی کرامات و مقامات صرف اپنی مشائخ و سادات کے لئے ہیں۔ جنہوں نے دنیا میں زندگی بسر کی اور انہیں نفس کے آفات سے بھی مقابلہ کرنا پڑا اور صفاتِ بہیمہ کی کدورات سے بھی واسطہ پڑا۔ " خَالِصَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ " لیکن قیامت میں آفاتِ نفسانیہ اور کدورات بہیمیہ سے پاک اور صاف ہوں گے۔ گویا ان کے حق میں فرمایا کہ " وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ " اور ہم نے اُن کے سینوں سے کھوٹ باہر نکال پھینکا۔ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ اسی طرح ہم علم والوں کے لئے آیات کو تفصیلی طور بیان کرتے ہیں۔ یعنی دوسرے احکام کی طرح اس حکم کو بھی ہم مفصل طور بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے جو علم والے ہیں۔ اُن کے لئے ان آیات کے عجیب معانی و مطالب بیان کر دیئے گئے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فواحش کو حرام فرمایا ہے اور فواحش وہ ہیں کہ جن کا قبح واضح اور ظاہر ہو۔ اُن سے کبائر مراد ہیں۔ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَ مَا بَطَنَ۔ وہ جو ظاہر اور باطن ہیں یہ الفواحش سے بدل ہے یعنی وہ فواحش جو کھلم کھلا یا پوشیدہ طور ہوتے ہیں جیسے کفر و منافقت وغیرہ وَالْاِثْمَ اور وہ اُمور جو گناہ کا سبب بنیں وہ صغائر ہوں یا کبائر وَالْبَغْیَ اس سے ظلم اور تکبر مراد ہے۔

سوال: اس کا ذکر الاثم میں آگیا ہے پھر اسے علیحدہ ذکر کرنے کا کیا فائدہ۔

marfat.ocm
Marfat.com

جواب: مبالغہ مقصود ہے تاکہ اس کی زجر کے لئے مزید تاکید ہو جائے۔

بِغَيْرِ الْحَقِّ - یہ بغی کے متعلق ہے اس کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس لئے بغی ہوتا بھی ہمیشہ ناحق ہے۔ اس میں حق کا مفہوم پیدا ہو سکتا ہی نہیں - وَ اِنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ اس کا عطف حرم کے مفعول پہ ہے۔ یعنی ہم نے تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کو حرام فرمایا ہے۔ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ ایسی چیزیں جنہیں اللہ تعالیٰ کیلئے شریک ٹھہرانے پہ اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی اور نہ ہی ان کی عبادت کا حکم فرمایا۔

سُلْطٰنًا یعنی حجۃ اور برہان۔ اس سے مشرکین کے ساتھ تہکم مطلوب ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کی کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو اس کے ذکر سے تہکم ہی مقصود ہو سکتا ہے اور ان سے استہزا ہی ہوگا۔ اس لئے کہ اشراک باللہ کے لئے کوئی برہان ہو تو اسے نازل کیا جائے۔ جب دلیل ہے ہی نہیں تو اس کے نزول کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے وہ باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں علم بھی نہیں۔ مثلاً الحاد یا اللہ تعالیٰ پہ افتراء اور بہتان تراشی وغیرہ مثلاً کہا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی قسم کا امر نہیں فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ فواحش وہ امور ہیں جن کے ارتکاب سے بندہ اپنے مولیٰ سے دور ہو جائے اور وہی بندے کو مولیٰ کی طرف پہنچنے کے لئے مانع ہوں۔ عوام کے لئے یہی ماظہر ہیں کہ جن سے شرع نے روکا ہے۔ لیکن بندہ ان کا ارتکاب کرے اور ان کے مابطن سے وہ وساوس مراد ہیں جو دل پر کھٹکتے ہیں اور خواص کے ماظہر سے وہ امور جو ان کے لئے نفوس میں خلوظ و شہوات رکھے گئے ہیں مراد ہیں اور وَمَا بَطَنَ سے محبوب سے صبر کرنا (اگرچہ ایک لمحہ) مراد ہے اور اخص الخواص کا ماظہر منہاء ترک استحباب یا اسباب دنیا میں کسی ایک سبب سے متعلق ہونا اور مَا بَطَنَ سے دارین کی کسی شے کا میلان اور عالمین میں ماسوی اللہ کی طرف ملتفت ہونا اور الاثم سے احوال من اللہ۔ اگرچہ آنکھ جھپکنے کی دیر ہو اور البغی سے غیر اللہ کی محبت اور اسے غیر محل میں رکھنا مراد ہے۔ اِنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ یعنی جن چیزوں کے لئے غیر اللہ میں سے اجازت نہیں۔ تم ان سے استعانت نہ کرو۔ جب تک اللہ تعالیٰ ان کے لئے دلیل اور حجت نہ نازل فرمائے۔ یعنی جب تک ان کے لئے شریعت مطہرہ کی اجازت نہ ہو وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اپنے نفس اور اس کی خواہش کے مطابق فیصلے مت کرو یا یہ کہ اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے اللہ تعالیٰ کی حقیقت معلوم کرنے کا دم نہ مارو یا یہ کہ جب تمہیں معلوم ہی نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے عرفان اور اللہ والوں کے مقامات و مراتب اور اثبات کرامات اپنی طرف سے بیان نہ کرو۔ اس لئے کہ تم ایسی باتوں سے بے خبر ہو اور نہ ہی تمہیں ان کے متعلق کچھ معلومات ہیں۔

(ربط) اب رسل کرام کے مذکذبین مشرکین کی تہدید کی جائیں گی ۴۴ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جتنی امتیں ہلاک ہوئیں اب سب کے لئے "اَجَلٌ" ایک میعاد مقرر ہے یعنی ان کی ہلاکت کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔

marfat.ocm
Marfat.com

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جب اُن کے لئے وقت آجاتا ہے هُمْ ضمیر کا مرجع کُلِّ اُمَّۃٍ ہے اس لئے جائیم نہیں فرماتا تاکہ معلوم ہو کہ جس کے لئے جو وقت مقرر ہوا اُس کا وہی وقت مقرر کردہ اس پر وارد ہوا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوا لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ اس مقرر کردہ وقت سے پیچھے نہیں ہوں گے۔ سَاعَۃً گھڑی بھر یعنی تھوڑی دیر بھی اسے نہایت معمولی وقت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے مقصد یہی ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ وقت سے پیچھے نہ ہٹے۔ باب استفعال لاکر واضح کیا گیا کہ انہیں اس معاملہ اتنا عجز اور کمزوری تھی کہ ان کا کوئی بس نہیں چل سکتا تھا اور محروم ایسے تھے کہ اُن کے مطالبہ کے باوجود بھی انہیں کسی طرح بھی مہلت نہ مل سکی وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ اور نہ اپنے اجل سے پہلے مرتے تھے ؎

اجل چوں فردا آیدت، پیش و پس
پیش و پس نگذارد یک نفس

ترجمہ: جب کل اجل آگے پیچھے آیا۔ تو پھر سانس کو آگے پیچھے نہیں ہونے دے گا۔

حکایت منقول ہے کہ ایک بادشاہ نہایت ہی عبادت گزار تھا لیکن اسے دنیا کا میلان پیدا ہوا اور شاہی کے امور میں سخت منہمک ہو گیا۔ اس نے ایک محل تیار کرایا اور بہت بڑا مضبوط بنایا اور اس کا اچھا فرش تیار کیا اور اعلیٰ اعلیٰ قسم کے کمرے بنوائے اس میں ایک دن اپنے بڑے بڑے وزیروں امیروں مشیروں کو دعوت کے لئے بلایا اور بہترین کھانے تیار کئے۔ اس میں اُس نے عوام کو بھی بلایا۔ تمام رعایا خوش ہو کر اس محل میں حاضر ہوئی اور خوب کھایا پیا اور بادشاہ کو دعائیں دیں اور محل کو دیکھ کر حیران رہ گئے عام تو کھانا کھا کر چلے گئے اور بادشاہ اور اُس کے وزراء وغیرہ وہیں پر رہ گئے اور چند روز ٹھہر کر کہا کہ میں واقعی اس محل کی تیاری سے کتنا خوش ہوں اور تم دیکھ رہے ہو کہ میری خوشی کی کیا انتہا ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمام لڑکوں کے لئے اس طرح کا علیحدہ علیحدہ محل بنواؤں۔ تم چند روز میرے ہاں ٹھہرو اور مجھے اس کے متعلق مفید مشورے دو۔ وہ وزراء اور مشیرانِ کار اس کے ہاں ٹھہر گئے اور مختلف طرح کی رائیں قائم ہوتی رہیں اور متعدد مشورے ملے ہوئے۔ ایک رات بیٹھے تھے کہ اس محل کے کنارے سے آواز آئی۔ جس کا مضمون یہ تھا ؎

یا ایھا الباغی الناسی لمیتہ
لاتامن فان الموت مکتوب
ھذہ الخلائق ان سروادان فرحوا
فالموت حتف لدی الامال منصوب
لاتبنین دیارا لست تسکنھا
وراجع انسک کیما یغفر الحوب

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ : "اے عمل تیار کر کے اپنی موت کو بھولنے والو بے خوف ہو اس لئے کہ موت، تو ضرور آئے گی یہ مخلوق کتنی خوشحالی سے زندگی بسر کرے لیکن موت بھپٹ لگانے کے لئے تیار کھڑی ہے۔ ایسے مکانات کیوں تیار کرنا چاہتے ہو جہاں تمہیں ٹھہرنا ہی نہیں نیکیوں میں لگو تاکہ تمہارے گناہ بخشے جائیں۔"

یہ مضمون سن کر وہ بادشاہ اور اس کے ساتھی بہت گھبرائے۔ بادشاہ نے سب سے کہا کیا تم نے سنا ہمیں کیا کہا گیا ہے۔ سب نے کہا ہاں ہم نے سنا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا اس سے تمہیں میری طرح کچھ محسوس بھی ہوا انہوں نے کہا آپ کو کیا محسوس ہوا۔ اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اب موت میرے سرہانے کھڑی ہے۔ سب نے کہا گھبرائیے نہیں آپ کی عمر دراز ہو۔ ہم سب آپ کے خدام ہیں۔ آپ تا دیر اپنے مال و منال سے فائدہ اٹھائیں۔ بادشاہ نے کہا اب یہ باتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں لاؤ شراب کی بوتلیں اور ان سب کو توڑ دو اور لاؤ گانے بجانے کا سامان اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور اس سے فارغ ہو کر جملہ گناہوں سے تائب ہوا اور موت کہتے کہتے اس کی جان نکل گئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱۔ خواجہ در بند نقش ایوانست
خانہ از پائے پست ویرانست

اور فرمایا۔ ۲۔ آں کہ قرارش نگرفتے و خواب
تا گل و نسرین نہ فشاندے نخست

۳۔ گردشِ گیتی گل رویش بریخت
خار بناں بر سر خاکش بریخت

ترجمہ: ۱۔ جو اجرمتان کے نقش و نگار کے خیال میں کہ مکان اور ویران ہے اس سے بڑا ہوتا اور ابھارنا تو
(۲) ایک وہ جو قرار نہ پاتا اور نہ اسے نیند آتی جب تک بستر پر گل و نسرین نہ بچھاتا۔
(۳) گردش زمانہ نے اس کے گلاب کے چہرے کو ایسا بے عزت کیا کہ کانٹے ہی اسکی قبر سے اگائے

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ ہر ایک قوم خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے ہیں یا بہشت کی طرف یا دوزخ کی طرف) کے لئے مدت معلوم اور وقت مقرر ہے۔ پھر جب ان کی مقرر کردہ ختم ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ازل میں مقرر فرمائی تو "لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ" ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہوں گے۔ یہ وعدہ اللہ والوں کے لئے تسلی قلب اور دشمنوں کے لئے وعید اور سزا سنائی ہے (کذا فی التاویلات النجمیہ)

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ ۳۵ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ یہ خطاب تمام لوگوں کو ہے۔ اِمَّا۔ یہ دراصل اِنْ مَا تھا۔ لفظ مَا کے میم میں ان شرطیہ کے نون کو مدغم کیا گیا ہے۔ ان شرطیہ کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس لئے کہ لفظ ما بھی شرط کے لئے آتا ہے۔ یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ اے آدم زادو اگر تمہارے ہاں رسل کرام علیہم السلام تشریف لائیں مِّنْکُمْ درانحالیکہ وہ تمہاری جنس سے ہوں یہ رُسُل کی صفت ہے۔ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ۔ یہ رسل کی دوسری صفت ہے یعنی تمہارے لئے ہمارے احکام و شرائع بیان کریں گے۔

سوال : ظاہری کلام کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں پہ ان کے بجائے اِذَا ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کا تشریف لانا اللہ تعالیٰ کے علم میں محقق الوقوع ہے۔

جواب : معلوم کو مشکوک کے طور لاکر تنبیہ کر دی گئی ہے کہ رسل کرام علیہم السلام کا بھیجنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں بلکہ عقلاً ایک جائز امر ہے کہ یوں کہا جائے کہ وہ رسل کرام کے نہ بھیجنے پر قادر ہے اور نہ ہی اُسے رسل کرام کا بھیجنا شرعاً واجب ہے یہاں تک کہ کہا جائے کہ (معاذ اللہ) نہ بھیجے گا تو گنہگار ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر عقلاً و شرعاً کوئی شے واجب نہیں۔ ہاں اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ رسل کرام کو بھیجے کہ ارسال رُسل میں بے شمار مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔

فَمَنِ۔ یہ مَنْ شرطیہ ہے۔ بس جو کوئی اتقیٰ تکذیب سے ڈرے۔ وَاَصْلَحَ اپنے اعمال کی اصلاح اور رسول علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ۔ پس ان پر کوئی خوف نہیں یعنی مستقبل میں گنہگاروں کو لاحق ہوگا اس سے یہ لوگ بے خوف ہوں گے۔ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے۔ یعنی انہیں دنیا میں کسی چیز کے فوت ہو جانے کا غم نہ ہوگا اس لئے کہ آخرت کی دارالکرامۃ کی نعمتوں میں ایسے مستغرق ہوں گے کہ انہیں دنیا و مافیہا کا خیال تک نہ رہے گا۔

۳۶ وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا اور جن لوگوں نے ہمارے آیات کی تکذیب کی۔ یعنی ہمارے رسل کرام علیہم السلام کی وَاسْتَکْبَرُوْا۔ اور تکبر کیا یعنی اپنی عظمت کا خیال کیا اور سرکشی کی عَنْهَا آیات سے جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کے لئے دلائل کی حیثیت ہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ وہی دوزخی ہیں یعنی ہمیشہ دوزخ میں مقیم رہیں گے۔ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ وہ اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے یعنی دوزخ کی اقامت دائمی ہوگی ۳۷ فَمَنْ اَظْلَمُ پس کون زیادہ ظالم ہے یعنی کوئی ایسا نہیں مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا جو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افتراء کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو اس نے نہیں فرمائی۔

فائدہ : اس کا شریک اور زوجہ اور اولاد ثابت کرنا بھی افتراء میں داخل ہے۔ اَوْ كَذَّبَ۔ یا اس کی آیات کو جھٹلائے یعنی جو کچھ اس نے فرمایا ہے اُسے جھوٹا کہے۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ پر افتراء اور اس کے آیات کی تکذیب کا گناہ برابر ہے۔ چنانچہ فرمایا اُولٰٓئِكَ وہ لوگ جو اوصاف مذکورہ کے موصوف ہیں یعنی افتراء اور تکذیب کرنے والے یَنَالُهُمْ انہیں پہنچے گا نَصِیْبُهُمْ ان کا حصہ مِنَ

marfat.ocm
Marfat.com

الکتٰب۔ کتاب سے مراد ان کے لئے کتاب میں رزق اور زندگی لکھی گئی ہے۔ حتّٰی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس ہمارے رسل کرام علیہم السلام تشریف لائیں گے یعنی ملک الموت اور اُن کے خدام یَتَوَفَّوْنَهُمْ۔ درانحالیکہ وہ انہیں فوت کریں گے یعنی اُن کی روحیں قبض کریں گے۔

فائدہ: اگرچہ لفظ حتّٰی سے کلام کا آغاز کیا گیا ہے لیکن یہاں پر اس سے قبل مَا قَبْلَهُمْ کی غایت کیلئے ہے اب عبارت یوں ہوئی یَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِنَ الْكِتٰبِ اِلٰى اَنْ تَاْتِيَهُمْ مَلٰٓئِكَةُ الْمَوْتِ۔ الخ پھر جب ان کے پاس ملائکہ ارواح قبض کرنے کیلئے آئیں گے تو انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے۔ قَالُوْٓا کہیں گے اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا میں پرستش کرتے تھے۔

سوال: اَيْنَ کا قاعدہ ہے کہ اسے ظرف مکان کیلئے لایا جائے اس لئے کہ ماصولہ اور این اسم ظرف ہے۔ لیکن یہاں دونوں کو اکٹھا لکھا گیا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب: مصحف عثمانی میں یونہی لکھا گیا ہے لہٰذا اس کی اتباع میں ہر جگہ قرآن میں ایسے ہی لکھا جائے گا۔

قَالُوْا کفار جب جواب دیں گے ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے غائب ہو گئے۔ اَب ہم انہیں نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہیں وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ۔ اس کا عطف قَالُوْا پر ہے یعنی وہ اپنے لئے اعتراف کریں گے۔ اَنَّهُمْ كَانُوْا۔ تحقیق وہ دنیا میں تھے۔ كٰفِرِيْنَ۔ کافر یعنی جو عبادت کے ہرگز مستحق نہیں تھے ان کی عبادت کرتے تھے۔ جب وہ اپنے کردار کا انجام اور گمراہی دیکھیں گے۔

سوال: یہاں پر اُن کا اعتراف کا بیان ہے حالانکہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اللہ کی قسم ہم مشرک نہیں تھے۔

جواب ۱: مختلف وقتے مختلف جواب دیں گے بعض یہی کہیں گے جو آیت ہذا میں ہے بعض وہی کہیں گے جو سوال میں مذکور ہوا۔

جواب ۲: یا وہ مختلف اوقات میں ایسے مختلف جواب دیں گے۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے وقوع میں کوئی دیر نہیں گویا کہ مرتے ہی اُن کے لئے قیامت قائم ہو جائے گی۔ اگر یہ ہی تاویل نہ کی جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ یہی سوال و جواب پھر انہیں سزا کے طور جہنم میں داخلے کا حکم پھر جہنم میں اُن پر لعن و طعن یہ سب کی سب قیامت کے قیام کے وقت ہوں گی۔

۲۸ قَالَ انہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ یا کوئی فرشتہ کہے گا اُدْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ داخل ہو جاؤ ان امتوں میں جو اُن کے ساتھی ہوں گے۔ قَدْ خَلَتْ تحقیق گزر چکے مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ گذری ہوئی امتوں میں تم سے پہلے جنوں اور انسانوں سے فِي النَّارِ دوزخ میں۔ اس کا تعلق اُدْخُلُوْا سے ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

سوال : جنات کو انسانوں سے پہلے کیوں ذکر کیا گیا۔

جواب : تخلیق میں جنات پہلے ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جن پیدا فرمائے تو ان میں بعض مومن تھے اور بعض کافر۔ جب اہلِ ایمان پر کفار جنات غلبہ پا گئے تو اللہ تعالیٰ نے کفار کو مار ہٹایا۔ چنانچہ منقول ہے کہ ان کے ہاں فرشتوں کا ایک لشکر بھیجا۔ جن کا امیر شرکر ابلیس کو بنایا گیا۔ انہوں نے جنات کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور سب کو فنا کر ڈالا۔ اس کے بعد ہی آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا فرمایا۔ انہیں میں بھی بعض کافر تھے جیسے قابیل اور بعض مومن۔ جیسے ہابیل۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں کافر بھی رہے۔ جو جہنم کے مستحق ہوئے اور مومن بھی جو بہشت کے مستحق۔ تا قیامت یہ سلسلہ رہے گا۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت جب قائم ہوگی تو اس وقت ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ ہوگا۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ جب اگلی پچھلی تمام امتیں جہنم میں داخل ہوں گی لَعَنَتْ اُخْتَهَا تو وہ ہر اس دوسری امت پر لعنت کرے گی جس نے اسے گمراہ کیا ہوگا یا جس کی تقلید میں اس سے گمراہی سرزد ہوئی ہوگی مثلاً مشرکین کا ایک گروہ دوسرے کو اور یہودی اپنے دوسرے یہودیوں کو اور نصاریٰ اپنے دوسرے نصاریٰ کو اور مجوس دوسرے مجوسیوں کو لعنتی کہیں گے اس طرح ہر چھوٹے طبقہ کے گمراہ اپنے بڑے لیڈروں پر لعنت کریں گے مثلاً کہیں گے خدا تم پر لعنت کرے تم نے ہی ہمیں دھوکہ دیا۔

فائدہ : اخت سے دین و ملت میں ہمجنسیت مراد ہے۔

سوال : اختہا کے بجائے اخاہا کیوں نہ کہا۔

جواب : یہاں پر دوسری جنس کی امت اور جماعت مراد ہے اور یہ دونوں مونث ہیں۔ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ماقبل کی غایت کے لئے ہے یعنی کافروں کو گروہوں میں بانٹ کر گروہ در گروہ جہنم میں داخل ہوں گے جب ایک گروہ جہنم میں داخل ہوگا تو وہ دوسرے پر لعنت کرتا ہوا داخل ہوگا۔ یہاں تک کہ سب کے سب جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جب تمام جہنم میں اکٹھے ہو جائیں گے۔

فائدہ : ادارکوا دراصل تدارکوا تھا۔ تاء دال ہو کر دال میں مدغم ہوئی ہے۔ اس کے بعد ہمزہ وصلی داخل کیا گیا ہے۔ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ تو ہر پچھلی امت کہے گی یعنی وہ جو پہلی جماعت کے بعد اس کی دوسری جماعت جہنم میں داخل ہوگی۔ اس سے لیڈروں کے تابعدار مراد ہیں۔

فائدہ : آخری بمعنی آخرۃ ہے آخر کی مونث۔ جو اول بالمقابل ہے نہ آخری بمعنی غیر جیسے وزراء اخری میں ہے۔

لِاُوْلٰىهُمْ اپنے سے پہلی جماعت کے لئے یعنی اپنے لیڈروں کے لئے جب وہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوں گے۔ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا اے ہمارے رب انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ یعنی انہوں نے طرح طرح کے شبہات ڈال کر ہمیں ہدایت سے دور رکھ کر گمراہ کیا اور ہم ان کی اقتدا میں گمراہ ہوئے۔ فَاٰتِهِمْ عَذَابًا پس انہیں دوہرے

marfat.com
Marfat.com

عذاب میں مبتلا فرما۔ مِنَ النَّارِ جہنم کے عذاب سے اس لیے کہ وہ خود گمراہ تھے اور ہمیں بھی گمراہ کیا۔
قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لِكُلٍّ ہر ایک لگے پچھلے لوگوں کے لئے ضِعْفٌ دوہرا عذاب ہے لیڈروں پر بوجہ کفر اور دوسروں کو گمراہ کرنے کی وجہ سے اور اُن کے مقتدیوں پر بوجہ کفر اور لیڈروں کی تقلید کے۔
فائدہ: یہ تضعیف اس لئے نہیں کہ وہ اس کے مستحق نہیں۔ اس طرح سے بلاوجہ کسی کو دوسرے عذاب مبتلا کرنا

سلہ: یہ صرف قاعدہ ہے اس کی تفصیل تفسیر کی ابواب الصرف میں دیکھئے۔ (اویسی غفرلہٗ)

ظلم ہے۔ بلکہ کفر کے علاوہ لیڈروں کو دوہرا عذاب دوسروں کو گمراہ کرنے کی وجہ سے اور ان کے مقتدیوں کو بوجہ تقلید کے
وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ لیکن تمہیں معلوم نہیں ہو رہا کہ تمہیں کیا ہو رہا ہے اور تمہارے دوسروں کو کس طرح عذاب میں مبتلا کیا جا رہا ہے ۲۹ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ کافروں کے لیڈر خطاب کرتے ہوئے لِاُخْرٰىهُمْ اپنے پیروکاروں سے کہیں گے جب وہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سن لیں گے۔ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ۔ تمہیں اوپر کسی قسم کی فضیلت نہیں کہ تم نے کفر سے کنارہ کشی کی اور گمراہی سے دُور رہے ہو۔ بلکہ تم کفر و گمراہی میں ہمارے برابر کے شریک ہو پھر اب کس خیال میں ہو کہ تمہیں بہ نسبت ہمارے عذاب میں تخفیف ہو گی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہمیں تمہارے سے زائد عذاب ہو۔ ہم نے کفر پہ تمہیں مجبور تھوڑا کیا تھا بلکہ تم خود اس میں مبتلا ہوئے اس لیے کہ وہ تمہاری خواہشات کے عین مطابق تھا۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ پس تم عذاب چکھو۔ جیسا کہ تمہارے مقدر ہوا ہے یہ کفار کے لیڈر اپنی دل کی تسلی کے لئے کہیں گے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ بسبب اس کے کہ تم کفر کا ارتکاب خود کرتے تھے اور اب اس کا عذاب دوسروں پر ڈالتے ہو۔

؎ جملہ دانند ایں اگر تو نگروی
ہر چہ کارد ریشش دُوزے بدَروی

ترجمہ: سب کو معلوم ہے اگر تو یقین نہیں کرتا تو جو کچھ تو بوئے گا وہی پھل کاٹے گا۔

فائدہ: کفار وہی تو ہیں کہ جنہوں نے اللہ والوں کی پیروی سے انکار کیا اور برائیوں کے مرتکب ہوئے اور انہیں انبیاء و اولیاء کے طریقے اچھے نہ لگتے تھے۔ اب وہ اپنی اُن غلطیوں کا اعتراف کریں گے اور کہیں گے کہ واقعی وہ دنیا میں گمراہ تھے لیکن ان کا یہ اقرار اس وقت کسی کام نہ آئے گا۔

سبق: دانا وہ ہے جو موت سے پہلے ہی اپنے حالات صحیح کر لے۔

حدیث شریف: اپنے ایمان کی روزانہ تجدید کر لیا کرو۔

فائدہ: تجدید سے ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف منتقل ہونا مُراد ہے اس لئے کہ احناف کے نزدیک تو ایمان پہلی بار کلمہ شہادۃ پڑھنے سے مکمل ہو گیا اب اس کی تجدید کا کیا معنیٰ۔ البتہ ایمان کے اٹھارہ مراتب ہیں

marfat.ocm
Marfat.com

انہیں وصلے کرتا ہے جسے عنایت الٰہی نصیب ہو۔ مثنوی شریف میں ہے۔

۱ : تازہ کن ایماں نہ وز قول زبان

اے ہوا را تازہ کرد در نہاں

۲ : تا ہوا تازہ است و ایمان تازہ نیست

کیں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

ترجمہ ۱ : ایمان تازہ کر لیکن نہ صرف زبانی باتوں سے اے وہ جو تو نے خواہشات دل میں ٹھہرا رکھی ہیں۔

۲ : جب تک خواہشات نفسانی تازہ ہیں ایمان تر و تازہ نہیں ہو سکتا یہ خواہشات تو اس دروازہ کا تالا ہیں۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے ایمان کی دعوت دی ہے جس نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کی وہ ہدایت پا گیا اور اسے بہشت نصیب ہو گی اور جو منکر ہوا وہ جہنم میں گیا۔

عجائبات بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم بھی غایت شفقت سے پیدا فرمائی ہے اس لیے کہ مثلاً جو شخص اعلان کرے کہ میری مہمانی قبول کرو۔ جو آئے گا عزت پائے گا اگر نہیں آئے گا تو اس پر حرج نہیں لیکن دوسرا یوں اعلان کرے کہ میری مہمانی قبول کرو جو آئے گا عزت پائے گا اگر نہیں آئے گا تو اسے سزا ملے گی۔ یہ صرف اپنی مہمانی کی حاضری کے لئے کہے تو اس دوسرے کا اعلان شفقت و رحمت میں ہو کر ترجمہ کرو

(۲) بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ نار جہنم ایک وجہ سے خیر ہے اور دوسری وجہ سے شر۔ جیسے نمرود کی آگ کفار کی نظروں میں عذاب تھی لیکن ابراہیم علیہ السلام کے لئے نعمت و رحمت یا جیسے حاکم کے ہاتھ کا ڈنڈا سرکشوں کے لئے رحمت ہے کہ انہیں سیدھا کر کے برائی سے بچائے گا اور دوسرے لوگ اسے عذاب سمجھیں گے۔

نسخہ : جو شخص عذابِ جہنم سے بچنا چاہے اسے بزرگوں اور اولیاء اللہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے

حکایت حضرت مولانا روم قدس سرہ ایک دن قرآن والوں کو وعظ فرما رہے تھے کہ جو شخص گناہ کرتے کرتے توبہ کے بغیر مر گیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے ظلم نہیں۔ پھر گناہوں کی سزا دے کر اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے نکال کر بہشت میں داخل فرمائے گا۔ ایک شخص نے وعظ میں کہا کاش کہ ایسا بندہ اپنی بے عزتی سے پہلے سمجھ جاتا تو اسے عزت و احترام سے بہشت نصیب ہوتی پھر اس نے حضرت مولانا روم قدس سرہ سے عرض کی۔ حضرت! آپ میرے لئے دعا فرمائیے کہ وہ کریم مجھے عزت و احترام سے ہی بہشت عطا فرمائے۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ کریم ہمارے ساتھ لطف و کرم فرمائے۔ وہی توفیق و ہدایت کا مالک ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ
جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے حال پر کان نہ دیے ان کے
لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ
لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ
ناکے میں سے نہ گزر جائے اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جہنم کا بچھونا اور آگ ہی اوڑھنا
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا
ہوگا اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہم کسی پر ملکت سے
إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ
زیادہ تکلیف نہیں دیتے وہ جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ہم ان کے سینوں میں سے
مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا
کینہ نکال لیں گے ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ
وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا
دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہی راہ نہ دکھاتا بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور ندا ہوئی
أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
کہ جنت تمہیں میراث ملی ہے تمہارے اعمال کا اور جنت والوں نے دوزخ والوں
أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ
کو پکارا کہ ہم سے تو ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے بالکل سچا پایا تم سے بھی تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا
حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾
تم نے بھی سچا پایا؟ وہ کہیں گے ہاں اس وقت ایک منادی نے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر
الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿٤٥﴾
جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں

marfat.ocm
Marfat.com

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا
اور جنت و دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے کہ دونوں فریق کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا
وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ سلام تم پر یہ جنت میں نہ گئے اور اس کی طمع رکھتے ہیں اور جب
صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ
ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھریں گی کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کے
الظّٰلِمِيْنَ ۝
ساتھ نہ کر

تفسیر عالمانہ فائدہ: آیات سے وہ دلائل مراد ہیں جو اصولِ دین پر دلالت کرتے ہیں جیسے توحید نبوت، بعثت۔

جَزَاءً وَّاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا اور انہوں نے تکبر کیا آیات سے یعنی اُن سے انکار کر کے ایمان سے محروم رہے اور نہ ان کے تقاضا پر عمل کیا۔ اس سے کفار مراد ہیں۔ لَا تُفَتَّحُ تاء ثانیہ کو مشدد کر کے پڑھا جائے اس لئے کہ آسمان کے دروازے کثیر التعداد ہیں۔ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے یعنی نہ ان کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کے اعمال قبول ہوتے ہیں اور نہ ہی آسمان کی طرف اُن کی روحیں جا سکتی ہیں جیسے اہلِ ایمان کی شان ہے کہ ان کی دعائیں بھی مستجاب ہوتی اور ان کے اعمال بھی قبول ہوتے ہیں اور ان کی ارواح بھی آسمان پر جاتی ہیں۔

حدیث شریف مومن کی روح آسمان پر لے جائی جاتی ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں پھر اسے کہا جاتا ہے مبارک ہو اس نفس کو جو پاکیزہ جسم کے اندر رہا۔ اسی طرح اسے ساتوں

marfat.ocm
Marfat.com

آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے اور اسی طرح اس کا استقبال ہوتا ہے اور کافر کی روح کے لئے جب آسمان کے دروازہ کھولنے کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کے لئے جواب آتا ہے کہ اسے خبیث روح ذلیل و خوار ہو واپس لوٹ جا۔ اسی طرح اسے بار بار واپس دھکیلا جاتا ہے۔

فائدہ: سجین سب سے بڑا بلیس کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے واقع ہے۔

مسئلہ: تمام ارواح خواہ سعید ہوں یا شقی سب کے سب اپنے اجسام کے ساتھ متعلق رہتے ہیں۔ اس بنا پر روح کو عذاب ہوتا ہے تو جسم کو اس سے درد محسوس ہوتا ہے جیسے سورج کو آسمان پر ہے لیکن اس کا نور زمین پر ہے

وہابی دیوبندی کو تازیانۂ عبرت

اہل ایمان گنہگاروں کی روحیں زمین و آسمان کے درمیان ہوا میں لٹکی رہتی ہیں ان میں بعض اپنی قبور میں مقید ہوتی ہیں کسی ایک ہفتہ تک کسی کو سو سال تک کسی کو کم، کسی کو زائد لیکن ان کو اس وقت نجات نصیب ہوتی ہے جب ان کے لئے ایصال ثواب کیا جاتا ہے اور نیکیوں کے ذریعے ان کی امداد کی جاتی ہے تب وہ کہیں صرف آسمانِ دنیا کی کسی ایک اقامت گاہ میں انہیں جگہ ملتی ہے [1]

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ اور وہ بہشت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو۔ یعنی یہاں تک کہ کوئی بڑے جسم والی شے کسی چھوٹے سے سوراخ والی شے میں داخل ہو جائے اور ظاہر ہے بڑے جسم والا اونٹ ہے اور تنگ سوراخ والی سوئی ہے یعنی جب مذکورہ بالا صورت ناممکن ہے اسی طرح اس کا موقف یعنی کافر کا بہشت میں داخل ہونا بھی محال ہے۔ عرب کا دستور ہے کہ کسی غیر ممکن الصدور شے کو دوسری غیر ممکن الصدور سے مثال دیا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شاعر نے کہا ہے

اذ شاب الغراب اتیت اھلی
وصار القار کاللبن الحلیب

ترجمہ، جب کوا بوڑھا ہوگا تو میں اپنے گھر آؤں گا یا اس وقت تارکول سیاہ دودھ کی طرح سفید ہوگا یعنی نہ کوا بوڑھا ہوگا۔ اسی طرح نہ تیل مذکور سفید ہوگا۔ نہ گھر واپس آئے گا۔

حل لغات الجمل ناقہ (اونٹنی) کے نر کو کہا جاتا ہے اور نہ اونٹ کو اس وقت جمل کہا جاتا ہے جب وہ ساتویں سال میں قدم رکھے ایسے ساتویں والے اونٹ کو رباع اور اونٹنی کو رباعیہ

---

[1] بفضلہ تعالیٰ ثواب کی سنت ہم اہل سنت میں بکثرت مروج ہے اور دیوبندی وہابی ٹولہ تعیین کی چکر بازی سے اکثر اس سنت نبوی سے محروم رہتے ہیں۔ ۱۲۔ اویسی عفرلہ،

marfat.ocm
Marfat.com

(بالتخفیف) کہتے ہیں۔ الخیاط ہر وہ شے کہ جس سے کسی شے کو سیا جائے۔ لیکن یہاں پر سوئی کا سوراخ (ناکہ مراد ہے)۔

فائدہ: اگر الجمل بضم الجیم وتشدید المیم ہو یعنی چھال سے بنی ہوئی موٹی رسی۔ یا کشتی کا موٹا رسا جسے قلس کہتے ہیں جسے چند رسیوں سے ملا کر بہت موٹا کر کے بٹا جاتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح بہت بڑی بہت ناک جزا یعنی بہشت سے محرومی کی طرح نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ۔ ہم مجرموں کو سزا دیتے ہیں اس سے مجرمین کی جنس مراد ہے کہ جو بھی مجرم ہوگا وہ ہر حال میں جنت سے محروم ہوگا لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ ان کے لئے جہنم کے بچھونے ہوں گے مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ سے مہاد سے جہنم کے بچھونے مراد ہیں۔ جن پر جہنمی لیٹیں گے اور ان پر بیٹھیں گے وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ اور ان کے اُوپر پردے ہوں گے۔ غواش غاشیہ کی جمع ہے ہر وہ چیز جو کسی شے کو چھپا لے۔ خلاصہ کہ جہنم انہیں ہر طرف سے گھیر لے گی۔ اس طرح معلوم ہوگا کہ آگ جہنم کا بالا پوش ہے

حدیث شریف کافر کو قبر میں جہنم کی دو تختیاں پہنائی جاتی ہے۔ وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح سخت سزا یعنی جہنم کے عذاب میں مبتلا کرنے سے نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں۔ چونکہ جہنم کے لیے عذاب دینے سے سب سے بڑا عذاب سمجھا جاتا ہے اس لئے اس کے بالمقابل جرم بھی سب سے بڑا ذکر کیا گیا ہے۔

حکایت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے آخر میں جہنم سے اس شخص کو نکالا جائے گا جس کا حناد نام ہوگا جسے جہنم میں ایک ہزار سال "یاحنان یامنان" پکارتے گزرا ہوگا۔ یہ حکایت سن کر حضرت حسن رو پڑے اور کہا کہ کاش کہ وہی حناد میں ہوتا۔ آپ کے مریدین نے یہ سن کر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا کہ پھر بھی جہنم سے نکلے گا اور میں تو اتنا بھی اپنے اوپر بھروسہ نہیں۔

تفسیر صوفیانہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا الخ میں اچھی عادتیں مراد ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائیں یا وہ کرامات و علوم لدنیہ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کرام کو عطا ہوئیں۔ جن کا مخالفین نے ان کے ماننے سے انکار کیا بلکہ یہ سمجھا کہ ایسی باتیں ایسے لوگوں سے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ آیت میں ابواب السماء سے قلوب کے سماء مراد ہیں کہ جن کے دروازے کھلتے ہیں تو سالک کو بارگاہِ حق کا حضور نصیب ہوتا ہے۔ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ میں الجنۃ سے القربۃ والوصال کی جنت مراد ہے "حتی یلج الجمل" میں الجمل سے نفس متکبر مراد ہے فی سم الخیاط سے طریقت کا راستہ مراد ہے کہ جس سے نفسِ امارہ کی تربیت کی جاتی ہے اور اس کا اس سے تزکیہ کیا جاتا

marfat.ocm
Marfat.com

ہے تاکہ وہ امارہ سے مطمئنہ ہو جائے تاکہ وہ ارجعی کے خطاب کا مستحق ہو خلاصہ یہ کہ جب نفسِ امارہ تکبر سے اونٹ کی طرح ہو جاتا ہے وہ تو جنت حقیقت کے داخلے کا مستحق نہیں جب تک کہ احکام شریعت اور آداب طریقت سے اس کا تزکیہ نہ ہو۔ جب کہ اس کا تزکیہ ہوتا ہے تو اس کے صفات ذمیمہ مٹ جائے اور ماسوی اللہ کے تمام تعلقات درمیان سے اُٹھ جاتے ہیں تو پھر جملگے کے ہزارویں حصے سے باریک ہو جاتا ہے اس طرح وہ فلک کے دھکے میں سما سکتا ہے۔ بنا بریں اس کے بعد اسے جنت البقاء کی بہشت میں داخل کیا جاتا ہے اسے پورے طور سمجھ لو كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ۔ اسی طرح ہم مجرموں کو سزا دیتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ضعیف لطیف نفس پر گناہوں کا بوجھ لاد کر اسے ایسا کمزور کیا کہ وہ اونٹ کی طرح ہو گیا۔ جیسے اس کی بوجھ اٹھانے کی عادت بن جاتی ہے ایسے ہی اس کے لئے ہم نے بھی ان کے لئے مجاہدہ و ریاضت کے بوجھ بنائے کما قال لهم من جهنم مهاد ومن فوقهم غواش یعنی مخالفت نفس اور خواہشات نفسانی کو مٹانا ان کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے کہ یہ ہر دونوں باتیں نفس کو محیط ہو کر انہیں پگھلا دیتی ہیں۔ بلکہ ان کی انانیت بالکل گل سڑ جاتی ہے اور ساتھ ہی ان کے وہ گناہ بھی جل جاتے ہیں جن کہ وہ قبل ازاں مرتکب ہوئے تھے اس طرح سے وہ بہشت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ یعنی ظالمین کو بھی ہم اس طریقے سے سزا دیتے ہیں تاکہ دنیا میں ان کے گناہ معاف ہو جائیں اور جتنے لوگوں کے حقوق اُن کے ذمہ ہیں وہ سب کے سب مستحقین کو واپس مل جائیں۔ پھر جب وہ آخرت میں پہنچیں تو وہ بہشت کے داخلہ کی استعداد رکھتے ہوں۔ اگر کوئی بھی دنیا کی سزا سے بچ گیا تو وہ مذکورہ بالا طریق سے اُسے آخرت میں سزا دیں گے۔ کما قال ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ یعنی ہم انہیں دنیا کا عذاب چکھائیں گے جو بہ نسبت آخرت کے عذاب کے بہت کم ہے تاکہ وہ گناہوں سے رجوع کریں۔ (کذا فی التاویلات النجمیہ)

نسخہ روحانی مجاہدہ اور سلوک طریق تصفیہ اخیار (بزرگوں کا طریقہ ہے)

حکایت جب حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ وادی میں داخل ہونے لگے تو آپ کو شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اس میں نہ جائیں اس لئے کہ وادی مذکور جان لیوا ثابت ہو گی فلہذا اپنا ارادہ ترک فرمائیے اور پھر آپ کے ساتھ زادِ راہ بھی نہیں اور نہ ہی آپ کے پاس سواری ہے آپ نے اس کے جواب میں یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ جائیں گے ضرور لیکن ہر میل پہ ایک ایک دوگانہ پڑھتے جائیں گے۔ آپ کو اسی طرح اس وادی کو طے کرتے ہوئے بارہ سال گزر گئے یہاں تک کہ ہارون الرشید حج کو گیا تو آپ کو دیکھا کہ آپ ایک میل کے نیچے نوافل پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو دیکھ کر پوچھا یہ کون بزرگ ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ ابراہیم

marfat.ocm
Marfat.com

بن ادہم ہیں۔ چنانچہ ہارون رشید آپ کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کی۔ اے ابو اسحاق کیا حال ہے اس کے جواب میں آپ نے یہ شعر پڑھ کر سنائے ؎

نرفع دیناتا بتمزیق دینا
فلا دیننا یبقی ولا ما نرقع
فطوبی لعبد اثر اللہ ربہ
وجاء بدینا لما یتوقع

ترجمہ :۔ ہم دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دنیا جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے نہ ہمارے ہاتھ میں دین باقی رہتا ہے نہ دنیا۔ وہ بندہ خوش قسمت ہے جو صرف طالب مولا ہے۔ پھر اس کی شان یہ ہوتی ہے کہ دنیا اس کے قدموں پر قربان ہوتی ہے۔"

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

دع التکاسل تغنم فقد جری مثل
کہ زاد راہروان چستیت و چالاکی

ترجمہ :۔ سستی چھوڑ اور وقت کو غنیمت جان اس لئے کہ مسافروں کا زاد راہ چستی اور چالاکی ہے۔

تفسیر عالمانہ ۴۲ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کی آیات پر وعملوا الصّٰلحٰت اور نیک عمل کئے یعنی ان اعمال صالحہ پر عمل کیا جو آیات مذکورہ سے مشروع ہیں اُن سے وہ اعمال مراد ہیں جنہیں رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ہم کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی وسعت کے مطابق۔

فائدہ : وسع بمعنی طاقت اور قدرت ہے یہ مبتدا خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ بہشت کا استحقاق دو باتوں سے ہے ایمان اور اعمال صالحہ لیکن اعمالِ صالحہ حسب وسعت و طاقت بشری کے اس سے مراد یہ نہیں کہ اعمال صالحہ میں کھیلا جائے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وہی لوگ بہشتی ہیں یعنی ایسے لوگوں کے لئے بہشت لازم ہے۔ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" یہ اصحاب الجنۃ سے حال ہے ۴۳ وَنَزَعْنَا نزع بمعنی شے کو جڑ سے اکھیڑ دینا۔ مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ یعنی اُن کے دلوں کو اندر جو کچھ ہوگا اسے باہر نکال کر پھینک دیں گے۔ مِّنْ غِلٍّ یعنی ان کے دلوں کے اندر ایک دوسرے کی سخت رنجش اور آپس کا بغض یعنی جو کچھ دنیا میں ایک دوسرے پر بغض و عداوت کے اسباب ان کے دلوں پر پیدا ہوئے انہیں ہم نکال دیں گے اس لئے کہ وہ اسباب بوجہ دنیا میں رہنے اور اس سے متعلق

marfat.ocm
Marfat.com

ہونے کی وجہ سے تھے۔ اب جب کہ دنیا میں نہ ہے تو ان اسباب کا ہونا کس لیے۔

فائدہ: حسد بغض کینہ وغیرہ دنیا میں شیطان کے وسوسے سے پیدا ہوتا ہے جب دار آخرت میں پہنچیں گے تو نہ شیطان ہوگا نہ وہ وسوسہ ڈالے گا اور نہ حسد اور بغض و کینہ پیدا ہوگا۔ اس لیے کہ شیطان تو جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوگا جب اُسے اس سے فراغت ہی نہ ہوگی تو قلب انسانی میں کس طرح وسوسہ ڈال سکے گا یا یہ معنی ہے کہ ہم اُن کے قلوب سے حسد اور بغض و عداوت کو دھو ڈالیں گے اب جب کہ مادہ فاسدہ ہی نہ ہوگا تو پھر وہاں سوائے آپس کی محبت کے اور کچھ نہ ہوگا۔ یعنی قیامت میں ایک دوسرے کے درجات بلند دیکھ کر آپس میں حسد نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی کو بلندی درجات کی محرومی سے کچھ رنج و غم ہوگا۔

شانِ نزول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و ابن مسعود و عمار بن یاسر و سلمان و ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں نازل ہوئی جب کہ دنیا میں اُن کے آپس میں معمولی طور جھگڑے ہوئے یا جنگیں ہوئیں۔ ان کے تمام خیالات و تصورات مٹا دیئے جائیں گے اور بھائی بھائی ہو کر بہشت کے بلند تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے نظر آئیں گے ؎

پاک وصافی شود از چاہ طبیعت بدر آئی
کہ صفائی نہ دہد آب ترا آلودہ

ترجمہ: پاک وصاف ہو اور طبیعت کے کنویں سے باہر آ جا جس میں مٹی ہو وہ کنواں صاف پانی نہیں دیتا۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ۔ ان کے درختوں اور بالاخانوں کے نیچے جاری ہوں گی اَلْاَنْهٰرُ۔ نہریں تاکہ اُن کے سرور اور لذت میں اضافہ ہو۔ وَقَالُوْا۔ جب اہل جنت اپنی منزلیں دیکھیں گے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہدایت بخشی لِهٰذَا اس دین اور اعمال صالحہ کے لیے کہ جس کی جزا یہی بلند مراتب ہیں۔ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ ورنہ ہم مرتبہ علیہ پر پہنچنے کے لائق نہ تھے۔ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا یعنی صرف اس کی توفیق سے ہمیں یہ مراتب نصیب ہوئے ؎

۱۱ گر بدر قہ لطف تو ننماید راہ
ازراہ تو ہیچکس نگردد آگاہ
۱۲ آنکہ کہ برہ رسند و یا بد رفتن
توفیق رفیق نشود ا ویلاہ

ترجمہ:۔ اگر تیرا لطف رہبر بن کر راہ نہ دکھائے تو تجھ تک کسی کو راہ نصیب بھی نہ ہو۔

marfat.ocm
Marfat.com

اعجوبہ تفسیر ۲ وہ جو صحیح راہ پا چکے اور اسی پر چلنا چاہیے لیکن افسوس کہ رفیق کو توفیق نہ ہوئی۔ حضرت سدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب بہشتیوں کو بہشت میں لے جایا جائے گا تو بہشت کے دروازہ پر ایک درخت پائیں گے جس کی جڑوں سے دو چشمے جاری ہوں گے اُن کے ایک سے پانی پئیں گے تو ان کی دِلوں میں جتنا حسد اور بغض و کینہ ہوگا وہ سب نکل جائے گا۔ یہی شراباً طہوراً ہوگا دوسرے سے غسل فرمائیں گے تو انہیں بہشت کی رونق نصیب ہوجائے گی کہ جس سے سر کے بال اجڑے ہوئے نظر آئیں گے اور نہ ہی جسم پر میل کچیل اور ہر طرح کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہوجائے گا۔

فائدہ: شعث بمعنی سر کے بالوں کا منتشر ہونا۔ اشعث ہر وہ شخص جس کے سر کے بال اُجڑے ہوئے اور غبار آلود ہوں اور شحب از باب نَصَرَ یَنْصُرُ بمعنی تغیر۔ ان چشموں کے پانی پینے اور نہانے کے بعد بہشت میں داخل ہونے سے پہلے ان کا ملائکہ کرام استقبال کرتے ہوئے کہیں گے۔ اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یہ وہی بہشت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو بوجہ ان اعمال صالح کے جو تم نے دنیا میں کئے بہشتی جب بہشت میں داخل ہو کر اپنی منزلوں میں قرار پائیں گے تو کہیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا۔ الخ۔

تفسیر صوفیانہ صوفیاء کرام کے نزدیک غل سے صفات بشریہ اور اس کی کدورت مراد ہے اور دل کی پاکی نور ایمان سے اور روح کی مادِ عرفان سے اور اسرار کی شرابِ طہور سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُن پر صفاتِ جمال متجلی ہوتے ہیں۔ اور اہلِ حقیقت کے دِلوں میں حسد اور بغض و عداوت ہوتی ہی نہیں نہ دُنیا میں نہ آخرت میں۔

تفسیر عالمانہ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا۔ یہ جواب ہے قسم محذوف کا جو کہ دراصل "واللہ لقد جاء" تھا۔ یعنی بخدا بے شک ہمارے ہاں ہمارے رب تعالیٰ کے رسل کرام تشریف لائے بالحق حق لے کر یہ باقدیہ کی ہے یا ملابست کی ہے۔ اس معنی پر عبارت ہوگی لقد جاءوا متلبسین بالحق اس کا تعلق اہل جنت سے جب وہ اپنے رسل کرام کے دیئے ہوئے وعدوں کے مطابق نعمتوں کو آنکھوں سے دیکھیں گے تو یہی کہیں گے گویا وہ خوشی اور سرور مستی سے اقرار کرتے ہوئے اپنی مسرت کا اظہار کریں گے۔

فائدہ: حدادی صاحب نے فرمایا کہ اس سے ان کی شہادت مراد ہے کہ واقعی ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کے پیغمبران عظام علیہم السلام حق لے کر تشریف لائے اور ہم نے نہ مانا۔ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ۔ اہل بہشت کو دُور سے ملائکہ پکار کر کہیں گے کہ تم جو کچھ دیکھ رہے ہو یہ وہی بہشت ہے جس کا تمہیں دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا اس معنی پر یہ اَن مفسرہ ہوگا یا مخففہ ہے اور تِلْكُمُ مبتدا ہے۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے جو بہشتی دُور سے دیکھیں گے۔ الجنۃ خبر ہے اور اس کی لام عہد کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اُوْرِثْتُمُوْهَا " تم اس کے وارث بنائے گئے ہو یہ الجنۃ سے حال ہے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ بسبب ان اعمال صالح کے جو تم نے دنیا میں کئے۔

سوال : اس آیت سے ثابت ہتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے بہشت میں داخل ہوگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " تم میں کوئی بھی اپنے اعمال کی وجہ سے بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ بلکہ بہشت کا داخلہ صرف رحمتِ الٰہی کے سبب سے ہوگا۔ آیت مبارکہ و حدیث شریف میں تطبیق کس طرح دو گے۔

جواب : اعمال صالحہ ذاتی طور تو بہشت کے داخلہ کے اسباب نہیں بلکہ اس لئے کہ اُن پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ان کی بجا آوری پر اس نے اپنے فضل و کرم سے بہشت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے یہ محض اس کا فضل و احسان ہے چونکہ فضل و کرم کا وعدہ اعمال کے سبب سے ہے بنا بریں آیت میں اسے بیان کیا گیا۔ اس لئے فرمایا گیا ہے اور ثُبُوْتًا الخ ورنہ حقیقی طور تو بہشت کا داخلہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہوگا " کذا فی حواشی ابن الشیخ "

حدیث شریف قدسی بہشتیوں کو قیامت میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ پل صراط سے میرے عفو و کرم سے گزرو اور بہشت میں میری رحمت سے داخل ہو جاؤ اور اسے اپنے اعمال کے مطابق تقسیم کر لو اس سے اعمال کی وہ جنت ہے جس میں لوگ اپنے اعمال کے مراتب کے مطابق داخل ہوں گے جس کے اعمال زیادہ ہوں گے انہیں بہشت کا وافر حصہ ملے گا خواہ اس مرتبہ پر کوئی اور بھی فائز ہو بہشت میں بعض ایسے درجات بھی ہیں جو خصوصیت سے مخصوص اعمال پر ملیں گے۔

حضرت بلال اور شب معراج حدیث صحیح میں ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضؓ سے فرمایا کہ اے بلالؓ تم کس عمل کی برکت سے مجھ سے پہلے بہشت میں پہنچے میں بہشت میں تیرے جوتوں کی آہٹ سنتا تھا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کی۔ میں بے وضو نہیں رہتا جب وضو ٹوٹتا ہے تو فوراً وضو کر لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو فوراً دوگانہ پڑھ لیتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بس یہی وجہ ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال کو وہ مرتبہ ایک خصوصی عمل سے نصیب ہوا۔

قاعدہ : ہر فرض و نفل اور ہر کارِ خیر اسی طرح ہر برائی اور مکروہ عمل سے بچنے پر علیحدہ علیحدہ مخصوص بہشت کا مرتبہ مختص کیا جائے گا اور خصوصی نعمت نصیب ہوگی جو صرف اس عمل کی وجہ سے ہوگی۔

اقسام طاعات بعض کے مراتب بڑھاپے کی وجہ سے بڑھ جائیں گے مثلاً کوئی شخص طاعتِ الٰہی میں بڑی عمر پا کر مرے گا تو اس کے مراتب اس شخص سے بلند ہوں گے جو چھوٹی عمر میں طاعات

marfat.ocm
Marfat.com

الٰہی بجا لاکر مرا ۔ بعض کو زمانہ کی نسبت سے فضیلت ہوگی ۔ مثلاً رمضان شریف اور جمعہ مبارک اور لیلۃ القدر اور دسویں ذوالحج و محرم یعنی یوم عاشورہ کی عبادت کا ثواب بہ نسبت دوسرے ایام کے افضل و اعلیٰ ہے بعض کو بوجہ مکانات کے فضیلت ہوگی مثلاً مسجد حرام کی عبادت مسجد مدینہ سے اور مسجد مدینہ طیبہ کی عبادت مسجد اقصیٰ سے اور مسجد اقصیٰ کی تمام مساجد کی عبادت سے افضل ہے بعض کو بعض احوال سے فضیلت ہوتی ہے ۔ مثلاً نماز باجماعت پڑھنا اکیلے کی نماز سے افضل ہے بعض اعمال بھی بہ نسبت دوسرے اعمال کے افضل ہوتے ہیں مثلاً نماز افضل عبادت ہے بہ نسبت راستہ سے ایذا دینے والی چیز کو دور کرنے سے بعض موقع ایک کے ساتھ نیکی کرنے سے بہت لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے سے زیادہ ثواب ہوتا ہے ۔ مثلاً رشتہ دار کو صدقہ دینا دوسروں کے صدقہ دینے سے افضل ہے ۔ اسی طرح سید صاحب کو نذرانہ پیش کرنا بہ نسبت دوسروں سے مروت و احسان کے زیادہ ثواب ہے ۔ بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ اس سے ہر وقت اعمال کثیرہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے ۔ مثلاً روزہ دار کو بوقت روزہ آنکھ اور کان اور ہاتھ کو پابند شرع رکھنے سے ہر ایک عضو کا علیحدہ علیحدہ ثواب ملتا ہے ۔ اسی طرح صدقہ دیتے وقت آنکھ اور ہاتھ وغیرہ کا صدقہ کے علاوہ ثواب ملتا ہے بلکہ نماز میں تو سلسلے تقسیم کے رونگٹے رونگٹے کا اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے اور اس میں اندرونی اعضاء مثلاً نیت قلبی سے قلب کے علاوہ ثواب ملے گا دیکھئے ایک وقت میں کتنا بہت بڑا اجر و ثواب نصیب ہوا ۔ صرف اس لئے کہ ایک کام کرتے وقت متعدد وجوہ سے ثواب حاصل ہوتا گیا ۔ یہ نماز کی عبادت اور بہت بڑی عبادات پر فوقیت رکھتی ہے

فائدہ : ایک جنت مخصوص ہے جو قیامت میں مندرجہ ذیل مخصوص حضرات کو ملے گی جو اللہ تعالیٰ خصوصی طور اعمال کے بغیر عطا فرمائے گا ۔

(۱) وہ چھوٹے بچے جو عمل صالح کے لائق نہ ہوئے تھے کہ انہیں پیک اجل پہنچا اس کی حد چھ سال ہے یعنی وہ چھوٹے بچے جو پیدا ہونے کے بعد چھ سال کے اندر فوت ہو گئے انہیں جن کو خداوند قدوس چاہے گا اپنی خصوصی جنت عطا فرمائے گا ۔

(۲) وہ مجنون اور پاگل جو دنیا میں بے عقل ہو کر زندگی بسر کر گئے ۔

(۳) اہل توحید علمی

(۴) اہل عزت یعنی اس زمانہ کے لوگ جس زمانہ میں کوئی نبی علیہ السلام مبعوث نہ ہوا ۔ اسی طرح وہ لوگ جن کو کسی نبی علیہ السلام کی دعوت دینی نہ پہنچ سکی ۔

فائدہ : ایک جنت میراث بھی ہوگی اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور اہل ایمان سب کے سب یعنی وہ مقامات جو اہل نار کے لئے متعین تھے کہ اگر وہ بھی ایمان و اعمال صالحہ کرتے تو انہیں ہی

marfat.ocm
Marfat.com

مقامات نصیب ہوتے۔ لیکن شومی قسمت سے وہ دولت ایمان اور اعمال صالحہ سے محروم ہو کر دوزخ میں پہنچے گئے۔ اس لئے ان کے مقامات دوسرے مذکورہ لوگوں اور اہل ایمان پر تقسیم ہوں گے۔

حدیث شریف جب وہ اس وقت آرزو کریں گے کہ کاش ہمیں بھی ہدایت نصیب ہوتی اس سے وہ ندامت کے آنسو بہائیں گے جب اہل بہشت و دوزخ میں اپنے متعین مقامات دیکھیں گے تو کہیں گے اگر ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی تو ہم بھی وہاں ہوتے لیکن اس کریم نے ہمیں دوزخ سے بچا لیا۔

تفسیر صوفیانہ بہشت دو قسم ہے (۱) صوری (۲) معنوی صوری جنت تو محسوسات سے تعلق رکھتی ہے اور وہ اپنے میعاد پر ملے گی۔ لیکن معنوی جنت معقولات سے تعلق رکھتی ہے وہ نقد ملتی ہے اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ایسی بہشت کے داخل ہونے والوں کو اہل فنا و بقا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ہے

جنت نقدست ایں جا عشرت و عیش و حضور
زانکہ در جنت خدا بر بندہ نہ نوید گناہ
اَللّٰھُمَّ شَرِّفْنَا بِالْجِنَانِ اِنَّکَ اَنْتَ الْمَنَّانُ

ترجمہ: اے اللہ ہمیں جنت سے مشرف فرما بے شک تو منت و احسان والا ہے۔

تفسیر عالمانہ "وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ" اور بہشتی دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے بوجہ اپنے مال پر مسرور ہو کر اعدائے اسلام کا برا حال دیکھ کر اور انہیں حسرت میں ڈالنے کی غرض سے نہ انہیں اپنے حال سے باخبر کرنے یا ان سے احوال پوچھنے کی بنا پر۔

نکتہ اہل جنت و اہل نار کو آپس کی گفتگو اور ایک دوسرے کو ندا دینے کی ایک وجہ یہی ہے کہ اہل نار کو حسرت ہو ورنہ ان کے مابین اتنا بڑا بُعد ہوگا کہ جس کی مقدار صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس لیے کہ اہل جنت کے درجات کی بلندی اُن کے اعمال مطابق جتنا اونچی ہوگی اتنا اہل نار کے درجے جہنم میں نیچے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جہنمیوں کے درجوں پر جھانکنے پر قدرت دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"فاطلع فرآہ فی سواء الجحیم" یعنی اہل جنت جھانک کر جہنم کے وسط کو دیکھے گا اور کہے گا۔ اَنْ یہ منادی کی تفسیر کے لئے ہے اس لئے کہ ندا زبانی قول کے ہے اور ایسے ابواب کے بعد اَنْ تفسیر یہ آتا ہے یا تحتیہ ہے۔

قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا کیا تم نے بھی اپنے رب تعالیٰ کے وعدہ کو پایا ہے یا نہ۔ یعنی

marfat.ocm
Marfat.com

جیسے تمہارے لئے عذاب کا حکم فرمایا تھا وہ تمہارے ساتھ پورا ہوا نہ۔
فائدہ :۔ وَعَدَ خیر و شر ہر دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ حقًا سچا وعدہ یہاں پر فعل ثانی کا مفعول محذوف ہے اس لئے کہ یہ "ما وعدکم" ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ پہلے جملہ میں "ما وَعَدَنَا ربنا" کہا گیا ہے۔
نکتہ مفعول کو حذف کرنے میں اشارہ ہے کہ وہ ایسے گرے ہوئے ہیں کہ اب وہ خطاب کی شرافت سے محروم ہیں۔ قَالُوا نَعَمْ جہنمی کہیں گے ہاں ہم اپنے رب تعالیٰ کے وعدے کو پا چکے ہیں۔ وہ ایسے وقت اعتراف کریں گے لیکن اس وقت انہیں دو اعتراف کوئی فائدہ نہ دے گا۔ کسی شاعر نے فرمایا ہے ؎

۱۱ کنون باید اے خفتہ بیدار بود
جو مرگ اندر آرد ز خواست چہ سود

۱۲ تو پیش از عقوبت در عفو کوب
کہ سودے ندارد فغاں زیر چوب

ترجمہ ۱۱ اے سونے والا ابھی جاگ جب موت خواب سے بیدار کرے تو کیا فائدہ۔
۱۲ سزا سے پہلے ہی معافی کا دروازہ کھٹکھٹا، ڈنڈے کے نیچے فریاد فائدہ نہ دے گی۔
فَاَذَّنَ پس اعلان کرے گا۔ مُؤَذِّنٌ اعلان کنندہ اس سے وہ فرشتہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوگا کہ ان سب کو اعلان کر دے جسے وہ تمام بہشتی اور جہنمی سُن لیں گے۔ بعض کہتے ہیں اس سے اسرافیل علیہ السلام مراد ہیں۔ بَيْنَهُمْ درمیان باذن کا مفعول فیہ ہے یعنی اسے حکم ہوگا کہ وہ دونوں طرفوں کے درمیان اعلان کرے کہ اَنْ یہ تفسیر یہ ہے اس لئے کہ تاذین بمعنی قول ہے یا مخففہ ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی لعنت لازم ہو چکی ہے۔ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کفار پر (نہ کہ اہلِ ایمان پر)۔
سوال : تم نے یہاں پر "الظالمین" کا معنیٰ الکافرین کہاں سے سمجھا۔
جواب : جب لفظ ظلم مطلقاً مستعمل ہو تو وہاں ظلم کا آخری درجہ مُراد ہوتا ہے اور ظلم کا آخری درجہ کفر و شرک ہے اس لئے ان کے حال کی خبر دینا مطلوب ہے بعض کہتے ہیں کہ اُن پر لعنت کی ابتداء اس وقت سے ہوگی۔
۴۵ ۵ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ وہ لوگ جو روکا کرتے تھے یہاں پر يَصُدُّوْنَ بمعنی يُصَرِّفُوْنَ ہے۔
سوال : يَصُدُّوْنَ بمعنی يَمْنَعُوْنَ کیوں نہیں کیا گیا۔
جواب : يَمْنَعُوْنَ متعدی ہے اور اس کے لئے مفعول بہ مقدر ماننا پڑتا ہے اور مقدرات بلا وجہ نہیں ہوتے۔ يُعْرِضُوْنَ سے بلا ضرورت معنی صحیح ہو سکتا ہے تو پھر يَمْنَعُوْنَ کا معنیٰ میں تو وہاں حذف کی ضرورت پڑے گی۔ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی دین سے جو کہ وہی اللہ تعالیٰ کا

marfat.com
Marfat.com

راستہ تھا اور وہی بہشت کے داخلہ کا سبب تھا۔

فائدہ السبیل بمعنی الطریق وصار وضع منہ ہے (کذا فی القاموس)

وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا اور وہ اس لئے ٹیڑھاپن کی تلاش میں رہتے تھے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے واضح طریق کو ٹیڑھا قرار دیتے اور اسے ہزاروں کوس حق سے دور سمجھتے تھے وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے اور کہتے تھے کہ مرنے کے بعد اٹھنا نہیں۔

فائدہ اگر ظالمین یعنی کافرین ہو تو اوصاف مذکورہ بمنزلہ تاکید کے ہوں گے اس لئے کہ ظالمین کی جو تین صفتیں بیان کی گئی ہیں یہی کفار کی صفتیں ہیں وہ تین صفات یہ ہیں۔

۱: اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا

۲: اللہ تعالیٰ کے دین کو ٹیڑھا پن ظاہر کرنا۔ یعنی دین کی حقانیت کے دلائل میں شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

۳: آخرت کا انکار کرنا یہ تمام صفات صرف کفار کے ہیں۔ جن ظالموں میں یہ اوصاف پائے گئے ان کے لئے کفر ثابت ہو گیا۔

تفسیر صوفیانہ

اصحاب الجنۃ یعنی ارباب محبت اصحاب النار یعنی قطعیت کے اصحاب کو پکار کر کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ "الا من طلبنی وجدنی" خبردار جو مجھے تلاش کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے کیا تم نے بھی اپنے وعدے کو پالیا ہے کہ فرمایا تھا۔ مَنْ يَطْلُبْ غَيْرِيْ كَمْ يَجِدْنِيْ۔ جو میرے غیر کی طلب میں ہوتا ہے وہ مجھے ہرگز نہیں پائے گا۔ اہل قطعیت انہیں جواب دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اس غلطی کی سزا مل گئی ہے اس کے بعد عزت وعظمت کا اعلان کنندہ ان کے مابین اعلان کرے گا کہ ان ظالموں پر لعنت ہو کہ جنہوں نے اپنی استعداد کو غیر محل میں رکھا اور اسے غیر مصرف پر صرف کیا۔ ظالم وہ لوگ ہیں جو قلب روح کو اللہ تعالیٰ کے راہ اور اس کی طلب سے دور رکھتے تھے بلکہ اس کے اندر ٹیڑھا پن تلاش کرتے تھے یعنی اپنے ارادوں کو دنیا و مافیہا کی طرف لگاتے اور وہ آخرت کے منکر تھے یعنی اہل محبت کی ان باتوں کا انکار کرتے تھے جہاں ان کی رسائی نہیں تھی بلکہ وہ ایسے امور کے طالب رہتے تھے جو ان کے حواس تک محدود تھے اور آخرت کی انہیں کسی قسم کی پرواہ نہ تھی۔ (کذا فی التاویلات النجیہ)

سبق

لوگوں کے مختلف مراتب ہیں کوئی اقراری کوئی انکاری، نگاہ کے مطابق مرتبہ نصیب ہوتا ہے جو سالک ہیں ان کے مراتب بلند ہیں اور وہ اس راہ سے بے خبر اور محروم ہی محروم ہیں۔ مثنوی شریف میں ہے،

کودکاں گرچہ بیک مکتب دارند
در سبق ہر یک زیک بالا ترند

marfat.ocm
Marfat.com

خود ملائک نیز تا مست بد ند
زیں سبب بر آسماں صف صف شدند

ترجمہ :۱۱ اگرچہ بچے ایک ہی مدرسہ میں پڑھتے ہیں لیکن سبق میں ایک دوسرے بلند و بالا ہیں
۱۲ فرشتے بھی جب ہمتا ہوئے تو پھر آسمان پر صف بہ صف ہوئے۔

سبق سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلبِ حق میں جد و جہد کرے تاکہ اسے حقیقت کے خزانوں پر آگاہی نصیب ہو اس لئے کہ مطلب اعلیٰ ات نصیب ہوتا ہے جو کھرے کھوٹے کا امتیاز رکھتا ہو۔

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی نصیحتیں

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ پرندے کی طرح زندگی بسر کرو کہ وہ اپنی روزی درختوں سے لیتا ہے اور پانی پی کر زندگی بسر کرتا ہے جب رات آجاتی ہے تو کسی غار میں چھپ کر رات بسر کر لیتا ہے اسے محبت ہے تو صرف میری ذات سے اور ڈرتا ہے اس سے جو میرا نافرمان ہے اے موسیٰ علیہ السلام میں نے قسم کھائی ہے جو عمل کا مدعی ہے اس کا دعویٰ غلط کردوں اور جو میرے سوا کسی دوسرے سے امید رکھتا ہے اس کی آرزو پوری نہ کروں اور جو میرے غیر پر بھروسا کرتا ہے اس کی جڑ کاٹ دوں اور اس سے منہ پھیر لوں جو میرے سوا کسی دوسرے سے محبت کرتا ہے اے موسیٰ علیہ السلام میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ مجھے بلائیں تو میں ان کی بات سنوں اگر وہ مجھ سے دعا مانگیں تو میں ان کی دعا قبول کروں اگر وہ میری طرف متوجہ ہوں تو میں انہیں قریب کر دوں۔ اگر وہ میرا قرب چاہیں تو میں اُن سے پردہ ہائے ضلمات ہٹا دوں وہ جو عمل کریں میں اُن کی انہیں جزا دوں۔ میں ان کے جملہ امور کی کفالت کروں اور ان کے قلوب کو راز سے بھر دوں۔ بلکہ ان کے تمام کانوں میں، میں متولی بنوں۔ ان کی راحت صرف میرے ذکر میں ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی بیماریاں بھی شفا ہوتی ہیں اور اُن کے دل نور سے منور رہتے ہیں وہ صرف مجھ سے مانوس ہیں ان کے دل کا سفر صرف میری طرف ہوتا ہے۔ اُن کو قرار صرف میری ذات سے نصیب ہوتا ہے اینہا اور ان دونوں فریقوں یا بہشت و دوزخ کے درمیان حجاب پردہ ہوگا۔ جیسے شہر کے لئے چار دیواری ہوتی ہے کہ دوزخی بہشتیوں کے ہاتھ نہیں پہنچ سکیں گے اور نہ ہی بہشتی دوزخیوں سے ایذا پا سکیں گے اور نہ ہی دوزخی بہشتیوں کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکیں گے اس لئے کہ وہی پردہ ان کے ایک دوسرے تک پہنچنے نہیں دے گا نہ وارد ہے کہ اگر حور عین بہشت سے دنیا کی طرف جھانک کے دیکھے تو دنیا اس کے نور سے منور اور اس کی خوشبو سے معطر ہو جائے اسی طرح دوزخ کے متعلق لکھا ہے کہ اگر اس کی ایک چنگاری دنیا میں گرے تو تمام دنیا کو جلا کے رکھ دے۔

marfat.ocm
Marfat.com

سوال :۔ خدا نے فرمایا یہ حجاب کیسا اور اس کی یہ تعبیر کیسی جب کہ وارد ہے کہ بہشت آسمانوں کے اوپر ہے اور دوزخ زمینوں کے نیچے۔

جواب : اللہ تعالیٰ نے آیت میں توضیح نہیں فرمائی اور نہ ہی اس کی مسافت بتائی ہے لیکن حجاب کا لفظ فرمایا تو جملہ اس پر ایمان ہے اس کے بعد مسافت کو حجاب سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔

وَعَلَى الْاَعْرَافِ اس حجاب کے اعراف یعنی اس کی بلندیوں پر اس سے وہ مضبوط قلعے مراد ہیں جو اہلِ ایمان اور کفار کے مابین کٹہرے کے کنارے ہیں بعض کہتے ہیں ریگی اور پہاڑ ان کے درمیان حجاب کے طور کھڑا کیا جائے گا اعراف عرف کی جمع ہے ہر اونچی اور بلند شئے کو کہا جاتا ہے مثلاً کہتے ہیں عرف الدیک دالفرس اور اسے اس نام سے اس لئے موسوم کرتے ہیں کہ اونچی شئے سے نیچے والی اشیاء سے اعراف معروف تر ہوتی ہے **رِجَالٌ** بعض لوگ ہیں۔ اس سے وہ اہلِ ایمان مراد ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ جہنمیوں اور جنتیوں ہر دونوں کو دیکھیں گے کوئی ایسا محل نہیں ہوگا کہ جس کے سبب سے وہ جہنم یا بہشت میں کسی ایک کے لئے راجح بن سکے پھر جب انہیں قیامت میں سجدہ کا حکم ہوگا وہ ایک دن باقی ہوگا جس سے سجدہ کرنے پر بہشت اور نہ کرنے پر جہنم میں جانا ہوگا چنانچہ وہ سجدہ میں گریں گے تو بہشت میں داخل ہو جائیں گے اس لئے کہ اس ایک سجدہ سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اعراف کے متعلق چند اقوال اور ہیں جنہیں ہم آگے چل کر بیان کریں گے منجملہ اُن کے ایک یہی ہے **يَعْرِفُوْنَ** یہ رجال کی صفت ہے یعنی وہ لوگ پہچانیں گے کلا ہر ایک کو بہشت اور دوزخ والوں کو **بِسِيْمٰهُمْ** ان کی نشانیوں سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے بطور علامت کے ان ہر ایک کو دے رکھی ہیں۔ مثلاً بہشتیوں کے چہرے سفید ہوں گے اور دوزخیوں کے سیاہ لیکن علامات سے پہچانا میدانِ حشر میں ہوگا اور بہشت کے داخلہ سے پہلے جب وہ لوگ بہشت یا دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اس کے بعد علامات سے پہچاننے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اُس وقت مشاہدہ و احساس سے معلوم ہوگا کہ یہ بہشتی ہے اور وہ دوزخی۔

فائدہ : **نَادٰى**۔ صرف اس کا ذکر آتا ہے۔ ایتان بہشت میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ **وَنَادَوْا** یہ رجال کی دوسری صفت ہے۔

سوال : **يَعْرِفُوْنَ** اول مضارع **وَنَادَوْ** صفت ثانی ماضی یہ کیوں۔

جواب : ندا کو وقوع پذیر ہونے پر محمول کر کے ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ علم معانی کا قاعدہ ہے۔

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ بہشتیوں کو وہ اعراف والے ندا دیں گے۔ **اَنْ** یہ تفسیریہ یا مخففہ ہے۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ یعنی جب اعراف والے بہشتیوں کو دیکھیں گے تو انہیں دنیاوی دستور کے مطابق کہیں گے السلام علیکم اور اس سے بہشتیوں کی تعظیم و تکریم مطلوب ہوگی گویا انہیں مصائب و آفات

marfat.ocm
Marfat.com

سے بچ جانے پر مبارکباد پیش کریں گے۔ لَمْ يَدْخُلُوهَا نادوا کے فاعل سے حال ہے یعنی اعراف والے بہشت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔ وَهُمْ يَطْمَعُونَ۔ حالانکہ انہیں بہشت میں دخلے کا طمع ہوگا۔ یہ لَمْ يَدْخُلُوهَا کے فاعل سے حال ہے یعنی اگرچہ اعراف والے بہشت میں داخل نہیں ہونگے لیکن انہیں امید قوی ہوگی اور اس انتظار میں ہونگے کہ انہیں ابھی بہشت میں داخل کیا جائے گا وہ اس لئے کہ دنیا میں انہوں نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو پڑھا ہوگا لیکن ان کا نامۂ اعمال نیکی سے خالی ہوگا اور انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بالبرابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ اگر ان کے نامۂ اعمال میں تھوڑی سی نیکی کہیں سے مل جائے تو نیکی کا پلڑا ترجیح پا جائیگا اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے امیدوار ہوں گے اور اس کے عدل پر بھی ان کی نگاہ ہوگی اور یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ کلمہ طیبہ کی وجہ سے ہم پر ضرور لطف وکرم ہوگا۔ اس لئے وہ ایک وقت تک ٹھہر کر پُرامید ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے حق میں بہتر فیصلہ ہوگا اور کرم نوازی سے ہم بہشت میں جائیں گے چنانچہ ایسے ہوگا بھی اور بہشت میں داخل ہونے والے یہی آخری لوگ ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے گا تو حکم کہ انہیں نہر الحیاۃ میں لے جاؤ۔ یہ وہ نہر الحیات ہے کہ جس کے کنارے سنہری ہوں گے اور موتیوں کے جڑاؤ سے مزین اور اس کی مٹی عطر وکستوری سے ہوگی ان لوگوں کو اس نہر سے اشنا صاف کیا جائے گا کہ ان کے جسم گلبدن ہو جائیں گے اور ان کے سینوں پہ ایک سفید لکیر پڑ جائے گی۔ یہ بہشت میں اُن کی پہچان ہوگی اس کے بعد انہیں بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ انہیں مساکین الجنۃ کہا جائے گا۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا۔

ہست امیدم علے غم عدو روز جزا
فیض عفوش نہد بار گنہ بر دوشم

ترجمہ:۔ مجھے اُمید ہے کہ دشمن کی ناک رگڑی جائے) قیامت میں اس کے عفو کا فیض گناہوں کا بوجھ میرے کاندھوں پر نہ رکھے گا۔

۴۷ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ اور جب ان کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف پھیری جائیں گی۔

سوال:۔ بہشتیوں کو بھی تو وہ دیکھیں گے پھر یہاں پر جہنمیوں کی تخصیص کیوں۔

جواب:۔ چونکہ بہشتیوں کو تو اپنی رغبت ومحبت سے دیکھیں گے ان کی طرف پھیرے جانے پر محبت کے ساتھ

فائدہ: تفسیر زاہدی میں ہے اعراف والوں کی آنکھیں بحکم الٰہی فرشتہ پھیرے گا۔

قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۔ کہیں گے اے ہمارے رب کریم ہمیں ظالم قوم کا ساتھی نہ بنا یعنی ہمیں ان کے ساتھ یعنی ہمیں اُن کے ساتھ جہنم میں ٹھہرانا۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوگی

marfat.ocm
Marfat.com

گے جب کہ انہیں اپنے گناہوں پر نظر پڑے گی۔

اعراف والے :۔ پہلا قول گزر چکا (۲) حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اہلِ اعراف با ینمعنی ہیں کہ انہیں بہشت میں اتنا اونچا مقام نصیب ہوگا کہ وہاں سے بہشتیوں اور دوزخیوں کا معائنہ کریں گے اور قیامت میں انہیں نمایاں رکھا جائے گا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ شخصیت اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں پھر وہ بلند مقام سے قیامت والوں کے حالات کے علاوہ ان کے ثواب وعقاب کی مقدار سے مطلع ہوں گے اور اپنی امت کے حالات کا مشاہدہ کریں گے اس تقریر پر "وَهُمْ يَطْمَعُونَ" نَادَوْا کے مفعول سے حال ہوگا اور وہ اصحاب الجنۃ ہیں اس لئے ممتاز شخصیتوں کو بہشت میں داخلے کے طمع کا کیا معنیٰ۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قیامت میں ممتاز شخصیات اہلِ جنت کو ندا دیں گے جبکہ وہ اونچی منزلوں میں ہوں گے اور اہلِ جنت کا حال یہ ہے کہ وہ ابھی بہشت میں داخل ہونے کے لئے پُرامید ہوں گے۔ فائدہ وہی تقریر آنے والے وجوہات میں کی جائے اس لئے کہ اعراف سے ان کے بلند مراتب مراد لئے گئے ہیں ان کے لئے طمع کا کیا معنیٰ۔ طمع کا معنیٰ صرف عام بہشتوں کیلئے تو ہو سکتا ہے لیکن وہ بھی بعض میں ورنہ بعض میں پہلی تقریر ضروری ہوگی (۳) شہداء میدانِ حشر میں انہیں ممتاز دکھایا جائے گا تاکہ پتہ چلے کہ شہداء بہ نسبت دوسرے لوگوں میں تعظیم وتکریم کے زیادہ مستحق ہیں اور وہ اس لائق ہیں کہ انہیں بلند مقامات پر بیٹھایا جائے تاکہ وہ میدانِ حشر میں لوگوں پر حکم الٰہی کے اجراء کا مشاہدہ کریں کہ کس پر فضل ہوتا ہے۔ اور کس سے عدل

(۴) اہل ایمان کے وہ بزرگترین شخصیات مراد ہیں جو اپنے اعمال کی جزا لے کر فارغ البال ہو کر دوسرے لوگوں کے احوال کے مشاہدہ کے لئے انہیں بلند مقام پر بٹھایا جائے گا۔

حدیث شریف جب قیامت میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی ندا دے گا کہ اہلِ فضل لوگ کہاں ہیں ان میں بعض لوگ دوڑتے ہوئے بہشت کی طرف جانے کیلئے عجلت کریں گے اور کہیں گے ہم اہلِ فضل ہیں ان سے سوال ہوگا تم کس طرح اہلِ فضل ہو۔ جواب دیں گے ہم پر ظلم برسائے گئے تو ہم نے صبر کیا اور ہمارے ساتھ کسی نے برائی کی تو ہم نے انہیں معاف کیا۔ ہمارے ساتھ لوگوں نے جھگڑے اٹھائے تو ہم نے حوصلہ کیا۔ اس پر انہیں حکم ہوگا کہ جاؤ بہشت میں واقعی تم اہلِ فضل ہو۔ اور ایسے عمل والوں کو بہتر جزا نصیب ہوتی ہے۔

(۵) باعمل علماء وفقہاء مراد ہیں۔ ان کی فقاہت اور ان کے علم کی برکت سے انہیں دوسروں پر فوقیت حاصل ہوگی۔

(۶) قیامت میں اُمتوں کے اعمال پر گواہی دینے والے عادل لوگ مراد ہیں اور یہ ہر امت میں سے ہوں گے

(۷) حضرت عباس وحمزہ وعلی بن ابی طالب وجعفر ذوالجناحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مراد ہیں کہ یہ حضرات

marfat.ocm
Marfat.com

اپنے دوستوں کو ان کے چہروں کی سپیدی سے اور اپنے دشمنوں کے چہروں کی سیاہی سے پہچانیں گے۔

(۸) وہ فرشتے جو اعراف کی دیوار پر متعین ہیں مراد ہیں تاکہ وہ بہشتیوں کے بہشت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے اہل ایمان و کفار کے درمیان امتیاز کر دکھلائیں۔

سوال: لفظ رجال اس تقریر کے منافی ہے۔

جواب: چونکہ ان فرشتوں کو مردوں (انسانوں) کی شکل دی جائے گی بنا بریں انہیں رجال سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ " وَاِنْ کَانَ رِجَال من الانس والجن یعوذُوْن برجال من الجن " میں جنات کو رجال سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ ان جنات کو انسانوں کی شکل حاصل ہوتی ہے

سوال: ربنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین ملائکہ کے لئے کس طرح مناسب ہوگا۔

جواب: وہ بھی بنو آدم کی طرح مکلف ہیں اس لئے قیامت میں اپنے لئے امن و سلامتی کی دعا مانگیں گے۔

(۹) وہ شہداء مراد ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ میں مارے گئے لیکن اپنے آباء کی اجازت کے بغیر جہاد کو گئے تھے اس لئے کہ انہیں ان کے گناہوں کے باوجود دوزخ سے دور رکھا گیا لیکن باپ کی نافرمانی کی نحوست سے تاحال بہشت میں داخل نہیں ہوں گے۔

(۱۰) وہ لوگ مراد ہیں جن پر باپ تو راضی تھا لیکن ماں ناراض یا ماں راضی تھی لیکن باپ ناراض۔

(۱۱) ولد الزنا

(۱۲) اولاد المشرکین

(۱۳) وہ لوگ مراد ہیں جو زمانہ فترہ میں فوت ہوئے اور فترت کا زمانہ وہی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عرصہ گزرا ہے۔

(۱۴) وہ صغیرہ گناہ والے جن کے دنیا میں مصائب و تکالیف اور درد و آلام کفارہ نہ بنے اس بنا پر وہ بہشت میں جانے سے روک دیئے جائیں گے اس سے انہیں قدرے غم لاحق ہوگا وہ غم ان کا کفارہ بن جائے گا اس کے بعد وہ بہشت میں داخل ہوں گے۔

(۱۵) وہ اہل کبائر جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہ کے مرتکب ہیں لیکن چونکہ وہ اہل قبلہ ہوں گے اس لئے انہیں دوزخ سے نجات تو مل جائے گی لیکن بہشت میں نہیں جا سکیں گے۔

حکایت ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات سو رہا تھا کہ خواب میں نظر آیا کہ گویا قیامت قائم ہوگئی ہے اور لوگوں سے محاسبہ ہو رہا ہے ان میں بعض کو بہشت میں اور بعض کو دوزخ میں لے جایا جا رہا ہے بہشت کے دروازے پر حاضر ہوا اور اہل بہشت کو ندا دی اور پوچھا کہ تم بہشت میں کس عمل سے

marfat.ocm
Marfat.com

داخل ہوتے ہو اور تمہیں یہ رضوان اور یہ بلند مکان کس وجہ سے ملے ہیں وہ جواب دے رہے ہیں کہ طاعت رحمٰن اور مخالفت شیطان کی وجہ سے پھر میں دوزخ کے دروازے پر آیا اور ان سے پوچھا کہ اے دوزخیو! تمہیں یہ سزا کس عمل سے ملی ہے اُن نے جواب دیا معصیت شیطان و مخالفتِ رحمان کی وجہ سے اس کے بعد دیکھا ایک قوم ہے جو بہشت اور دوزخ کے درمیان ٹھہری ہوئی ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا تم کیوں یہاں ٹھہرے ہو جواب دیا کہ ہمارے گناہ نیکیوں سے کم ہیں۔ برائیوں نے ہمیں بہشت میں داخل ہونے سے روک رکھا ہے اور نیکیوں نے ہم دوزخ میں نہیں جانے دیا۔ گویا انہوں نے یہ شعر پڑھا ؎

نحن قوم لنا ذنوب کبار
منعتنا من الوصول الیہ
توکتنا مذبذبین حیاریٰ
امسکتنا عن القدوم علیہ

ترجمہ: ہم کبیرہ کے مرتکب ہونے والے ہیں۔ اس بنا پر ہم اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکے اور انہوں نے ہمیں حیران و گردان کر رکھا ہے اور ان کی وجہ سے ہی ہم اللہ تعالیٰ کی حاضری سے محروم ہیں۔"

یہ اقوال میرے مطالعہ سے گزرے ہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے میرے علم میں آئے اور حقیقت رب کریم جلتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ اہل جنت و اہلِ نار کے درمیان ایک حجاب ہے اور وہ اوصاف بشریہ اور اخلاق ذمیمہ نفسانیہ ہیں اس حجاب کی وجہ سے دوزخی بہشتیوں کو نہیں دیکھ سکتے اور بہشتی اہل اللہ ہیں کما قال وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وعلی الاعراف رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ یعنی اہل اعراف اہل جنۃ اور اہل نار کو ان علامات سے دیکھتے ہیں انہیں قلبی نور و ظلمات سے حاصل ہوئے ہیں۔

فائدہ: اعراف کو اس لئے اعراف کہا جاتا ہے کہ وہ اہل معرفۃ کی اقامت گاہ ہے اور اہلِ معرفت کو رجال اس لئے کہا کہ وہ ماسوی اللہ پر تصرف رکھتے ہیں اور ان پر کسی شے کا تصرف نہیں۔

کما قال تعالیٰ فیہ رجالٌ لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ مبارکہ ہے کہ خواص کر جگہ" لفظ رجال سے یاد فرمایا ہے۔ کما قال رجالٌ صدقوا اور فرمایا فیہ رجال یحبون ان یتطہروا اور رجولیت سے ہی طلبِ حق میں عوام و خواص کا امتیاز ہوتا ہے اور جو بھی ہمت بلند رکھتا ہے حقیقۃً وہی مرد ہے اور اصحاب اعراف اس لئے بلند مراتب پا گئے کہ انہوں نے بشریت کی پستیوں سے نجات پا کر بلندی حاصل کی اور جہنم سے بچ کر بہشت کے درجات حاصل کئے

marfat.ocm
Marfat.com

اور روحانیت میں مقامات کو پہنچے اور ان کی شان یہ تھی کہ دارین کی نعمتوں سے بے نیاز رہے اور نہ انہیں دنیا و آخرت کے کمالات کی طرف توجہ تھی۔ تمام مخلوق سے بے نیاز ہو کر مقام اعراف تک پہنچے یاد رہے کہ مقام رب الرحمٰن کے ہاں حظائر قدس میں جنان کے بلند و بالا ایک مقام کا نام ہے اور وہ اپنی بلندی کی وجہ سے بہشتیوں اور دوزخیوں کو برابر طور دیکھتے رہتے ہیں جب وہ بہشتیوں کو دیکھتے ہیں کہ بہشت کی نعمتوں اور ہری خوش باتوں میں مشغول ہیں لیکن اپنے مولیٰ کے دیدار کی طرف انہیں خیال نہیں تو اعراف والے بہشتیوں کو ندا دیکر کہتے ہیں السلام علیکم یعنی تمہیں، ہی نعمتیں مبارک ہوں اور اپنی حوروں قصوروں میں خوش رہو۔ خود اعراف والوں کا یہ حال ہے لَمْ یَدْخُلُوْهَا یعنی بہشت کی نعمتوں کو مشاہدہ و معائنہ کرنے بلکہ اُن کے حصول کے باوجود ان کی کسی شے کی طرف معمولی توجہ بھی نہیں کریں گے وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ اور ان کو صرف اپنے آقا و مولیٰ کے وصال کی تمنا ہو گی اور وہ اس میں پُر امید ہوں گے۔

سوال: تمہاری یہ تقریر آیات قرآنی کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا ہے داخلی جنتی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہشت کو اپنی طرف مضاف فرمایا ہے تو اس کے بندوں کو اس سے غیر متوجہی کیوں اور فرمایا ہے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ۔

جواب: یہ ان سے آزمائش کے طور ہو گا کہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی بڑی سخت خرابیوں سے نجات بخشی اور انہیں بہترین انعامات سے نوازا ہے لیکن حضرات عارف باللہ ان تمام باتوں کا اعتراف کرتے ہوئے بہشت کے داخلہ کو اپنا مقصود نہیں سمجھتے۔

فائدہ: اربابِ کمالات کو سلوک کے مقامات طے کرتے ہوئے جتنا خواطر نفسانیہ لاحق ہوتے ہیں یا انہیں دنیوی عز و جاہ و جلال اور عوام میں مقبولیت، عامہ یہ خلق میں شغولیت تامہ کا پیش آنا۔ یہ تمام انسانی عروج میں داخل نہیں بلکہ ان میں بندہ کا امتحان اور اس کی آزمائش مطلوب ہے تاکہ سالک کو گوشہ نشینی اور تجرید اور خلوات میں اُنس مع اللہ کی قدر و منزلت معلوم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب سالک شکر کا حق ادا کرتا ہے یا منعم حقیقی کی کوئی نعمت دیکھتا ہے تو کہتا ہے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ یعنی اے مولا کریم جب کہ تو نے ہمیں ظالموں کے اوصاف و اخلاق اور ان کے درجوں اور ان کے احوال سے ایک نجات بخشی ہے تو پھر ہمیں دوبارہ ان کے ساتھ نہ ملانا اور نہ ہی ان کے زمرہ میں ہمیں شامل کرنا [1]

[1] (کذا فی التاویلات النجمیۃ)

marfat.ocm
Marfat.com

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ
اور اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے
قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
نہیں کام آیا تمہارا جتھا اور وہ جو تم غرور کرتے تھے کیا یہ ہیں وہ لوگ جن
اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ
کی نسبت تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ ان پر اپنی رحمت کچھ نہ کرے گا ان سے تو کہا گیا کہ جنت میں جاؤ نہ تم کو
اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا
اندیشہ نہ کچھ تم اور دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے
عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى
پانی کچھ فیض دو یا اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا کہیں گے بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں
الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ
پر حرام کیا ہے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور دنیا کی زیست نے انہیں فریب دیا
فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝
تو آج ہم انہیں چھوڑ دیں گے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کا خیال چھوڑا تھا اور جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے
وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝
اور بیشک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا ہدایت و رحمت ایمان والوں کے لیے
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ
کاہے کی راہ دیکھتے ہیں مگر اس کی کہ اس کتاب کا کہا ہوا انجام سامنے آئے جس دن اس کا بتایا انجام واقع ہوگا بول اٹھیں گے وہ جو اسے
قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ
پہلے سے بھلائے بیٹھے تھے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں
اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا
یا ہم واپس بھیجے جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں بیشک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے کھوئے گئے
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝
جو بہتان اٹھاتے تھے

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عثمانیہ ۴۸ وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ اور اعراف والے ندا دیں گے۔ یہاں پر اہل اعراف سے وہ حضرات مراد ہیں جن کے درجات بہشت میں سب سے بلند تر ہوں گے یعنی حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علی نبینا و علیہم السلام آیت کے مابعد والے مضمون سے واضح ہے کہ یہی حضرات مراد ہوں تو موزوں تر ہے اس لئے کہ بعد کو انہیں حکم ہوتا ہے " ادخلوا الجنۃ " اور یہ خطاب عمل میں کوتاہی کرنے والے کے لائق نہیں۔ رِجَالًا بہت سے لوگوں کو ان سے کافروں کے بڑے بڑے لیڈر مراد ہیں جب کہ انہیں جہنمیوں میں دیکھیں گے جہنمیوں کے بڑے لیڈر یہ ہیں ابوجہل بن ہشام اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ وغیرہ یَعْرِفُوْنَ بِسِیْمَاهُمْ۔ انہیں ان کی علامات سے پہچانیں گے جو اس وقت ان کے بُرے حال پر دلالت کریں گی اور ان کی دنیا والی شان و شوکت سے بھی انہیں کچھ علامتیں محسوس ہونگی، بِسِیْمٰهُمْ کی با سببیہ ہے قَالُوْا اس کا نَادٰی پر عطف ہے یعنی اعراف والے اپنے بلند مقامات پر کھڑے ہو کر جہنمیوں کو زجر و توبیخ کے طور فرمائیں گے۔ مَا اَغْنٰی عَنْكُمْ یہ ما استفہامیہ زجر و توبیخاً لایا گیا ہے یا نافیہ ہے اب معنی ہوگا تمہیں عذاب سے نہ بچایا۔ جَمْعُكُمْ تمہاری جمعیت اور تمہارے تابعداروں یا یاروں نے یا تمہارے مال جمع کرنے نے۔ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ یہ ما مصدریہ ہے یعنی نہ ہی تمہارے خلق خدا سے تکبر نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچایا۔

۴۹ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۔ یہ اصحاب اعراف کے قول کا تتمہ کافروں کے لیڈروں کو کہیں گے کہ یہ وہی ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھاتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں پہنچے گی اور یہ جملہ محلاً منصوب ہے۔ بوجہ قول متقدم کے اور یہ اشارہ غریب مسلمانوں کی طرف ہے کہ جنہیں دنیا میں کفار حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بڑے زور و شور سے قسمیں کھاتے تھے کہ یہ لوگ (غریب مسلمان) بہشت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے اور " لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ " اقسمتم کا جواب ہے خلاصہ کہ کافر دنیا میں قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان غریب مسلمانوں کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ ادخلوا الجنۃ

marfat.ocm
Marfat.com

اصحاب احراف غریب مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمائیں گے بہشت میں داخل ہو جاؤ تاکہ کافروں کو ذلت و رسوائی ہو۔ غریب مسلمانوں میں سے حضرت بلال و صہیب و سلمان و جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ لاخوف علیکم جب کفار خائف ہوں گے تو تم پر کوئی خوف نہ ہوگا۔ وَلَا انتم تحزنون ۝ اور نہ ہی تم غمگین ہوگے جب جہنمی غم میں مبتلا ہوں گے۔

مسئلہ: آیت میں خدام اور یاروں اور مددگاروں کی وجہ سے فخر و تکبر کی مذمت کی گئی ہے۔

۱: نہ منعم بسال از کسے بہتر است
خرار چل اطلس بپوشد خراست

۲: بدیں عقل و ہمت نخوانیم کست
دگر میرود بصد غلام از پیت

۳: تکبر کند مرد حشمت پرست
نداند کہ حشمت بحلم اندر است

۴: چو منعم کند سفلہ را روزگار
نہد بر دلِ تنگ درویش بار

۵: چو بام بلندش بود خود پرست
کند بول و خاشاک بر بام پست

ترجمہ ۱: دولتمند مال سے بہتر نہیں چالیس ریشمی کپڑے پہننے سے گدھا گدھا ہی رہے گا۔
۲: ایسے عقل و ہمت سے میں اسے کچھ نہیں سمجھتا اگرچہ اس کے پیچھے سو نوکر چلیں۔
۳: حشمت کا پجاری تکبر کرتا ہے اسے معلوم نہیں کہ حشمت تو حوصلہ میں ہے۔
۴: جب کمینے کو زمانہ دولتمند بناتا ہے تو کمینہ درویش کی پریشان دل پہ بوجھ ڈالتا ہے
۵: کسی خود پرست کی دیوار اونچی ہو تو نیچے والی دیواروں پر اپنے خس و خاشاک پھینکتا ہے۔

مسئلہ صوفیانہ جب مال اور تکبر نفس کے عادات سے ہے سالک پر لازم ہے نفس کو ان عادات سے پاک کرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت دعا مانگتے۔ اَللّٰھُمَّ حَسِّنْ خَلْقِی وَخُلُقِی۔ اے اللہ تعالیٰ میری سیرت و صورت کو حسین و جمیل بنا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ سے آپ کی مدح فرمائی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ ہمیشہ غریبوں و فقیروں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے اور ہمیشہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور آپ کی سیرت طیبہ تھی کہ چھوٹوں اور بالخصوص

marfat.ocm
Marfat.com

چھوٹے بچوں سے گزرتے تو انہیں السلام علیکم سے نوازتے ۔ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا تو آپ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ نے اسے فرمایا ڈرتے کیوں ہو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو اس قریشی عورت کا صاحبزادہ ہوں جو باسی[1] گوشت پر گزارہ کرتی تھیں آپ جب اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو نمایاں کیفیت سے نہیں بلکہ ایسے محسوس ہوتا کہ آپ بھی منجملہ انہیں سے ایک ہیں یہانتک کہ کوئی اجنبی دیکھتا تو اُسے آپ کے متعلق پوچھنا پڑتا۔ آپ کو جو بھی بلاتا تو آپ فوراً لبیک فرماتے۔ یعنی اس کا مقصد فوراً پورا کرتے یہ تمام امور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع پر مبنی ہیں۔

علاماتِ سعادت

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سعادت کے علامات یہ ہیں۔ (۱) اولیاء صالحین کی محبت (۲) ان کے قرب میں رہنے کا شوق۔ (۳) تلاوتِ قرآن مجید (۴) شبِ بیداری (۵) علماء کرام کی صحبت (۶) رقتِ قلب۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ بعض اوقات عوام اہل ایمان اور علماء ظاہر بین اپنی کم ہمتی کی بناء پر اہلِ محبت و معرفت اور اربابِ طلب سے کہتے ہیں کہ تمہیں وصول الی اللہ نصیب ہوگا۔ نہ وصال کی منزل میسر آئے گی اور یہ بات پورے وثوق سے قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اصحابِ اعراف سے فرمایا ہے کہ اس بہشت میں داخل ہو جاؤ جو خطائر قدس و عالم جبروت میں میری طرف منسوب ہے اس سے تمہیں نہ نکلنے کا خوف ہے اور نہ تمہیں جنۃ کی ان نعمتوں کا خطرہ ہوگا جو تمہارے سے فوت ہو چکی ہیں جب کہ تم ہمارے جمال کے شہود اور ہمارے وصال کے وجود میں تھے۔

نکتہ کفار اہل اللہ کو یعنی اصحاب اعراف کو ظاہری طور اس وقت دیکھتے رہتے ہیں جب وہ کونین کے مقامات میں موجود ہوتے ہیں۔ جب وہ اہل اللہ اس حقیقت کی جنت میں داخل ہوتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب اور وہ عزت و عالم جبروت کے پردوں میں پوشیدہ ہے تو پھر وہ نہ صرف کفار سے بلکہ ملائکہ مقربین کی نظروں سے بھی اوجھل ہو جاتے ہیں۔

حکایت ۱۔ منقول ہے کہ حضرت بابا جعفر ابہری حضرت بابا طاہر ہمدانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے پوچھا۔ اب تک کہاں رہے انہوں نے کہا گذشتہ شب میں خاصانِ خدا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوا لیکن میں نے وہاں آپ کو نہیں دیکھا حالانکہ آپ بھی خاصانِ خدا سے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تو نے سچ کہا اس لئے کہ تو خاصانِ خدا کے ساتھ دربار کے دروازہ پر تھا۔ میں اخص الخواص کی جماعت کے

---

[1] باسی سے خشک ہے نہ کہ متعفن جیسے کہ بعض لوگ متعفن چیز کو بھی باسی کہہ دیا کرتے ہیں مگر یہاں یہ مراد نہیں۔ ایسی غذا

marfat.ocm
Marfat.com

ساتھ دربارِ خداوندی میں حاضر تھا۔ اس وجہ سے تجھے نہیں دیکھ سکا۔

سبق : سالک پر لازم ہے کہ وہ اللہ والوں سے جدا نہ ہو اور ان کے ساتھ اعتقاد میں کمی نہ کرے۔

حدیث شریف ہر شے کی کنجی ہے اور بہشت کی کنجی مساکین کی محبت ہے یعنی اللہ والوں سے محبت وعقیدت۔ یہ لوگ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہوں گے ؎

حب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

ترجمہ : "درویشوں کی محبت بہشت کی کنجی ہے ان کا دشمن لعنت کے لائق ہے"

مثنوی شریف میں اللہ والوں کے ساتھ نیک اعتقاد رکھنے کے متعلق فرمایا کہ ؎

۱: گر گدایاں طامع اند وزشت خو
ورشکم خواں تو صاحب دل بجو

۲: ور تگ دریا بگریا سنگہا ست
فخرہا اندر میاں تنگہا است

ترجمہ :

۲:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کیا کرتے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ " اے اللہ تعالیٰ مجھے مسکینوں میں زندہ رکھ اور مسکینوں میں موت دے اور قیامت میں مسکینوں کے زمرہ میں اٹھا۔

فائدہ : حقیقی مسکین وہ ہے کہ جس کے ہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہ ہو۔ اہل اللہ و اہل اعراف ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ ۵ وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ ۔ دارین کے استقرار کے بعد دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے اَنْ مفسرہ یا مخففہ ہے جیسے بارہا گذرا ہے۔ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا " ہمارے اوپر ڈالو مِنَ الْمَآءِ بہشت کے پانی سے تاکہ ہمارے اندر جو پیاس کی گرمی ہے بجھ جائے۔ اس کی وجہ ہے کہ جب ایک عرصہ تک دوزخ میں بھوکے پیاسے ہو کر گزاریں گے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اعلیٰ علیین بہشت میں ہمارے رشتہ دار رہتے ہیں ہمیں اجازت بخشے تاکہ ہم انہیں دیکھ کر ان سے باتیں کریں۔ اللہ تعالیٰ سے انہیں بہشتیوں کے دیکھنے اور ان سے ہم کلام

marfat.ocm
Marfat.com

ہونے کی اجازت مرحمت ہوگی تو رشتہ داروں کو دیکھیں گے کہ وہ بہترین نعمتوں سے سرشار ہیں۔ دوزخی اپنے بہشتی رشتہ داروں کو پہچان لیں گے لیکن بہشتی دوزخیوں کو نہیں پہچان سکیں گے اس لئے کہ دوزخیوں کے چہرے کالے سیاہ ہو جائیں گے دوزخی پہلے اپنے رشتہ داروں کو اپنا تعارف کرائیں گے۔ پھر انہیں کہیں گے ہمیں تھوڑا سا بہشت کا پانی دیجئے۔

اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ میں پینے کی اشیاء کی قید لگائی ہے علاوہ ازیں دراصل لفظ افاضہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ممارزقکم اللہ میں پینے کی چیزیں مراد ہوں اس لئے کہ افاضہ کا حقیقی معنی ان چیزوں کے لئے ہوتا ہے جو سیلابی مادہ رکھتی ہوں اور انہیں پینے سے تعلق ہو یا پھر عام ہو تو اس سے کھانے کی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں یعنی پینے اور کھانے کی چیزیں دو تاکہ ہم انہیں کھا پی کر اپنی بھوک اور پیاس بجھائیں۔ اس معنی پر افاضہ میں کثرت مطلوب ہوگی اس لئے کہ اضافہ کثرۃ الاعطاء کو بھی کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ ابوحیان نے فرمایا کہ اَفِيْضُوْا الْمَاءَ کے معنی کو متضمن ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ندا دینے والے وہ ہیں جو دنیا میں پیٹ کے پجاری رہے اور رات دن صرف کھانے پینے سے واسطہ رکھتے تھے۔ اس لئے انہیں اسی عادت پر میدانِ حشر میں اٹھایا جائے گا تو حسبِ دستور اسی خبط میں ہوں گے اور وہی کہیں گے جو اوپر مذکور ہوا اور بہشتی حضرات چونکہ دنیا میں کھانے پینے سے دور رہ کر بھوک اور پیاس کے عادی ہو چکے تھے اور انہیں یہ کٹھن صرف جنۃ الفردوس کی دعوت کے لئے اٹھانی پڑی۔ اگر انہیں بہشت میں کچھ تھوڑی بہت کھانے پینے میں مصروفیت ہوگی تو صرف شہوات نفس اور اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ورنہ وہاں کھانے پینے میں ہر وقت انہماک کیسا۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کو کھانے پینے کی ہر حالت میں ضرورت محسوس ہوتی ہے خواہ کتنا ہی عذاب میں مبتلا ہو۔ حضرت ابوالجوزا فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کونسا صدقہ افضل ہے آپ نے فرمایا پانی۔ پھر فرمایا دیکھئے اہلِ نار جب بہشتیوں سے صرف پانی مانگتے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اس کے لئے کونسا صدقہ افضل ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی چنانچہ اس حکم پر حضرت سعد نے ایک کنواں کھودا اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ سعد

marfat.ocm
Marfat.com

کی ماں کے لئے فرمایا۔

فقیر (صاحب مدارج البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے۔ کہ حدیث[1] شریف سے ثابت ہوا کہ صدقہ سے اموات کو نفع پہنچتا ہے جیسا کہ اہلسنت کا مذہب ہے۔

نکتہ : پانی کی تخصیص اس لئے ہے کہ اہل عرب کو پانی کی زیادہ ضرورت رہتی ہے اس لئے اس میں ثواب بھی زیادہ ہے یا اس لئے کہ جہنم گرمی کا مرکز ہے اس کا وفیہ اس کی ضد ہوگا اور وہ ٹھنڈک ہے اور ٹھنڈک پانی کا جزو ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر شے اپنی ضد کے بالمقابل واقع ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر عالمانہ قالوا

اہل جنت دوزخیوں کو کہیں گے۔

فائدہ : مروی ہے کہ دوزخیوں کی فریاد پر اہل بہشت کو حکم ہوگا کہ چالیس سال تک دوزخیوں کو کوئی جواب نہ دیں۔ چالیس سال گزرنے پر بہشتی دوزخیوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر بہشت کا طعام اور اس کی مشروبات حرام فرمائی ہیں اور یہ حرمت بھی قطعی ہے جیسے دنیا میں مکلف عاقل بالغ کو محرمات سے منع کیا گیا تھا اب ان چیزوں کا تمہارے ہاں پہنچنا سخت مشکل ہے۔

فائدہ : کافروں کو ایسا گرم پانی پلایا جائے گا کہ جس سے پیٹ اور چمڑے جل کر جسم سے علیحدہ ہو جائیں گے اور ان کا کھانا کانٹے دار اور زہریلے درخت سے مقرر ہوگا (پناہ بخدا)

۵۱ اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَہُمْ وہ کافر کہ جنہوں نے دین کو ٹھٹھا مخول بنا رکھا تھا

تفسیر ۱ : یہاں پر دین سے اسلام مراد ہے کہ اس پر انہیں چلنے کا حکم تھا لیکن انہوں نے بجائے اس کی حقانیت پر ایمان لانے کے اُلٹا اس کے ساتھ ٹھٹھا مخول کیا کَہْوًا وَّ لَعِبًا مذاق اور کھیل یعنی دین حق کو کھیل کا آلہ بنا رکھا تھا کہ اس سے گویا کھیلا کرتے تھے جسے چاہتے حلال کرتے مرضی آئی تو اس شے کو حرام کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابعداری کا نام تک نہ لیتے ان کا ہر معاملہ اتباع نفس سے تھا اور شیطان نے ان کے لئے اچھا بنا رکھا تھا۔

تفسیر ۲ : بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس دین سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دین مراد ہے لیکن کفار نے اسے بدل دیا اور اپنی مرضی کے مطابق احکام گھڑ لئے اور اپنی طبیعتوں کو ایسے غلط امور میں لگا رکھا تھا کہ جو اس لائق نہ تھے کہ ان سے طبیعت لگائی جائے اور ایسی چیزوں کی طلب میں رہتے تھے کہ جن کا طلب کرنا

---

[1] : دیوبندی وہابیوں کے لئے اس حدیث میں کتنا بڑا سبق ہے۔ ۱۲ اویسی غفرلہ :

marfat.ocm
Marfat.com

بجائے اچھائی کے بُرا تھا۔

فائدہ: تفسیر فارسی میں لکھا ہے کہ دین سے مراد عید ہے وہ اس لئے کہ کفار کا طریقہ تھا کہ عید کے دن کعبہ معظمہ کے گرد جمع ہو کر بچوں کی طرح تالیاں بجا کر کھیل تماشے کرتے رہتے تھے۔

مسئلہ: ہتھیاروں سے کھیلنا۔ گھوڑے دوڑانا۔ اسی طرح مردوں کا دوڑنا ایسے ہی وہ افعال جو شرعاً مباح ہیں عید کے دن کھیل کے طور جائز ہیں۔ جیسے دورِ سابق میں عید کے دن دَف بجاتے لیکن اس میں گھنگرو نہیں ہوتے تھے۔

انتباہ: آج کل جو عیدوں اور ختنوں اور شادی بیاہ وغیرہ کے موقع پر ہمارے عوام سُرنا اور گھنگرو وغیرہ والے دف بجاتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہیں شرعاً ان کی کسی طرح اجازت نہیں اس لئے کہ یہ لہو و لعب کے آلات ہیں۔

سوال: اہل شرع کا مقولہ مشہور ہے اِنَّ فِیْ دِیْنِنَا فَسْحَةً "ہمارے دین میں تنگ ظرفی نہیں بلکہ وسعت ہے اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مواقع پر ایسے آلات کا استعمال جائز ہو۔

جواب: وہ مقولہ اُن امور میں ہے جو شرعاً مباح ہیں جن کے شرع کی ممانعت صراحۃً ہو اس میں وسعت کیسی مثلاً مزاح مباح ہے لیکن جس مزاح میں شرع کی مخالفت لازم آتی ہو وہ تو مزاح حرام ہے وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور انہیں حیوۃ دنیا اور اس کی رنگینیوں اور ان کی اپنی لمبی آرزوؤں نے دھوکہ دیا ہے اس لئے وہ اہلِ اسلام سے استہزار کرتے تھے۔

فائدہ: مروی ہے کہ ابو جہل نے استہزار کے طور ایک شخص کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ جاکر انہیں سوال کرو کہ مجھے بہشت کا انگور یا کوئی اور میوہ کھلائیے۔ جب وہ شخص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا اور ابو جہل کا مقولہ دہرایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھ دی۔ وَحَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ دنیا سے دھوکہ نہ کھا جائے اس لئے کہ دنیا غدارہ و مکارہ ہے۔ ؎

۱ در دیدہ اعتبار خوابیست
بر رہگذر اجل سرابیست

۲ مشغول مشو بسرخ و زردش
اندیشہ مکن ز کرم و سردش

marfat.ocm
Marfat.com

۳ سرمایۂ آفت ز نہار
خود را از فریب او نگہدار

ترجمہ: ۱: دیدۂ عبرت میں خواب ہے اس راہ سے گزرجا یہ اجل سراب ہے
۲: اس کے سرخ وزرد میں مشغول نہ ہو اس کے گرم وسرد کا فکر بھی نہ کر
۳: اس کا سرمایہ آفت ہے خبردار خود کو اس کے فریب سے نگاہ رکھ۔

فَالْيَوْمَ قیامت کے دن (یہ فاء فصیحہ ہے) نَنْسٰهُمْ ہم انہیں بھلا دیں گے یعنی ان کے ساتھ وہی ہوگا جو بھولنے والا بھولے ہوئے شخص سے کرتا ہے یعنی قیامت میں ان کے ساتھ کسی قسم کی نہ رعایت نہ ہوگی اور نہ ہی ان کا کوئی اعتبار ہوگا اور انہیں جس وقت سے جہنم میں ڈالا جائے گا پھر ان کی کسی قسم کی خبر گیری نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ نسیان سے منزہ اور پاک ہے لیکن چونکہ کفار سے قیامت میں ایسا معاملہ کریگا جیسے نسیان والے سے سرزد ہوتا ہے بنا بریں اس تشبیہ سے اللہ تعالیٰ پر لفظ نسیان کا اطلاق ہوا ہے

كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ہم نے انہیں اسی طرح بھلا دیا جیسے انہوں نے ہمارے اس دن کی حاضری کو بھلایا۔ ان کے دل میں کبھی خیال تک نہ گزرتا تھا کہ انہوں نے ہمارے ہاں حاضر ہونا ہے اور نہ ہی اس دن کی حاضری کے لئے وہ مستعد تھے۔

سوال: اس معنی پر کفار کو نسیان سے موصوف کرنا ناموزوں ہے اس لئے کہ نسیان تو اس کیلئے بولا جاتا ہے جسے پہلے کسی شے کا علم ہو پھر کسی عارضہ سے اس کے ذہن سے وہ بات اوجھل ہو اور کفار تو سرے سے قیامت کی حاضری کے قائل ہی نہیں تھے۔

جواب:۔ چونکہ بھولنے والا بھولنے کے بعد اس شے کا کچھ اعتبار نہیں کرتا۔ اس مناسبت سے کفار پر نسیان کا اطلاق ہوا کہ وہ بھی قیامت کی حاضری کا کچھ اعتبار نہیں کرتے گویا انہیں اس شخص سے تشبیہ دی گئی جو شے کو جاننے کے بعد بھول جائے ایسے استعارے قرآن پاک میں بہت ہیں اس لئے کہ عالم غیب کے معانی کا سمجھنا یوں آسان ہوتا ہے کہ انہیں عالم شہادت کے مماثل بنایا جائے وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ اس کا عطف مانسوا پر ہے یعنی جیسے انہوں نے قیامت کی حاضری کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ اس لئے وہ ہماری آیات کا دائمی طور انکار کرتے ہیں۔ ممکن ہے ما مصدریہ اور کما کا کاف تعلیلیہ ہے اس لئے کہ مَا كَانُوْا میں کسی شے کے ساتھ تشبیہ واضح طور نہیں ہاں

marfat.ocm
Marfat.com

اگر کچھ ہے تو باعتبار لازم کے یعنی ترک کے اعتبار سے ۵۲ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ اور ہم نے ان کے ہاں ایسی کتاب لائی جسے ہم نے اسے مفصل طور بیان کیا یعنی ہم نے اس کے معانی تفصیلی طور بیان کئے یعنی عقائد اور احکام و مواعظ مفصل طور کتاب میں مذکور ہوئے اور ہم کی ضمیر تمام کفار کی طرف راجع ہے اور کتاب سے جنس کتاب مراد ہے یا یہاں پر کفار سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرین اور الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ عَلٰى عِلْمٍ یہ فَصَّلْنَا کے فاعل سے حال ہے یعنی درانحالیکہ ہم کتاب کی وجہ تفصیل کو جانتے ہیں کہ کتاب حکیم بن کر تشریف لائی اور یہ بھی ہے کہ یہ فَصَّلْنَا کی ضمیر مفعول سے حال ہے یعنی وہ کتاب بے شمار حکمتوں پر مشتمل ہے هُدًى وَّرَحْمَةً یہ فَصَّلْنَاهُ کی ضمیر سے حال ہے یعنی کتاب ہادی اور ذی رحمت ہے۔ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ اس قوم کے لئے جو ایمان لاتے ہیں یعنی وہ تصدیق کرتے ہوئے یقین رکھتے ہیں کہ واقعی وہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریف لائی ہے اور یہی لوگ کتاب اللہ کے آثار سے نفع پاتے اور اس کے انوار سے اقتباس کرتے ہیں۔

۵۳ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ط اور کفار صرف اپنے انجام کا انتظار کر رہے ہیں یعنی وہ چاہتے ہیں کہ وہ وعد وعید ظاہر ہو جائیں جن کے متعلق انہیں خبر دی جا رہی ہے يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ اس دن کہ ان کا انجام ظاہر ہو گا یعنی جب ان کا وہ انجام آئے گا جس کے متعلق انہیں وعدہ دیا گیا ہے اس سے قیامت کا دن مراد ہے یعنی جب قیامت کے دن وہ اپنے انجام کو آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ جنہوں نے اس دن کو اس سے قبل بھلا رکھا تھا وہ کہیں گے یعنی اس دن کے آنے کو وہ لوگ مانتے تھے۔ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ بے شک ہمارے رسل کرام حق لائے تھے یہ باء تعدیہ یا ملابست کی ہے تو بالحق حال ہے اصل عبارت یوں ہے مُلْتَبِسِيْنَ بِهٖ یعنی انہیں اعتراف ہے کہ اخبار و احکام مثلاً بعثت حساب و جزاء انبیاء علیہم السلام لائے ہیں حق ہیں اس کے بعد کفار اپنی نجات کے لئے دو تمنائیں پیش کریں گے اور چاہیں گے کہ ان میں سے ایک تو پوری ہو جائے تاکہ قبر کے عذاب سے چھٹکارا نصیب ہو۔ پہلا ان کے لئے کوئی سفارشی بھی فراہم کریں چنانچہ فرمایا فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَا ۔ کیا ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہمارے لئے آج سفارش کریں اور ہمیں ایسے عذاب سخت سے نجات دلائیں۔ دوسرا دنیا میں واپسی کی اجازت مل جائے تاکہ نیک عمل کریں چنانچہ فرمایا اَوْ نُرَدُّ یا ہمیں دنیا میں لوٹایا جائے فَنَعْمَلَ یہ دوسرے استفہام کی وجہ سے منصوب ہے پس عمل کریں۔ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ " اس کے برعکس جو پہلے ہم دنیا میں عمل کرتے تھے یعنی اب ہم رسل کرام علیہم السلام کی تصدیق کریں گے اور اعمال صالحہ میں زندگی بسر کریں گے اس پر اللہ تعالیٰ

marfat.ocm
Marfat.com

رنجہا بسیار دید و عافیت ✤ رفت اخر سوئے امن و عافیت
خویشتن افگند در دریای ژرف ✤ گر نیاید حد آنرا، ہیچ طرف
پس چو ماداں بیاورد ند دام ✤ نیم عاقل را ازاں شد تلخکام
گفت آہ من فوت کردم فرصہ را ✤ چوں نگشتم ہمرہ آں رہنما
بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست ✤ باز ناید رفتہ ہا بست
یک زاں نندیشم و بر خود زنم ✤ خویشتن را ایں زماں مردہ کنم
ہمچناں مردک بالا فگند ✤ آب می بروش نشیب و گہ بلند
ہر کے زاں قاصد آں پس غصہ بُرد ✤ گر دریغا ماہی بہتر بُرد
پس گرفتش یک صبا اجمند ✤ پس بر دتف کرد بر خاکش فگند
غلط غلماں رفت پنہاں اندر آب ✤ ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب
از چپ و از راست می جست آں سلیم ✤ تا کہ بجہد خویش بر ہاند کلیم
دام افگزرند اندر دام ماند ✤ احمقی او را دراں آتش نشاند
بر سر آتش بہ پشت تا بہ ✤ با حماقت کرد او ہم خو ا بہ
او ہمی جوشید از تف سعیر ✤ عقل میگفتش الم یا تک نذیر
او ہمی گفت از شکنجہ وز بلا ✤ ہمچوں جان کافراں قالوا بلیٰ
باز می گفتی کہ اگر ایں بار من ✤ دار ہم زیں محنت کردن شکن
من نسازم جز بدر یا بی وطن ✤ آبگیری را نسازم من سکن
آب بجد جویم و ایمن شوم ✤ تا ابد در امن و صحت می روم
آں ندامت از نتیجہ رنج بود ✤ نی ز عقل روشن چوں گنج بود
میکند او توبہ ہا پیر خرد ✤ بانگ لورد و الحاد و ہا می زند

خلاصہ حکایت کسی پانی کھینچنے والے کے تین مچھلیاں ہاتھ لگ گئیں ان میں سے ایک نے بھاگ نکلنے کا مشورہ دیا لیکن کسی نے نہ سنی بالآخر وہ خود بھاگنے میں کامیاب ہو گئی۔ دوسری نے بھی چند ساعات کے بعد بھاگنے کی تدبیر سوچی اور اس نے بھی کامیابی حاصل کر لی تیسری غفلت کا شکار ہوئی تو لوگوں نے کاٹ کر پکا کر کھالی وہ اس دکھ درد کے وقت یہی کہتی کاش میں ان کے کہنے پر چلتی جیسے کافر دوزخ میں دکھ درد اٹھائیں گے اور آرزو کریں گے۔

marfat.ocm
Marfat.com

سبق : وہ ناداں ہے جو اپنے حال کی سنبھال میں رہتا ہے اور نہ ہی لمبی چوڑی تمناؤں کا شکار ہوتا ہے

حکمت : امام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کھیتی کے کام میں محنت کرتا ہے تو وہ اناج کا ڈھیر جمع کر لیتا ہے تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ کہے کہ مجھے اس سے ایک سو بیس گندم کی امید ہے اور اگر کوئی کھیتی کے کام میں سستی برتے اور کام کا جو وقت غفلت میں بتاتا ہے تو اناج اس لئے وقت کہے کہ مجھے ایک سو بیس گندم حاصل ہو گی۔ یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح ہر وہ بندہ جو نیکی میں جدوجہد کرتا ہے اور برائی سے رکتا ہے تو اسے کہنا مناسب ہے کہ وہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نیکی قبول کرے اور میری غلطیاں معاف فرمائے اور ثواب عنایت فرمائے۔ یہ امید بھی موزوں ہے اور اسے کہنا حق ہے لیکن ہر وہ بندہ جو غفلت میں غرق اور طاعات کے ترک کی عادت رکھتا اور ہر برائی کا ارتکاب کرتا اور خوفِ خدا اس کے دل سے اٹھ گیا ہو اور نہ ہی عقبیٰ مطلوب ہو اور اس کے وعدہ وعید کی پرواہ نہ کرے پھر بھی کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی بہشت میں داخلے اور جہنم سے نجات کی امید ہے تو ایسا شخص نفس کا کھلونا ہے جیسے عوام بلکہ بعض بڑے خواص بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو راہِ حق میں لگائے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو نفس کے تابع ہو اور خواہشات نفسانیہ اس پر سوار ہوں پھر بھی اللہ تعالیٰ سے امیدیں وابستہ رکھے۔

فائدہ : غم تین ہیں (۱) نیکی قبول نہ ہو
(۲) گناہ معاف نہ ہوں
(۳) معرفت چھینی جائے۔

حکایت حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا تو ان کی حالت یہ تھی کہ رات بھر روتے رہے آپ نے فرمایا۔ میں نے کہا تو پھر آپ کیوں روتے ہیں۔ انہوں نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام کو بخشنے میں اتنا بوجھ بھی نہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ کسی گناہ کی شامت سے میرے سے اسلام نہ چھن جائے۔

ف : تمام رسل اور ابدال و اولیاء علی نبینا و علیہم السلام طاعت باوجود اتنی بہت بڑی جدوجہد کے اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہر وقت پریشان رہتے ہیں پھر بھی ہمیں اپنے لئے سوچنا چاہیے کہ باوجود اتنے

باقی صہ پر

marfat.ocm
Marfat.com

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ
بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے
اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّ
پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ
ہے اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم کے دبے ہوئے سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا
رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾
بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں
وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ
اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے سنورنے کے بعد اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بیشک
رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا
اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے اور وہی ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے اس کی رحمت
بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ
کے آگے مژدہ سناتی یہاں تک کہ جب اٹھا لائیں بھاری بادل ہم نے اسے کسی مردہ شہر کی طرف چلایا پھر اس سے
فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی
پانی اتارا پھر اس سے طرح طرح کے پھل نکالے اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ
کہیں تم نصیحت مانو اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے
خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾
اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل ہم یونہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لیے جو احسان مانیں

marfat.ocm
Marfat.com

تفسیر عالمانہ ۵۲ اِنَّا دَبَّكُمْ : یہ خطاب ان کفار مکہ کو ہے جنہوں نے بے شمار معبود بنا رکھے تھے یعنی بیشک تمہارا رب "اللہ" اللہ کریم ہے جو جمیع کمالات کا جامع ہے الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ جس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے کہ ان کی پہلی کوئی مثال بھی نہیں تھی فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ چھ دنوں یعنی چھ وقتوں میں اگرچہ وہ قدرت رکھتا ہے کہ صرف ایک دن میں تمام کائنات کو پیدا فرمائے لیکن چھ دنوں میں پیدا کرنے میں اپنے بندوں کو بتایا کہ دیر میں خیر ہوتی ہے۔ مثنوی شریف میں ہے۔

۱ ؎ مکر شیطانست تعجیل وشتاب
خوئے رحمانست صبر و اعتساب

۲ ؎ یا تانے کشت موجود از خدا
تا بشش روز ایں بیں وچرا خہا

۳ ؎ ورنہ قادر بود کز کن فیکون
صد زمین وچرخ آوردی بروں

بڑے گناہوں کا کبھی بھی خدا کا خوف اس کے تصور میں نہیں آتا۔

سوال : حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر نیک گمان رکھنا چاہیے ہم گنہگار ہیں لیکن اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

جواب : ان حضرات کو اللہ تعالیٰ پر نیک گمانی کا علم نہیں تھا یا وہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کو نہیں جانتے تھے ہم سے انہیں زیادہ علم تھا۔ لیکن وہ سمجھتے تھے کہ یہ بھی نفس کا دھوکہ اور ایک قسم کا شیطانی غرور ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کتاب کا عامل اور اپنی بارگاہ کا واصل بنا۔ ان لوگوں میں ہمارا شمار نہ ہو جو تجھے بھلا کر نفس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ (آمین ثم آمین الوفا الوفا)

marfat.ocm
Marfat.com

۴ : ایں تانی از پے تعلیم تست
صبر کن درکار دیر آئی درست

ترجمہ ۱ : شیطانی تدبیر عجلت اور جلدی میں ہے رحمانی عادت صبر و حوصلہ میں ہے۔
۲ : دیر سے ہی کھیتی اللہ تعالیٰ سے آتی ہے دن اور زمین اور آسمان کی گرمی سے۔
۳ : ورنہ وہ قادر ہے کہ کُن سے سب کچھ کر سکتا ہے سو زمین سو آسمان بنا سکتا ہے۔
۴ : یہ صبر و تاخیر، تیری تعلیم کے لئے ہے صبر کر دیر میں خیر ہے۔

عجلت میں خیر

علماء فرماتے ہیں مندرجہ ذیل اُمور میں جلدی کرنا ضروری ہے۔
(۱) گناہوں سے توبہ
(۲) قرض کی ادائیگی
(۳) مہمان نوازی
(۴) بچی بالغہ کی شادی و نکاح و رخصتی، جلدی کرنا چاہیے
(۵) میّت کا دفن
(۶) جنابت کے بعد کا غسل۔

نکتہ : اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت و قادریت سے آسمانوں کو پیدا فرمایا اور اپنے کمال تدبر اور حکمت بالغہ کی بنا پر اُن کی تخلیق میں چھ روز لگائے۔

نکتہ : چھ قسم کی مخلوق کو چھ دنوں میں پیدا کرنے میں منقسم فرمایا۔ چھ قسم کی مخلوق سے مندرجہ ذیل اشیاء مراد ہیں۔ ۱ : ارواح مجرد
۲ : ملکوتیات : جیسے ملائکہ جنات شیاطین ملک السموات جیسے عقول عشرہ
مرکبہ
۳ : نفوس جیسے نفوس الکواکب نفوس الانسان و نفوس الحیوان و نفس النبات والمعادن۔
۴ : اجرام یعنی بسائط علویہ کے اجسام لطیفہ۔ جیسے عرش کرسی سمٰوٰت۔ جنتر۔ نار۔
۵ : اجسام مفردہ یعنی عناصر اربعہ۔
۶ : عناصر کے اجسام مرکبہ کثیفہ

سوال : ان امور کی تخلیق کو چھ ایام سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ اس وقت تو نہ دن تھے نہ راتیں
جواب : اس سے ایام متعینہ مراد نہیں بلکہ مطلق وقت مراد ہے کہ اگر اس وقت تمہارے یہ ایام ہوتے

marfat.ocm
Marfat.com

تو انہی ایام کی مقدار پر خلیق ہوئی (گویا یہ تفسیر طلسم سمجھانے کی وجہ سے ہے)۔
ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ تخت مرتفع ہر وہ تخت کہ جس پر بادشاہ بیٹھے اور ہر اس شئے کو بھی کہا جاتا ہے جو سر کے اوپر سایہ افگن ہو۔
سوال : مذکورہ بالا ہر دو معانی اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہیں۔
جواب : یہاں لغوی معنی مراد نہیں بلکہ سلطنت ملک اور غلبہ مراد ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کے بعد جس طرح چاہا اپنے ملک پر تصرف فرمایا مثلاً افلاک کو حرکت اور ستاروں کو گردش اور راتوں اور دنوں کو باری باری بدلنے کی قوت بخشی اور حکمت کاملہ کے تحت جس طرح چاہا۔ اپنی مصنوعات کو تیار فرمایا۔
فائدہ : تقریر مذکورہ کی تائید قاضی بیضاوی کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے انہوں نے لکھا کہ استوی علی العرش' ای استقرار امرہ' امرہ ربوبیتہ یعنی اس کی ربوبیت کا امر مستقر اور اُن کے امر کا اجراء ہوا اور اس نے اپنی حکمت کاملہ کے تقاضا پر اپنے مصنوعات میں تدبیر فرمائی۔
سوال : اگر مذکورہ بالا مطلب ہے تو پھر لفظ عرش سے اس کی تعبیر کی کیا تخصیص ہے۔
جواب : عرش الٰہی چونکہ تمام مخلوق سے بڑا ہے بلکہ جمیع اجسام کو محیط ہے تو پھر جو ذات اس پر تصرف اور قبضہ رکھتی ہے تو گویا اس کا تمام مخلوق پر قبضہ رکھتی ہے تو گویا اس کا تمام مخلوق پر قبضہ ہے اس لئے کہ جنت و دوزخ اور آسمان و زمین بلکہ تمام عناصر وغیرہ عرش کے گھیرے میں ہیں۔ اس بنا پر لفظ عرش سے تعبیر کیا گیا ہے۔
فائدہ : تفسیر فارسی میں اس جملہ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ " پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے عرش کی تخلیق کا ارادہ فرمایا۔
(ثُمَّ بمعنی واؤ) حداوی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہاں پر ثم بمعنی واؤ علی طریق الجمع کہے یہاں پر ثم اپنے معنی اتراخی میں نہیں اس لئے کہ عرش کی آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے برسوں پہلے ہو چکی تھی۔
حدیث شریف : مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ[1] تعالیٰ نے قلم پھر لوح پیدا فرما کر قلم کو قیامت تک ہونے والے تمام واقعات لکھنے کا حکم دیا اس کے بعد عرش اس کے بعد عرش کے حاملین ملائکہ اس کے بعد آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا۔ صاحب روح البیان نے فرمایا کہ میرے شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ یہاں

---

[1] واس سے اولیت اضافی مراد ہے تفصیل اس کی فقیر کے رسالہ "الحبل المتین" میں مطالعہ کریں ۱۲۔ (اویسی غفرلہ)

marfat.ocm
Marfat.com

پر استوی لغوی معنیٰ میں مستعمل نہیں ہو رہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس معنیٰ کا استعمال ناممکن ہے اور وہ ایسے معانی سے منزہ اور پاک ہے البتہ یہاں پر اس کا امر ایجادی اور تجلی احدی مراد لی جائے تو موزوں ہے جسے قرآنِ مجید نے حق سے تعبیر کیا ہے اور قاعدہ ہے کہ استواء امر ارادی ایجادی علی العرش شرعی استواء امر تکلیفی ارشادی کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جیسے یہ دونوں امر برابر طور ایک دوسرے کے عکس ہیں اسی طرح عرش شرع بھی برابر طور ایک دوسرے کے عکس ہیں۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جب جمیع کائنات مذکورہ کی تخلیق مکمل ہوئی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عرش پر تصرف کا ایسے ہی ارادہ فرمایا جیسے دوسری مخلوق کی تخلیق کے بعد تصرف کا ارادہ فرمایا اس وقت سے ہی عرش ماتحت اثری تک تصرف کا اجراء ہوا۔

سوال :۔ اگر جملہ امور اور جمیع مخلوق میں تصرف مراد ہے تو پھر عرش کی تخصیص کیوں۔

جواب :۔ پہلے گزر چکا کہ عرش محیط بکل مخلوق ہے۔ علاوہ ازیں اجسام لطیفہ کا مبداء بھی یہی ہے یعنی وہ اجسام لطیفہ جو فیض رحمانی قبول کرنے کی استعداد رکھتے ہیں۔

مسئلہ : استواء بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے لیکن اس استواء سے وہ مراد نہیں جو مخلوق کے استواء کے مشابہ ہو۔ جیسے علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن وہ علم مخلوق کے علم سے کسی قسم سے مشابہت نہیں رکھتا اس لئے کہ (لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ) کی شان ہے۔

نکتہ : انسان اگر اپنی خلافت پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیوں اپنی خلافت کا اہل بنایا ہے اس غور و خوض کے بعد اُسے اپنے نفس کی معرفت حاصل ہو گی تو پھر اسے معرفت الٰہی نصیب ہو جائے گی

نکتہ عجیبہ اس کی توضیح یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے جب نطفہ ماں کے رحم میں قرار پکڑتا ہے تو اسے انسانی ڈھانچے میں تبدیل کرنے پر اس کی روح کو مقرر فرماتا ہے تاکہ وہ ایام حمل اپنی مرضی سے تصرف کرے چونکہ روح پہلے سے ہی عالم کبیر سے واقف ہوتی ہے اس لئے عالم کبیر کے مطابق اسے سمیع و بصیر بنا کر اس کے بدن کو زمین کی طرح اور اس کے سر کو آسمان کے مشابہ اور اس کا دل عرشِ الٰہی کی ساخت پر اور اس کا سِر (راز و رموز کا مرکز) کرسی کے مطابق تیار کرتا ہے یاد رہے کہ روح کا یہ تصرف حق تعالیٰ کے حکم اور اس کی نیابت و خلافت کے تحت ہوتا ہے جب روح انسانی ڈھانچہ کی تکمیل سے فراغت پاتی ہے تو اس کے بعد عرش قلب کی طرف متوجہ ہوتی ہے روح کی تکمیل مذکور کے استوائے مکانی سے تعبیر کرتے ہیں اور روح کی صرف عرش قلب پر توجہ نہیں بلکہ انسانی ڈھانچہ

marfat.ocm
Marfat.com

میں صرف قلب ہی فیضانِ حق کے حصول کی استعداد رکھتی ہے پھر اسی سے ہی جمیع مخلوق کو فیضِ الٰہی نصیب ہوتا ہے جیسا ابھی ہم نے عرض کیا ہے روح کے واسطے سے ہی قلب پر فیضِ حق پہنچتا ہے۔ پھر قلب کے ذریعے باقی اجزاء انسانی سرشار ہوتے ہیں لہٰذا یہی فیضانِ الٰہی کا مرکز قلب ولی ہے کہ جس کے واسطہ سے تمام مخلوق کو فیض پہنچتا ہے۔

اشتباہ : ہماری مذکورہ بالا تقریر کو کسی بندۂ خدا نے سمجھنے کی کوشش کی تو اُسے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا مفہوم پتہ طور سمجھ آجائے گا اور اسے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کا معنی بھی یہاں سے متحقق ہو جائے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

ربط : استوائے عرش میں اپنی قدرت کاملہ اور اپنے امور میں اجرائے احکام کے تصرف کو بیان فرما کر بطور استیناف فرمایا۔ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ دن کو رات سے پوشیدہ کرتا ہے یعنی رات کو دن کے لئے بمنزلہ ایک حجاب کے بنایا کہ وہ اور اس کی تاریکی پردوں کے طور دن کو چھپالے۔

سوال : اس کے برعکس کیوں نہیں بیان کیا گیا حالانکہ دن بھی تو اپنی روشنی سے رات کو چھپا دیتا ہے

جواب قاعدہ ہے کہ ضدین میں سے ایک کا ذکر کیا جائے تو اس کی ضد (مقابل) خود بخود ذہن میں آجاتا ہے پھر اس کی ضد کے ذکر کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں اشارہ ہے کہ نفس کے صفات مذمومہ اور اس کی خواہشات قبیحہ کی تاریکیوں کا جب قلب کے انوار پر پردہ پڑ جاتا ہے تو سالک کا حال پھر ویسا ہوتا ہے جیسے رات کی تاریکی سے دن کی کیفیت ہوتی ہے۔ يَطْلُبُهٗ حَثِيثًا یہ اللیل سے حال ہے یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی کا حجاب بنتی ہے تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ دن کو طلب کرتی ہے۔

فائدہ چونکہ دن اور رات کے گزر جانے بعد ایک دوسرے کے آنا بلا فصل ہوتا ہے تو اسے یوں تعبیر کیا گیا ہے کہ گویا وہ ایک دوسرے کی طلب میں ہے وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهٖ اس کا عطف السمٰوٰت پر ہے یعنی سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا فرمایا درانحالیکہ وہ تمام اللہ تعالیٰ کے حکم اور تصرف اور اس کی قضاء و قدر کے تابع ہیں یعنی ان کے طلوع و غروب کے لئے جیسے وہ چاہتا ہے

ھ ذات بذات خود پردہ ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا۔ اور دوسرا اس کا پردہ ہونا تاریکی کی وجہ سے ہے پہلی بات تفصیل طلب ہے انشاء اللہ پھر عرض کیا جائیگا۔ یہاں اس کے بیان کی گنجائش نہیں ۱۲۔ اویسی

marfat.ocm
Marfat.com

یہ ویسے ہی سر تسلیم خم کرتے ہیں ان کی حرکات مقدرہ اور ان کے احوال سب کے سب حکم الٰہی کے تحت ہیں اَلَا یہ تنبیہ کے لئے ہے بمعنی اعلموا یعنی خبردار کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے یہ خبر ہے اور اس کی تقدیم تخصیص کے لئے ہے۔ اَلْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تخلیق اور جملہ امور تکوینیہ یعنی علی الاطلاق ہر شے کا موجد اور متصرف صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے۔

تفسیر صوفیانہ

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جو شئے امر الٰہی کے واسطہ کے بغیر پیدا کی گئی اسے ابر کہا جاتا ہے اور جو کسی واسطہ سے پیدا ہوتی ہے وہ خلق ہے حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ ماسوی اللہ کا نام عالم ہے اور وہ دو قسم ہے (۱) عالم الخلق (۲) عالم الامر۔ عالم الاجساد والجسمانیات کو عالم خلق اور عالم ارواح والمجردات کو عالم امر کہتے ہیں اس لئے کہ خلق بمعنی تقدیر ہے اور ہر وہ شے جو جسم یا جسمانی ہو وہ ایک مقدار معین سے مخصوص ہوتی ہے بنا برین اسے عالم خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو شے جسم اور مقدار سے مجرد ہو اسے عالم الارواح کہتے ہیں اور وہ مکنونات جو صرف امر کن سے پیدا ہوئی ہیں عالم امر میں داخل ہیں اُن ہر ایک کو کسی مناسبت کے مناسب نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس لئے فرمایا کہ میرے شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم العین والکون والحدوث روح ہو یا جسم کو عالم خلق کہا جاتا ہے اور عالم العلم والالہ والوجوب کو عالم امر کہتے ہیں۔ عالم خلق عالم امر کے تابع ہوتا ہے اس لئے کہ عالم امر عالم خلق کا اصل و مبدا ہے قال تعالیٰ قل الروح من امر ربی اور فرمایا "واللہ غالب علی امرہ"۔

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اللہ رب العالمین کی ذات بڑی برکت والی ہے اور وہ اپنی الوہیت میں وحدانیت کے ساتھ بلند اور ارفع شان کا مالک ہے اور ربوبیت میں تفرد کے ساتھ عظیم الرتبت ہے۔ اس آیت میں ان کافروں کا رد فرمایا ہے جنہوں نے اپنے لئے بے شمار معبود بنا رکھے تھے بہت بڑی حکمت اور نہایت مضبوط حجت سے انہیں توحید کی دعوت دی ہے۔

نکتہ : آیت کو لفظ اَنَّ تحقیقیہ سے شروع کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کفار سرے سے ذات حق کی ربوبیت کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں اِنَّ ربکم الخ فرمایا کہ تحکم فرمائی ہے اور اس کی یہ صفت اس کے کمال علمت وحکمت وقدرت پر دلالت کرتی ہے اور وہ ایسا حکیم ہے کہ جس نے تمام مشابہات کو پیدا کر کے ایک بہت بڑے بادشاہ کی حیثیت سے اپنی مملکت میں بہتر سے بہتر تدبیر فرمائی۔

حکایت : مروی ہے کہ صاحب بن عباد (ادیب) کو "الرقیم" تبارک۔ المتاع کے معانی میں تردد تھا۔ بہت بڑے قبائل عرب کے بڑے ادیبوں سے ملے لیکن تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ ایک دن ایک بدوی عورت سے اچانک سنا کہ وہ اپنے چھوٹے بچے سے پوچھ رہی تھی کہ "این المتاع" چھوٹے بچے نے

marfat.ocm
Marfat.com

جواب میں کہا گیا آرم واحد المتاع وبقول الجبال ۔ یعنی کتا آیا اور وہ متاع لے کر پہاڑ پر چڑھ گیا ہے۔ اس جملہ اعتراض ان کے اس بدزبان عورت سے بچنا چاہا تو اس عورت نے کہا الرقیم بمعنی الکلب یعنی کتا اور المتاع ہر قابل باکار وہ شے بالفتاع بیچ دیتے جو پانی سے تر کرکے پیالہ کو صاف کیا جائے اور تبارک بمعنی صعود فنا ہو پہاڑ پر چڑھا۔

حدیث شریف جو شخص کسی متاع کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتا بلکہ اپنے نفس کا ہیرو بن کر اپنی تعریف کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اس کا وہ عمل کالعدم ہو جاتا ہے اس طرح جس کا یہ خیال ہو کہ اپنے ذاتی اثر کے لئے کسی شے کو سبب بنایا تو سمجھو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام سے کفر کیا۔ شاعر کہتا ہے ؎

وَفِی اللّٰہِ نَعْلُ الْاَمْرِ فِی خَلْقِہٖ سَعٰی
وَلَیْسَ اِلَی الْمَخْلُوْقِ شَیْءٌ مِنَ الْاَمْرِ

ترجمہ: جمیع مخلوق کے جمیع امور بروئے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور ذاتی طور مخلوق کے کسی فرد کو کوئی اختیار نہیں۔

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ اپنے رب کریم کو پکارو یہاں پر رب بمعنی مربی از تربیت ہے یعنی کسی شے کو بتدریج کمال پہنچانا۔ اللہ تعالیٰ ظاہر یعنی نفوس کی نعمت سے اور باطن یعنی قلوب کی رحمت سے تربیت کرتا ہے عابدین کے نفوس کی احکام شریعت سے اور سالکین کے قلوب کو آداب طریقت سے اور اسرار العابدین کو انوار حقیقت سے تربیت کرتا ہے۔

اسم اعظم کی تحقیق رب تعالیٰ کا نام ہے اور اسم اعظم لفظ رب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم کو الٹا کروگے تو معنی باطل ہو جاتا ہے بخلاف لفظ رب کے کہ اسے الٹاؤ تو معنی باطل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ رب کا عکس بَر ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

حدیث خضری خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسم اعظم لفظ رب ہے اس لئے کہ ہر نبی و ولی بلکہ اعدائے اسلام بھی اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں تو لفظ رب سے ابتداء کرکے چنانچہ ملاحظہ ہو۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا الْاٰیَۃ اسی طرح باقی آیات اور صحابہ کرام کو دعا مانگنے کا طریقہ بتایا گیا۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا الْاٰیَۃ اور اعدائے اسلام کے کلمات بھی یونہی ہیں۔ شیطان نے کہا رَبِّ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْاٰیَۃ اور قیامت میں کفار کہیں گے۔ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا۔

لفظ رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً بمعنی زاری کرنا (کذا فی تاج المصادر) اس کا مادہ ضرع یضرع ضراعۃ

marfat.ocm
Marfat.com

اسا ب۔ فتح ہے یعنی خشوع و ذلّ اور یہ دونوں اَدْعُوْا کے فاعل سے حال ہیں۔ یعنی متضرعین متذللین و مخفیں بالدعا۔ یعنی اپنے رب کریم کو پکارو درانحالیکہ عجز انکسار کرنے والے اور دعا کو چھپانے والے ہو تاکہ اقرب الی الاجابۃ ہو۔ اس لئے اخفاء اخلاص اور احتراز عن الریاء کی دلیل ہے۔

حدیث شریف مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی جنگ کے موقع پر ایک وادی کو بھانک کر بلند آواز سے تکبیر و تہلیل کہنے لگے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا آہستہ آہستہ تکبیر و تہلیل کہو۔ اس لئے کہ تم جسے پکار رہے ہو وہ نہ تو بہرا ہے اور نہ تم سے دُور ہے بلکہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے (اور وہ تمہاری ہر بات سنتا اور جانتا ہے اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ بنا بریں یہی عقیدہ ہو کہ ہر وقت ہر ایک کے ساتھ ہے۔

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا آہستہ ذکر کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: شرح کشاف میں ہے کہ یہ ہر ایک کے لئے نہیں بلکہ بعض کے لئے تو ذکر بالجہر مستحب ہوتا ہے۔ جیسے مبتدی سالک کو مرشد کامل ذکر بالجہر کا حکم دیتا ہے تاکہ اس کے دل پر جتنا شیطانی حرکات ہیں دور ہو جائیں۔ (کذافی شرح مشارق الانوار لابن الملک)

- **فائدہ**: حسین کاشفی رسالہ عالیہ میں لکھتے ہیں کہ بعض اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جنہیں نفس کی شرارتوں کا علم ہوا تو ذکر بالجہر کرنا مناسب سمجھ کر ذکر خفی کو ترجیح دی تاکہ ریاء سے بچ جائیں اور اپنی دلیل واذکر ربّک فی نفسک تضرعاً وخُفیہ کو سمجھا اور ان میں بعض اللہ والے ایسے بھی ہیں جن کے دل اخلاص سے پُر ہیں اور ریاء سے کوسوں دُور بنا بریں انہوں نے ذکر بالجہر پر زور دیا یہ ہر دو گروہ پاکباز ہیں ہم کو ہر ایک سے خوش عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں ان کے ہاں قرآن و حدیث کے دلائل موجود ہیں۔

مثنوی شریف میں ہے۔

گفت ادعوا اللہ بی زاری مباش
تا بیاید فیضہائے دست فاش
تا ستاھم ربھم آید خطاب
تشنہ باش واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ ۱، فرمایا ادعوا اللہ (اللہ کو پکارو) زاری کے بغیر نہ ہو تاکہ دوست کے فیوض کھول کر آئیں۔
۲، تاکہ ستاھم کا خطاب آئے۔ پیاسہ ہو (پھر خطاب آئے گا) واللہ اعلم بالصواب۔

marfat.ocm
Marfat.com

دُعا کے آداب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تو اختتام پر اپنے چہرے مبارک پر دونوں ہاتھ پھیرتے تھے تاکہ وہ رحمت الٰہی جو دعا کے وقت ہاتھوں پر نازل ہوتی اس کے برکات چہرہ کو بھی نصیب ہوں۔ کما قال بِسَامُکُمْ فِی وُجُوْھِکُمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ علاوہ ازیں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنے میں درحقیقت حقیقۃ جامع کی طرف رجوع ہے۔ اس لئے کہ چہرہ کی ذات ہے چنانچہ اسرارِ قدریہ میں لکھا ہے کہ انسان دعا کے وقت ظاہراً و باطناً ہر طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ دعا میں حضور قلب کی شرط میں بھی یہی راز ہے۔

نکتہ : دونوں ہاتھوں کو اٹھانا پھر چہرے پر پھیرنے میں ایک نکتہ اور بھی ہے وہ یہ کہ بندے کا ایک ہاتھ ظاہر اس کے حال ظاہر کا ترجمان ہے اور دوسرا اس کے باطنی حال کا اور زبان ہر دونوں کی مترجم ہے۔

نکتہ : ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا ترک کی دلیل ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ اس طرح سے بندہ حقیقۃ جامعہ بین الروح والجسد کی طرف رجوع کرتا ہے اس لئے کہ ہر شے کا چہرہ اس کی حقیقت کہلاتی ہے اور یہی ظاہر کا چہرہ اس حقیقت کا مظہر ہے۔

مسئلہ :۔ دعا مانگنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ دعا کے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف خوب پھیلائے

مسئلہ :۔ دعا کے وقت ہاتھوں کو گریبان سے باہر پورے طور کھلا رکھنا سنت ہے۔

حکایت : سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہ (سلطان العارفین) نے فرمایا کہ ایک روز میں نے دعا مانگی تو ایک ہاتھ تو کھلا رکھا لیکن دوسرا سردی کی وجہ سے گریبان سے باہر نہ نکال سکا اسی رات نیند میں دیکھا کہ میرا ایک ہاتھ نور سے بھرپور لیکن دوسرا بالکل خالی۔ میں نے عرض کی یا الٰہ العالمین اس میں کیا راز ہے جواب ملا کہ جسے تو نے ہمارے سامنے خالی پھیلایا اُسے ہم نے نور سے بھر دیا اور جسے تو نے چھپائے رکھا وہ خالی رہ گیا۔

نکتہ : ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھتے رہنا ایسے ہے جیسے ایک سائل شاہی خزانہ کو دیکھ کر اشارہ کرتا ہو کہ اے بادشاہ اپنے خزانہ سے میرے ان خالی ہاتھوں میں کچھ ڈال دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ"۔

مسئلہ : آسمان دعا کا قبلہ ہے اور نزول برکات کا مرکز۔

مسئلہ : افضل یہی ہے کہ دعا مانگتے وقت ہاتھ کھلے رکھ کر دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھوڑا فاصلہ چھوڑنا چاہیے۔ ہاں اگر مجبوری ہو یا سخت سردی ہو تو شہادت کی انگلی سے اشارہ ضرور کرے تاکہ وہ اشارہ دونوں ہاتھ کھلے رکھنے کے قائم مقام ہو جائے۔

marfat.ocm
Marfat.com

مسئلہ: مستحب ہے کہ دُعا کے وقت ہاتھ دونوں سینوں کے بالمقابل ہوں اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا طریقہ یونہی نقل فرمایا ہے۔

اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو دعا اور دیگر امور بہا امور میں تجاوز کرتے ہیں۔ اس میں تنبیہ ہے کہ دُعا میں ایسے معوضات پیش نہ کرے جو مانگنے کے لائق نہیں مثلاً انبیاء کا مرتبہ مانگنا یا آسمان پر چڑھنا بعض کہتے ہیں اس سے دُعا میں پہنچا چلانا مراد ہے۔

حدیث شریف حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں منقریب ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں جو دعا مانگنے میں تجاوز کریں گے دعا میں اتنا الفاظ کافی ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا سے قول وعمل اے اللہ میں تجھ سے بہشت اور قول وعمل کا سوال کرتا ہوں جو اس کے قریب کردے اور میں جہنم اور اس قول وعمل سے پناہ مانگتا ہوں جو اس کے قریب کرے یہ فرما کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر " انہ لا یحب المعتدین " دعا میں مہتم بالشان امور کا سوال کرنا چاہیے مثلاً بہشت کا داخلہ اور جہنم سے نجات کا سوال کرنا جیسا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا جب کہ اس نے کہا۔

میں اللہ تعالیٰ سے بہشت کا سوال کرتا ہوں اور اس کے فضل وکرم سے جہنم سے پناہ مانگتا ہوں۔
اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ آپ کے وندنر کو جانتا ہوں اور نہ معاذ کے وندنر کو۔
آپ نے ایسے فرمایا " حولہا ندندن " اس کلام سے اعرابی کا مقصد یہ تھا کہ میں لمبی چوڑی دعائیں نہیں جانتا میں تو صرف اتنا کہتا رہتا ہوں " اللّٰھم انی اسألک الجنۃ الخ " آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہمارا مقصد بھی وہی ہے جو تو کہہ رہا ہے لیکن بے چوڑے الفاظ سے ہم اجر عظیم کی امید رکھتے ہیں ۵۶ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ اور کفر ومعاصی کا ارتکاب کرتے زمین پر فساد مت پھیلاؤ۔ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لانے اور اجرائے احکام سے زمین کی اصلاح کے بعد

فائدہ: مذکور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر بے فرمانیاں مت کرو تاکہ تمہارے گناہوں کی نحوست سے بارش بند نہ ہو جائے جس سے سرسبز کھیتیاں تباہ وبرباد ہو جائیں۔

وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا خوف اور طمع ہر دونوں مصدر حال واقع ہوئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ

marfat.ocm
Marfat.com

کو پکارو درانحالیکہ تمہارے دل میں یہ خوف ہو کہ کہیں ہمارے گناہوں سے ہمارے اعمال رد نہ کئے جائیں اور تمہیں یہ طمع ہو کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہماری دعائیں قبول فرمالے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔

سوال : قریب رحمت کا مسند ہے اور ان میں مطابقت ضروری ہے لیکن یہاں مطابقت نہیں۔

جواب : رحمت یہاں بمعنی مفعول ہے اس لئے کہ رحم بمعنی رحمۃ آیا ہے کما قال تعالیٰ واقرب رحما۔

فائدہ : امام کسائی نے کہا کہ ان رحمۃ اللہ الخ وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریباً کی طرح ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قبول کرنا نہیں امید رکھنی چاہیے۔

خلاصۃ التفسیر : اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کے قریب ہے جن کی زبان ذکر سے ذاکر دست اور جن کا دل حاضر ہا اور رحمت حق کے طلب سے بھرپور اور اپنے لئے رحمت ایزدی کے حصول کے لئے پر امید ہو۔ یہی دعا کی قبولیت کا بہترین وسیلہ ہے۔ اور احسان (بان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک) کا راز بھی اس میں مضمر ہے۔

حدیث شریف : اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے وقت یقین ہو کہ میری یہ دعا ضرور قبول ہو جائیگی اور وہ کریم میری دعا ضرور مستجاب فرمائے گا اس لئے کہ دعا کا رد کرنا یا تو عاجزی سے ہوتا ہے یا جس سے سوال ہوتا ہے وہ مروت اور کرم سے یکسر خالی ہو یا یہ کہ سرے سے اسے مانگنے والے کا علم ہی نہ ہو اور یہ تمام امور اللہ تعالیٰ سے نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ علیم کریم اور قادر قدیر ہے اور اسے دعا قبول کرنے سے کوئی مانع بھی نہیں ہو سکتا۔

عجوبہ : حضرت سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے سوال کے وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں عجز وانکسار کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے کو میرے کام کے بوجھ اٹھانے کی طاقت ہوتی تو میں اس کے معروضات پر فوراً لبیک کہتا۔

حکایت : حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص سے گزرے جو بہت بڑے عجز وانکسار سے دعا مانگ رہا تھا موسیٰ علیہ السلام نے دل میں کہا کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس کی آرزو پوری کرتا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں آپ سے زیادہ رحیم تر ہوں لیکن اس کی حالت تو دیکھیے کہ وہ مجھ سے مانگ رہا ہے اور دل بکریوں سے لگائے ہوئے ہے پھر میں اس بندے کی دعا کیسے قبول کروں کہ سوال تو میرے سامنے کرے لیکن دل میرے غیر سے وابستہ رکھے۔ یہی بات موسیٰ علیہ السلام نے اس بندے

marfat.ocm
Marfat.com

کو سنائی۔ پھر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور متوجہ ہوا۔ جس سے اس کی آرزو پوری ہو گئی۔

سبق :۔ دُعا میں حضورِ قلب اور اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا ضروری ہے تاکہ دُعا جلد قبول ہو۔

حکایت : ایک بے وقوف حج کے وقت الوداعی طواف کر رہا تھا کسی نے اس سے مزاحاً پوچھا کہ تو نے حج پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جہنم سے اپنی برأت کا پرچہ لیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر بے وقوف نے مزاح کرنے والے سے پوچھا کیا دوسروں کو برأت کا پرچہ ملا ہے اس نے کہا سب کو مل گیا ہے صرف تجھے ہی نہیں ملا۔ وہ بیوقوف یہ سن کر رونے لگا اور حجرِ اسود کی طرف جا کر کعبہ معظمہ کے پردوں سے چمٹ کر زار و قطار روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنی برأت کا پرچہ مانگتا تھا۔ اسے تمام دوستوں نے سمجھایا کہ تم سے مذاق کیا گیا ہے اتنی پریشانی کیوں لیکن وہ کسی کی نہیں مانتا تھا اور بدستور اسی طرح کعبہ معظمہ کے غلاف کو پکڑ کر روتا رہا کہ اچانک کعبہ معظمہ کے میزاب کی طرف سے ایک پرچہ گرا۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تجھے جہنم سے آزاد کیا۔ وہ دیکھ بہت خوش ہو کر لوگوں کو دکھاتا پھرتا تھا۔ اس پرچہ کی عجیب شان تھی کہ وہ ہر طرف سے برابر لمبا اور بڑھا جاتا تھا۔ جو مرد دیکھا جاتا ایک ہی عبارت ہوتی جس کی عبارت میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں تھا۔ اگر اسے دیکھا جاتا تو بھی مطلب کے مطابق ہوتا۔ اس سے لوگوں کو یقین ہوا کہ واقعی یہ پرچہ اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصیب ہوا ہے۔

فائدہ : منقول ہے کہ عوام کی دُعا اقوال سے اور زہاد کی افعال سے اور عارفین کی احوال سے ہوتی ہے جس کے لئے اجابت کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسے ایسے الفاظ کی توفیق بخشتا ہے کہ جس کے بولنے سے اُس کی دُعا فوراً قبول ہو جائے۔

مسئلہ : دکھ اور درد کے وقت دعا نہ مانگنا مذموم ہے یہ اہل طریقت کا مذہب ہے اس لئے کہ اس وقت دُعا نہ مانگنا گویا اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنا ہے اور ظاہر کرنا ہے کہ اسے مشقت اور تکالیف کی برداشت کی طاقت ہے حالاں کہ یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ شیخ محقق ابن العارض قدس سرہ نے فرمایا ؎

ویحسن اظہار التجلد للعدیٰ
ویقبح غیر العجز عند الاحبہ

ترجمہ :۔ دشمنوں کو ہمت مردانہ کا اظہار ضروری ہے لیکن دوستوں کو عجز و انکساری ظاہر کرنا لازم ہے۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

نفیر و زاری ما بارگاہت آدم ہے
کہ جز دعائے تو ام نیست ہیچ دستاویز ؎

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ : فقیر درخت تیری درگاہ میں آیا ہوں اور رحم کی درخواست ہے میرے پاس دعا کے سوا کوئی دستاویز نہیں۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کی مناجات ہے کہ اے رب العالمین اگر تیرے وفادار تجھ سے رحمت کے امیدوار ہیں تو ہم جیسے خطاکار بھی تیری رحمت کی امید سے نہیں۔ انہیں بھی تیری پناہ کی بیحد ضرورت ہے

تفسیر صوفیانہ

تفرع ہر وقت عاجزی و انکساری جس سے مخلوق کو خبر ہو اور خفیہ ہر وہ آہ و زاری ہے جو اللہ تعالیٰ جانے یا یوں کہو کہ تفرع کا اعضاء سے تعلق ہے اور خفیہ قلب سے متعلق ہے۔ اور دعا میں تجاوز فی الدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے غیر کی طلب کی جائے اور اسوا کی رضا طلب مقصود ہو

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ میں صوفیاء کہتے ہیں کہ الارض سے ارض القلوب مراد ہے بعد اصلاحہا کی ضمیر کا مرجع ارض القلوب ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ اپنے اور قلوب کے درمیان وسائط اٹھالے تو پھر تم اس میں فساد نہ ڈالو یا یہ کہ قلوب سے غیر حق کو نہ دیکھو اور قلوب کی اصلاح یہی ہے کہ وہ صرف حق کو دیکھیں اور بس۔ بعض صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ "بعد اصلاحہا" کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قلوب کو غیر سے صاف فرمادے، تو پھر ان مختلف آرزوؤں اور تمناؤں میں نہ پھنساؤ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب متابعت نفس سے بچالیا تو پھر تم انہیں اتباع نفس میں ڈال کر کیوں خراب کرتے ہو۔

مسئلہ :۔ خطوراتِ نفسی کی طرف رجوع کرنا بھی فسادِ قلوب میں سے ہے یعنی جب کہ قلوب حقوق اللہ کے قیام میں سرگرم ہوں تو پھر انہیں خطوراتِ نفس کی طرف جھکنے نہ دو۔ "وادعوہ خوفاً" یعنی انقطاع عن الحق کے خوف سے بچنے کی دعا مانگو۔ وَطَمَعاً اور رحمتِ الٰہی کے حصول کے طمع میں رہو یہاں پر رحمت سے مراد اپنی آرزوؤں و تمناؤں کو مٹانا ہے۔ "قریب من المحسنین" محسنین سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو طاعات کے وقت تجلیاتِ حق کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی اس طرح پر طاعات کرتے ہیں کہ انہیں طاعات میں ذاتِ حق کے جلوے نصیب ہوتے ہیں۔ اس ارادہ پر نہیں کہ وہ یہ سمجھیں کہ طاعت کریں گے۔ تو جلوہ ہائے حق نصیب ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ تو سودا بازی ہے اور طاعات میں سودا بازی کیسی۔ (کذا فی التاویلات النجمیہ)

تفسیر عالمانہ

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ اور اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ہواؤں کو چھوڑتا ہے

قاعدہ :۔ قرآن پاک میں لفظ الریاح ہر جگہ رحمت کے لئے مستعمل ہوا ہے اور الریح عذاب کے لئے اس قاعدہ کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

حدیث شریف مروی ہے کہ جب ہوا چلتی ہو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹنوں کے بل پڑے اور سر مبارک کو سجدے میں رکھا ہوا دیکھا جاتا اور آپ کو پڑھتے سُنا جاتا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا ایاحاً وَلَا تَجْعَلْھَا رِیحًا اے اللہ تعالیٰ آنے والی ہوا کو ہمارے لئے ریاح اور رحمت بنا اور اسے ہمارے لئے ریح (عذاب) نہ بنا۔ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔ اور ہمیں اپنے غضب میں مبتلا کر کے نہ مارنا اور نہ ہی اپنے عذاب سے تباہ و برباد کرنا بلکہ غضب و عذاب سے پہلے ہی ہمیں عافیت سے ہمکنار فرمانا۔

حدیث شریف حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الریح" (ہوا) کو گالی مت دو۔ بلکہ جب ہوا کا ہیبتناک منظر دیکھو تو یوں عرض کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الرِّیحِ وَخَیْرِ مَا فِیْھَا وَخَیْرِ مَا اُمِرَتْ بِہٖ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرِّیحِ وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِہٖ

اے اللہ تعالیٰ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی مانگتے ہیں اور ہمارا اس کی اس بھلائی کا سوال ہے جو تو نے اس کے اندر امانت رکھی ہے اور اس کا تو نے اسے حکم فرمایا ہے اور ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس ہوا کے شر سے اور اس کے اس شر سے جو تو نے اس کے اندر رکھا ہے اور جس کا تو نے اسے حکم فرمایا ہے

مسئلہ: دریا میں کشتی پر سوار ہو کر ہوا کے رُخ صحیح یا غلط پر بھروسہ مت کرنا کہ یوں سمجھنے لگو کہ آج ہوا موافق ہے۔ فلہذا کشتی صحیح سالم نکل کر کنارے لگے گی یا آج ہوا کا رُخ غلط ہے فلہذا اس کے غرق ہونے کا خطرہ ہے اس لئے کہ (عند المحققین) یہ توحید کے منافی ہے یعنی توحید فی الافعال میں شرک اسی کو کہتے ہیں۔ ایسا عقیدہ حقائق الامور سے جہالت کی دلیل بنتا ہے جسے حقیقت منکشف ہو جاتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہوا خود تو نہیں چلتی بلکہ اس کے چلانے والا کوئی اور ہے اور اسے کسی دوسرے کا حکم ہے اور وہ دوسرا کسی اور کا محتاج ہے یہاں تک کہ آمر حقیقی یعنی ذاتِ باری تعالیٰ تک معاملہ پہنچے گا اور ظاہر ہے کہ اس کا حکم نہ ہوتا تو نہ فرشتے ہوا کو چلاتے اور نہ وہ چلتی اور وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ ایسے عقیدہ سے وہ منزہ اور پاک ہے بلکہ یوں کہو اس طرح کی تشبیہات سے بھی وہ مقدس ہے کہ اس میں کسی کی محتاجی کا شائبہ ہو۔ اس طرح سے واضح ہو گیا کہ ہوا از خود نہیں چلتی بلکہ کسی کے حکم سے چلتی ہے فلہذا اسے گالی دینے کا کیا معنی؟

بُشْرًا اور اس کے پہلو دونوں حرفوں کو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ہے یہ بشیر کی جمع ہے جیسے رغیف کی رغف جمع آتی ہے یعنی وہ ہوائیں خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں **بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ** اس کی

marfat.ocm
Marfat.com

رحمت سے پہلے یہاں پر رحمت سے بارش مراد ہے اس لئے صبا بادلوں کو پھیلاتی ہے اور باد شمال انہیں جمع کرتی ہے اور جنوب ہوا بارش برساتی ہے اور مغربی باد بادلوں کو منتشر کرتی ہے۔

فائدہ: بادصبا وہ ہوا ہے جو طلوع شمس کے مقام سے آدھی رات اور عین دوپہر کے وقت چلتی ہے اور بعد اس کی بالمقابل ہوا کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ ہوا جو مغرب شمس کے مقام سے چلتی ہے اور باد شمال وہ ہوا ہے، جو قطب شمالی کی جانب سے چلتی ہے اور بادِ جنوب اس کی بالمقابل کو جاتا ہے۔

فائدہ: حدیث شریف باد جنوب کے لئے "نذر السحاب" کا لفظ واقع ہے اس کا معنی ہے۔ دودھ دوہنا بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہوا اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو ایسے ہانکتی ہے جیسے کہ تم میں سے اونٹنیوں اور بکریوں کو ہانک کرلے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا دودھ دوہا جاتا ہے۔

فائدہ لغویہ: آیت میں رحمتہ سے بارش کا معنی اس لغت سے لیا گیا ہے جو اہل عرب کا ایک مقولہ مشہور ہے کہ "انی اذوں الرحمۃ" ای من المطر" میں رحمت یعنی بارش سے بھاگتا ہوں۔

حتی اذا اقلت یہ حتی یرسل کی غایت ہے سحاباً یعنی یہاں تک کہ وہ ہوائیں بادلوں کو نرمی اور سہولت سے اٹھا کر لے جاتی ہیں یعنی وہ ہوائیں بادلوں کو نہایت خفیف اور قلیل محسوس کرتی ہیں یہ اقلنت کذا ای حملتہ بالسہولہ وحمل الشی لسہولۃ کے قبیل سے ہے اور واقعی یہ معاملہ ایسے ہی ہے کہ وہ بادل باوجودیکہ پانی سے پُر ہونے کی وجہ سے بوجھل ہوتے ہیں لیکن ہوا اُٹھا کر نہایت ہی ہلکی شئے کی طرح اُڑاتی ہوئی لے جاتی ہے اس تقریر سے واضح ہوا کہ یہ اقلت کا مادہ ثقلت ہے نہ کوئی اور فعل ثقالاً ثقیل کی جمع ہے یعنی وہ بادل پانی کی وجہ سے نہایت ہی وزنی ہوتے ہیں۔

سوال: سحاب واحد ہے اور ثقالاً جمع اور یہ ہے بھی "سحاب" کی صفت اور نحو کا قاعدہ ہے کہ موصوف اور صفت میں مطابقت ضروری ہے۔

جواب: سحاب اسم جنس ہے اور اسم جنس کا قاعدہ ہے کہ وہ جیسے واحد کے لئے مستعمل ہو وہ ماوق الواحد پر بھی مستعمل ہوتا ہے بنابریں یہاں پر سحاب بمعنی سحائب ہے اور سحاب وہ بادل جو آسمان میں چلتا ہوا نظر آتا ہے۔

سُقْنٰہُ - سوق سے مشتق ہے اور ضمیر کا مرجع سحاب ہے اور وہ لفظاً اور معناً واحد ہے۔ اگرچہ باعتبار جنسیت کے اس کا اطلاق جمع پر بھی ہوتا ہے۔ کما ھو یعنی ہم برسنے والے بادلوں کو چلاتے ہیں

لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ - ویران شہروں کی آبادی کے لئے یعنی ہر وہ جگہ جو سبزی اور خشکی سے محروم ہے

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ : زمین کی ہر جگہ کو اَلْبَلَد کہا جاتا ہے خواہ وہ جگہ آباد ہو یا ویران۔ اس پر لوگوں کا بسیرہ ہو یا نہ ہو اس کے ایک حصّہ کو بلدۃ اور اس کی جمع کو بلاد کہا جاتا ہے۔

فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ پس ہم اس جگہ پر پانی برساتے ہیں۔ یہ باء الصاق کی ہے یعنی پانی کے اَنزال کا الصاق اَلبلد سے ہوتا ہے۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ پس ہم اس پانی کے ذریعہ سے نکالتے ہیں مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے ثمرات۔ یہاں پر کُل عرفی استغراق کے لئے ہے یعنی[1] ہر وہ اشیاء جو پانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ استغراق مطلق اس لئے نہیں کہ بہت سے ثمرات ایسے ہیں جو پانی کے ذریعے پیدا نہیں ہوتیں۔

"كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى" کذلک کا اشارہ "اخراج ثمرات یا احیاء البلد المیت" کی طرف ہے یعنی جیسے ہم پانی میں قوت نباتیہ اور اس میں خنکی کی طاقت پیدا کر کے ہر طرح کی انگوریاں اور پھل ظاہر کرتے ہیں ایسے ہی قیامت میں ابدان کے بکھرے ہوئے اجزاء جمع کر کے قویٰ و حواس میں روح لوٹانے کے بعد تمام مردگان کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائیں گے۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یہ دراصل تَتَذَكَّرُوْنَ تھا ایک تا گر گئی ہے یعنی مذکورہ مضمون اس لئے سنایا گیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور یقین کرو کہ جو ذات ویران شہروں کے آباد کرنے اور انگوریاں اور پھلوں کو عدم سے وجود بخشنے پر قدرت رکھتی ہے اسے یہ بھی قدرت ہے کہ قیامت میں جمیع اموات کو قبروں میں زندہ کر کے اٹھائے۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو سکتا ہی نہیں۔

مرنے کے بعد اُٹھنے کی تفصیل

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نفخ اولیٰ سے جب تمام لوگ مر جائیں گے تو چالیس روز تک مادہ منی کی طرح ان پر بارش ہوتی رہے گی اس سے وہ اپنی قبروں میں سے انگوریوں کی طرح بڑھتے رہیں گے جیسے مادہ منی کے بعد ماؤں کے شکموں میں بڑھتے تھے یا جیسے پانی سے انگوریاں نشوونما پاتی ہیں جب ان کے اجسام دنیوی ابدان کی کیفیت حاصل کر لیں گے تو پھر ان میں ارواح پھونکے جائیں گے لیکن جونہی ارواح ان کے اجساد میں داخل ہوں گے تو فوراً ان پر نیند طاری کر دی جائے گی وہ اپنی قبور میں ہی سوتے رہیں گے یہاں تک کہ دوسرا پھونکا جائے گا، یہی مرنے کے بعد اٹھنے کا نفخ ہوگا جس سے تمام مُردگان اپنی اپنی قبروں سے یک لخت نکلیں گے لیکن ان کے سروں میں نیند کا خمار محسوس ہوگا جیسے کم نیند سے

---

[1] فقیر اویسی غفرلہ کا اضافہ ہے اس میں قانون کے تحت موسیٰ علیہ السلام اور بلقیس کے واقعہ میں بھی کل کل عرفی استغراق کے لئے ہے "و تفصیل فی التفسیر الاویسی ۱۲"

marfat.ocm
Marfat.com

اٹھتے ہی نیند کا نشہ بھی ہوتا ہے اس وقت کہیں گے " مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا " ہمیں ہمارے بستروں سے کس نے اٹھایا ہے تو اللہ تعالیٰ کا منادی جواب دے گا " هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ " یہ وہی وقت ہے جس کا تمہیں اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا اور رسل کرام علیہم السلام کے ذریعے سے تمہیں پیغام پہنچایا اور جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا وہ سچ تھا۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ ریاح سے ریاح عنایت مراد ہے اور سحاب سے سحاب ہدایت اور ماء سے ماء المحبت۔ اس پانی کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ مشاہدات و مکاشفات اور عجیب و غریب کمالات ظاہر فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُ الْمَوْتٰى میں الموتیٰ سے مردہ دل اور قبور سے ان کے صدور مراد ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یعنی تاکہ تم اپنی اپنی زندگی میں ان حیاض انس و ریاضِ قرب کو یاد کرو جو تمہیں حظائر قدس کے ہاں نصیب تھے۔

ف : انسان کا مقصودِ اعظم عنایت ازلی ہے جو بندے کو ہر خلا و بلا یعنی ہر تنہا اور کھلے میدان میں نصیب ہو سکتی ہے۔

حکایت : ایک ولی اللہ سے کہا گیا کہ دار مشرکین میں تشریف لے جائیے۔ وہاں ایک صدیق رہتے ہیں ان سے ملاقات کیجئے۔ اس ولی اللہ کو پوشیدہ ہو جانے پر قدرت حاصل تھی۔ وہ جونہی دار مشرکین میں پہنچے تو انہیں ایک مشرک نے قید کر کے گرجا کے خادم کے پاس بیچ دیا۔ اس ولی اللہ نے عرصہ تک صدق و صفائی سے اس کی خدمت کی۔ ایک دن اتفاقاً بادشاہ گرجا میں تشریف لایا۔ اس نے تنہائی میں عبادت کرنے کیلئے گرجا کو صرف اپنے لئے خالی کرا لیا۔ وہ بادشاہ گرجا کے اندر گیا اور نماز شروع کی تو ولی اللہ اپنی پوشیدہ ہونے والی قوت سے گرجا کے اندر پہنچ گیا۔ بادشاہ نے دیکھ کر اس سے پوچھا تم کون ہو ولی اللہ نے کہا میں آپ جیسا ایک مسلمان ہوں ولی اللہ کو بادشاہ کے گرجا میں داخل ہونے سے پہلے معلوم ہو گیا کہ اسی کے ذریعہ صدیق ملے گا۔ جس کی خاطر وہ دار مشرکین میں آئے تھے۔ ولی اللہ نے بادشاہ سے پوچھا صدیق کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے بادشاہ نے کہا وہ بہت بڑا اچھا انسان ہے نہایت بہتر زندگی بسر کر رہا ہے حلال رزق کھاتا ہے دیار سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی مخلص ہو کر عبادت کرتا ہے کفار کا سخت دشمن ہے اور مسلمانوں کا معین و مددگار ہے۔ ولی اللہ نے کہا اگر آپ ان کے بادشاہ ہیں تو مجھے ان کی قید سے بچائیے۔ بادشاہ جب گرجا سے باہر نکلا تو میرے سے پوچھا اس گرجا کے پادری اور اس قوم کے بڑے مقتداء اور گرجا کے خدام کہاں رہتے ہیں ولی اللہ نے ان سب کو نشاندہی کی تو بادشاہ نے اُن سب کے سر قلم کر دیئے اور انہیں کہا کہ خود تم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کنی کترا تے ہو۔ لیکن دوسری ملت کے لوگوں سے

marfat.ocm
Marfat.com

اپنی خدمت کراتے ہو۔ ان سب کو قتل کرنے کے بعد ولی اللہ کو فرمایا۔ اب جائیے آپ ان کی قید سے آزاد ہیں۔

سبق اس حکایت سے ثابت ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو انہیں معمولی سبب سے مروا ڈالتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے الطافِ کریمانہ بے حد و حساب ہیں۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؎

تیغے کہ آسمانش از فیض خود دہد آب
تنہا جہاں بگیرد بے منت سپاہی

ترجمہ : وہ تلوار جسے آسمان اپنے فیض سے پانی دے وہ تنہا جہان کو برباد کر سکتی ہے اسے کسی سپاہی کی ضرورت نہ ہو گی۔

اور فرمایا ؎

دلا طمع مبر از لطف بے نہایت دوست
کہ میرسد ہمہ را لطف بے نہایت او

ترجمہ : اے دل دوست کے بے نہایت لطف سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ اس کا بے نہایت لطف ہر ایک کو پہنچتا ہے۔

سبق اہل بصیرت اور اہل توحید کی نگاہ مؤثر حقیقی اور فیض ازلی پر ہوتی ہے انہیں مخلوق اور وسائط و اسباب سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

دُعا : اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کی معیت نصیب فرمائے جو سعادت ابدیہ اور عنایت سرمدیہ سے نوازے گئے ہیں اور ہمیں حقیقت و طریقت احمدیہ کے راہ پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے وہی رحیم ہے اور وہی نوازشیں فرمانے والا ہے۔

تفسیر عالمانہ ۵۸ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ اور وہ زمین جو پاکیزہ ہو۔ تفسیر فارسی میں ہے کہ اس سے وہ زمین مراد ہے جو نہ پتھریلی ہو اور نہ ریتلی بلکہ ایسی پاکیزہ کہ اس میں کھیتی باڑی کی جائے۔ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وہ اپنی انگوری وغیرہ کو اپنے رب تعالیٰ کے اذن و حکم سے نکالے یعنی جیسے اُسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ویسے ہی وہ اپنے اندر سے انگوری وغیرہ باہر نکالے یعنی وہ زمین نہایت اچھی اور کثیر النفع ہو وَالَّذِي خَبُثَ اور وہ زمین کہ جس کی مٹی خبیث ہو مثلاً وہ پتھریلی اور

فائدہ : الحرہ ہر وہ زمین جس میں ایسے سیاہ پتھروں کی بہتات ہو کہ گویا ان پتھروں کو جلا کر اس زمین کی مٹی سے ملایا گیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نکتہ: نکین اور ذلدل یعنی شور والی زمین کو کہا جاتا ہے۔ ان ہر دو قسموں میں کھیتی باڑی نہیں ہو سکتی۔
لَا یَخْرُجُ ۔ ایسی زمین سے انگوری کسی حال میں بھی نہیں نکلتی **اِلَّا نَکِدًا** مگر تھوڑی اور وہ بھی قلیل النفع۔ یہ استثنا مفرغ ہے یعنی اس کا مستثنیٰ منہ اعم الاحوال محذوف ہے۔
فائدہ: **نَکِدًا** بکسر الکاف ہے یعنی قلیل الخیر والمنتفع عن افادۃ النفع علیہ البخل والغشۃ یعنی ہر وہ شے جس میں انتفاع بہت کم ہو اور اس کے بخل و تنگدستی کی وجہ سے کسی کو نفع پہنچنے سے درجۂ امتناع کو پہنچا ہوا ہے اس کا مصداق بالتعین ارباب علم نے اُس شورہ زمین کو قرار دیا ہے "یعنی ہر وہ انسان جس کی زندگی تلخ اور معاشی امور نہایت تنگ ہوں گویا کہ اسی مذکورہ عجیب و غریب تمثیل کی طرح۔ **نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ** ہم آیات کو بار بار باتکرار بیان کرتے ہیں۔ **لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ**۔ ایسی قوم کے لئے جو شکر گزار ہیں۔
سوال: ایسی تمثیلات تو ہر ایک کے لئے ہیں پھر شاکرین کی تخصیص کیوں۔
جواب: چونکہ ایسی تمثیلات سے استفادہ صرف وہی لوگ کرتے ہیں بنا بریں صرف انہی کا نام لیا گیا جیسے قرآن پاک سب کا ہادی ہے لیکن فرمایا۔ **ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ**
فائدہ: یہ آیت و تمثیل رسل کرام کی تشنہ آدمی پر جو حیات قلوب کو نفع بخشتا ہے جس سے ہر عاقل و بالغ اپنی مردہ قلوب کے لئے حیات قلوب کو نفع بخشتا ہے جس سے ہر عاقل و بالغ اپنی مُردہ قلوب کے لئے حیات یا درا سکتا ہے اس لئے کہ ان کے دلوں کو جو انوار نصیب ہوں گے وہ انہی انبیاء علیہم السلام کے انوار کی خاطر ہوگی لیکن جو ازلی بدنصیب ہیں وہ ایسی بے بدل نعمتوں سے محروم رہیں گے۔
فائدہ: تفسیر فارسی میں ہے کہ جب رب العالمین کے کلام کے انوار کی بارش ہوتی ہے تو طاعات و عبادات کی خوگر قلوب جگمگا اٹھتی ہیں جن کے اثرات مومن کے اعضاء سے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ لیکن بدقسمت کافر جونہی کلام الٰہی کو سنتا ہے تو اس کا دل اس کے انوار و تجلیات کو قبول نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے اس سے کلام الٰہی کے اثرات ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

زمیں شورہ سنبل بر نیارد
در و تخم عمل ضائع مکن

ترجمہ: زمین شور خوشہ نہیں لائے گی تم اس میں بیج ضائع نہ کرو۔

حافظ صاحب قدس سرہ نے فرمایا ؎

گوہر پاک بباید کہ شود قابلِ فیض
ورنہ ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجان نشود

marfat.ocm
Marfat.com

ترجمہ :۔ گوہر پاک چاہیے تاکہ وہ فیض کے قابل ہو ورنہ ہر پتھر و گل و لؤ لؤ مرجان نہیں ہوتے۔

حکایت بہلول دانا اور ہارون الرشید بادشاہ

عبداللہ بن مہران فرماتے ہیں کہ ایک سال ہارون الرشید بادشاہ کے لئے بغداد سے مکہ معظمہ کو تشریف لے جا رہے تھے تو چند روز کوفہ میں ٹھہرے۔ جب کوفہ سے روانگی ہوئی اور لوگ کوفہ سے چلنے لگے تو ان میں حضرت بہلول (مجنوں) دانا رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے لیکن وہ باہر نکل کر ایک مٹی کے ڈھیر پر بیٹھ گئے جہاں انہیں چھوٹے بچے ستانے لگے اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کر دیں لیکن جب ہارون الرشید کی سواری بہلول دانا کے قریب سے گزری تو آپ نے زور سے بار بار پکارا۔ اے امیرالمومنین ! ہارون الرشید نے آپکی آواز سن کر کجاوہ سے پردے ہٹا کر جواب میں کہا لبیک یا بہلول حضرت بہلول نے فرمایا حدثنا ابن بن نائل من قدامہ بن عبداللہ العامری قال آیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمشی علی جمل وتحتہ رحل اش فلم یکن ضرب ولا طرد ولا ایک ایک یعنی مجھے ابن بل نائل سے یہ روایت پہنچی اور وہ قدامہ بن عبداللہ عامری سے روایت کرتے ہیں حضرت قدامہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ پر سوار دیکھا لیکن آپ کے اونٹ کا کجاوہ وغیرہ نہایت بوسیدہ اور پرانا تھا۔ آپ کی سواری کے آگے آنے والے کو نہ مارا جاتا اور نہ ہی اسے راستہ سے ہٹایا جاتا امر نہی یا علان ہوتا کہ راستہ سے ہٹ جاؤ فلہذا تجھے بھی اے ہارون الرشید تواضع ضروری ہے۔ ایسے مقدس سفر کو جا رہے ہو یہاں تکبر کیسا۔ یہ راہ سر کے بل طے کرنے کے لائق ہے۔ ہارون رشید حضرت بہلول کی نصیحت سن کر خوب رویا۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے آنسو زمین پر ٹپک پڑے پھر بہلول سے عرض کی اے بہلول۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کچھ اور فرمایئے۔ حضرت بہلول نے یہ اشعار پڑھے ؎

هَبْ اِنكَ قَدْ مَلَكْتَ الارض طُرًّا
وان لَكَ العباد ما ذا
اَلَيْسَ غدًا مَصِيرُكَ جَوْفَ قبر
ويحثو التراب هٰذا ثم هٰذا

ترجمہ : مانا کہ تم روئے زمین کے مالک بن گئے ہو اور یہ بھی مانا کہ تمہارے بے شمار غلام اور نوکر چاکر ہیں لیکن تابہ کے کیا تمہارا انجام بکار قبر نہیں کیا تمہارے اوپر مٹی نہیں ڈالی جائیگی۔ میری یہ بات پورے طور سمجھ لے کام آئیگی

یہ اشعار سن کر ہارون الرشید نے گریہ کر کے اَحْسَنْتَ یا بَہْلُوْلَ۔ اے بہلول آپ نے ٹھیک فرمایا ہے لیکن ابھی آپ کی نصیحتوں سے جی نہیں بھرا کچھ اور فرمایئے حضرت بہلول نے فرمایا اے امیرالمومنین جس بندے کو اللہ

marfat.ocm
Marfat.com

تعالیٰ مال وجمال عنایت فرمائے تو وہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹائے اور جمال میں تقویٰ کا دامن پکڑے اور پاکدامن زندگی بسر کرے تو اللہ تعالیٰ ابرار کی فہرست میں درج فرمائے گا۔ ہارون الرشید نے کہا اُعظنی یا بہلول۔ اے بہلول آپ مجھے نصیحت فرمائیں۔ ہارون الرشید نے حضرت بہلول کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر خزانچی کو فرمایا کہ بہلول کو انعام دیجئے۔ حضرت بہلول نے فرمایا۔ قرض لے کر کسی کا قرض ادا کرنا دانائوں کا کام نہیں۔ یعنی تمہارے ہاں جو دولت ہے وہ تمہاری کب ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہے لہٰذا میرے قرضہ ادا کرنے کے بجائے پہلے اپنا قرض اُتاریئے یعنی حقداروں کے حقوق واپس دیجئے۔ بلکہ تیری اپنی ذات بھی کسی کا قرض ہے یہ قرض ابھی تیرے ذمہ ہے تو دوسروں کے قرض کس طرح اُتار سکتا ہے پھر ہارون الرشید نے کہا کچھ تو ہم آپ کو بطور نذرانہ دیدیں تاکہ آپ اپنی بقایا زندگی آرام سے بسر کریں۔ حضرت بہلول نے یہ سُن کر سر آسمان کو اُٹھایا اس کے بعد فرمایا اے امیرالمومنین میں اور آپ ہر دو اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں۔ اگر وہ تمہیں کچھ دے گا تو اس کی شان کے لائق نہیں کہ مجھے بھلا دے ہارون الرشید نے بہلول کا یہ آخری کلام سن کر کہا کہ اپنا پھر لٹکا دیا اور چل پڑے۔

تبصرہ : اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ اتنا بہت بڑا بادشاہ ہو کر ایک (بظاہر) مجنون کی باتیں کیسے دل لگا کر سنیں۔ بلکہ انہیں تہہ دل سے قبول کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان کا ظاہر تو شاہانہ تھا لیکن درویشانہ اور بیدار مغز انسان تھا یہی وجہ ہے کہ اُن سے اکثر باتیں پاکیزہ ظاہر ہوئیں۔

صوفیانہ تقریر

جس کا نفس امارہ ہو تو اُسے ارض خبیثہ کی مانند سمجھو کہ بدبخت سے اخلاقِ ذمیمہ اور بری افعال سرزد ہوں گے۔ ہاں جس کا قلب اللہ تعالیٰ کے نور سے زندہ ہو تو اس کے نور کا عکس اس کے نفس پر بھی پڑتا ہے اس لئے اس کا نفس اس کے دل کی طرف نورانی ہو جاتا ہے اور اس کے تمام اوصاف نفسانیہ قلب کے مطابق ہو جاتے ہیں اور نفسانی ظلمات بالکل مٹ کر رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا انسان ذکر الٰہی اور اس کی طاعت سے چین پاتا ہے جیسا کہ زندہ دِل حضرات کا طریقہ ہے اور جس بدبخت کا دل مردہ اور نفس امارہ زندہ ہو تو اس کے نفس کے ظلمات اس کے دل کے نور کو ڈھانپ دیتے ہیں اس وجہ سے اس کے دل کے اوصاف مٹ جاتے ہیں لیکن نفس کے صفات غلبہ پا جاتے ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ایسا انسان دنیوی اُمور سے چین پاتا ہے لیکن دینی اُمور میں اس کا دِل نہیں لگتا۔

دُعا : اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں ان لوگوں سے بنائے کہ جن کے دِل ذکر الٰہی سے چین پاتے ہیں اور ہر وقت دینی فکر اور شکر میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا طریقہ نصیب فرمائے جو اپنے مُنعم اور اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں (آمین)

marfat.ocm
Marfat.com

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ
بیشک ہم نے نوحؑ کو اسکی قوم کیطرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ
بیشک میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے اس کی قوم کے سردار بولے بیشک ہم تمہیں کھلی
فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ
گمراہی میں دیکھتے ہیں کہا اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا
رسول ہوں تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا اور میں اللہ کی طرف سے وہ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے اور کیا تمہیں اس کا اچنبا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں
لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ
کے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور تم ڈرو اور کہیں تم پر رحم ہو تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس
مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾
کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور اپنی آیتیں جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا بیشک وہ اندھا گروہ تھا

تفسیر عالمانہ

﴿۵۹﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ یہ قسم محذوف کا جواب ہے وحاصل "وَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا" الخ تھا۔ یعنی بخدا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے ہاں رسول بنا کر بھیجا۔

نوح علیہ السلام کا نسب نامہ

نوح علیہ السلام کا نسب نامہ یوں ہے نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن آدم

marfat.ocm
Marfat.com

علیہ السلام۔ شیث کے بعد ادریس ان کے بعد نوح علیہ السلام نبی ہوئے۔ آپ نجار تھے۔ چالیس سال عمر کے تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی مقرر فرمایا۔ آپ نے دنیا میں ایک ہزار دو سو چالیس سال زندگی بسر فرمائی۔

فائدہ: تفسیر فارسی میں ہے کہ آپ اپنی قوم وجو اکثر قابیل کی اولاد تھی جو بت پرستی میں مبتلا تھے ہم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جس وقت قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو آدم علیہ السلام نے اسے اور اس کی اولاد کو یمن کے علاقہ میں شہر بدر کے طور روانہ کیا۔ یہی پہلے وہ تھے جنہوں نے بت پرستی کا آغاز کیا۔ فَقَالَ تو نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم اللہ تعالیٰ واحد لاشریک لہٗ کی عبادت کرو۔ اس لئے وہ عبادت جو کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک بنا کر کی جائے وہ عبادت کسی کام کی نہیں۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ تمہارا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں کہ جس کو تم مستحق عبادت سمجھو۔ غَيْرُهٗ بِنْ اِلٰهٍ کی صفت ہے مرفوع اس لئے ہے کہ من الٰہ باعتبار اپنے محل کے مبتدا ہے اور من زائدہ ہے اور لکم خبر مقدم ہے۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اگر تم اس کی عبادت نہیں کرو گے جیسا کہ اس کا حکم ہے تو مجھے تمہارے لئے خطرہ ہے۔ یہ عبادت کے داعی کا بیان ہے۔

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ بڑے دن کے عذاب کا اور اس بڑے دن سے قیامت یا یوم طوفان مراد ہے

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور آپ کی قوم کے لیڈروں نے کہا۔ قوم سے مراد وہ سردار ہیں جو کہ جرم و قصور کی مجلسوں کے سرگرم رکن تھے اور ان کی وجہ سے گناہوں کی مجلسیں رونق پذیر ہوتیں اور وہی ہر خرابی کے سرغنہ تھے۔ اِنَّا لَنَرٰىكَ اے نوح علیہ السلام ہم آپ کو دیکھتے ہیں۔ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کھلی گمراہی میں یعنی ہم آپ کو سیدھے راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں اس لئے کہ آپ ہمارے ہر معاملہ میں مخالفت کرتے ہیں۔

فائدہ: یہاں پر رؤیت قلبی مراد ہے۔ قَالَ یہ جملہ بھی مستانفہ ہے یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا يٰقَوْمِ اے میری قوم۔ نوح علیہ السلام نے انہیں حق سے مانوس کرنے کی خاطر اپنی قوم سے فرمایا۔ لَيْسَ بِيْ۔ یہ باء ملابست کی یا ظرفیہ ہے ضلالۃ۔ مجھ میں گمراہی نہیں ہے۔ آپ نے اپنے سے گمراہی کی نفی میں مبالغہ فرمایا کہ مجھ سے گمراہی کے کسی فرد کا گزر تک نہیں ہوا چہ جائیکہ مجھ میں گمراہی ہو۔ جیسے انہوں نے آپ کو ہر طرح کی گمراہی سے ملوث فرمایا۔ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ میں رب العالمین کا رسول ہوں مِنْ ابتدار للغایۃ کے لئے بطور مجاز ہے اور رسالۃ کو ہدایت تام لازم ہے اور نہ ہی اس میں گمراہی کے قبول کرنے کا مادہ ہوتا ہے لکن کہہ کر ملزوم کو بیان فرمایا تاکہ استدراک لازم پر برہان قائم ہو گویا آپ نے قوم سے فرمایا کہ میں تو انتہائی کامل ہدایت پر ہوں اس لیے کہ رب العلمین کا رسول ہوں۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ میں تمہارے ہاں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا

marfat.ocm
Marfat.com

ہوں۔

سوال : رسالت ایک صفت ہے جو ذاتِ رسول سے متعلق ہوتی ہے وہ ایک ایسی نسبت ہوتی ہے (جو مرسل بھیجنے والے) اور مُرسل الیہ کے درمیان واسطہ بنتی ہے لیکن یہاں پر صیغہ جمع لایا گیا۔

جواب : ان کے اپنی نبوت کے پیغامات کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام جیسے ادریس وشیث علیہما السلام کی نبوت بھی مراد ہیں جیسا کہ مروی ہے کہ شیث علیہ السلام پر پچاس اور ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے نازل ہوئے تھے وَاَنْصَحُ لَكُمْ اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔ لَكُمْ میں لام زائدہ ہے اس لئے کہ نصح متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے نصحتک۔

نکتہ : اسمیں اشارہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے! نہیں فرمایا کہ میری یہ نصیحت خالص تمہارے لئے اور محض تمہارے نفع اور مصلحت کے لئے ہے ورنہ بہت سی نصیحتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں خود ناصح کو اپنا فائدہ ملحوظ ہوتا ہے لیکن یہاں پر یہ نہیں ہو سکتا کہ نوح علیہ السلام نے انہیں نصیحت دے کر اپنا کوئی فائدہ مدِ نظر رکھا ہو۔

تبلیغ رسالت ونصیحت میں فرق

رسالت کی تبلیغ کا معنی ہے احکام تکلیفیہ شرعیہ الٰہیہ کے انواع کا تعارف کرانا اور نصیحت یعنی ترغیب فی الطاعۃ اور تحذیر عن المعاصی اور بتانا کہ اس میں فلاں فلاں مصلحتیں اور برکتیں مضمر ہیں۔

فائدہ : حدادی نے فرمایا کہ نصیحت یعنی قول وفعل کا غل وغش دور کرنا۔

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی میں جانتا ہوں کہ وہ کتنی بہت بڑی قدرت کا مالک ہے اور مجھے خبر ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کی کتنی سخت گرفت فرماتا ہے جب اس کا عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو پھر اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

فائدہ : بعض کہتے ہیں کہ وہ لوگ سابقہ قوموں پر عذاب کے نزول کا انہیں علم نہیں تھا۔ وہ ایسے معاملات سے بیخبر تھے اس لئے نڈر اور بے باک تھے اور نوح علیہ السلام چونکہ وحی سے جانتے تھے اس لئے انہیں فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ ۔

۶۳ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ہمزہ برائے استفہام انکاری ہے اور واؤ کا محل مقدر پر عطف ہے دراصل عبارت استعبدتم وعجبتم تھی یعنی تم بعید سمجھتے ہوئے تعجب میں ہو کہ تمہارے ہاں وحی اور نصیحت تمہارے مالک ومولیٰ سے آئی ہے عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ اوپر ایسے مرد کی زبان سے جو تمہاری جنس سے ہے انہیں اس پر تعجب تھا کہ ایک بشر کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا حالانکہ بشر سے اللہ تعالیٰ کو کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نہایت تقدس وتنزہ میں ہے اور بشر سراپا تعلق وتکدر بالدنیا ہے اس پر ان کو نوح علیہ السلام

marfat.ocm
Marfat.com

کا رسول بن کر تشریف لانا اجنبی معلوم ہوا۔ حالانکہ واضح امر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک عام آدمی کو بلا واسطہ کس طرح فیض پہنچائے کہ عظمت و کبریائی کے حجابات اس سے مانع ہیں کہ وہ عام انسانوں پر فیض پہنچائے یا وہ اس سے فیض پائیں اس لئے انسانوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسا واسطہ بنایا جو ذو جہتین ہو کہ اپنے تجرد اور روحانیت کی جہت سے عالم غیب سے فیض پاکر و انکی جنس ہونے کی وجہ سے اپنے نبی نوع انسانی کو پہنچائے۔ رسول علیہ السلام میں جہت علوی ہوتی ہے کہ جس سے عالم غیب سے فیض پاتے ہیں

اور انمیں ایک جہت سفلی ہوتی ہے کہ جس سے عالم سفلی کو فیض دیتے ہیں [1]

لِيُنْذِرَكُمْ یہ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لانے کی علت ہے یعنی نبی علیہ السلام اس لئے تشریف لاتے ہیں تاکہ کفر و معاصی کا انجام بتاکر تمہیں اللہ تعالیٰ کا ڈر سنائیں۔ **وَلِتَتَّقُوْا** اور تاکہ تم ان کی تبلیغ سن کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاؤ۔ **وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ** اور تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ یعنی تاکہ تمہارے ڈرجانے پر تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت متعلق ہو۔

فائدہ : لفظ لَعَلَّ جو امید کے لئے آتا ہے اس میں ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ معلوم کریں کہ فعل مذکور مہتم بالشان ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تقویٰ کا محتاج نہیں اور نہ ہی تقویٰ و طہارت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کی اپنی مہربانی ہے جس پر چاہے رحم فرمائے۔

سبق : متقی کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے تقویٰ پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اس کی رحمت کا امیدوار رہے اور اس کے عذاب سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ **فَكَذَّبُوْهُ** پس انہوں نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور بہت عرصہ تک اسی ہٹ دھرمی پر رہے اور نوح علیہ السلام کی ایک بات بھی نہ مانی۔

ربط : مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ بدبخت کوئی بات بھی نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ سے تباہ و برباد ہونے کی استدعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم فرمایا جب کشتی تیار ہو گئی تو آپ اپنی جماعت مومنین کے ساتھ کشتی میں داخل ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیج کر اُن تمام کافروں کو غرق فرمادیا۔ اس طوفان سے نوح علیہ السلام اور اہل ایمان نے نجات پائی ۔ کما قال فانجیناہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ" پس ہم نے انہیں نجات دی اور ان لوگوں کو بھی جو آپ کے ساتھ تھے۔

فائدہ : صرف چالیس مرد اور چالیس عورتیں نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے جو طوفان سے بچ نکلے۔ باقی تمام کفار حبشی کین غرق ہو کر برباد اور تباہ ہو گئے۔ **فِی الْفُلْكِ** یہ فعل محذوف سے متعلق ہے جو "استقروا" ہے یعنی ہم نے

---

[1] : اس نکتہ کو نہ وہ سمجھ سکے اور نہ یہ کہ اب بھی بشر بشر کی رٹ لگاتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کو اپنی مثل کہتے پھرتے ہیں۔ یعنی دیوبندی وہابی وغیرہ ۔ھ دوطرفوں والا ۔ اُویسی ۱۲

marfat.ocm
Marfat.com

ان لوگوں کو نجات بخشی جو کشتی میں بیٹھے تھے وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اور ہم نے انہیں غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی یعنی جو ہماری آیات کی تکذیب پر ڈٹے رہے۔

فائدہ : ان غرق ہونے والوں سے صرف وہ لیڈر مراد نہیں جنہوں نے نوح علیہ السلام سے گفتگو کی بلکہ اس سے تمام تکذیب کرنے والے مراد ہیں وہ لیڈر بھی اور ان کے تابعدار بھی۔

نکتہ : انجاء کو اغراق پر مقدم کرنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ رحمت اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے کہ اس کی کریمی کا تقاضا ہے کہ وہ بندوں پر رحم وکرم فرمائے۔ ہاں جب وہ جرم وقصور سے باز نہیں آتے تو پھر غضب ہی غضب اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝ بے شک وہ اندھی قوم تھی عمین دراصل عمیین تھا۔ اس کا واحد عمیٌ ہے جو دراصل عمی بر وزن خضر تھا۔ قاضٍ کے قانون کی طرح اسپر قاعدہ جاری کیا گیا ہے اہلِ عرب کہتے ہیں۔ رَجُلٌ عَمٍیٌ یہ اس کے لئے کہا جاتا ہے جو بصیرۃ کے لحاظ سے اندھا ہو اور جیسا بصارت کا اندھا ہو اس کے لئے کہتے ہیں "اَعْمٰی" اَب معنی یہ ہوا کہ وہ الوہیت و نبوت کے اسرار ورموز سے بالکل ناآشنا تھے اور نہ ہی انہیں آخرت کے امور سے کچھ خبر تھی۔ جب دل پر ایسی تاریکی اور ظلمت چھا جاتی ہے تو پھر آیات ومشاہدات نظر نہیں آتے۔ حضرت حافظ شیرازی صاحب قدس سرہ نے فرمایا ؎

جمال یار ندارد نقاب و پردہ ولے
غبار رہ بنشاں تا نظر تو انی کرد

ترجمہ : جمال یار کو نقاب و پردہ نہیں تو غبار راہ دور کر پھر اسے دیکھ سکے گا۔

نکتہ : آنکھ کا اندھا اگر استعداد رکھتا ہو تو اُس کیلئے نہ صرف ممکن بلکہ حقیقت ہے کہ وہ تجلیات ربانی وآیات رحمانی کا مشاہدہ کر لیتا ہے جناب صائب نے فرمایا ؎

چو دل بینا است چہ غم دیدہ اگر نابینا است
خانہ آئینہ را روشنی از روزن نیست

ترجمہ :- جب دل بینا ہے اگر آنکھیں نابینا ہیں تو کیا ہوا۔ آئینہ کی روشنی دریچہ سے نہیں

تفسیر صوفیانہ

آیت میں نوح سے روح مراد ہے جو جسم کے قالب کی قوم یعنی قلب کی اصلاح اور اس کی صفات کی تربیت کے لئے بھیجا گیا اور اسے حکم ہے کہ وہ نفس اور اس کے صفات کا تزکیہ کرے لیکن نفس اور اس کے صفات کا تقاضا یہی ہے کہ وہ روح کی تکذیب کرے اور وہ اس کی مخالفت میں سر توڑ کوشش کرتا ہے بلکہ اس کی ہر نصیحت سے وہ روگردانی کرتا ہے لیکن روح کا کام ہے کہ وہ اپنی قوم یعنی قلب کو دنیا اور اس کی زینت کی طرف میلان کرنے سے روکے تاکہ وہ رحمت حق کے حصول سے محروم نہ ہو جائے لیکن نفس اور اس کے صفات

marfat.ocm
Marfat.com

نے روح کی ہر بات کو جھٹلایا اور اسی پر وہ ڈٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے روح کو نفس کی ظلمات اور اس کے تمرد سے نجات بخشی اور ساتھ ہی روح کے ساتھیوں کو بھی یعنی قلب اور اس کی وہ صفات جنہوں نے روح کی دعوت کو قبول کیا اور وہ اس روح کے ساتھ شریعت کی کشتی پر سوار ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے روح کی تکذیب کرنے والے نفس اور صفات کو مع دنیا اور اس کے شہوات میں ڈبو دیا۔ اس لئے کہ وہ رویت الٰہی اور وصالِ حق کی نعمت سے محروم تھے اور نفسانی و شہوانی امور کا انجام بھی یہی ہے اگر وہ داعی حق کی دعوت کو قبول کر کے غلط کاریوں سے باز آجائیں تو وہ بھی نجات پا جائیں۔

حکایت ایک دن حضرت لقمان قدس سرہ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے ایک ایسے لوگوں کا کشتی میں گذر ہوا جن کے ہاں بہترین میوہ جات اور شراب کی بوتلیں اور حسین و جمیل عورتیں اور حسین و بے ریش لڑکے اور راگ ڈھول ڈھمکے اور دنیوی عیش و عشرت کا ہر طرح کا ساز و سامان تھا اور نہایت ہی لہو و لعب اور غلط کاریوں میں مصروف تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے خدا کے بندو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو یہ کیا کرتے جا رہے ہو۔ لیکن انہوں نے حضرت شیخ کی بات کی طرف توجہ تک بھی نہ کی۔ آپ نے دریا کو حکم فرمایا کہ ان کمبختوں کو ڈبو دے۔ جب کشتی غرق ہونے لگی تو شیخ موصوف سے فریادی ہوئے اور سچے دل سے توبہ کی تو کشتی غرقہ ہونے سے بچ گئی۔ اس کے بعد پکے سچے مسلمان ہو گئے اور تادمِ زیست حضرت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

امروز قدر پند عزیزاں شناختم
یارب روان ناصح ما از تو شاد باد

ترجمہ: آج نصیحت والوں کی نصیحت کو ہم نے سمجھا۔ اے اللہ ناصح کی روح تجھ سے ہم شاد و آباد ہو۔

سبق عاقل کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر چھوٹے اور بڑے کی نصیحت قبول کرے۔ اس لئے کہ نصیحت کرنا آسان ہے لیکن اسے قبول کرنا مشکل ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشت است پند بر دیوار

ترجمہ: مرد کو چاہیے کہ وہ نصیحت پر غور کرے اگرچہ وہ نصیحت دیوار پہ لکھی ہو۔

اے اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے بنا جو تیری دعوت قبول کر کے تیری بہشت میں داخل ہوتے ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ
تو کیا تمہیں ڈر نہیں اس کی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں
وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ
اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں کہا اے میری قوم مجھے بیوقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ
عالم کا رسول ہوں تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں
اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
اور کیا تمہیں اس کا اچنبا ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں کے
لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي
ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پسلاؤ
الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ
بڑھایا تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو بولے کیا تم ہمارے پاس اس
اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ
ہو اگر سچے ہو کہا ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا
اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا
کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے اللہ نے ان کی کوئی سند
مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ
نہ اتاری تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ
مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾
والوں کو اپنی ایک بڑی رحمت فرما کر نجات دی اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے

marfat.com
Marfat.com

تفسیر عالمانہ

وَاِلٰی عَادٍ اور ہم نے عاد کی طرف بھیجا۔

عاد کا نسب نامہ

عاد اہل یمن کی ایک قوم کا نام ہے ان کے بادشاہ کا نام عاد تھا اور اس کا نسب نامہ یوں ہے عاد بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام اَخَاھُمْ ان کے نسب کے ایک فرد کو انہیں سے بھائی مراد نہیں یہ اس محاورے سے ہے جو اہل عرب کہتے یا اخا العرب ھُوْدًا یہ اخاھم کا عطف بیان ہے۔

ھُود علیہ السلام کا نسب نامہ

ہود بن عبد اللہ بن رباح بن خلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ ہود علیہ السلام کو اپنے قبیلے میں اس لئے رسول بنا کر بھیجا کہ وہ لوگ ان کی باتوں کو اچھی طرح سمجھتے اور ان کے صدق اور امانت و دیانت کو خوب جانتے تھے اور یہی بات اقرب الی الاتباع ہوتی ہے۔ قَالَ یہ جملہ مستانفہ ہے۔

فائدہ: تفسیر فارسی میں ہے کہ قوم عاد نہایت ہی موٹے جسم والے اور طویل القامۃ لوگ تھے ان جیسا طاقت و قوت والا کوئی زمین پر اور کوئی قبیلہ نہیں تھا اور وہ کثیر التعداد اور کثیر المال تھے عمر بھر بت پرستی کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تاکہ وہ ان کے ہاں تشریف لے جا کر انہیں راہِ ہدایت دکھائیں۔ حضرت ہود علیہ السلام ان کے ہاں تشریف لائے اور انہیں دعوت حق پیش فرمائی چنانچہ فرمایا۔ یٰقَوْمِ اے میری قوم اُعْبُدُوا اللّٰہَ۔ اللہ کی عبادت کرو۔ یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ غیرہ الٰہ کی صفت ہے اس لئے کہ اِلٰہ محلاً مرفوع مبتدا ہے اس پر من زائدہ ہے اور لَکُمْ اس کی خبر ہے یعنی تمہارے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ہمزہ برائے استفہام انکاری ہے اور فاء کا عطف فعل مقدر پر ہے دراصل اَفَلَا تتفکرون فَلَا تَتَّقُوْنَ الخ" تھی یعنی کیا تم تفکر نہیں کرتے

marfat.ocm
Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

۶۶ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖٓ یہ جملہ مستانفہ ہے جیسے کہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں ان کی قوم میں سے ان لیڈروں نے کہا جو کافر تھے۔

سوال : یہاں پر لیڈروں کو کفر سے صراحۃً موصوف کیوں کیا حالاں کہ اُن کے لیڈر تو کافر تھے ہی۔

جواب : یہ لیڈر نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح سب کے سب کافر نہیں تھے۔ بلکہ ان میں بعض حضرات مومن تھے۔ جیسے مُرثد بن سعد لیکن اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے۔ صرف اس انتظار میں تھے کہ ہود پیغمبر علیہ السلام تشریف لائے بلکہ وہ عاد کی خرابیوں سے تنگ ہو کر مکہ معظمہ حاضر ہو کر ذیل کے اشعار استغاثہ کے طور پڑھے۔

عصت عاد رسولھموفا مسوا
عطاشا ماتبلھم السماء
لَھُمْ صنم یقال لہ صمود
یقابلہ صَداء والبھاء
فبصرنا الرسول سبیل الرشد
فابصرنا الھدی وجلی العماء
وَاِنْ الہ ھود ھو الھی
علی اللّٰہ ولتوکل والرجاء

ترجمہ : عاد کی قوم نے اپنے رسول علیہ السلام کی نافرمانی کی تو پیاسے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان کا پانی بند کر دیا ان کا ایک بُت ہے جسے صمود کہتے ہیں۔ اس پر صرف زیب و زینت ہے اور بس شکر ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کے رسول نے راہِ ہدایت دکھائی۔ ہمیں ہدایت نصیب فرمائی اور کفر کی کالی گھٹائیں چھٹ گئیں جو ہود علیہ السلام کی خدا وہی میرا معبود ہے۔ اس اللہ تعالیٰ پر میرا توکل اور اس کی رحمت پر مجھے اُمید ہے۔

فِ : الملا۔ قوم کے سرداروں کو کہا جاتا ہے دراصل الملاء بمعنی الجماعۃ ہے۔

اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاھَةٍ ہم تمہیں اے ہود علیہ السلام بے وقوفی میں دیکھتے ہیں۔ وہ بیوقوفی تمہارے میں اسی راسخ ہے کہ اب اس کا ہٹنا مشکل ہے اس لئے کہ تم اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

فائدہ : سفاھۃ بمعنی خفۃ الحلم والرای یعنی عقل و رائی کی کمی کو کمزوری کہا جاتا ہے۔

وَاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۔ جس کے لئے آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں اس میں ہم آپ کو جھوٹا سمجھتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

آیت میں اشارہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی طرح قوم عاد کے دل کھوٹے اور خبیث تھے اس لئے ہود علیہ السلام نے جب اُن سے کھوٹ نکالا تو ان سے معمولی طور ثمرہ نکلا۔ تھوڑے بندوں نے دین حق قبول کیا چونکہ ان کی زمین اچھی نہیں۔ اس لئے جب ہود علیہ السلام نے توحید کا بیج بویا تو خراب زمین والوں سے سوائے خبث اور تسفیہ و تکذیب نہ نکلا۔ اس لئے وہ اپنے اسلاف اور اپنے ہمجنسوں کے طریقہ کو اختیار کرکے وہی کہا جو اوپر مذکور ہوا۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) در زمین گر نے شکر و خوردنی ست
ترجمان ہر زمین بہر دے است

(۲) ریگ و خاکو این زمین باثبات
باز گوید بر تو انواع نبات

ترجمہ ۱: زمین میں نے ہے یا کھانے کے لائق کوئی شے ہر زمین کا ترجمان اس کی انگوری ہے
۲: ریتلی زمین ہے یا پکی اس کی بات تجھ سے مختلف کیفیتیں بتا دینگی۔

قَالَ ہود علیہ السلام نے فرمایا باوجودیکہ ان سے غلط اور سخت غلیظ کلمات سنے۔ لیکن آپ نے حسنِ سلوک کے طور اچھا طریقہ برتا اور ایسے ہی ہر ناصح و واعظ کے لئے چاہیے۔

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ اے میری قوم میں بے وقوفی کا شائبہ تک نہیں رکھتا۔ یا بمعنی ملابستہ یا ظرفیہ ہے۔

وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں یعنی انتہا درجہ کی رشد و ہدایت اور سچائی پر ہوں اس لئے کہ رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ آپ نے ایسے جملہ سے استدراک فرمایا جسے رشد و ہدایت اور سچائی لازم ہو کیوں کہ رسول میں دین و دنیا کے انتہائی درجہ کی عقلمندی ہوتی ہے ؎

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝ میں تمہیں اپنے رب تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ اور نہایت درجہ کا امین ہوں اور رسول میں یہ دونوں صفتیں بدرجہ اُتم اور دوام بہت مشہور رہتی ہیں۔

فائدہ: رسالت کو جمع لانے کا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اسی طرح نصح اور تبلیغ کا فرق بھی ہم نے بیان کیا ہے

؎ اس میں دیوبندیوں وہابیوں نیچریوں اور پرویزیوں جملہ بد مذاہب کا رد ہے کہ وہ کہتے ہیں نبی علیہ السلام صرف دین کی باتیں جانتے ہیں۔ دنیوی اُمور سے بے خبر (معاذ اللہ)

marfat.ocm
Marfat.com

نکتہ : ناصح امین کہہ کر متنبہ فرمایا کہ اے میری قوم تم میری یہ دونوں صفتیں خوب جانتے ہو۔
قاعدہ : حال ہمیشہ ذوالحال کی ہیئت کذائیہ کو بیان کرتا ہے۔
قاعدہ : کسی شے کو کسی صفت سے موصوف کرنے کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ صفت شے
بین المخاطب ہو۔
نکتہ : نصیحت اور امانت کا متعلق ظاہر نہیں کیا گیا۔ یہ از قبیل مبہور ہے تاکہ اگر وہ ان کا مقابلہ کریں تو
اپنے متعلق دونوں حقیقتوں کو ظاہر فرما دیتے یہ بھی ایک قسم کی ہنر مندی ہے۔
۶۹ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ کیا تمہیں تعجب ہے کہ رب تعالیٰ (جو تمہارے
تمام امور کا مالک ہے) کی طرف سے وحی ظاہر ہو۔ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ تمہارے ہمجنس انسان کی زبان
لِيُنْذِرَكُمْ تاکہ وہ کفر و معاصی کے برے انجام سے تمہیں ڈرائے۔
اَعْجَبْتُمْ وحی من اللہ کے لئے اپنے جیسے انسان پر نزول پر تو تعجب کر رہے تھے لیکن انہیں اپنے
اَعْجُوبَہ تعجب نہیں ہوا کہ وہ پتھروں کی پوجا کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا لیا۔
وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ (ربط) نصیحت و امانت کے احکام کی ترتیب شروع فرمائی انذار
انذار اور اس کی تفصیل بھی۔
ترکیب : اِذْ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب اور اس کا مفعول ہے۔ اس کا یہ اِذْ ظرف
دراصل عبارت یوں تھی "واذکروا اذ جعلکم الخ" یعنی یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانشین بنایا
سوال : صاحب الفرائد فرماتے ہیں اذ اور اذا ہمیشہ ظرفیہ ہوتے ہیں اور تم نے کہا یہاں اذ ظرفیہ نہیں
جواب : نحوی قاعدہ باب الاتساع واسع یعنی ظروف کے حروف میں وسعت ہوتی ہے۔ انہیں جو
بن سکتے ہیں۔
فائدہ : مولانا ابوالسعود مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا عطف فعل مقدر پر ہے۔ دراصل عبارت
لَاتَعْجَبُوا مِنْ ذٰلِكَ وَتَدَبَّرُوا فِيْ اُمُوْرِكُمْ وَاذْكُرُوْا الخ یعنی اس سے تعجب مت کرو۔ بلکہ تدبر کرکے امور میں
کرو جب کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے جانشین بنایا۔ "مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ" نوح علیہ السلام کے بعد یعنی ان کے گھرانے
ان کی زمینوں کا تمہیں جانشین بنایا کہ ان کے بعد تم اس پر بادشاہ بنائے گئے۔ اس لئے کہ شداد بن عاد تمام
زمین کا بادشاہ تھا۔ جس کا دارالخلافہ شہر عمان تھا۔
تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں بعض کو بعض کا خلیفہ بنایا۔ اس بنا پر
روئے زمین کے خلیفہ ہوئے اس لئے کہ ایک مرتا ہے تو دوسرا اسی زمین کا مالک بن جاتا ہے

marfat.ocm
Marfat.com

طرح اہل غفلت کے غافلین اور وصال والوں کے واصلین جانشین ہوتے ہیں۔

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ ۔ اور تمہیں بڑھایا یعنی لوگوں میں تمہاری کثرت فرمائی۔ بَسْطَةً ج ۔ قد وقامت اور قوت وطاقت کے لحاظ سے۔ اس لئے کہ ان کے زمانہ میں ان سے اور کوئی بڑے قد والا نہیں تھا۔ ان کے بڑے سے بڑا قد والا سو گز اور چھوٹے سے چھوٹا ساٹھ گز کا ہوتا تھا۔

فائدہ: حضرت وہب نے فرمایا کہ ان کا سر اتنا بڑا ہوتا کہ آجکل کے دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ میں آسکتا تھا اور آنکھ کی پہنائی اتنی تھی کہ اس میں ایک شیر کے بچے کی جگہ آسانی سے بن سکتی تھی۔ اسی طرح ان کے ناک وغیرہ کا حال تھا۔

تفسیر صوفیانہ ۲

جیسے عام مخلوق میں جسمانیت کا فرق ہے ایسے ہی اُن کی سیرت میں فرق ہوتا ہے بعض سیرت میں اتنے بلند ہوتے ہیں کہ ان کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ فرزدق نے کہا ؎

وقد تلتقي الاسماء في الناس ولكني
كثيرا ولكن فرّقوا في الخلائق

ترجمہ: اسماء اور کنیت میں ایک دوسرے سے لفظی مناسبت ہوتی ہے لیکن گہری نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عادات واخلاق میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ف: شعر میں الخلائق خلیقۃ کی جمع ہے بمعنی طبیعت۔ خاقانی نے فرمایا ؎

نے ہمہ یک رنگ دارد در نیستہا و لیک
از یکے نے قند خیزد و زدگر نے بوریا

ترجمہ: دونوں نے جنگل (کھیت) میں ایک رنگ نظر آتے ہیں لیکن ایک سے کھانڈ حاصل ہوتی ہے دوسرے سے ٹاٹ وغیرہ۔

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ آلاء الی بمعنی نعمت کی جمع ہے پہلے مخصوص نعمتوں کا ذکر تھا۔ اب عام نعمتوں کا بیان فرمایا ہے جیسا کہ تعمیم بعد التخصیص کا قاعدہ ہے۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیابی حاصل کرلو یعنی نعمتوں کا ذکر تمہارے لئے شکر کی ادائیگی کا سبب بن جائے۔ تم تکالیف سے نجات پانے کے مستحق ہو جاؤ اور تمہیں اصلی مقصود نصیب ہو جائے لیکن ان کے پاس سوائے تقلید آباء کے اور کیا تھا اور اس کے سوا وہ اور کیا جواب دے سکتے تھے۔

۶ قَالُوْٓا۔ مذکورہ بالا بہترین نصیحتیں سن کر قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا۔ اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ

marfat.ocm
Marfat.com

اے ہود علیہ السلام تم ہمارے ہاں تشریف لائے ہو تاکہ ہم ایک معبود کی عبادت کریں۔ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا ۚ اور ہم ان معبودوں کی پرستش چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے آئے۔

فائدہ ۱: اِجْئْتَنَا یا تو اس لئے کہا کہ ہود علیہ السلام نے چند روز اُن سے علیحدگی اختیار کر لی جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حراء میں چند روز عبادت کے لئے تنہائی اختیار فرمائی پھر جب ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوا تو اپنی قوم کے پاس دعوتِ حق سنانے کے لئے تشریف لائے یا ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ آسمان سے تشریف لائے ہیں؟ اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ آسمان سے اللہ تعالیٰ فرشتہ رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ زمین والوں سے کوئی بشر رسول نہیں بن سکتا اس سے وہ ہود علیہ السلام کے ساتھ استہزاء کرتے یا یہاں مجازاً یہ لفظ کہا ہے اس لئے کہ ان کی مجئ سے مطلق فعل اور اس کا ارتکاب مراد تھا۔ گویا انہوں نے ہود علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کا یہی ارادہ ہے کہ ہم صرف ایک معبود کی عبادت کریں اور آپ ہمیں اس کا مکلف بناتے ہیں۔ جیسے اہل عرب کہتے ہیں۔ ذَهَبَ يَشْتُمُنِي اس میں ذھب کا اصلی معنی مراد نہیں ہے۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔ پس لائیے وہ عذاب کہ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔

سوال: گذشتہ مضمون میں تو عذاب کے ڈرانے کی تصریح نہیں تو پھر ان کا یہ کہنا کس طرح

جواب: جب "اَفَلَا تَتَّقُوْنَ" حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا تو اس سے عذاب کی دھمکی مراد تھی۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ اگر تمہاری بات نہ مانی گئی تو عذاب آجائے گا

۵۱ قَالَ ہود علیہ السلام نے فرمایا قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ تمہارے لئے عذاب واجب ہو گیا۔ یہ مجاز ہے اس لئے کہ سبب بول کر سبب مراد لیا ہے کیوں کہ علم الٰہی میں نزولِ عذاب وجوب نزول کا سبب ہے۔ مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے " رِجْسٌ عذاب۔ یہاں رجس بمعنی ارتجاس ہے یعنی اضطراب وَغَضَبٌ اور غضب یعنی ارادۂ انتقام۔ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْ اَسْمَآءٍ کیا تم میرے ساتھ ان کے لئے جھگڑتے ہو جو صرف نام ہیں نام ہیں۔ بتوں کے نام تو ہیں لیکن ان کے مسمیات کی کوئی حقیقت نہیں اس لئے کہ وہ بت بنا کر ان کا نام معبود حقیقی کے نام کے مطابق موسوم کر کے ان کی عبادت کرتے اور صرف انہیں عبادت کا مستحق سمجھتے حالانکہ الوہیت واستحقاق عبادۃ کی حیثیت سے کوسوں دُور تھے۔ سَمَّيْتُمُوْهَآ۔ اُن کے تم نے ہی نام رکھے اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ تم اور تمہارے آباء مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اور تمہارے آباء کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کوئی حجت اور برہان نہیں نازل فرمایا۔

ترکیب: سَمَّيْتُمُوْهَآ اسماء کی صفت ہے مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بھی اسی کی صفت ہے اور مِنْ سُلْطٰنٍ مَا نَزَّلَ کا مفعول ہے اور مِنْ زائدہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ اے قوم عاد تم میرے ساتھ ان مسمیات کے لئے جھگڑا کرتے ہو جن کے

marfat.ocm
Marfat.com

صرف نام ہیں لیکن ان اسماء میں وہ حقیقت ہو جس سے تم نے انہیں موسوم کر رکھا ہے اور وہ فعل قابل مذمت ہوتا ہے جس کا نام لفظ ہو لیکن معنیٰ نہ ہو اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اسم بھی وہی ہو اور مسمّٰی بھی وہی۔

قوم ہود کی بتوں کے اسماء اور ان کی کارگزاریاں

قوم ہود نے اپنے ہر بت کا علیحدہ نام اور ان کے متعلق علیحدہ علیحدہ کارکردگی سمجھ رکھی تھی چنانچہ ان کے ایک بت کا نام سائقہ تھا۔ اس کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ بارش یہی برساتا ہے ایک اور کو حافظ کہتے تھے اس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ یہ سفر میں ان کی نگرانی کرتا ہے۔ ایک اور بت تھا اس کا نام رازقہ۔ اسی طرح سالمہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف نام ہیں۔ مسمّٰی ان کا کچھ بھی نہیں۔ کیوں کہ وہ تو چند ڈھیلوں کا مجموعہ ہوتے انہیں کسی شئے پر قدرت کیسی۔ اس پر ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔ اے قوم عاد میرے سے تم ان بتوں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کے تم نے ہی از راہِ جہالت نام رکھ چھوڑے ہیں

فَانْتَظِرُوْا یہ قد وقع سے مربوط ہے یعنی اے قوم عاد جو کچھ تم مانگتے ہو اور مجھے کہتے ہو فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا پس انتظار کرو۔ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ میں بھی تمہارے ساتھ تمہارے اوپر نزول عذاب کا انتظار کرتا ہوں۔

۵۲ فَاَنْجَیْنٰهُ فَانْفَجَرَتْ کی طرح فاتصیبہ ہے یعنی اس کے بعد قوم عاد پر عذاب واقع ہوا اور ہم نے ہود علیہ السلام کو نجات دے دی۔ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو دین میں اُن کے ساتھ ہوئے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا بہت بڑی رحمت سے جو ان پر ہماری طرف سے ہوئی۔

مسئلہ آیت سے ثابت ہوا کہ ہود علیہ السلام باوجودیکہ نبی تھے اور بہت بڑے مراتب و درجات کے مالک تھے لیکن انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نجات نصیب ہوئی تاکہ بندگانِ خدا کو معلوم ہو کہ نجات حق اعمال کی محتاج نہیں اور نہ ہی اعمال صالحہ کی وجہ سے ملتی ہے بلکہ نجات محض فضلِ الٰہی اور اس کی رحمت پر موقوف ہے اس لئے جسے بھی نجات نصیب ہوئی تو محض فضل حق اور رحمت رب سے اور بس وَقَطَعْنَا دَابِرَ اور ہم نے کاٹ دی جڑ اس قوم کی۔ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی یعنی ہم نے ان کی بنیادیں اکھیڑ ڈالیں اور ان کا نام و نشان تک مٹ جائے وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ اور وہ مومن نہ تھے۔ اس کا عطف كَذَّبُوْا پر ہے اور یہ بھی الذین کے صلہ کے حکم میں ہے یعنی انہوں نے کفر و تکذیب پر اصرار کیا اور اس سے سرمو بھی پیچھے نہ ہٹے اس لئے ہم نے بھی انہیں تباہ و برباد کر ڈالا۔

مسئلہ آیت سے معلوم ہوا کہ نجات کا دارومدار ایمان اور آیاتِ الٰہی کی تصدیق پر ہے جیسے کفر و تکذیب سے تباہی و بربادی ہی نصیب ہوتی ہے (معاذ اللہ)

marfat.ocm
Marfat.com

قوم ہود کا تفصیلی واقعہ قوم عاد ملک یمن کے احقاف کے علاقہ میں رہتے تھے اور یہ ریتلا علاقہ ہے اس کے ساتھ چند مقامات اور متعلق ہیں۔ مثلاً عالج۔ دھان۔ مرین یہ علاقہ عمان اور حضرموت کے مابین واقع ہے۔ ان لوگوں نے اپنی قوت وطاقت سے اللہ کی زمین پر فتنہ و فساد برپا کر کے اہلِ زمین کا عرصہ حیات نہایت تنگ کر رکھا تھا ان کے چند بت تھے جن کی تین وقتوں صبح دوپہر اور شام کو پرستش کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاں ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا جو ان کے نسب میں تو اوسط درجے کے تھے لیکن شرافت و بزرگی میں نہایت بلند مقام کے مالک تھے ہود علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ بُت پرستی چھوڑ دو۔ صرف اللہ تعالیٰ واحد لاشریک کی عبادت کرو اور ساتھ یہ ظلم وستم جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر کرتے ہو ختم کر دو۔ انہوں نے کہا تم کون ہو ہمیں سمجھانے والے ہم یہی کریں گے جو کر رہے ہیں۔ ہمارا بالمقابل ہے کون۔ اس کے بعد اُٹھا انہوں نے اپنی کارروائی اور تیز کر دی اور سرکشی اور رعونت کا بازار گرم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرت کے طور تین سال تک اُن پر بارش بند کر دی اس وقت لوگوں کی عادت تھی کہ جب اس طرح کی کوئی مصیبت رُونما ہوتی تو مسلمان اور کافر سب مِل کر مکہ معظمہ میں جا کر کعبۃ اللہ کے سامنے گڑگڑاتے۔ اس وقت مکہ معظمہ کے باشی عمالیق تھے یعنی عملیق بن لاوُذ بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی ان کے سردار کا نام معاویہ بن بکر تھا۔ اس کی والدہ بھی قوم عاد سے تھی اس وستور کے مطابق قوم عاد نے بھی مکہ معظمہ کو جانے کے لئے پروگرام بنایا۔ چنانچہ ایک وفد تیار کیا آمدورفت کا خرچہ اکٹھا کر کے ستر آدمی روانہ کئے۔ جن کے امیر قافلہ قیل بن عنز اور مرثد بن سعد مقرر کئے گئے جب وہ شہر مکہ میں وارد ہوئے تو معاویہ بن بکر سردار مکہ کے ہاں ٹھہرے ان کا مکان شہر سے باہر تھا۔ اُس نے ان کے اعزاز واکرام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس لئے کہ اسے اپنے ننھیالی رشتہ داری کی عزت واحترام مدِ نظر تھی۔ لیکن ان مہمانوں نے آتے ہی عیش وعشرت کے مزے لُوٹنے بجائے کعبہ معظمہ میں جانے کے معاویہ بن بکر کے مکان پر پورا ایک ماہ گزار دیا۔ اس لئے کہ وہاں شراب کی بوتلیں آزادی سے اپنی ہی مرضی سے پیتے پھر نغمہ وسُرود کی محفلیں خوب گرم ہوتیں جرادتین کے گانے انہیں مدہوشی میں ڈال دیتے۔ جرادین معاویہ بن بکر کی گانے بجانے والی دو لونڈیوں کا نام تھا۔ ان میں ایک کا نام وردہ تھا اور دوسری کا جرادہ تغلیبا ہر دونوں کو جرادتین کہا جاتا معاویہ کو اُن کا یہ طریقہ ناگوار ہوا۔ اس لئے کہ آئے تو تھے کعبہ میں گڑگڑانے اور زاریاں کر کے بارش مانگنے لیکن یہاں عیش ونشاط کی محفلوں میں سرمست ہو گئے۔ نامعلوم پس ماندگان پر کیا گزری لیکن بحیثیت مہمان نوازی کے انہیں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اس لئے خاموش رہتا۔ لیکن جب کافی عرصہ گزرتا چلا گیا تو اس سے نہ رہا گیا اس نے اپنی دونوں لونڈیوں یعنی جرادین سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں ایسے اشعار منظوم کر دیں جن کے متعلق انہیں محسوس نہ ہو کہ ان کا منظوم کرنے والا کون ہے ہم ان کو جا کر سنائیں گے امید اغلب ہے کہ ان کے سنتے ہی

marfat.ocm
Marfat.com

وہ یہاں سے چل نکلیں گے۔ معاویہ نے جو اشعار منظوم کئے وہ یہ ہیں۔

الا یا قیل ویحک قم فهنه
لعل الله یسقینا قما
فیستقی ارض عاد ان عادا
قد امسوا مایبینون الکلاما
من العطش الشدید فلیس ترجو
به الشیخ الکبیر ولا الغلاما
وقد کانت نساءهم و بخیر
فقد امست نساءهموا یامیٰ
وان الوحش تاتیهم جهارا
فلا تخشی لعادی سهاماً
وانتم ههنا فیما اشتهیتم
تهارکم ولیکم التماما
فقبح وفدکم من وفد قوم
ولا لقوا التحیة ولا السلاما

ترجمہ : "ہر خبردار سے قبل افسوس ہے اٹھ کھڑا ہو اور بارش مانگ امید ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عنایت فرمائے گا اس سے قوم عاد کو بھی بارش نصیب ہو گی اب تو ان کی یہ حالت ہے کہ وہ بھوک اور پیاس سے بول بھی نہیں سکتے اس میں بوڑھے اور نوجوان سب شامل ہیں۔ جب تم چلے تھے اس وقت تمام عورتیں بخیر و عافیت تھیں لیکن اب ان کی بہت عورتیں بے شوہر ہو چکی ہیں۔ اب تو وحشی کھلم کھلا ان کے گھروں کے گرد گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں اس لئے کہ نہ کوئی مرد ہے کہ نہ انہیں کوئی تیر مارتا ہے اس وجہ سے اب انہیں کسی سے خطرہ ہی نہیں اور تم یہاں عیش و عشرت میں گم ہو رات اور دن کو ایک کئے ہوئے ہو۔ اس گندہ خصلت والے وفد کی قباحت تم سے بڑھ کر نہیں جو سلامتی و عافیت سے ہمکنار نہیں ہوتے۔"

جب جرادین نے انہیں یہ اشعار سنائے تو آپس میں لگے کہنے کہ یار وہم نے کافی وقت یہاں گزار دیا۔ اٹھو چلو حرم شریف میں گریہ وزاری کرو تاکہ ہمیں بارش نصیب ہو۔ اُن کے امیر قافلہ مرثد نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ اب ہم اپنے نبی ہود علیہ السلام کو مان لیں تو اچھا ہے ورنہ ہمارے کردار بتلاتے ہیں کہ ہماری دعاؤں سے بارش کا ایک قطرہ بھی نصیب

marfat.ocm
Marfat.com

نہیں ہو گا بلکہ اب وقت ہے کہ ہم سچے دِل سے توبہ کرلیں ابھی انشاء اللہ تعالیٰ بارش ہو جائے گی بلکہ اس سے تو اپنے ایمان کا اظہار بھی کر دیا۔ ان سب نے مرثد کی تقریر سُنی تو سارے ناراض ہو گئے اور معاویہ سے کہا کہ مرثد کو قید کر دیجئے۔ یہ ہمارے ساتھ اب کعبہ میں جانے کا نہیں رہا۔ اس لئے کہ اس نے ہود علیہ السلام کا دین قبول کر لیا اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔ یہ کہہ کر سب کے سب کعبہ معظمہ میں حاضر ہوئے اور مرثد نے یہ دُعا کی۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اسنے مسجد حرام میں کھڑے ہو کر دعا میں عرض کیا۔ اے اللہ تعالیٰ ہم تیرے ہاں مریض کی شفا مانگنے نہیں آئے اور نہ کسی قیدی کو چھڑانے کے لئے عرض کرتے ہیں بلکہ ہمیں بارش عطا فرما۔ اس لئے کہ ہم ہلاک ہو رہے ہیں۔ اے اللہ عاد کو پہلے کی طرح بارش سے نواز۔ ساتھ والوں نے کہا۔ اے اللہ تیرے قبل جو کچھ مانگ رہا ہے اسے عنایت فرما ہمارا بھی وہی مقصد ہے جو وہی عرض کر رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں خالی ہاتھ نہ لوٹانا۔ ان کی دُعا پر تین قسم کے بادل نمودار ہوئے۔

(۱) سفید

(۲) سرخ

(۳) سیاہ

اور غائبانہ ندا دینے والے نے کہا" اے قیل اپنی قوم کے لئے ان تینوں میں سے ایک کا انتخاب کرلے۔ اس نے عرض کی ہمیں سیاہ بادل عنایت فرمائے اس لئے کہ سیاہ بادل میں بارش ہوتی ہے لیکن آواز آئی کہ اے قیل تو نے وہ بادل مانگا جس میں ہلاکت و تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اس سے عاد کی قوم کا ایک بچہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ تمام بوڑھے جوان اور بچے فنا ہو جائیں گے۔ اس کے بعد وہ سیاہ بادل چل پڑا۔ جس میں عذاب یعنی تباہی و بربادی تھی اور عاد کی قوم کی طرف رخ کیا اور ان کے وادی مغیث کے بالمقابل پہنچا۔ جونہی قوم عاد نے دیکھا تو خوش ہوئے اور کہا یہ بادل آ گیا۔ ہمیں بارش سے بھرپور کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا نہیں یہ وہی عذاب ہے جو اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے تم سب کو تباہ برباد کر ڈالے گا چنانچہ اس کے بعد اس بادل سے ایک کالی سیاہ ہوا چلی جو ان پر سات دن اور آٹھ راتیں مسلسل چلتی رہی۔

قوم عاد کے عذاب کی کیفیت: اُن کے عذاب کی کیفیت یہ تھی کہ ہوا سے بڑے بڑے پتھر بستے جوان کے سروں پر پڑ پڑ کر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتے۔ جونہی انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو زمین میں گڑھے کھودے تاکہ ان گڑھوں میں چھُپ جائیں لیکن ہوا اتنی زوردار تھی کہ زمین کے نیچے زور لگا کر ان کے دو دو آدمیوں کو اوپر اٹھا اٹھا کر ان کو آپس میں ٹکرا دیتی۔ پھر انہیں زمین میں ایسے زور سے پھینکتی کہ زمین میں دھنس جاتے۔ اس حالت کو تمام اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے اور ان کی چیخ و پکار اپنے کانوں سے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام کے

marfat.ocm
Marfat.com

تمام فساد و بگاڑ ہو گیا۔

ہود علیہ السلام کو امان ہجرت

ہود علیہ السلام اور آپ کے ماننے والے ایک مقام پہ محفوظ رہے جہاں انہیں وہی ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی بھینی بھینی خوشبو دار ہو کر پہنچتی۔

واقعہ مذکور کا آغاز

منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس عذاب والی ہوا کو عذاب کے لئے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ہوا سے فرمایا کہ خزانہ سے بیل کے ناک کے سوراخ کے برابر باہر نکل جب وہ اس مقدار میں نکلی تو تمام مخلوقات کو زلزلہ آگیا۔ مشرق سے مغرب تک زمین کا چپہ چپہ ہچکولے کھا رہا تھا ہوا کے داروغہ فرشتہ نے عرض کی یا اللہ تعالیٰ اگر ہوا کی یہی حالت رہی تو نہ زمین رہے گی نہ زمین والے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہوا کو فرمایا کہ خزانہ سے انگشتری کے سوراخ کے برابر نکل۔ چنانچہ اسی قدر نکلی تو وہی کیفیت پیدا کر دی جو مذکور ہوئی۔

قصہ قوم عاد بروایت دیگر

حضرت سعید نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہوا کو عاد کی طرف بھیجا جب ان کے قریب ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے اونٹ اور بیل ہوا کی شدت سے اڑ کر آسمان کی طرف چلے گئے ہیں وہ بھاگ کر اپنے گھروں میں گھس گئے۔ لیکن ہوا نے انہیں گھروں سے نکال کر وہی کیفیت پیدا کر دی جو مذکور ہوئی۔

سوال: بیچارے حیوانات کا کیا قصور تھا کہ انہیں بھی ایسے سخت عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

جواب: جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو عام ہوتا ہے اس میں کسی شئے کی تخصیص نہیں رہتی اور اس کے اپنے افعال میں ہزار حکمتیں ہوتی ہیں اور پھر وہ ان کے قبضے میں تھے اُن سے ان کے مالکوں سے پہلے کی طرح چھا لیا جاتا۔ پھر ممکن ہے کہ ان حیوانات کو وہ عذاب نہ ہو بلکہ ان کے لئے راحت ہو۔

ہود علیہ السلام کی ہجرت:

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کے اہل ایمان کو بچا کر مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور وہیں پر ان کا وصال ہوا اور اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہر نبی علیہ السلام سے رہا کہ جونہی ان کی باغی قوم عذاب میں مبتلا ہوتی ہے تو ان کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو لیکر مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور وہیں پر بقایا زندگی بسر فرمائیں۔

مکہ معظمہ میں مزارات

بعض مفسرین فرماتے ہیں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مدفون ہیں ہود و شعیب اور صالح و اسماعیل علیہم السلام کے مزارات بھی یہیں پر ہیں[1]

مسئلہ: جب کسی قوم پر عذاب اور غضب ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا چاہیے اس لئے کہ ان کے کفر و معاصی کی وجہ سے

[1] جو لوگ مزارات کی حاضری کو شرک کہتے ہیں انہیں کعبہ معظمہ میں نہ جانا چاہیے کہ وہاں بھی انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں

marfat.ocm
Marfat.com

اس جگہ سے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے۔ وہاں سے اللہ تعالیٰ کے جلال سے ڈرنا چاہیے۔ اس لئے اپنی جگہ چھوڑ کر وہاں جانا چاہیے جہاں امان ہی امان ہو اور کعبہ معظمہ تو امن کا مرکز ہے۔ کما قال تعالیٰ "وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا"

مسئلہ: مقامات کی فضیلت کی بنا پر وہاں کی عبادت میں بھی ثواب مختلف درجات کا حکم رکھتا ہے۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی لاکھ کے برابر ہوتی ہے اس لئے کہ مکہ معظمہ کو تمام انبیاء و عظام و اولیاء کرام کے قدوم میمنت لزوم کا شرف ملا۔ یہی حال اوقات کے متعلق ہے کہ بعض اوقات دوسرے بعض سے افضل ہوتے ہیں۔

نکتہ: مبارکباد کے مستحق ہوتے ہیں وہ لوگ جو اہلِ بدعت اور اہل شر کے علاقوں کو چھوڑ کر اہل سنت و اہل ھدی کے ہاں چلے جاتے ہیں اس لئے کہ اہل خیر و اہلِ صلاح (اولیاء اللہ) پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نگاہِ کرم ہوتی ہے۔

مسئلہ: جو شخص اپنی کسی نفسانی خواہش اور دنیوی غرض یا اپنے معاش کے تحت وہیں پر پڑا رہتا ہے جہاں اہلِ معاصی و اہل نفاق کا بسیرہ ہے تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں عذاب میں مبتلا فرمایا اور گویا اسے اپنی جنت سے ایسے شخص کو دُور رکھا ہے۔ ایسے شخص نے اپنے معاملات میں سخت نقصان اٹھایا اور اسے ایسی تجارت میں سراسر گھاٹا نصیب ہوا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ہدایت یافتہ انسان گمراہوں کے ساتھ نہیں بسر کر سکتا۔ جب کہ ایسے دلائل و براہین سے معلوم ہو جائے کہ اُن کے ساتھ رہنا سراسر نقصان ہے ؎

سعد یا حُبِ وطن اگرچہ حدیث است صحیح
نتواں مرد بسختی کہ من اینجا زادم

ترجمہ: سعدی اگرچہ حب الوطن والی حدیث صحیح سہی لیکن وہاں سختی سے مرنا اور کہنا کہ میں یہاں پیدا ہوا تھا۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اہل بغی و فساد سے اہلِ ارشاد کا طریقہ حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی پھر دیارِ رُوم سے بروسہ محروسہ میں بھی اسی غرض سے پہنچا[۲] اے اللہ تعالیٰ ہمیں طریق حق و ارشاد پر ثابت قدم رکھ اور ہمیں سترِ مطلق کی ہجرت سے نواز (آمین)

---

[۲] یعنی کو الی اہل حق

یعنی اہلِ سنت کو نصیب ہیں ورنہ دوسرے تو اولیاء اللہ کی طرف جانے کو شرک کہتے ہیں۔ لا تشد والرحال والی حدیث پڑھ کر بندگانِ خدا کو ڈراتے ہیں

؎ ، فقیر اُویسی نے بھی اپنے غریب خانہ کو اسی لئے ترک کیا کہ وہاں دینی اُمور کی کچھ قدر نہ تھی اور اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محکم دین سیرانی قدس سرہ کا پڑوس اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہجرت کو منظور فرما کر سترِ مطلق ہجرت کے اسرار سے نوازے ۱۲۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ
اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں
قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ
تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ چکی یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ
فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ
دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا اور یاد کرو جب تم کو
جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ
عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے
سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا
ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں
فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ
فساد مچاتے نہ پھرو اس کی قوم کے متکبر والے کمزور
اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا
مسلمانوں سے بولے کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کے رسول ہیں بولے
اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ
وہ جو لے کر بھیجے گئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں متکبر بولے جس پر تم ایمان لائے ہمیں اس سے
بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا
انکار ہے پس ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر
تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
لے آ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے
جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ
رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا دی
لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ
تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے مرضی ہی نہیں اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی

marfat.ocm
Marfat.com

الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ
کرتے ہو تم سے پہلے جہاں میں کسی نے نہ کی تم تو مردوں کے پاس شہوت
شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ
سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے اور اس کی قوم کا کچھ
إِلَّآ أَنْ قَالُوْٓا أَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَأَنْجَيْنٰهُ
جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں تو ہم نے اسے
وَأَهْلَهٗٓ إِلَّا امْرَأَتَهٗ ز كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط فَانْظُرْ
اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت وہ رہ جانیوالوں میں ہوئی اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا تو دیکھو کیسا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾
انجام ہوا مجرموں کا

تفسیر عالمانہ ﴿۷۳﴾ وَإِلٰى ثَمُوْدَ ، یعنی ہم نے ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ ثمود عرب کا ایک قبیلہ اپنے مورثِ اعلیٰ کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوئے۔

ثمود کا نسب نامہ ثمود بن عاد بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ اس کا مسکن شام و حجاز کے مابین مقام حجر میں تھا جو وادی القریٰ کی جانب واقع ہے۔

ف : ثمود کا لفظ قرآن مجید میں منصرف و غیر منصرف ہر دونوں طرح مستعمل ہوا ہے۔ کما قال تعالیٰ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اور فرمایا اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ۔ جو اسے منصرف پڑھتے ہیں وہ اسے ایک قبیلہ کا نام بتاتے ہیں اور جو اسے

marfat.ocm
Marfat.com

غیر منصرف پڑھنے کی وجہ علمیت اور تانیث کا اسم ہونا قرار دیتے ہیں۔ اَخَاھُمْ ان کے بھائی کی طرف اس نسب کا نسبی مراد ہے ورنہ شرافت اور بزرگی کے لحاظ سے قبائل سے بہت بلند تھے۔ جیسے ہود علیہ السلام کے بیان میں گزرا۔ صٰلِحًا۔ صالح علیہ السلام کو کہا۔ اَنْ اعْبُدُوا اللّٰہَ کا عطف بیان ہے۔

صالح علیہ السلام کا نسب نامہ حضرت صالح علیہ السلام بن عبید بن آصف بن ماسح بن عبید بن حاذ ابن ثمود فَاِذَا ھُمْ فَرِیْقٰنِ سے استیناف ہے یعنی فرمایا۔ یٰقَوْمِ اے میری قوم اعْبُدُوا اللّٰہَ اللہ واحد لاشریک کی عبادت کرو مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

مسئلہ۔ آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام احکام و شرائع کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف تھے لیکن عقیدہ توحید سب متحد تھے اس لئے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں دعوت توحید دیتے رہے۔ چنانچہ سابقہ مضامین میں نوح علیہ السلام و ہود علیہ السلام نے فرمایا۔ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ۔

قوم ثمود کا تعارف مروی ہے کہ جب قوم عاد مر مٹی تو ان کے بعد قوم ثمود نے شہروں کو آباد کیا اور ان کے جانشین ہوئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اموال و اولاد میں وسعت بخشی تو بغاوت پر تل گئے اور اس کی زمین پر فساد برپا کیا اور حسب دستور سابق بت پرستی میں لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا قوم ثمود اونچی نسب سے تعلق رکھتے تھے اور صالح علیہ السلام ان میں متوسط گھرانہ سے متعلق تھے۔ آپ نے انہیں دعوت توحید دی اور بڑے عرصہ تک ان کی اصلاح میں لگے رہے یہاں تک کہ بڑھاپے کو پہنچے لیکن سوائے چند معدودہ افراد کے کسی نے آپ کی نہ سنی اور جو آپ کے متبع ہوئے وہ بھی نہایت غریب آپ نے سرکشوں کو بہت ڈرایا۔ دھمکایا۔ انہوں نے از راہ غرور تکبر کہا یا آپ سے معجزہ طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کونسی دلیل مانگتے ہو۔ انہوں نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ آپ عید کے دن ہمارے ساتھ چلیں۔ سال میں ان کا ایک دن عید کا ہوتا تھا۔ تم اپنے معبود سے دعا طلب کرو۔ ہم اپنے معبودوں کو پکارتے ہیں۔ اگر تیرا رب تیری دعا قبول کرے تو ہم تیری دعوت قبول کرلیں گے۔ اگر ہمارے معبود ہمارا کہنا مان لیں تو تم ہماری اتباع کرنا آپ نے قبول کر لیا اور ان کے ساتھ چل پڑے جب وہ بتوں کے قریب ہو کر دعا مانگنے لگے تو خاک بھی جواب نہ ملا۔ بہت سخت شرمندہ ہوئے۔ ان کا لیڈر حضرت صالح علیہ السلام کو سامنے پڑے ہوئے پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا وہ پتھر پہاڑ کی جانب تنہا پڑا ہوا ہے کاتبہ کہا جاتا تھا۔ اگر اس سے بہت بڑی موٹی اونٹنی جو بختی اونٹوں کے مشابہ ہو نکال دو تو ہم تیری دعوت قبول کرلیں گے آپ نے ان سب سے عہد و پیمان لے کر دوگانہ پڑھا اور دعا مانگی یا اللہ کریم اس پتھر سے انہی کے حسب منشا اونٹنی ظاہر فرما دے وہ پتھر ایسے ہی حرکت میں آگیا۔ جیسے اونٹنیاں بچہ جنتے وقت حرکت کرتی ہیں اس سے اس طرح کی اونٹنی نمودار ہوئی جیسے کہ وہ چاہتے تھے۔ جندع نامی ان سب کا لیڈر تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اس کے ساتھ چند اور بھی لیکن باقی برادری نے انکار کر دیا ان سب

marfat.ocm
Marfat.com

کا سرخیل ذواب بن عمرو الجناب تھا۔ جو بتوں کا محافظ اور تمام کاہنوں کا سردار تھا۔

۱: یکے بنود عنایت رہ ہدایت یافت
یکے بوادی خذلان بساند سرگردان

۲: یکے بوسوسۂ دیو رفت سوئے سقر
یکے زپیروی حق گرفت ملک جنان

ترجمہ ۱: کسی نے تو نور عنایت سے راہ پائی دوسرا وادی رسوائی میں سرگردان رہا۔
۲: ایک وسوسہ شیطان سے دوزخ میں گیا دوسرے نے پیروی حق سے بہشت کی راہ لی۔

فائدہ: وہ اونٹنی بچے سمیت قوم ثمود میں رہنے سہنے لگی وہاں سے گھاس چرتی اور انہی کے پانی سے پانی پیتی اس معجزہ کے ظہور کے بعد صالح علیہ السلام نے فرمایا۔ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ جَآءَتْكُمْ کے متعلق ہے یا اس کا متعلق محذوف ہے اور بینہ کی صفت ہے یعنی وہ بینہ جو تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔

فائدہ: حضرت مولانا ابوالسعود مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ صالح علیہ السلام کا وہ پہلا کلام ہے جو آپ نے اپنی قوم کی تبلیغ و نصیحت اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تذکرے سے فارغ ہوئے تو سب سے پہلی گفتگو یہی فرمائی لیکن انہوں نے آپ کی ایک نہ مانی۔ بلکہ آپ کی تکذیب کی۔ چنانچہ سورۂ ہود کے مضمون ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیھا" الی آخر آلایات سے معلوم ہوتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ گفتگو آپ نے ان سے دعوتِ توحید کے بعد فرمائی لیکن یہ صحیح نہیں کیوں کہ اس کے لئے کوئی قرینہ نہیں ملتا اور پہلی تقریر کے لئے قرینہ پایا جاتا ہے جسے ہم نے پہلے بیان کر دیا۔

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے معجزہ بن کر آئی ہے یہ جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے گویا انہوں نے سوال کیا کہ اے صالح علیہ السلام بتائیے۔ یہ اونٹنی کیا ہے انہوں نے جواب میں فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے۔ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوا صریح الفاظ میں کہتا ہوں کہ میری نبوت کے لئے ایک دلیل اور علامت ہے۔

سوال: ناقۃ اللہ کی طرف مضاف کیوں جب کہ اتمام اضافت سے کسی ایک قسم سے بھی یہ نہیں بن سکتی۔

جواب: ناقۃ کی عظمت بتانے کے لئے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اسے اضافت تشریفی کہا جاتا ہے۔ جیسے بیت اللہ میں اضافت تشریفی ہے۔

جواب ۲: چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اگرچہ ہر شے اللہ تعالیٰ سے آتی ہے لیکن اسباب سے متعلق ہو کر اور یہ مقررہ اسباب کے بغیر آئی ہے اور اس کی تخلیق میں ذرائع مستعمل نہیں ہوئے جیسے دوسری اشیاء

marfat.ocm
Marfat.com

کی تکوین میں صرف سبب مستقل ہوتے ہیں۔ مثلاً نر و مادہ کا اجتماع پھر صلب سے رحم میں آنا اور پھر اس کا کئی عرصہ مان کر پیٹ میں پرورش پانا پھر اُس کے بڑے ہونے تک انسانوں کی سعی وغیرہ وغیرہ اور لَکُمْ میں بھی ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ آیت کس کے لئے ہے تو اس کے جواب میں فرمایا لَکُمْ یعنی یہ تمہارے لئے ہے۔

سوال: یہ معجزہ تو عام کے لئے تھا۔ لیکن اس تخصیص کیوں۔

جواب: چونکہ اس کے ہونے کا سوال انہوں نے کیا اس لئے ان کی تخصیص ہوئی اور اگر وہ عناد کو چھوڑ کر دلائل و براہین سے ہدایت کے طالب ہوتے تو ان کے لئے یہ مفید بھی ہوتی۔ بنا بریں ان کی تخصیص کی گئی فَذَرُوْهَا اس پر تفریع ہے چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے آیات سے ایک آیت ہے فلہٰذا اس کا تعرض ناجائز ہے فلہٰذا تم اسے چھوڑ دو۔ تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ امر کا جواب ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے اور زمین بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اس لئے کہ اسے جرکے علاقوں کی زمین میں چھوڑ دو۔ یہ جہاں سے چاہے گھاس کھائے۔ تمہارے لئے اسے روکنے کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی اسے کسی جگہ کے پانی پینے سے روک سکتے ہو۔

سوال: آیت میں صرف اکل کا بیان ہے تم نے پینے کا معنیٰ کہاں سے لیا۔

جواب: اکل کو شرب مستلزم ہے۔ اس التزام سے ہم نے شرب کا معنیٰ لیا۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ یہ باب مفاعلت کا ہے یعنی اسے نہ پہنچو۔ درانحالیکہ تم متلبس ہو برائی کے ساتھ یعنی اس کے ساتھ کوئی ایسا کام نہ کرو جو اسے تکلیف پہنچانے مثل قتل کرنا۔ مارنا۔ یا اس طرح ڈرانا دھمکانا۔ کھانے پینے سے روکنا صرف اللہ تعالیٰ کی نسبت کے اکرام و اعزاز کے پیش نظر۔

فائدہ: سوء اسم ہے جو ایذار کی جمیع اقسام پر حاوی ہے۔

فائدہ: باتعدیہ کی ہے معنیٰ یہ ہے کہ اسے تم کسی بھی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔

فائدہ: اس میں مبالغہ ہے کہ اسے برائی سے ہاتھ لگانے سے بھی روکا گیا ہے چہ جائیکہ اسے دکھ یا کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے۔ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ پس تمہیں دردناک عذاب پکڑے گا یہ نہی کا جواب ہے۔ تفسیر فارسی میں ہے کہ اونٹنی کی وجہ سے عذاب کے مستحق نہ ہوئے بلکہ جب انہوں نے معجزہ دیکھ کر انکار کیا تو کافر ہوئے۔ اس کفر سے انہیں سزا ملی اور جب وہ دیکھ چکے کہ اونٹنی واقعی حقیقی معجزہ ہے تو پھر بھی اسے قتل کر ڈالا تو یہ ان کے کفر میں سخت انہماک کی دلیل ہے۔

تفسیر صوفیانہ

عوام کے لئے معجزہ تو یہی تھا کہ پتھر سے ایک بہترین اونٹنی نکلی۔ لیکن خواص کے لئے یہ معجزہ تھا کہ ان کے دل سے سراسر سے راز کا صدور ہو اور سراسر ایک مخفی بھید

marfat.ocm
Marfat.com

کا نام جسے صرف اہل اللہ جانتے ہیں اور ناقۃ اللہ سے وہ مرد مجاہد مراد ہے جو معرفت الٰہی کی امانت کا حامل ہو اور اس کے دودھ سے وہ واردات الٰہیہ مراد ہیں جو وہ مردِ خدا بندگانِ الٰہی کے ظاہری جسم کے قویٰ وحواس کو فیض پہنچاتا ہے۔ تاکل فی الارض سے اولیاء اللہ کا ریاض قدس سے فیضاب ہونا اور حیاض انس کے انوار سے مستنیر ہونا مراد ہے۔ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوْٓءٍ ۔ شریعت کی مخالفت اور طریقہ کا معارضہ نہ کرو فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ اگر کرو گے تو اصلاحات حقیقیہ سے انقطاع اور ہجران کا دردناک عذاب تمہیں گھیرے گا

۵ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد تمہیں علاقہ حجر کا جانشین بنایا ہے یعنی انہیں تباہ و برباد کر کے ان کی زمینوں کا تمہیں مالک بنایا ہے اس تقدیر میں اذکا منصوب علی المفعولیۃ ہے جیسے اس کی تقریر پہلے گزری۔ وَبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تمہیں حجر کی زمین پر آباد اور وہاں پر تمہیں جگہ۔

فائدہ : مولانا ابوالسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حجاز و شام کے درمیان کے علاقہ حجر میں تمہیں گھر اور رہنے سہنے کی منزل بنانے کی کیفیت بیان کی گئی ہے یعنی اس زمین کی نرم جگہ میں تم بلند و بالا مکان بناتے ہو

فائدہ : یہاں پر من بمعنی فی ہے جیسے وَاِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ میں من بمعنی فی ہے یا زمین کی نرمی مراد ہے کہ اس سے کچی پکی اینٹیں تیار کرتے تھے۔ وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ اور پہاڑوں کو گھڑتے ہو۔ الجبال۔ الصخور صخر کی جمع بمعنی پتھر اور تنحتون النحت سے ہے کسی سخت شے کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور الجبال تنحتون کا مفعول بہ ہے۔ بُيُوْتًا۔ الجبال سے حال مقدرہ ہے۔ جیسے خط ہذا الثوب قمیصا میں قمیصا حال مقدرہ ہے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کے سردیوں میں پہاڑوں میں مسکن ہوتے ہیں اور گرمیوں میں زمین کی آبادیوں میں اس لئے دو محلے بیان کئے گئے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں چونکہ ان کی عمریں بہت بڑی ہوتی تھیں۔ اس لئے زمین پر جتنے گھر بناتے تھے وہ ان کی عمروں کے اختتام سے پہلے پرانے ہو جاتے تھے ان کے گرنے کا خطرہ ہوتا تو پھر پہاڑوں سے مکان تیار کرتے۔

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ ۔ پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو یعنی ان کی حفاظت کرو وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ یعنی اشد الفساد کو کہا جاتا ہے یعنی اے کافرو زمین پر سرکشی نہ کرو درآنحالیکہ تم فساد پھیلانے والے ہو۔ یہ حال ان کے تعارف کے لئے ہے نہ کہ عامل کو مقید کرنے کے لئے ورنہ اس کا مفہوم مخالف کا معنیٰ فائدہ بخش ہوتا۔ حالانکہ اس کے مفہوم مخالف کا کوئی معنیٰ نہیں مثلاً مفہوم مخالف یوں ہے "لا تعثوا فی الفساد حال کونکم مصلحین" یہ معنیٰ کسی صورت میں جائز نہیں۔

سوال : مُفْسِدِيْنَ سے اس لئے مقید کیا گیا ہے کہ العثی دراصل مطلقاً تعدی کو کہتے ہیں۔ لیکن فساد کے

marfat.ocm
Marfat.com

معنی عام مستعمل ہونے لگ گیا ہے اس لئے کہ یہ کبھی غیر ظالم کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے ظالم کا معنی
قدرت پر مستعمل ہونا عام ہو گیا ہے لیکن کبھی غیر ظالم پر بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی ہر وہ شخص جو اپنے نفس
کو کسی قسم کی تکالیف میں مبتلا کرے بلکہ کبھی اس میں خیر اور بھلائی ہوتی ہے جیسے خضر علیہ السلام نے
بچے کو قتل کر دیا اور غریبوں کی کشتی توڑ دی۔ اس معنی پر اس کے قائل کو مقید ہونا چاہیے جیسے عام کو
خاص کیا جاتا ہے۔

قَالَ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اَلْمَلَاُ۔ اس سے قوم کے لیڈر اور ان کے سردار مراد ہیں۔ اَلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا
انتخاب سے ان لوگوں نے کہا جو صالح علیہ السلام کی قوم کے سردار تھے اور جو حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت سے
پیشتر کہ کفر سے روگردانی کر چکے۔ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا یہ لام تبلیغ کا ہے یعنی ان لوگوں سے جو صالح علیہ
السلام پر ایمان لائے اور ان کی قوم میں نہایت ہی کمزور اور تنگدست تھے۔
لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ۔ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا سے بدل الکل ہے اور منہم کی ضمیر قوم کی طرف راجع
ہے اَتَعْلَمُوْنَ کیا جانتے ہو۔ اِنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ واقعی صالح علیہ السلام اپنے رب
کے رسول ہیں۔ صالح علیہ السلام کو رسول کے لفظ سے تعبیر کرنا استہزاء ہے ورنہ وہ انہیں رسول کب
مانتے تھے۔ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ ان ضعیف اور کمزور لوگوں نے کہا ہم ان کے لائے ہوئے حکم
اور ہدایت پر مُؤْمِنُوْنَ ایمان لانے والے ہیں۔
قَالَ۔ کفار کے سوال سے اہل ایمان نے رسول کیوں کیا۔ انہیں صرف نعم کہنا تھا یا نعلم انہ مرسل منہ تعالیٰ
کہتے۔
جواب۔ تاکہ کفار کو تنبیہ ہو کہ اے کافرو تم اتنے غبی ہو کہ تمہیں ان کی رسالت پر اب بھی شک ہے
جن کی رسالت تو اظہر من الشمس ہے اور وہ تمہیں معلوم ہے اگرچہ ضد سے نہیں مانتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے
جواب میں اسے موصول کا صلہ بنایا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شے کسی کا صلہ بنے وہ ایسا جملہ ہو جو ذات موصول
کے معلومۃ الانتساب ہو۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ گویا اہل ایمان سے کافروں نے کہا اے کافرو صالح
علیہ السلام کے رسول ہونے میں اب بھی کوئی شک کی گنجائش رہ گئی ہے ہر عاقل سمجھدار پر اُن کی رسالت واضح
ہو چکی ہے جب کہ وہ ایک معجزہ دکھا چکے ہیں جو عقل کی جولانیوں سے کوسوں دور ہے پھر بھی شک اور شبہ
کا کام ہے۔ ہاں اُن پر ایمان لانے کا معاملہ شک میں ہے تو سن لو کہ ہم ان پر ایمان لا چکے ہیں یہ ایک ایسا
جواب ہے جو اپنا جواب آپ ہے اور یہ جواب صرف دانائی و حکمت سے دیا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس
جواب میں ایسی باتیں آ گئی ہیں جو مخاطب کے ذہن میں نہیں تھیں وہ یہ تمام برکت صالح علیہ السلام

marfat.ocm
Marfat.com

کی صحبت کی تھی جیسے ہمارا عقیدہ ہے ؎ چوں با اہل دل رسی جوہر شوی

ترجمہ :۔ جب تم اہل دل کے ہاں پہونچو گے۔ جوہر ہو جاؤ گے

۵۶ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ کٰفِرُوْنَ۔ کہا ان لوگوں نے جو متکبر تھے کہ ہم تو اس کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ کفار نے جواب مطابق سے اعراض کیا وہ جواب ان کا پہلے یہ تھا کہ " انا بما ارسل بہ کافرون " اس لئے پہلے جواب میں ثابت ہوتا تھا کہ صالح علیہ السلام کا رسول ہونا مسلم نہیں اور نہ ہی ان کا رسول ہونا ہمیں معلوم ہے وہ تو صرف ان کا اپنا دعویٰ ہے اور تم بھی ان پر ایمان لائے ہو لیکن ہمیں ان کے رسول ہونے کا اقرار نہیں۔

فائدہ : اہلِ ایمان نے اپنے دعویٰ کو کفار کے کفر کی دلیل بنائی ؎

قسمت اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مذمت دو طریقوں سے فرمائی۔

(۱) استکبار یعنی اپنے آپ آپ کو اپنی قدر و منزلت سے زائد ظاہر کرنا اور حق کا انکار کرنا۔

(۲) جو لوگ نبی علیہ السلام کی تعظیم و تکریم بجا لاتے ان کو بالکل ناکارہ آوارہ سمجھنا[1]

فائدہ : آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی مدح فرمائی کہ وہ حق پر ثابت قدم ہیں اور باوجودیکہ دنیوی حیثیت سے کچھ نہیں تھے لیکن کفار کے سامنے جرات سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا۔ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ ۷۷ پس انہوں نے اونٹنی کو قتل کر دیا۔

سوال : قتل تو صرف ایک نے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس گناہ میں شامل کر دیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : بوجہ ملابست کے[2]

جواب ۲ : چونکہ وہ اس قتل سے راضی تھے اس لئے جو کسی کے غلط فعل سے راضی ہو وہ بھی اس حکم میں شامل ہوتا ہے۔

قصہ اونٹنی کا مروی ہے کہ اونٹنی ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن پانی پیتی تھی۔ جب اس کی باری ہوتی تو اپنا سر کنویں میں رکھتی اور اس وقت سر اٹھاتی جب کنویں کا پانی بالکل ختم ہو جاتا۔ پھر ثمودیوں

---

[1] ، [2] ، سابقہ صفحہ سے ، [1] ، جیسے وہابی، دیوبندی و دیگر فرقے اہلسنت کو نبی کریم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے بیوقوف اور ناکارہ آوارہ سمجھتے ہیں [2] ، اس قاعدہ کے تحت ہم نے کہا کہ نجدیوں وہابیوں دیوبندیوں قادیانیوں سے جو کفریہ کلمات صادر ہوئے ان پر جو لوگ مطلع ہو کر پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ اچھے ہیں تو وہ بھی ان کے حکم میں ہیں۔

marfat.ocm
Marfat.com

پھیلا دیتی۔ لوگ اس سے دودھ کے برتن بھر لیتے۔ جتنا چاہتے پھر اسے پیتے رہتے جو بچ جاتا اسے دوسرے دن کیلئے رکھ چھوڑتے اونٹنی کی موٹاپے کی کیفیت اتنی وسیع تھی کہ کنویں کو جس راہ سے جاتی تو واپس اس راہ سے نہیں آ سکتی تھی پھر اسے پانی پینے کے بعد کنویں سے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑتا۔

فائدہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قوم ثمود کے علاقہ میں گیا تو مجھے اونٹنی کا ایک راستہ جانے کا دکھایا گیا۔ جس کی پیمائش ساٹھ گز تھی۔ جس دن اونٹنی کے پانی پینے کی باری نہ ہوتی اس دن قوم ثمود کنویں سے پانی بھی لیتی اور اپنے جانوروں کو بھی پلاتی اور دوسرے روز کے لئے پانی بھی بھر کر رکھ چھوڑتے۔

اونٹنی کی دوسرے جانوروں پر ہیبت

مروی ہے کہ اونٹنی گرمی سے وادی کے کنارے جا گزیں ہوتی تو قوم ثمود کے تمام جانور ڈر کے مارے بھاگ کر وادی کے اندرونی حصہ میں چلے جاتے۔ جب سردی پڑتی تو اونٹنی وادی کے اندرونی حصہ میں چلی جاتی تو ان کے جانور ڈر کر بھاگ کر وادی کے اوپر باہر سردی میں گزارتے یہ بات قوم ثمود کو ناگوار گزری۔

اونٹنی کے قتل کا منصوبہ

جب قوم ثمود اونٹنی کی مذکورہ کاروائی سے تنگ آ گئے تو انہیں دو عورتوں عنیزہ ام غنم اور صدقہ بنت المختار نے اونٹنی کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا۔ بلکہ اس پر انہیں خوب ابھارا۔ اس لئے کہ تمام برادری سے ان دونوں عورتوں کے جانور بہت زیادہ تھے۔ اور انہیں بہت زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔

فائدہ: حضرت معاذی نے فرمایا کہ ثمود کی قوم میں ایک عورت صدوق نامی بڑی حسینہ و جمیلہ تھی اور مالدار بھی تھی۔ اونٹ گائے بکریاں بھی اس کی بہت زیادہ تھیں۔ اسے حضرت صالح علیہ السلام سے بھی سخت دشمنی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح ناقہ قتل کر دی جائے اس لئے اس نے اپنے چچا زاد کو بلایا۔ جس کا نام مصدع بن دہر تھا۔ اسے کہا کہ اگر اس اونٹنی کو قتل کر دو تو میں تیرے نکاح کو لوں گی اس نے کہا میں قتل کر دوں گا اس کے بعد اس عورت نے قدار بن سالف کو بلایا۔ وہ سرخ رنگ اور کا اور پستہ قد تھا۔ مشہور تھا کہ وہ ولد الزنا ہے اگرچہ وہ سالف کے نکاح میں پیدا ہوا۔ اس عورت نے قدار کو کہا کہ اگر تم اونٹنی کو قتل کر دو تو میری لڑکیوں میں سے جس سے چاہو نکاح کر دوں گی۔ وہ بھی قوم ثمود میں بہادر تھا۔ اس نے بھی اس کام کی سرانجامی کا وعدہ کر لیا۔ ہر دونوں چل پڑے۔ قوم ثمود میں سے نو آدمی اپنے ساتھ اور ملا لئے اور اونٹنی کو قتل کرنے کیلئے چل نکلے۔

اونٹنی کے قتل سے قبل صالح علیہ السلام کو علم

اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کے ہاں وحی بھیجی کہ اونٹنی کے قتل کے منصوبے ہو رہے

marfat.ocm
Marfat.com

ہیں۔ آپ اپنی قوم کو سمجھائیں۔ آپ نے قوم ثمود کو سارا ماجرا سنایا۔ لیکن ان سب نے انکار کر دیا بلکہ قسمیں کھائیں کہ ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ لیکن آپس میں مشورہ کیا اور قسمیں کھائیں کہ اونٹنی اور صالح علیہ السلام کے گھر والوں پر رات کے وقت حملہ کریں گے اس کی صورت یہ ہے کہ ہم سفر کے لئے چلیں لوگ سمجھیں گے کہ وہ سفر کو چلے اور ہم کسی غار میں چھپ جائیں جب رات ہو گی تو اونٹنی کو قتل کر دیں گے اور پھر واپس غار میں چند روز چھپے رہیں گے چند دنوں کے بعد گھر واپس آئیں گے تو وہ ہمارے سے سوال کریں گے تو ہم قسم کھا کر کہہ دیں گے ہمیں اونٹنی کا کیا پتہ ہم تو سفر میں تھے۔

اونٹنی کی کرامت

حضرت صالح علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ رات کو اپنے گاؤں میں آرام نہیں فرماتے بلکہ گاؤں سے باہر آپ کی ایک مسجد تھی وہاں چلے جاتے تھے اس مسجد کا نام بھی مسجد صالح رات اس مسجد میں بسر کر کے صبح واپس گاؤں میں آجاتے اور ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے۔ پھر شام کو اسی مسجد میں واپس پہنچ جاتے۔ ایک رات اس معمول کے مطابق دن کو بستی والوں کو نصیحت کر کے شام کو اپنی مسجد میں چلے گئے اونٹنی کے قاتل بھی اسی دن سفر کا عزم ظاہر کر کے بستی سے باہر نکل کر حسب مشورہ اسی غار میں چھپ گئے لیکن رات کے وقت غار ان پر گری تو وہ مر گئے۔ صبح کو کفار میں سے کسی نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ چیخا اور شور مچایا کہ انہیں صالح علیہ السلام نے قتل کرایا ہے۔ اس پر اب تمام کھلم کھلا اونٹنی کے قتل پر متفق ہو گئے۔

صالح علیہ السلام کا دوسرا معجزہ

حضرت ابن اسحاق نے فرمایا کہ ان نو قاتلین ناقہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ صالح علیہ السلام کو بھی قتل کر دینا چاہیے۔ ان کے گھر جائیں گے وہ سچے نبی ہیں تو ہمیں ان کے قتل کرنے پر قدرت نہیں ورنہ انہیں اونٹنی کے ساتھ مار مٹائیں۔ یہ طے کر کے صالح علیہ السلام پر رات کو حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ کے دولت خانہ میں پہنچے تو فرشتوں نے انہیں پتھر مار مار کر ہلاک

اُونٹنی کا قتل

ایک روایت میں ہے کہ قدار مصدع اور نوسامی اونٹنی کی تاک میں تھے کہ جب پانی سے نکلے گی تو دیکھی جائے گی چنانچہ جب وہ نکلی تو مصدع ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھا تھا اونٹنی وہاں سے گزری۔ مصدع نے تیر مارا تو اس کی پنڈلی پر لگا۔ اس پر قدار نے تلوار سے اس پنڈلی کو کاٹا جس سے اونٹنی گر پڑی اور وہ بلبلاتی تھی کہ پھر قدار نے تلوار کا دوسرا وار اونٹنی کے گلے پر کر کے اسے ذبح کر دیا شہر والے کافروں کو معلوم ہوا کہ اونٹنی ماری گئی تو آ کر گوشت تقسیم کر کے لے گئے۔ جب اونٹنی کے نوزائیدہ بچے نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ ایک پہاڑی پر چڑھا۔ اس پہاڑی کا نام تھا "قارہ" وہاں تین بار بلبلایا اور اس کے ماں کی مفارقت سے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس طرح روتا ہوا اسی پتھر کے قریب آیا جہاں سے اونٹنی پیدا کی گئی تھی فوراً اس پتھر نے منہ کھولا تو وہ اس پتھر میں چلا گیا۔ پھر اس پتھر نے اپنا منہ بند کر لیا۔

marfat.ocm
Marfat.com

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ کا یہی مطلب ہے مرتد ہوا وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اور اپنے رب کریم کے امر سے منہ موڑا۔ جو صالح علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کا امر سنایا کہ غدر دیا اور نہی سنائی کہ وَلَا تَمَسُّوهَا اللہ تعالیٰ کے امر سے سرکشی کی یعنی اس کے لئے مشروع فرمایا اور فرمایا یہی تمہارا دین ہے اسی پہ چلو لیکن انہوں نے مخالفت کی۔ یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امر تکوینی میں ان سے سرکشی صادر ہوئی گویا اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا کہ اونٹنی کو آزاد چھوڑے رکھنا یہ مخالفت ان کی سرکشی کا سبب بنی۔ اس سے وہ نجات نہ پا سکے یہ وہی محاورہ ہے جو دوسرے مقام پر فرمایا وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ (کذا فی الکشاف)

وَقَالُوْا۔ صالح علیہ السلام کو مخاطب ہو کے یا بمعنی کہ جو بات ہم انہیں کہیں گے وہ پوری نہیں کر سکیں گے اس طرح سے وہ آئندہ ہم سے لاجواب ہو کر رہیں گے۔ کہا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔ اے صالح لائیے وہ عذاب جو ہمیں دھمکی کی وجہ سے آپ ہمیں ڈراتے تھے۔

اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اگر آپ رسولوں سے ہیں یعنی آپ بھی منجملہ رُسل کرام علیہم السلام ہیں تو وہ وعدہ وعید سناتے اور پھر لا کر دکھاتے تو تم بھی اپنی صداقت پر کچھ کر کے دکھلائیے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس انہیں سخت سے سخت جھٹکے نے پکڑ لیا۔ یہ ان کے مذکورہ بیان کے فوراً بعد کا نہ ہوا۔ بلکہ اس کے بعد بھی کچھ وقفہ دیا گیا اور پھر تین دن انہیں عذاب کے مبادی نظر آتے رہے۔ چنانچہ اس زلزلہ کے واقعہ میں بیان ہوگا اس کے بعد پھر اُن پر زلزلہ آیا۔

سوال کسی جگہ پر ان کے لئے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ کہا گیا اور کہیں ان کے لئے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ کسی جگہ پہ فَعَقَرُوْا النَّاقَةَ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب : اس میں تناقص نہیں اس لئے کہ انہیں مختلف کیفیات سے عذاب دیا گیا۔ مثلاً رجفۃ صیحۃ پر مرتب ہوا اس لئے کہ جب صیحہ کو سنا تو دلوں میں ایسی تھرتھراہٹ پیدا ہوئی کہ اس سے ہی مر گئے اور یہ بھی ہے کہ ہر دو نوع کے حملے پر مرے۔

فائدہ : حدادی نے فرمایا کہ پہلے انہیں زلزلے نے گھیرا پھر جبریل علیہ السلام کی چیخ سے سب مر گئے۔

فائدہ : تفسیر فارسی میں ہے کہ جب اونٹنی ماری گئی تو صبح صادق کے بعد زلزلے شروع ہو گئے۔ بالطاغیہ میں باء سببیہ ہے اور طاغیۃ بمعنی طغیان ہے اور اس میں علامۃ کی طرح تا مبالغہ کی ہے اب معنی یہ ہوا کہ وہ اپنی سرکشی کے سبب تباہ و برباد ہوئے۔

فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ۔ پس وہ اپنی زمینوں اور اپنے شہروں یا اپنے گھروں میں ہوئے جٰثِمِيْنَ اوندھے پڑے ہوئے یعنی موت کے گھیرے میں آ کر مٹے پڑے تھے کہ ان میں کسی قسم کی حس و حرکت نہ تھی

marfat.ocm
Marfat.com

حل لغات جثوم یعنی ابروک (گھٹنے بل پڑنا) ہے مثلاً کہا جاتا ہے " الناس جثوم " یعنی لوگ ایسے بیٹھے ہیں کہ گویا انہیں کوئی حس وحرکت نہیں۔

فائدہ : ابو عبیدہ نے فرمایا کہ الجثوم انسانوں اور پرندوں کے لئے اور ابروک اونٹوں کے لئے بولا جاتا ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کی ابتدا میں وہ اسی طرح ہوئے۔ جیسے عادتاً موت کے وقت ہوتا ہے کہ جب اُن سے روح خارج ہوئیں تو انہیں کسی قسم کی حس وحرکت نہ تھی ظاہر ہے کہ اس میں ان پر سخت گرفت اور زود تر عذاب میں مبتلا کرنے کا بیان ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا بِکَ نَعُوْذُ مِنْ نُزُوْلِ سخطک وحلول غضبک (امین)

سوال : جب ان کے لئے رجفہ میں مبتلا کیا تھا تو ان کے لئے دار کو واحد اور جب صیحۃ کا ذکر فرمایا تو صیحۃ جمع کا لایا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب : چونکہ صیحۃ آسمان پر ہوا اس کا ظہور و بلوغ زلزلہ سے زائد تھا۔ اس لئے اس کے لئے جمع اور رجفہ کے لئے واحد لانا مناسب تھا۔

صالح علیہ السلام کو ناقہ کے قتل کی اطلاع

مروی ہے کہ صالح علیہ السلام کو مطلع کرنے سے پہلے اونٹنی کے قتل کے وقت اس کا نوزائیدہ بچہ پہاڑ کی طرف بھاگا اور وہاں تین بار بلبلایا اور صالح علیہ السلام کو اطلاع کی گئی تو آپ نے فرمایا اس کے بچے کو قابو کرلو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اُن سے عذاب اٹھالے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ بچہ پہاڑ سے اُتر کر بلبلانے کے بعد پتھر میں گھس گیا۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اونٹنی کے بچے کے تین بار بلبلانے میں یہ حکمت ہے کہ ہر ایک بلبلانے پر تین روز کی مہلت ہے اب تم اپنے گھروں میں صرف تین روز بسر کرسکتے ہو اس کے بعد کوئی مہلت نہیں اور یہ ہماری آخری بات ہے۔

ف : صالح علیہ السلام کی باغی قوم نے اونٹنی کو بدھ کے دن قتل کیا تو انہیں صالح علیہ السلام نے فرمایا اب تم عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ۔

صالح علیہ السلام کا علم مافی الغد

صالح علیہ السلام نے جب باغیوں کو عذاب کی خبر سنائی تو انہوں نے کہا اس کی کوئی نشانی آپ نے فرمایا کہ خمیس کے دن صبح کو اٹھو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے جب جمعہ کو اٹھو گے تو تمہارے چہرے سرخ ہوں گے ہفتہ کے دن صبح کو تمہارے چہرے کالے سیاہ ہوں گے اتوار کے دن صبح سویرے تمہیں عذاب گھیرے گا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ جیسے صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ خمیس کے دن صبح کو اٹھے تو ایسے سخت زرد تھے کہ گویا ان کے چہروں پر زعفران مل دیا گیا سب چھوٹے بڑے مردوں اور عورتوں کی یہی کیفیت تھی۔ سب نے یقین کر لیا کہ واقعی صالح علیہ السلام نے سچ کہا

marfat.ocm
Marfat.com

پھر مشورہ کیا کہ انہیں تلاش کر کے قتل کر دو۔ لیکن آپ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور ایسی جگہ چھپ گئے کہ بسیار تلاش کے باوجود آپ انہیں نہ مل سکے لیکن انہوں نے آپ کے ساتھیوں کو ستانا شروع کر دیا اور کہا بتاؤ ورنہ ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔ لیکن جب جمعہ کا دن ہوا تو ان کے چہرے سرخ ہو گئے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کے چہروں کو خون سے تر بتر کیا گیا ہے یہ حالت دیکھ کر چیخے چلائے اور سخت روئے اور یقین کیا کہ اب عذاب ہمارے قریب آگیا اور جمعہ کا دن ایک دوسرے کے چہروں کے حالات سننے سنانے میں گزار دیا جب ہفتہ کا دن ہوا تو ان کے چہرے سخت سیاہ کالے ہو گئے گویا ان کے چہروں پر تارکول مل دیا گیا ہے اور ان پر نیل چھڑکا گیا ہے یہ حالت دیکھ کر سخت روئے اور کہنے لگے عذاب آگیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی ہجرت

اتوار کی رات حضرت صالح علیہ السلام اُن کے ہاں تشریف لائے اور اپنے ماننے والے کو لے کر شام کے ملک کو ہجرت کر گئے شام کے ملک میں پہنچ کر آپ فلسطین میں اُترے۔

عذاب کے نزول کی کیفیت

صالح علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد باغی قوم نے دن چڑھے صبر۔ دوائی کی دھونی لگائی تاکہ اس کی کڑواہٹ سے درندے ان کے قریب نہ آئیں اور کفن پہن کر زمین پر پڑے رہے۔ کبھی آسمان کو دیکھتے اور کبھی زمین پر کہ نا معلوم عذاب کہاں سے آئے چنانچہ آسمان سے ایک کڑک اٹھی۔ جسمیں کئی قسم کی آوازیں تھیں اور سخت ڈراؤنی اور زمین سے زلزلہ اُٹھا کہ ان کی جانوں پر آگئی اور اس سے ان کا ہر چھوٹا بڑا تباہ و برباد ہوا۔

سوال : ایسی تکالیف اور عذاب دیکھ کر کون منکر ہے کہ وہ ایمان پر مجبور نہ ہو جائے۔ جب انہوں نے یہ کوائف پہلے دیکھے تھے تو لازماً ایمان قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں گے۔ اب بھی کفر پر ڈٹے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواب : جب انہوں نے عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیا تو اب وہ مکلف نہ رہے اس لئے اس وقت کا ایمان قابلِ قبول نہ رہا۔

۷۹ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ جب صالح علیہ السلام نے ان کے عذاب کے علامات دیکھے تو اُن پر حسرت کرتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے اور آپ کو اس کا بڑا صدمہ اور رنج بھی تھا کہ باوجودیکہ بڑی جدوجہد کی گئی اور انہیں سمجھایا گیا لیکن نہ مانے۔ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ اور فرمایا اے میری قوم بیشک میں نے تمہیں اپنے رب تعالیٰ کی رسالت پہنچائی۔ یعنی وہ پیغامات کہ جن کے پہنچانے پر میں مامور تھا میں نے تمہیں پہنچا دیئے۔ وَنَصَحْتُ لَكُمْ اور تبلیغ احکام کے وقت میں نے ترغیب و ترہیب کے طور پر تمہارا

marfat.ocm
Marfat.com

بھلا چاہا اور اپنے طاقت کے مطابق جدوجہد کی۔ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ۔ لیکن تم خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے۔ مضارع کا صیغہ حکایتِ حال ماضی کے لئے ہے۔ یعنی میرا حال تم نے دیکھ لیا لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم اپنے خیر خواہ سے اُلٹا ٹھٹھا مذاق کرتے ہو وہ اس لئے کہ ناصح کا قول ثقیل اور کڑوا ہوتا ہے اور (اور الحق مرٌ (حق کڑوا) بھی مشہور مثال ہے ان ہی باتوں سے لوگ ناصح کے ساتھ بغض رکھتے ہیں کسی شاعر نے کہا۔

وکم سقت فی آثارکم من نصیحة
فلم یستقید البغضة ا لمتنفح

ترجمہ، میں نے تمہاری خیر خواہی (نصیحت) میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن نصیحت کرنے والے کو سوائے بغض وعداوت کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

نکتہ صوفیانہ ، چونکہ ان کے نفس کی زمین خبیث تھی اس لئے اپنی خباثت سے صالح علیہ السلام کی نصیحت کے نہج کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس سے کچھ نتیجہ برآمد ہوا۔

قوم ثمود پر ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثمود کے علاقہ حجر سے بموقعہ غزوۂ تبوک گزرے تو آپ نے اپنے یاروں سے فرمایا خبردار! تم میں کوئی بھی اس بستی پہ نہ جائے اور نہ ہی وہاں کے کنویں سے پانی پیئے اور نہ ہی کوئی ان کے گھروں میں داخل ہو۔ ہاں وہاں سے روتے ہوئے گذرو کہ کہیں تم بھی ان کی طرح کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور فرمایا تمہیں چاہیے کہ تم بھی اپنے رسول سے کسی قسم کا معجزہ طلب نہ کرنا۔ دیکھئے انہوں نے اپنے نبی صالح علیہ السلام سے معجزہ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک اونٹنی بھیجی جو ایک راہ سے جاتی اور دوسرے راہ سے نکلتی اور ان کا تمام پانی پی جاتی۔ جب اس کی باری ہوتی اس کے بعد آپ نے اپنے یاروں کو اونٹنی کے بچے کے پہاڑی پر چڑھنے کی جگہ دکھائی۔ اس کے بعد اس وادی سے جلدی چل دیئے یہاں تک کہ اس وادی کو نہایت تیزی سے عبور فرما لیا۔

حدیث شریف

حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی عنہ سے فرمایا کہ اے علی! (رضی اللہ عنہ) تمہیں معلوم ہے کہ پہلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بدبخت کون تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا وہ کینہ جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا پھر فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہوگا۔ انہوں نے عرض کی واللہ اعلم۔ آپ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تیرا قاتل پچھلے تمام لوگوں سے بدترین انسان ہوگا

marfat.ocm
Marfat.com

مثنوی شریف میں ہے ؎

ناقۂ صالح بصورت برشتر
پے بریدندش ز جہل آن قوم مُر
ناقۂ اللہ آب خورد از جملہ میغ
آبِ حق را داشتند از حق دریغ
شحنۂ قہرِ خدا زیشان بجست
خونبہای اشتری شہری درست
صالح از خلوت بسوی شہر رفت
شہر دیدا ندر میاں دو دو تفت
زاستخوانہاشان شنید او نالہا
اشک خوں از جان شاں چوں ژالہا
صالح آں بشنید و گریہ ساز کرد
نوحہ بر نوحہ کناں آغاز کرد
گفت ای قومی بباطن زالیستہ
وز شما من پیش حق بگریستہ
حق بگفتہ صبر کن بر جورشان
پندشاں دہ بس نماند از دورشاں
مَن بگفتہ پندشد پند از جفا
شیر پنداز مہر جوشد وز صفا
بس کہ گردید از جفا برجای من
شیر پندا فسرد در رگہائے من
حق مرا گفتہ تر لطفی دہم
بر سر آن زخمہا مرہم نہم
صاف کردہ حق دلم را چوں سما
روفتہ از خاطرم جَور شما

marfat.ocm
Marfat.com

در نصیحت من شده بارد گر
گفت امثال سخنها چون شکر

شیر تازه از شکر انگیخته
شیر شهدی با سخن آمیخته

در شما چون زهر گشته آن سخن
زانکه زهرشان بدید از بیخ و بُن

چون شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں
غم شما بودید ای قوم حرون

ہیچ کس بر مرگ غم نوحہ کند
ریش سر چوں شد کسی مو بر کند

خلاصہ اشعار مثنوی حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اونٹ جیسی تھی لیکن ظالم قوم نے انہیں قتل کر ڈالا حالانکہ وہ اونٹنی تو آسمانی پانی پیتی تھی، یہی بدبخت تھے جو اسے روکتے پر ان پر خداوندی برسا تو سارے کے سارے تباہ و برباد ہو گئے صالح علیہ السلام ان کے شہر سے گذرے تو وہاں سے دھواں نکل رہا تھا ان کی ہڈیوں سے آواز آتی تھی اور نالہ و زاری کی طرح گویا آنسو بہہ رہے تھے صالح علیہ السلام نے سن کر خوب روئے پھر قوم (مردہ) کو مخاطب ہوئے کہ مجھے تم نے ایسے رلایا تو مجھے اللہ نے فرمایا اے صالح صبر کر لیکن انہیں نصیحت کرتے رہو۔ میں نے خوب نصیحت کی تم نہ مانے مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے زخموں پر مرہم رکھوں گا اور سارا کہ درد دور کر دوں گا۔ بالآخر وہی ہوا کہ آج تم عذاب کی مار کھا رہے ہو اور مجھے اللہ نے آرام و سکون بخشا ہے۔

تفسیر صوفیانہ آیت میں صالح سے مراد روح ہے جسے نفخۂ حق دیگر بلدۂ قلب اور اس کے ساکنین کی طرف بھیجا گیا تاکہ وہ انہیں اوصاف روحیہ سفلیہ ظلمانیہ حیوانیہ سے اخلاق حمیدہ علویہ نورانیہ روحانیہ کی دے لیکن نفس اور اس کی صفات نے سرِ الٰہی کی ناقہ قلب کو مخالفتِ حق اور استکبار کی چھری سے ذبح کر ڈالا اور توحید و معرفت کے امر الٰہی سے روگردانی کر کے ہلاکت کے گڑھے میں پڑے۔ اسی طرح جہل انکار کی وادی میں رہے۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ ان امور سے محفوظ رکھے جو روح کو نقصان دہ اور فتوح سے مانع ہیں

تفسیر عالمانہ ۸ وَلُوطًا اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا۔

لوط علیہ السلام کا نسب نامہ لوط علیہ السلام بن ہاران بن تارخ حضرت لوط حضرت ابراہیم علیہ السلام

marfat.ocm
Marfat.com

کے بیٹے تھے اور عراق میں بابل کے علاقے کے باشی تھے۔ جنہوں نے اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی اور شام کو چلے گئے اور اردن میں مقیم ہو گئے۔ یہ بھی ملک شام کے علاقے کا نام ہے۔ پھر انہیں اللہ تعالیٰ نے بلاد خمص کے علاقہ سدوم کا رسول بنا کر بھیجا۔

ف : تفسیر فارسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو پیغمبری عطا کر کے اہل مؤتفکات کی طرف بھیجا اُن کے پانچ شہر تھے

(۱) سدوم : یہ تمام شہروں سے بڑا تھا۔
(۲) عامہ
(۳) دودہ
(۴) صابورہ
(۵) صعفود۔

منقول ہے کہ ان شہروں میں بارہ بارہ ہزار آدمی مقیم تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے سدوم میں مقیم ہو کر ان تمام بندگانِ خدا کو دعوتِ حق پیش فرمائی اور بیس سال تک انہیں وعظ فرمایا اور ہر نیکی کی ترغیب دی ان میں بہت سی خرابیاں تھیں زیادہ مشہور لواطت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اپنی قوم یعنی سدوم وغیرہ کے باشندوں سے فرمایا۔ اذ ظرفیہ ہے اور اَرْسَلْنَا محذوف کے متعلق ہے یعنی ہم نے لوط علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔

سوال : ان کا رسول ہونا تو اس قول سے پہلے ہونا چاہیے نہ یہ کہ جب قوم کو کہا تو اس وقت رسول بن گئے جیسا کہ اذ ظرفیہ سے معلوم ہوتا ہے۔

جواب : یہاں مجاز سے جیسے تم کہتے ہو۔ زید فی ارض الدوم۔ اور قاعدہ ہے کہ مظروف کے کسی جزء میں فعل کا وقوع ہو تو وہاں کل بول کر جز مراد لیا جاتا ہے۔

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ۔ کیا تم فاحشہ کا ارتکاب کرتے ہو۔ یہ استفہام انکاری ہے اور ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ یہ فعل جو حد درجہ کا قبیح ہے۔ تم اس کے مرتکب ہوتے ہو۔ یعنی لواطت جو کہ ایک گندا فعل ہے تم وہی کرتے ہو۔ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا تم سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ یہ باتعدیہ کی ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی " سبقك بها عكاشة یا اہل عرب کہتے ہیں ما سبقه بها احد یعنی میں کرہ (گیند) اس سے پہلے مارا میں باتعدیہ کی ہے۔ مِنْ اَحَدٍ من زائدہ نفی کی تاکید کے لئے اور استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ یہ من تبعیضیہ ہے۔ یہ جملہ مستانفہ نحویہ ہے۔ یعنی یہ بُرا کام تم نے ہی شروع کیا ہے۔ اے انکار سابق کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے گویا پہلے انہیں اس برائی پر زجر و توبیخ

marfat.ocm
Marfat.com

فرمائی۔ اس کے بعد مزید جھڑکا کہ تم نے ہی یہ برائی شروع کی ہے۔

۸۱ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ یہ اس فاحشہ کا بیان ہے۔

ف : حضرت نافع وحفص نے انکم بطریق مبتدا کے پڑھا ہے باقی آئمہ نے اُئنکم الخ استفہام کے طور اتی یہ عرفی جملہ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں۔ جب کوئی اپنی عورت سے ہمبستری کرے یعنی بے شک تم مردوں سے برائی (لواطت) کرتے ہو۔

سوال : یہاں الغلمان یا الصبیان (یعنی چھوٹے لڑکے اور بے ریش) کا لفظ لانا تھا۔ الرجال لانا تو موزوں نہیں اس لئے الرجال بڑے مردوں سے لواطت نہیں کی جاتی۔

جواب : اس کی قباحت کے اظہار میں مبالغہ مقصود ہے کہ جیسے بڑے مردوں سے ایسی برائی لائق نہیں تو چھوٹے لڑکوں سے مناسب نہیں۔ بلکہ یہ سخت گندا عمل ہے گویا اس سے بھی مزید توبیخ مطلوب ہے۔ شَهْوَةً یہ مفعول لہٗ ہے اس سے مقید کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ فعل تمہارا جانوروں کی مثل ہے اور تنبیہ مطلوب ہے کہ سمجھدار کا کام یہ ہے کہ وہ طالب اولاد ہو اور بقاء نوع انسانی اس کی اصل غرض ہو نہ کہ شہوت رانی جو صرف جانوروں کا کام ہے۔ اب تم سمجھو کہ اس گندے فعل سے تمہارا شمار کس گروہ میں ہے مِنْ دُوْنِ النِّسَآءِ عورتوں سے متجاوز ہو کر جب صرف وہی تمہارے لئے مباح رکھی گئی ہے۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔ بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ انکار مذکور سے اعراض کر کے اب ان کے اصلی حال کو بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ایسے فعل کا ارتکاب کرتے ہیں وہی حد سے بڑھنے والے ہوتے ہیں اور ہر فعل میں ان کی اسراف کی عادت تھی اور حد سے متجاوز ہو جاتے تھے منجملہ ان کے یہ فعل لواطت بھی تھا کہ اس میں اسراف اور تجاوز عن الحد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شہوت رانی کی ایک حد مقرر فرما دی۔ لیکن وہ اس حد سے متجاوز ہو کر مسرفین میں داخل ہو گئے ۸۲ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا یہ استثناء مفرغ ہے۔ دراصل عبارت یوں تھی۔ مَا كَانَ جَوَابًا مِنْ جِهَةِ قَوْمِهٖ شَیْءٌ من الاشیاء الا قول بعضھم لبعض یعنی ان کا اور کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ اس کے بعض نے بعض کو کہا۔

اَخْرِجُوْهُمْ لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نکال دو مِنْ قَرْيَتِكُمْ اپنی اس بستی سے جب کہ ان کے ہاں لوط علیہ السلام کے دلائل کا جواب نہ بن پڑا اور نہ ہی ان کے مواعظ ونصائح کے مطابق پلٹے اُتر سکے تو لڑائی پر اُتر آئے اور وہی بکواس کی جو اُوپر مذکور ہوئی۔ لیکن لوط علیہ السلام کی ابتدائی تبلیغ سے نہیں بلکہ آخر میں بہت عذاب کے وقوع کا وقت قریب آ گیا۔ چنانچہ کلام کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے ہاں اس سے قبل جب لوط علیہ السلام انہیں نصائح ومواعظ سناتے تو اور طریقے کے بکواسات بکتے

marfat.ocm
Marfat.com

اور دیگر قسم کی بدگوئی سے پیش آتے۔ لیکن بکواس مذکورہ آخری تھی۔ چنانچہ جہاں بھی قرآنِ کریم میں اُن کا قصہ بیان ہوا ہے آخر میں یہی قول منقول ہے۔ اس سے اس معاملہ کو اسی حکم میں حصر کیا جائے تو بجا ہے۔

ف : **مِنْ قَرْيَتِكُمْ** سے ان کا بلدہ شہر مراد ہے اس لئے کہ اہلِ عرب کی عادت ہے کہ بہت بڑے شہر کو قریہ کہہ دیتے ہیں اور اس شہر سے سدوم مراد ہے جہاں لوط علیہ السلام سکونت پذیر تھے۔

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۔ بے شک یہ ایسے ہیں کہ ہمارے افعال کو قبیح جان کر اس سے بچنا چاہتے ہیں یعنی ایسے پاکباز لوگوں کو اپنے شہر سے نکال دو۔ یہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں سے استہزاءً کہا تھا[۸۲] **فَاَنْجَيْنٰهُ** پس ہم نے لوط علیہ السلام **وَاَهْلَهٗ** اور ان کے اہل وعیال کو نجات دی۔ اہل سے ان کی دونوں صاحبزادیاں رعوز اور ریثا اور باقی آپ کے تمام ساتھی مراد ہیں (رحمہم اللہ)۔

رَدِّ شیعہ[۱] اس سے معلوم ہوا کہ لفظ اہل کا اطلاق ازواج اولاد بلکہ نوکر اور نوکرانیوں اور تمام رشتہ داروں اور تمام دوستوں اور جمیع متعلقین پر ہوتا ہے اور اصطلاح میں تمام وہ لوگ (مخصوص) جو صرف اس کی طرف منسوب ہوتے ہیں[۲]

اِلَّا امْرَاَتَهٗ (زجاج) مگر لوط علیہ السلام کی اہلیہ کو وہ اندرونی طور کافرہ تھی بلکہ اُلٹا کفار کو لوط علیہ السلام کے خلاف بھڑکاتی تھی استثناء من اہلہ سے ہے **كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ** ۔ یعنی وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ اپنے گھروں میں رہ جانے والوں میں سے تھی یہ استیناف بیانی ہے اور مقدر کا جواب ہے۔ گویا سوال ہوا کہ لوط علیہ السلام کا کیا ہوا تو اس کے جواب میں فرمایا کانت من الغٰبرین یعنی وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ اپنے گھروں میں رہ جانے سے تھی۔ یہ الغبور سے ہے بمعنی بماندن یعنی رہ جانا۔

سوال :۔ **مِنَ الْغٰبِرٰتِ** کہنا چاہیے تھا من الغٰبرین کیوں کہا گیا ہے۔

جواب[۱] : اگرچہ ان رہ جانے والوں میں مرد اور عورتیں ہر طرح کے لوگ تھے لیکن تغلیباً مردوں کا نام لیا گیا۔

جواب[۲] : یہ بھی منجملہ ان میں سے تھے۔ اس لئے من الغٰبرین کے عموم میں داخل ہے۔

۵۸۴ **وَاَمْطَرْنَا** اور ہم نے برسایا **عَلَيْهِمْ** قوم لوط کے کافروں پر **مَّطَرًا** ایک قسم کی عجیب بارش یہ پتھر تھے یعنی ہم نے ان پر بارش کی طرح پتھر برسائے۔ **فَانْظُرْ** پس دیکھئے یہ خطاب ہر دیکھنے اور تامل کرنے والے کو ہے تاکہ ان کا عجیب حال کو دیکھ کر غور وفکر کیا جا سکے اور ان کے اعمال معلوم کر کے غلطیوں سے بچنے کی کوشش

---

[۱] : جب کہ شیعہ اہل بیت کا لفظ صرف پنجتن پاک پر محصور کرتے ہیں اور ہم حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرت کو بھی اہلِ بیت مانتے ہیں [۲] : اس سے صرف ازواج ہی اہل بیت ہی ہو سکتے۔ لیکن ہم نے دوسرے حضرات کو بھی مانا ان کے لئے مجازاً اہل بیت ہوگا اور ازواج مطہرات کا اطلاق حقیقۃً ہوگا۔

marfat.ocm
Marfat.com

کی جائے۔

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔ یعنی تکذیب کرنے والے کافروں کے انجام پر غور کیجئے کہ انہیں بدکرداریوں پر سزا ملی

لواطت کا آغاز کیسے ہوا

مروی ہے کہ شام کے علاقوں میں سدوم و دیگر اس کے متعلق علاقے بہت بڑے سرسبز تھے ہر قسم کے اناج اور سبزیاں ترکاریاں یہاں دستیاب ہوتی تھیں۔ اطراف واکناف کے لوگ یہاں آنے لگے اور اتنے کثیر التعداد لوگ اطراف واکناف سے آئے کہ یہ لوگ اُن سے تنگ آگئے اور چاہتے کہ ان سے کسی طرح سے نجات میسر ہو کوئی چارہ کار نظر نہ آتا۔ ابلیس ایک بوڑھے کی شکل میں ان کے ہاں پہنچا اور کہا کہ اگر ان سے نجات چاہتے ہو تو ان سے لواطت کرو۔ جب لوگ ایسی گندی عادت سنیں گے تو پھر تمہارے ہاں نہیں آئیں گے پہلے تو اس گندے فعل سے نفرت کا اظہار کیا لیکن بہت زیادہ تنگ ہوئے تو باہر سے آنے والوں سے لواطت شروع کر دی ان میں بہت بڑے حسین وجمیل بے ریش لڑکے انہیں میسر ہوئے تو ایسا چسکا پڑ گیا کہ عورتوں سے نکاح بھی ترک کر دیا صرف ان میں غریب لوگ عورتوں سے نکاح کرتے تھے باقی سب کے سب لواطت کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔

سب سے پہلے لواطت کرنیوالا کون

کلبی نے کہا کہ سب سے پہلے لواطت ابلیس[1] نے کرائی۔ وہ اس طرح کہ قوم لوط کے سامنے حسین وجمیل بے ریش لڑکے کی شکل میں حاضر ہو کر اس گندے فعل کی انہیں دعوت دی ان کو اس کا چسکا پڑ گیا۔ اس کے بعد جو بے ریش لڑکا انہیں مل جاتا اس سے بدفعلی کرتے۔ خلاصہ یہ کہ ایک طرف تو انہوں نے شہوت رانی کی۔ دوسری طرف انہیں باہر سے آنے والے لوگوں سے نجات ملی۔ اس بدفعلی پر انہیں بہت بڑا عرصہ گزرا۔

لواطت کی مذمت

لواطت کی بدعملی سے زمین وآسمان اور عرش فریادی ہوئے

ان کی بدفعلی کو دیکھ کر زمین چیخی۔ جس کی چیخ وپکار آسمان نے سنی وہ چیخا تو اس کی چیخ عرش پہ پہنچی۔ عرش نے ان بدعملوں کی کہانی بارگاہ میں پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم فرمایا کہ ان پہ پتھر برسائے اور زمین کو فرمایا کہ انہیں اپنے اندر دھنسا دے۔ پھر اُن پہ پتھر برسائے گئے۔ اس کے

---

[1] اس سے بے ریش عبرت پکڑیں کہ وہ از خود یا کسی کے ورغلانے سے فعل کراتے ہیں تو وہ سمجھیں کہ وہ اس بدعمل سے کس کے پیروکار ہیں۔۱۲۔

marfat.ocm
Marfat.com

بعد انہیں زمین میں دھنسایا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جو گھروں میں تھے انہیں زمین میں دھنسایا گیا اور جو سفر میں تھے ان پر پتھر برسائے گئے

اعجوبہ مروی ہے کہ ایک تاجر انیس سے عرم شریف کو تجارت کے لئے چلا گیا تھا۔ چالیس روز تک وہ پتھر اس کا منتظر رہا۔ جب وہ حرم سے باہر نکلا تو اسے پتھر نے فنا کر دیا۔

نکتہ : آیت سے واضح ہوا کہ لواطت بہت ہی گندا فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ پر پتھر نہیں برسائے سوائے اس لواطت کے دیکھئے۔ زنا چوری والدین کی بے فرمانی قتل ناحق اسی طرح دیگر بہت بڑے بڑے گناہ یہاں تک کہ شرک بھی۔ مگر لواطت کوئی ایسا قبیح ترین فعل ہے کہ صرف اس کے ارتکاب سے پتھر برسے۔

خنزیر اور گدھا لوطی! جانوروں میں کوئی بھی جانور لواطت کا ارتکاب نہیں کرتا سوائے خنزیر اور گدھے کے۔

مسئلہ : لواطت بہت ہی برا فعل ہے اس سے بلکہ اس کے مبادی یعنی بے ریش لڑکے کے بوس و کنار اور شہوت سے ہاتھ لگانے سے بھی بچنا لازم ہے۔

بے ریش کو بوسہ دینے کے گناہ کا ایک نمونہ حضرت امام فرماتے ہیں کہ جس نے بے ریش کو شہوت سے بوسہ دیا اس نے گویا اپنی ماں کے ساتھ ستر بار زنا کیا اور جس نے ماں سے زنا کیا اس نے گویا ایک کنواری (باکرہ) لڑکی سے ستر بار زنا۔ اور جس نے باکرہ کنواری لڑکی سے زنا کیا اس نے دوسری ایک ہزار عورتوں سے زنا کیا۔

لواطت سے بچنے کا علاج بے ریش لڑکے کو شہوت سے دیکھنا ہی اس مرض کی بنیاد ہے اس لئے کہ اسے دیکھنے کے بعد بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے بے ریش لڑکے سے میل جول ناجائز قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

۱ ؎ خرابت کند شاہد خانہ کن
بروخانہ آباد گرداں بزن

۲ ؎ نشاید ہوس باختن با گلے
کہ ہر با مدادش بود بلبلے

۳ ؎ مکن بد بفرزند مردم نگاہ
کہ فرزند خویشت برآید تباہ

۴ ؎ چرا طفل یک روزہ ہوشش ببرد
کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خرد

marfat.ocm
Marfat.com

۱۵ محقق ہمی بیند اندر ابل
کہ درخو بروباں چین و چگل

ترجمہ ۱۱ تجھے یہ بے ریش (حسین) خراب کرے گا جا عورت سے نکاح کرکے گھر آباد کر۔
۱۲ اس گل سے خواہش رانی کا کیا فائدہ جس کی ہر نئے روز نئی بلبل (عاشق) ہو۔
۱۳ لوگوں کے لڑکوں کو بد نگاہ سے نہ دیکھ کہیں تیرا بیٹا تباہ نہ ہو جائے۔
۱۴ بھلا اس کا ننھے بچے نے ہوش کیوں نہیں اڑایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت دیکھنے میں بڑے چھوٹے کا کوئی فرق نہیں۔
۱۵ محقق تو اونٹ میں وہی دیکھتا ہے جو چین وچگل کے حسینوں میں دیکھتا ہے۔

مکالمہ سلیمان علیہ السلام مابین ابلیس دربارہ لوطی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز عفریت جن سے فرمایا ابلیس کہاں ہے اس نے عرض کی آپ اسے کچھ فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں لیکن بتائیے وہ ہے کہاں۔ اُس نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں جہاں ہوگا میں آپ کو دکھاؤں گا۔ عفریت سلیمان علیہ السلام کو دریا کے کنارے لے گیا۔ آپ نے شیطان کو تخت پر بیٹھا دیکھا ابلیس نے جب سلیمان علیہ السلام کو دیکھا تو گھبرا کر اُٹھا۔ آپ اس سے ملے۔ ابلیس نے عرض کی حضرت آج کیسے تشریف لائے کوئی حکم۔ آپ نے فرمایا تجھ سے ہی پوچھنے آیا ہوں کہ تیرا محبوب کون ہے جو اللہ تعالیٰ کا مبغوض ترین ہو۔ اس نے عرض کی یہ میری راز کی بات ہے اگر آپ یہاں تشریف نہ لاتے تو میں اسے ہرگز ظاہر نہ کرتا۔ لیکن مجبوراً عرض کرتا ہوں کہ میرا محبوب ترین اور اللہ تعالیٰ کا مبغوض ترین وہ مرد ہے جو مرد سے لواطت کرے اور وہ عورت جو عورت کے ساتھ برائی کرے (عورتوں کا رحم سے رحم ملا کر ایک دوسرے پر چڑھنا بھی زنا ہے)

مسئلہ : ملتقط الناصری میں ہے کہ لڑکا اگر بالغ ہو جائے اور وہ حسین وجمیل نہ ہو تو اس کا حکم مردوں جیسا ہے ورنہ عورتوں کے حکم میں ہے اسے سمجھو کہ سر سے پاؤں تک وہ عورت ہے لہٰذا اسے شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ : اسے السلام علیکم اور اسے دیکھنا شہوۃ سے نہ ہو تو جائز ہے۔ اس لئے اسے پردہ کا حکم نہیں۔

مسئلہ : اگر بے ریش حسین وجمیل لڑکا تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر جائے تو باپ کو چاہیے کہ اسے باہر نہ جانے دے

امام اعظم رحمۃ اللہ کا تقویٰ

منقول ہے کہ امام محمد بن الحسن بچپن میں بہت بڑے حسین وجمیل تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ انہیں سبق پڑھاتے وقت پیٹھ کے پیچھے بٹھلاتے تھے یا مسجد کے ستون کی اوٹ میں تاکہ ان پر غلط نگاہ نہ پڑ جائے۔ حالانکہ آپ کے تقویٰ سے بھی یہ بعید امر تھا۔

marfat.ocm
Marfat.com

حکایت بے ریش کو غلط نگاہ سے دیکھنا۔ منقول ہے کہ ایک عالم دین کو ان کے مرنے کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا کہ ان کا چہرہ سیاہ ہے۔ دیکھنے والے نے ماجرا پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ فلاں مقام پر مجھے ایک بے ریش لڑکا نظر آیا تو میں نے اسے غلط نگاہ سے دیکھا اس وجہ سے میرا چہرہ جہنم کی آگ سے جلایا گیا۔

بے ریش کے ساتھ اٹھارہ شیطان ؛ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام صاحب سے سنا ہے کہ ہر عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں لیکن ہر بے ریش لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں۔

مسئلہ ؛ بے ریش لڑکوں اور چھوٹے بچوں اور بے وقوفوں کے ساتھ ہمنشینی مکروہ ہونے کے علاوہ عوام کے دلوں سے ہیبت و وجاہت نہیں رہتی اور تہمت میں ملوث ہونے کا خطرہ ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا

۱؎ چو خواہی کہ قدرت بماند بلند
دِل اے خواجہ در سادہ رویاں مبند

۲؎ وگر خود نباشد غرض درمیاں
حذر کن کہ دارد بحرمت زیاں

ترجمہ ۱؎ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا قدر بلند ہو تو اے خواجہ بے ریش لڑکوں کے ساتھ عشق بازی نہ کر۔
۲؎ اگرچہ تیری ان سے اور کوئی غرض نہ ہو تب بھی خطرہ کر اس لئے کہ اس سے تیری عزت چلی جائے گی۔

مسئلہ ؛ ایسے غلام بے ریش کو ایسے شخص کے ہاں بیچنا مکروہ ہے کہ جس سے غالب ہو کہ وہ اس کے ساتھ بدفعلی کرے گا اس لئے کہ اس سے اعانۃ علی المعصیۃ ہے۔

سوال ؛ مانا کہ بے ریش لڑکا نسل کے اضافہ کا سبب نہیں لیکن اس سے شہوت رانی اور لذت تو حاصل ہوتی ہے بنابریں اگر زرخرید غلام سے مالک مواطات کرے تو کونسا حرج ہے جو فعل عقل کے تقاضا پر پورا اترتا ہو وہ شرعاً بھی موجب جائز ہوتا ہے۔

جواب ؛ شرع پاک نے بے ریش سے وطی کی اجازت اس کی قباحت اور نہایت درجہ کی خباثت کی وجہ نہیں بخشی (جیسا کہ اس کی خباثت و قباحت اطباء کو معلوم ہے) تو عقلاً بھی یہ فعل پُر از گندگی ہے اور مالک ہونے پر ضروری نہیں کہ اس میں ہر طرح کا تصرف جائز ہو۔ مثلاً کوئی شخص مجوسیہ یا وثنیہ (بت پرست) عورت کا مالک ہو تو مسلمان کو اس سے وطی ہرگز ہرگز جائز نہیں جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرے اسی طرح مسلمان مالکہ اپنے زرخرید غلام سے وطی نہیں کرا سکتی۔ بلکہ نہ صرف وطی بلکہ دوسرے اور امور بھی ناجائز ہیں۔ مثلاً بوسہ دینا و لانا مشت زنی وغیرہ وغیرہ جب مالکہ کو اپنے زرخرید غلام سے یہ امور بھی ناجائز ہیں۔ حالانکہ عقلاً

marfat.ocm
Marfat.com

وشرعاً ہر طرح سے جواز کا امکان ہے تو پھر بے ریش لڑکے سے بطریق اولیٰ ناجائز ہیں۔ جب کہ اُن سے ایسے امور عقلاً بھی ناجائز ہیں اور شرع نے لیے ہی اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

لواطت صغریٰ وکبریٰ مرد کی دبر میں وطی کرنا لواطت کبریٰ ہے اور عورت کی دُبر میں وطی کرنا لواطت صغریٰ ہے۔

لواطی لعنتی : حدیث شریف میں ہے کہ لواطت کرنے والا لعنتی ہے۔

بہشت میں لواطت کے متعلق تحقیق سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہشت میں لواطت کی اجازت ہوگی یا نہ اس کے متعلق علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اگر لواطت کی حرمت عقلاً و شرعاً ہر دو طرح ثابت ہو جائے تو پھر بہشت میں لواطت کے جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر اس کی حرمت صرف شرعاً ہے اور عقلاً جواز کا ثبوت ملتا ہے تو پھر بہشت میں بھی جائز ہوگی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ بہشت میں اس گندے فعل کا تصور کسی گندے ذہن میں آسکتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ قبیح ترین فعل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قباحت میں فرمایا ما سبقکم بہا من احد من العٰلمین بلکہ اس فعل بد کو خبیث کہا۔ کما قال۔ کانت تعمل الخبائث اور بہشت میں خباثت اور گندگی کیسی۔

ازالۂ وہم حضرت مولانا زیرک زادہ الاشباہ والنظائر کے حواشی میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے کہ متکئین فیہا علی سرر متقابلین یطوف علیہم ولدان مخلدون اذا رایتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا دوسرے مقام پہ فرمایا ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم۔ دونوں آیتوں کو ملانے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جب بہشت میں حسین وجمیل بے ریش لڑکے حاضر ہوں گے تو انسانی خواہش سے بعید ہے کہ اُن پر شہوت رانی کا خیال تک بھی نہ ہو۔ خیال اور تصور تو ضرور آئے گا البتہ اس کی خباثت وقباحت کی وجہ نفرت ہوتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ جس شے کے لئے دنیا میں نفرت ہو اس سے آخرت میں نفرت ہو یا جس شے دنیا میں کسی سبب سے ناجائز کی گئی ہو ہر لحاظ سے آخرت میں بھی ناجائز ہو۔ اس کے متعلق فقیر صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ بہشت میں لواطت کے جواز پر دلائل مذکورہ نہایت بودے اور کمزور ہیں۔ جسے قلب سلیم اور عقل مستقیم کی دولت نصیب ہے وہ سمجھتا ہے کہ قبیح فعل کی قباحت کیسی ہوتی ہے اور اس کا حسن کیسا۔ اسے کہنے کی تمیز بھی ہوتی ہے۔ آیت طواف میں بے ریش لڑکوں کا بہشت میں حاضر ہونا مسلم ہوا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے وطی بھی ہوگی۔ البتہ آیت ثانیہ کے لفظ اشتہاء سے کچھ اشتباہ ہوتا ہے لیکن اشتہا ضروری ہے کہ وہ لواطت سے ہو۔ بلکہ اُن کے حُسن وجمال اور ان کی طرز ادا وغیرہ پر نظر کرنے کا نام بھی اشتہاء ہے۔ بہرصورت لفظ اشتہا سے بھی لواطت ثابت نہیں ہوتی اور میں بھی بے ریش لڑکے کا قیاس

marfat.ocm
Marfat.com

نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حور میں اس کی جنس نہیں بلکہ عورتوں کی جنس سے ہوں گی۔

وہم مذکور کے متعلق تقریر ثانی آیت مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ اگرچہ عام ہے لیکن یہ کب ضروری ہے کہ بہشت میں لواطت استہار کے انواع میں ہو۔ یعنی بہشت میں سرے سے اس کی چاہت ہی دلوں سے مٹا دی جائے اس لئے کہ اس کی حرمت جمیع ادیان میں زنا کی حرمت کی طرح ہے تو جو شے حرام ابدی ہو وہ کس طرح بہشت میں حلال ہو جائے۔

سوال : شراب بھی تو حرام ابدی ہے۔ وہ تو بہشت میں جائز ہو گا۔

جواب ۱ : چونکہ وہ ادیان میں جائز تھا یہ اس کی نفرت کی دلیل نہیں بلکہ اس سے طبیعت کے میلان کی دلیل ہے اس لئے اسے بہشت کی نعمتوں میں داخل کیا جا سکتا ہے۔

جواب ۲ : اگر لواطت کے لئے جنت میں مطلقاً موانع حرمت مرتفع ہو جائیں گے تو بھی حلت اور جواز کی دلیل نہیں اس لئے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ جن کے موانع حرمت بھی مرتفع ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ناجائز ہیں۔ مثلاً بہشت میں جماع کرنا ہو گا۔ حالانکہ قیامت میں بہشتیوں کی عمریں خود بھی آخرت میں غیر محارم کے سامنے ظاہر نہیں ہونگی (کذا فی الواقعات الحسنویہ)

لوطی کی سزا لوطی کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لواطت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے سنگسار کیا جائے۔ اگرچہ غیر شادی شدہ ہو۔

مسئلہ : شرح وقایہ میں ہے کہ لواطت پر شرعی حد نہیں البتہ اسے سخت سزا دے کر قید خانہ میں ڈالا جائے یہاں تک کہ اس فعل سے وہ سچے دل سے توبہ کرے۔ صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پر زنا کی حد ہے یعنی شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے۔ اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے درے مارے جائیں۔

مسئلہ : احناف کے نزدیک یہ سزا اجنبی لڑکے یا کسی عورت سے لواطت کے متعلق ہے اگر اپنا زر خرید غلام یا اپنی لونڈی یا اپنی عورت سے لواطت کی ہے تو صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ ایسے آدمی پر حد ہے اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسطرح اتفاق کیا۔

فائدہ : لوطی کے تعزیر کے وجوہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اسے ایسی بدبودار جگہ پہ قید کیا جائے کہ جب تک وہ مر نہ جائے اسے نہ چھوڑا جائے بعض نے کہا اس کو دیوار کے نیچے کھڑا کیا جائے پھر دیوار گرا دی جائے بعض کہتے ہیں اسے اوپر سے اونچی جگہ جیسے منارہ ہے سے نیچے گرایا جائے۔ یہاں تک کہ ٹکڑے ہو جائے۔ حضرت ابو وراق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوطی کو آگ میں جلایا جائے اسی طرح شرح مجمع میں تصریح کی۔

marfat.ocm
Marfat.com

مسئلہ: زیادات میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر کسی کو اس گندے فعل کی عادت پڑ جائے تو اسے قتل کر دیا جائے یا اسے قید میں ڈالا جائے یہاں تک کہ مر جائے (کذا فی شرح اکمل)

فائدہ: اس سے واضح ہوا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ فعل بہت بڑا قبیح ہے۔ زنا۔ قتل کی طرح اس کی سزا مقرر نہیں فرمائی بلکہ صرف سے ایسے بدمعاش کو قتل کرنا ضروری سمجھا تاکہ دنیا پر سے یہ فتنہ اٹھ جائے۔ جیسے یمین غموس کے متعلق ہے کہ اس میں کفارہ نہیں گناہ سخت ہے وہ بھی صرف اس لئے کہ اور قسمیں تو کفارہ سے اٹھ جاتی ہے لیکن یمین غموس (جھوٹی) کا گناہ کفارہ سے نہیں اٹھتا جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے۔

جانوروں سے وطی کرنیوالے کے متعلق مسائل: کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی جانور سے وطی کی تو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر جانور اسی کا اپنا ہے تو اسے کہو کہ وہ اس جانور کو ذبح کر کے جلائے اگر حرام جانور ہے اور اگر وہ جانور حلال ہے تو اسے ذبح کر کے جلایا نہ جائے۔

فائدہ: فتوحات مکیہ کے ترجمہ کی آخری جلد میں ہے کہ جانور کی وطی سے پرہیز کرنا چاہیے اس لئے کہ یہ فعل کسی شرع کا ہے اور نہ کسی دین میں جائز ہے اور نہ ہی کسی نیک مرد کی مروت میں شامل ہے۔

حکایت: ایک بے عقل نے ایک جانور خریدا جس کی اُسے ضرورت نہ تھی کسی نے چند روز کے بعد اس سے پوچھا کہ تو نے اسے کیوں خریدا حالانکہ تجھے اس کی ضرورت ہی نہیں اور خواہ مخواہ اس کے پالنے کے خرچ کا اپنے سر پر کیا ہے اس نے جواب دیا کہ چونکہ میں غیر شادی شدہ ہوں اس لئے میں اس کے ذریعہ سے زنا سے بچتا ہوں۔ اسے کہا گیا کہ اس سے وطی بھی تو حرام ہے وہ چونکہ بے خبر تھا اس لئے رویا اور کہا مجھے اس کا علم نہیں تھا اس لئے میں آج کے بعد توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں اس کے ساتھ وطی نہیں کروں گا اسے کہا گیا کہ تم علم پڑھ لو تاکہ تمہیں حلال و حرام کی تمیز ہو۔

زنا سے بچنے کی تدبیر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے۔

مشت زنی کی تحقیق اس حدیث سے مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا ہے کہ مشت زنی حرام ہے وہ اس لئے کہ اگر مشت زنی جائز ہوتی تو آپ بجائے روزے رکھنے کے اس کی اجازت بخشتے جو کہ ایک آسان عمل بھی ہے اور زنا سے بچنے کی تدبیر۔

مسئلہ: حنبلیوں نے مشت کو مباح بتایا ہے اس میں بعض حنفیوں کے متعلق بھی منقول ہے ان کی دلیل

marfat.ocm
Marfat.com

یہ ہے کہ شہوت تسکین کے لئے ہے اور شہوت بھڑکانے کی تدبیر شرعاً مباح ہے۔

مسئلہ : خلاصۃ الکتاب میں ہے کہ اگر کوئی روزہ دار اپنے ذکر کو پکڑ کر کسی طریق سے منی نکالتا ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اس پر قضاء کفارہ نہیں ۔ لیکن اس پر فتویٰ نہیں اور وہ بھی بعض کا خیال ہے یہ تحقیقی قول نہیں

مسئلہ : یہ فعل رمضان میں جائز ہے اور غیر رمضان میں۔

مسئلہ : یہ فعل اگر شہوت توڑنے کی نیت پر کرتا ہے شہوت رانی کیلئے نہیں کرتا تو بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ یہ جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس کی نیت صحیح ہے اس لئے امید ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ بھی بعض کا خیال ہے تحقیقی قول نہیں۔

مسئلہ : بعض حواشی بخاری شریف میں ہے کہ مشت زنی حرام ہے یہی حکم قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور یہی قولہ حقیقی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ الی ان قال فاولٰئک هم العادون العادون کا معنی ظالمون ہے یعنی وہ لوگ حلال سے تجاوز ہو کر حرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مسئلہ : امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مشت زنی حرام ہے۔

حدیث شریف : حضرت ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء سے مشت زنی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت میں ایک قوم ایسی اٹھائی جائے گی جن کے ہاتھ حاملہ (گابھن) ہوں گے۔ یہ وہی مشت زنی کرنے والے ہوں گے۔

اعجوبہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو صرف اس لئے عذاب میں مبتلا کیا کہ وہ اپنے ذکروں سے کھیلا کرتے تھے یعنی مشت زنی کرتے تھے۔

مسئلہ : مشت زنی کرنے والے پر بھی تعزیر واجب ہے۔

مسئلہ : ابن الملقن وغیرہ نے فرمایا کہ ایک روایت امام اعظم سے اور امام احمد سے منقول ہے کہ مشت زنی جائز ہے اس شخص کے لئے جو اپنے نفس پر زنا کا خطرہ رکھتا ہے اسی طرح اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی کے ہاتھ کے ضائع منی گرانا جائز ہے۔ (یہ قول بھی غیر تحقیقی ہے)

فائدہ قاضی حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا رفع الکراہۃ جائز ہے کیوں کہ یہ بھی عزم میں داخل ہے اور عزل مکروہ ہے۔

فائدہ : تاتارخانیہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر ایسے شخص کو نہ گناہ ہے نہ سزا ہے۔ یہ قول تحقیقی نہیں (کذا فی انوار المشارق لمفتی حلب الشہباء واللہ اعلم۔

marfat.ocm
Marfat.com

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ
اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیبؑ کو بھیجا کہا اے میری قوم
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا
اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل
الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ
آئی تو ناپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں انتظام کے بعد
بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ
فساد نہ پھیلاؤ یہ تمہارا بھلا ہے اگر ایمان لاؤ اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ
تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا
راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں
عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
کجی چاہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ
فسادیوں کا کیسا انجام ہوا اور اگر تم میں ایک گروہ اس پر ایمان لایا ہے جو میں لے کر بھیجا
بِهٖ وَطَاۗىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ
گیا اور ایک گروہ نے نہ مانا تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ ہم میں فیصلہ
وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝
کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر

---

۸۵ وَاِلٰى مَدْيَنَ ۔ اور مدین کی طرف ہم نے بھیجا۔ اس سے قبیلہ مدین مراد ہے یعنی مدین کی اولاد وہ بن ابراہیم علیہ السلام" اَخَاهُمْ ان کے بھائی کی طرف۔ اس سے اس کا نسبتی بھائی مراد ہے یعنی یہ بھی منجملہ ان میں سے تھے۔ شُعَيْبًا اَخَاهُمْ کا عطف بیان ہے۔

marfat.ocm
Marfat.com

شعیب علیہ السلام کا نسب نامہ

شعیب بن میکیل بن یشخر بن مدین انہوں نے ریثا بنت لوط علیہ السلام سے نکاح کیا۔ ان سے اولاد ہوئی اور ان کی وہ اولاد اس قدر پھیلی کہ ان کا مستقل قبیلہ مدین بن گیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام خوف خدا سے بہت زیادہ روتے تھے۔ یہاں تک کہ روتے روتے اپنی آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھے اور عوام میں مشہور ہے کہ وہ نابینا ہو گئے (یہ قول تحقیقی ہے) آپ کو خطیب الانبیاء علیہ السلام کا لقب ملا اس لئے کہ آپکی قوم کو آپ کا زیادہ رجوع تھا۔ آپ کی قوم ہمیشہ تول کے متعلق کمی بیشی کرتے تھے اور یہ ان کی کفر کے علاوہ بیماری تھی۔

قَالَ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اس کی تفسیر ہم نے پہلے کر دی۔

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ بے شک تمہارے پاس معجزات آئے ہیں۔ مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے یہ جَآءَتْكُمْ کے متعلق ہے یا اس کا متعلق محذوف ہے یہ فاعل کی صفت ہے اس کی ذات عظیم شان کی وجہ سے موکد ہے یہ اس کے نکرہ ہونے کی وجہ سے معلوم ہوا اور بینہ کی عظیم شان اضافی ہے یعنی وہ بینہ عظیمہ تمہارے اپنے مالک امور کی طرف سے آئی ہے۔ لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح ان کا معجزہ قرآن مجید میں بیان نہیں کیا گیا۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات قرآن مجید میں مذکور نہیں ہوئے۔

فائدہ: شعیب علیہ السلام کے معجزات نہ صرف قرآن مجید میں نہیں بلکہ احادیث شریف میں بھی نہیں۔
(کذا قال صاحب التفسیر الفارسی)

شعیب علیہ السلام کا معجزہ

حضرت شعیب علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ تھا کہ آپ بہت بڑے اونچے پہاڑ کو حکم فرماتے تو نیچے ہو جاتا تو اس پر آپ چڑھ جاتے اس کے علاوہ بھی اور معجزات صاحب کشاف نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائے ہیں۔

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ پس تول کو پورا کرو۔ الکیل مصدر ہے مثلاً کہا جاتا ہے کلت الطعام کیل میں نے طعام کو تولا۔ یہاں پر معنی مصدری نہیں بن سکتا اس لئے کہ کمی و بیشی تو اعیان میں ہوتی ہے مصدری معنی اعیان میں نہیں ہوتا۔

marfat.ocm
Marfat.com

فائدہ : قاضی صاحب نے فرمایا کہ یہاں پر مضاف محذوف ہے۔ دراصل عبارت فاوموا الکیل جسے مولانا ابو السعود مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے الکیال سے تعبیر کیا ہے اس قول کی تائید ہے وامیزان سے ہوتی ہے اس سے متبادر اً الہ کا معنیٰ حاصل ہوتا ہے اگرچہ اس میں مصدری معنیٰ میعاد کی طرح پایا جاتا ہے لیکن آلہ کے معنی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس معنی پر الکیل بمعنی ما یکال بہ ہے جیسے العیش بمعنی ما یعاش بہ ان کے دو پیمانے تھے ایک بڑا دوسرا چھوٹا۔ جب لوگوں سے کچھ لیتے تو اس بڑے پیمانہ کو استعمال کرتے جب کچھ کسی کو دیتے تو چھوٹے پیمانہ کو عمل میں لاتے۔

خلاصہ یہ کہ انہیں کہا گیا ہے کہ مکیاں و میزان کے ساتھ مکمل طور لوگوں کے حقوق ادا کرو۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اور لوگوں کے لئے کمی نہ کرو **اشیاءَھُمْ** اُن کی اشیاء میں جو ان کے ساتھ خرید و فروخت کرتے ہو۔ درآنحالیکہ تم اُن کی تکمیل پر اعتماد کرو یعنی جیسے دو بھلے دو سب میں مکمل طور حقوق کو ملحوظ کرو۔ ان کی عادت تھی کہ ہر بڑی چھوٹی اچھی اور خراب شے میں کمی و بیشی کرتے تھے۔

سوال : حقوق کے بجائے اشیاء کا لفظ کیوں فرمایا۔

جواب : حقوق مخصوص باتیں ہوتی ہیں اور اشیاء ہر امر پر مشتمل ہے اور یہاں عموم مطلوب تھا اس لئے اشیاء کا لفظ فرمایا۔

نکتہ : خرید و فروخت میں کمی و بیشی کرنا ہمتی اور نہایت ہی خبیس انسان کا کام ہے اور یہ کام وہ کرتا ہے جس پر حرص و ہوا غالب ہوں اور ہر وہ انسان جو نفس کے خواہشات کے تابع بلکہ یوں کہو کہ وہ انسان پہلے ہی کا ظالم ہے اور یہ تمام نفس امارہ کی صفات سے پاک کرنے کا حکم دیا ہے جسے تزکیۂ نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی بندے سے اچھے امور دیکھنا چاہتا ہے اور رذیل افعال سے اسے سخت نفرت ہے۔

حدیث شریف[1] ان دو بھیڑیوں سے جو بکریوں میں چھوڑے جائیں زیادہ رذیل وہ انسان ہے جو مال کے حرص میں مبتلا ہے۔

حدیث شریف[2] ، نماز و وضو اور وزن وکیل یہ سب امانتیں ہیں۔

حدیث شریف[3] ، حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم کو وزن وکیل کا متولی بنایا گیا ہے۔ پہلی قومیں ان کی کمی و بیشی کرنے سے تباہ و برباد ہوئیں۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ کفر و ظلم کرکے اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ **بَعْدَ اِصْلَاحِهَا** جب کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اتباع نے زمین میں شرائع و احکام کا اجراء کرکے اصلاح کی۔

ذٰلِكُمْ یہ ان امور کی طرف اشارہ ہے جن کے متعلق اوامر و نہی فرمائے۔ **خَيْرٌ لَّكُمْ** تمہارے لئے بہتر ہیں یعنی

marfat.com
Marfat.com

اوامر و نواہی پر عمل کرنا کم تولنے بھرنے اور نقصان پہنچانے اور فساد ڈالنے سے بہتر ہے۔

ف ۲ یہاں خبر انشاء التحسیل کے معنی میں نہیں بلکہ یہاں پر معنی یہ ہے کہ وہ امور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مفید ہیں۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم اہلِ ایمان ہو یعنی اگر تم میرے امور کی تصدیق کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ اور تم سیدھے راستہ پر نہ بیٹھو۔ یا یہ باز الصاق یا مصاحبت کی ہے۔ اس لئے ان کا ظرف مکان سے مطلق ہے اور قاعد اس سے ملص و ملابس ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ باز بمعنی فی ہے اس لئے کہ قاعد اپنے غیر کے مکان میں نازل ہوتا ہے یا یہ باز بمعنی علی ہے اس لئے کہ قاعد مکان کے اوپر ہوتا ہے تُوْعِدُوْنَ ڈراتے ہو تم یا تَقْعُدُوْا سے حال ہے۔

سوال : اُن کے ڈرانے کے سبب ذکر کیوں نہیں۔

جواب : تاکہ سننے والا سمجھ کر دھمکانے کے ڈرانے کے طریقہ استعمال کرتے تھے۔

اب معنی یہ ہوا کہ اے میری قوم ہر راستہ پر بیٹھ کر لوگوں کو دین سے مت ڈراؤ یہ تو شیطان کا کام ہے چنانچہ قرآن مجید نے شیطان کا طریقہ بتایا کہ اس نے کہا تھا لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔

سوال : اللہ تعالیٰ کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور یہاں پر بہت سے راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے

جواب : اگرچہ اللہ تعالیٰ کا ایک راستہ ہے لیکن اس کے مختلف انواع و اجناس تھیں۔ مثلاً معارف۔ حدود۔ احکام مخالفین ان پر قسم کے راستے کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ کو بکل صراط سے تعبیر فرمایا۔

فائدہ : مروی ہے کہ کفار شعیب علیہ السلام کی طرف مختلف آنے والے راستہ پر بیٹھ جاتے ہر راہگیر سے پوچھتے کہ کہاں جاتے ہو۔ اگر وہ کہتا کہ شعیب علیہ السلام کے پاس جاؤں گا تو اسے کہتے ان کے ہاں جا کر کیا کرو گے وہ تو بہت بڑے جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) وہ تو ایسے غلط کار ہیں کہ اگر ان کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے آباء کے دین سے بہکا دیں گے اسی طرح وہ ہر دین حق کے کرنے والے مومن کو طرح طرح کی باتیں سنا کر ڈراتے

بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ ڈاکو تھے۔ لوگوں کا مال لوٹتے تھے۔ وَتَصُدُّوْنَ اس کا تو عدون پر عطف ہے یعنی تم روکتے اور پھیرتے ہو۔ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے یعنی اس راستہ سے جیسا وہ بیٹھے ہوتے مَنْ اٰمَنَ بِهٖ یہ تصدون کا مفعول بہ ہے اور یہ ضمیر کل صراط کی طرف لوٹتی ہے یعنی اسے جو سیدھے راستے پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں۔ وَتَبْغُوْنَهَا یہ باب الحذف والایصال والتعدیہ سے دراصل تَبْغُوْنَ لَهَا یعنی اس کے لئے طلب کرتے ہو یہ ضمیر سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔

سوال : لفظ سبیل مذکر ہے اور ھا ضمیر مونث ہے یہ کیسے۔

marfat.ocm
Marfat.com

جواب : چونکہ لفظ سبیل مذکر بھی ہوتا ہے اور مونث بھی اس لئے یہاں پر اس کے لئے ضمیر مونث لائی گئی یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ کو طلب کرتے ہو۔ عِوَجًا یعنی حق سے ٹیڑھا کر کے اس پر طرح طرح کے شبہات ڈالتے ہو یا یہ کہ تم اسے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہو اور کہتے ہو کہ شعیب علیہ السلام کا راستہ غلط ہے حالاں کہ ان کا راستہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور اس کے ٹیڑھے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تفسیر صوفیانہ

آیت میں اشارہ ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو طالبان حق سے وصول الی اللہ کا راستہ روکتے ہیں اور ان کے ساتھ کئی قسم کے حیلے اور مکر و فریب کر کے راہِ حق سے انہیں دور رکھتے ہیں اور وہ اپنی شیخی بگھیر کر ان کے لئے کئی قسم کی غلط کاریاں پیدا کرتے ہیں جیسے انہوں نے اپنے نفسوں کو راہِ حق سے روک رکھا ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ معاصی اور جرائم کی نحوست جرم تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اثرات دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ پھر وہ اثرات خود معاصی کے مرتکب کو بہت زیادہ لپیٹ لیتے ہیں۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں زیادہ کثیر التعداد بنایا۔ یعنی تمہاری نسل بڑھائی اور تمہیں دولتمند بنایا۔ یعنی تمہارا ضعف قوت سے اور تمہارا فقر دولتمندی سے بدل گیا۔

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ اور دیکھو مفسدین کا انجام کیا ہوا۔ پس تم نے پہلے لوگ جیسے کہ نوح علیہ السلام کی قوم اور ان کے بعد قوم عاد اور ثمود اور اُن جیسے اور دوں کا کیا حشر ہوا۔ ان کے حالات پڑھو پھر عبرت پکڑو اور اُن کے غلط طریقوں سے بچو۔

○ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ اگر ایک گروہ اس پر ایمان لائے جس کے لئے میں رسول بنایا گیا ہوں۔ یعنی ان شرائع و احکام کو ماننے اور ان پر عمل کرنے جو میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ سے لایا ہوں وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا اور ایک گروہ جو اس پر ایمان نہ لایا۔

فائدہ : تفسیر فارسی میں ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی نبوۃ کا اعلان کیا تو آپ پر ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرا گروہ منکر ہو گیا اور کہنے لگا کہ قوت و ثروت ہمارے پاس ہے اور ان پر ایمان لانے والے نہایت غریب اور کمزور ہیں۔ فلہٰذا حق ہمارے پلڑے میں ہے نہ ان کے پاس اگر ان کے پاس حق ہوتا تو یہ دولتمند اور بہت بڑی قوت و طاقت کے مالک ہوتے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان ہر دونوں گروہوں کو فرمایا کہ ایمان لاؤ یا نہ فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مابین یعنی ہر دونوں گروہوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا کہ حق والوں کی مدد فرمائے گا اور باطل والوں کو مٹا دے گا۔ اس آیت میں اہلِ ایمان سے وعدہ کریمہ

marfat.com
Marfat.com

اور اہل کفر کے لئے بعید ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اس لئے کہ اس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا اور اس میں ظلم کا شائبہ تک بھی نہیں اس لئے کہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے اعدل و احکم ہے۔

آٹھویں پارہ کی تفسیر ۱۰۰۱ھ کے شوال کے اواخر میں ختم ہوئی۔

نوٹ ۔ فقیر اُویسی غفرلہٗ کے لئے بھی حسنِ اتفاق سے شوال کے اواخر یعنی ۲۷ شوال ۱۳۹۹ھ شب اتوار (احمد پور لمہ) بوقتِ جلسہ سالانہ اس کا یہاں ترجمہ ختم ہوا۔

marfat.ocm
Marfat.com

فہرست مضامین پارہ نمبر 6,7,8

نام مضمون	صفحہ نمبر	نام مضمون	صفحہ نمبر
آغاز پارہ نمبر 6 لا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْر	3	رکوع عربی مع ترجمہ واتل علیھم نبا بنی آدام	200 تا
رکوع یسئلک اھل اللکتب عربی مع ترجمہ	12 تا 13	حقیقی بہن سے نکاح کا بیان	201
رفع طور کا واقعہ بستی میں داخلہ کا قصہ	16	واقعہ قابیل بعد قتل ہابیل	206
واقعہ قتل عیسیٰ اور یہودیوں کا التباس	19	عالم دینا کا سب سے پہلا کاتب	208
بنی اسرائیل کا فرقوں اور ان کے عقائد کا بیان	32	منقل کے دن کے خواص	--
رکوع عربی مع ترجمہ انّا اَوْحینا الیک	40 تا 41	یاجوج وماجوج کا نسب نامہ	210
زبور کا تعارف	43	بلعم بن باعوراء کی کہانی	220
رکوع عربی مع ترجمہ لَنْ یَّسْتَنکفَ المسیح:	64	رکوع عربی مع ترجمہ	222 تا
ایک گمراہ فرقے کا عقیدہ اور ان کا رد	66	یاایھاالّذین اٰمنو:	223
ذکر الٰہی کے فضائل	73	رشوت کی اقسام	245
آغاز سورۃ المائدہ عربی مع ترجمہ	78	رکوع عربی مع ترجمہ اِنّا اَنْزَلنا التورۃ	247 تا 248
علم غیب نبوی اور اس کی تصدیق	82	رکوع عربی مع ترجمہ یاایھاالّذین اٰمنُوْ لَا	263
رکوع عربی مع ترجمہ حُرِّمتْ عَلَیْکُم المیتۃ	89، 90	معراج کی رات امت کی شکایات کی فہرست	279
عید میلاد النبی کہنے کا ثبوت	98	رکوع عربی مع ترجمہ یاایھا الّذین لاتتخذا	281 تا 282
رکوع عربی ترجمہ یاایھاالّذین اٰمنوا اذا	116، 117	اذان میں انگوٹھے چومنے کا ثبوت	286
اعضائے وضو کو دھونے اور مسح کی حکمت	123	اولیاء کرام کی علامات	291
غسل کے طبی وشرعی فائدے	131	چونٹی اور بھڑ کا قصہ	304
رکوع عربی مع ترجمہ	149 تا	رکوع عربی مع ترجمہ یاایھا الرّسُوْلُ بلّغ ما	306 تا
ولقد اخذاللّٰہ میثاق	150		305
نصاریٰ کے مابین بغض وعداوت کی ابتداء	166	علامات قیامت	315
رکوع عربی مع ترجمہ واذ قال مُوسیٰ لقومہ	190	رکوع عربی مع ترجمہ لُعِنَ الّذین کفرو	327
عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو تھپڑ مارنے کا واقعہ	197	نجاشی کے اسلام لانے کا واقعہ	336

marfat.com
Marfat.com

پارہ نمبر 7

نام مضمون	صفحہ نمبر
رکوع عربی مع ترجمہ واذسمعوا	338
رکوع عربی مع ترجمہ	340
یا ایھا الذین امنوا	343
جاہلیت کی ایک رسم کا بیان	356
عشرہ ذوالحج میں صدقات کے فضائل	361
رکوع عربی مع ترجمہ یاایھاالذین امنوا	363 تا 364
یوم یجمع اللہ	409 تا 410
نزول مائدہ کی کہانی	421
رکوع عربی مع ترجمہ واذقال اللہ یعیسی	426
آغاز سورۃ الانعام	433 تا 434
آدم علیہ السلام کے لیے زمین سے مٹی اٹھانے کی داستان	439
ابدال کی علامات	451
رکوع عربی مع ترجمہ قل سیروفی الارض	456 تا 457
رکوع مع ترجمہ ومن اظلم من	470 تا 471
رکوع مع ترجمہ قل خسر الذین کذبو	479 تا 480
محبت اولیا کی شان	483
معجزہ نبی ﷺ اور ابوجہل کا بت	496
رکوع عربی مع ترجمہ ولقدارسلنا	499
رکوع عربی مع ترجمہ وانزربہ الذین	515
فقرا کے مسائل	522
توبہ کا طریقہ	526
رکوع عربی مع ترجمہ قل انی نھیت	528
رکوع عربی مع ترجمہ وھوالقاھر فوق	540-541
ملک الموت اور مسئلہ حاضر وناضر	544
رکوع عربی مع ترجمہ	561 تا 560
قل اندعو من دون اللہ	
رکوع عربی مع ترجمہ	574
وتلک حجتنا ایتنھا	---
نمرود کی کہانی	577
رکوع عربی مع ترجمہ	585
وماقداو اللہ حق قدرہ	---
فضیلت تلاوت قرآن پاک	594
رکوع عربی مع ترجمہ ان اللہ خالق	605
اصل کائنات حضرت محمد ﷺ ہیں	610
رکوع عربی مع ترجمہ بدیع السموت والارض	620
حفیظ ووکیل میں فرق	634
ازلی بدبختی کی علامات	---

پارہ نمبر 7 ختم

marfat.ocm
Marfat.com

آغاز پارہ نمبر 8

نام مضمون	صفحہ نمبر
وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا	643 تا
عربی مع ترجمہ	644
شیطان کیسے بہکاتا ہے	651
دریائے نیل کی رسم کو فاروق اعظم نے مٹایا	666
رکوع عربی مع ترجمہ	668 تا
اومن کان میتا	669
ظالم حاکم شامت اعمال	686
رکوع عربی مع ترجمہ	688 تا
یٰمعشر الجن والانس	689
حضرت عبداللہ کو ذبح بنانے کا تفصیلی واقعہ	700
رکوع عربی مع ترجمہ	704
وھو الذی اشاجنت	----
رکوع عربی سے ترجمہ	709 تا
قُل لَّا اجدُفی مَااُوحیَ	710
ولادت مبارکہ سے محل کسریٰ کو زلزلہ آگیا	712
جنوں سے حفاظت کا علاج	717
رکوع عربی مع ترجمہ	718
قُل تعالوا اتل	----
رکوع عربی مع ترجمہ	728 تا
وھذا کتب انزلنہ	729
حافظ قرآن کے فضائل	733
سورج کا مغرب سے طلوع کرنا	735
اور اس کی تفصیل	----
حدیث شریف سے تبلیغی جماعت کی علامت	753
آغاز سورۃ الاعراف عربی مع ترجمہ	758 تا 759
قیامت میں کون کون لوگ محفوظ ہونگے	765
رکوع عربی مع ترجمہ	774 تا
وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ	775
آدم علیہ السلام کا زمین پر اترنا	791
رکوع عربی مع ترجمہ	796
یٰبَنِی اٰدمَ قَدْاَنْزَلْنَا	----
انسان سے جنات نکالنے کا طریقہ	802
رکوع عربی مع ترجمہ	827 تا
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ	828
حضرت بلالؓ اور شب معراج	835
رکوع عربی مع ترجمہ وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْاَعراف	847
رکوع عربی مع ترجمہ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہ الَّذی	860
دعا کے آداب	869
مرنے کے بعد اٹھنے کی تفصیل	876
رکوع عربی مع ترجمہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا	882
رکوع عربی مع ترجمہ وَاِلٰی عَادٍاَخَاھُمْ	888
رکوع عربی مع ترجمہ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ	901 تا 902
قصہ اونٹنی کا	908
لواطت کا آغاز کیسے ہوا	920
بے ریش کے ساتھ اٹھارہ[18] شیطان	923
رکوع عربی مع ترجمہ	928
وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ	----

marfat.ocm

Marfat.com

marfat.com